

سیرۃ النبی ﷺ کی نہایت مختصر و مفید تصنیف
 علامہ علی ابن ربیع النعیم بنی کی تصنیف کا اردو ترجمہ
 مکتبہ ناز انڈیا

المختصر

سیرۃ حلبیہ

مع اضافات



مترجم و مقرر اردو: مولانا محمد اسلم قاسمی، لاہور
 دہلی: ستریکہ شری، علامہ اقبال لکڑی، محمد طیب

بیت الاسلام

اردو بازار، ایم ایس جناح روڈ، کراچی پاکستان فون 2631861

ہمارے حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں
کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 8142

باہتمام : ضلیٰ اشرف مہدی
طباعت : مئی ۲۰۰۷ء علی گڑھ
قیمت : ۳۲۹ صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی اپنی اطلاع کو پیش کی جاتی ہے کہ یہ کتاب روایتاً صحیحہ ہے۔ تصحیف اس بات کی گواہی
کے لئے اور بھی مستقل ایک عالم موجود ہے۔ یہ کراچی کوئی عقلی گھڑا بنے گا اور محاکم
مطلوع نورانہ میں قرار کیا جائے گا۔ اس کتاب میں درج ہے جو کچھ ۱۵۰۰ھ تک

پڑھنے کے پتے

دارالاشاعت کراچی

بیت القرآن، دار کراچی

بیت العلوم، علی شرف آباد، گلشن اقبال، لاہور، پاکستان

کتبہ اسلامیہ، چار بازار، حیدرآباد

کتبہ جامعہ، گیلانی روڈ، نزد گولہ خان، لاہور، پاکستان

انگلینڈ میں پڑھنے کے پتے

Islamic Books Centre
14-121, Bala Wall Road
Buckham Hill, TN11, U.K.

Azhar Academy Ltd.
54-58 Littlefield Lane
Merton Park, London E12 9JN
Tel: 020 8911 9797

امریکہ میں پڑھنے کے پتے

DAHLI-ULLOOH AL-MADANIA
162-5084541 STREET,
BUFFALO, NY 14204, U.S.A.

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6661 E 26TH ST., TUCUMCUM,
TX 79704, U.S.A.

فہرست عنوانات سیرت حلبیہ اردو جلد دوم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۵	پہلے نام اور پورا نام	۱۷	عرب کے قبول اسے آنحضرت کی آمد و طواری
۳۵	نہد کب فرض ہوا	۱۷	عرب کے پہلے
۳۶	نہد کے دن کا نام	۱۷	قبائل سے ملاقاتیں اور ابوسب کی دشمنی
۳۶	نہد میں عبادت کا خاص دن	۱۸	نکاحات
۴	یسوع کا دن	۱۹	نبی ماسر کے شکار کا پتہ لگانا
۴	یسوعیوں کا دن	۲۰	بدترین قبیلے
۳۷	نہد کے دن کیلئے مسلمانوں کی رہبری	۴	ایک دایہ کا نام
۴	نہد کی ام حنیہ	۲۱	نبی انصار کا مہاجر اور اب
۴	دنوں کا سردار	۲۲	کام انش کا اثر
۳۸	تخلیق کا نکتہ اور نہد کے دن	۵	ایک جواب
۴	دنوں کی تخلیق و ترتیب	۲۵	ابوسب کی روانہ فرماں
۳۹	انبیاء علیہم السلام اور نہد کے دن	۵	آپ کے نام کا فخر اور اس کی برکت
۴	دنوں کی خصوصیات	۲۶	دینے والوں سے عقیدہ پر پہلی ملاقات
۴	نہد کا دن	۴	نوس و خورج
۴	انور کا دن	۲۷	اسلام کی دعوت
۴	بی کا دن	۲۸	آنحضرت کے حلقہ یسوع کی اطلاع
۴	منگل کا دن	۲۸	دینے والوں کا قبول اسلام
۴۸	بدھ کا دن	۲۸	جنگ بھارت
۴	حدیث کی تکلیف دہی کا نام	۵	کامیابیوں کے درمیان یسوع کی دشمنی
۴۱	بدھ کا دن اور قبولیت دعا کا وقت	۵	عربوں کے جنگی ضابطے
۴	جمعرات کا دن	۲۹	سویہ ابن مسامت
۴	نہد کا دن	۴	سویہ کا قتل
۴	ایم نہد کیلئے آنحضرت کی طرف سے تقصیر	۳۰	ایس ابن مہد
۴	اس ہاد سے میں ایک حقیقی بحث	۳۱	انصار کی طرف سے اگلے سال لئے کھانا
۳۲	نہد کا نام کا سبب اور اس کی تاریخ	۳۲	عہد کی دوسری ملاقات اور دعوت
۴	دینے میں اسلام کی اشاعت	۳۳	دعوت یا عہد کی نوعیت
۴	آئندہ اور مسند کا اسلام	۳۳	پروگرام لکھ کر
۳۵	آئندہ کا کام حق کا اثر	۳۴	مسیحیت و مسیحین کی دعا
			اسلام کے پہلے قاری حضرت ابن مسعود

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۵۹	قریش کی تشریف آوری	۴۵	سید علیہ السلام کے سامنے
۶۰	مشرکین کو سید خورشید کے حلق	۴۶	سید کے اسلام کا زبردست اثر
۶۱	قریش کی طرف سے انصار کا تعاقب	۴۷	قبیلہ بنی شہل آشوش اسلام میں
۶۲	دو انصار یوں کی گرفتاری	۴۸	سید کے گمراہوں میں اسلام
۶۳	سید انیس مہار کی رہائی	۴۹	جو قسیم کا اسلام
۶۴	عمر و امیہ بنو عبد مناف کے بت کا واقعہ	۵۰	مصدق کی کنے کو دہائی
۶۵	بت کی بے بسی کا مشاہدہ	۵۱	ابن مسعود کی نقل کا نظم جدیدی قبلہ
۶۶	توحید اسلام	۵۲	عام مسلمانوں کا تذکرہ
۶۷	کنے میں مسلمانوں کو اجرت کا نظم	۵۳	آنحضرت ﷺ سے تحقیق حال
۶۸	مسلمانوں کی تاسوس و دعا	۵۴	آپ کا جواب
۶۹	آنحضرت ﷺ کی طرف سے مبارکوں	۵۵	انصار سے غیریہ طاقات کا وعدہ
۷۰	میں انصاف کا قیام	۵۶	اسلام کے لئے قربانیاں
۷۱	سید کو پہلے مہاجر	۵۷	انصار کی تعداد
۷۲	قریش کا بدترین ظلم	۵۸	حضرت مہاش کے ساتھ تشریف آوری
۷۳	شوہر اور بیٹے کے فراق میں کھمبہ	۵۹	حضرت مہاش کی تحریر
۷۴	بے کس خاقان کا قصہ	۶۰	اقرار غلاموں
۷۵	سید کو پہلی مبارک خاتون	۶۱	عقہ کی دوسری ہیئت
۷۶	مبارکوں کے ساتھ انصار کا بے مثال سلوک	۶۲	شرائک ہیئت
۷۷	حضرت عمرؓ کی غلیظا مانا حضرت اور	۶۳	وعدہ نبوی
۷۸	قریش کو پہنچ	۶۴	ہیئت کے پہلے قیہہ بنی ناس
۷۹	مہاش امیہ ربیعہ کے ساتھ ابو جہل کا فریب	۶۵	ہیئت میں جریر نکل کی ماضی
۸۰	مہاش عالم بھائیوں کے جنگل میں	۶۶	ہیئت پر پہنچنے کا اقرار
۸۱	مہاش کا کنیز سے انتقام اور اس کی سزا	۶۷	جرم کا وعدہ
۸۲	مظلوم مسلمانوں کے لئے دعائے نبوی	۶۸	ہیئت کرنے والے پہلے تین کوئی
۸۳	حضرت صہیبؓ کی ہجرت	۶۹	شیطان کی پکڑ
۸۴	نقیض کا سودا	۷۰	اس کو تبار مسلمانوں کی گھر میں
۸۵	آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ	۷۱	انصاف کے لئے

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۸۵	حضرت نبوت کی فضیلت	۹۱	حضرت مصیب کون تھے
۸۷	حجرت نبوتی کا بیان	۹۲	مصیب کے ذاتی سے آنحضرت ﷺ
۸۸	آنحضرت ﷺ کے چارہ لڑنے کا طریقہ	۹۳	منظور ہوتے تھے
۸۹	قدیم علماء کا تہذیبی نشان	۹۴	ایجازت اجرت کیلئے آنحضرت کا نظارہ
۹۰	حضرت ابو بکرؓ کے یہاں تشریف گوردی	۹۵	مہر اہی کیلئے صدیق اکبر کی آرزو
۹۱	حضرت ابو بکرؓ کو خوش خبری	۹۶	صدیق اکبر کی چادریاں
۹۲	رجا گور مسرت کے آنسو	۹۷	آنحضرتؐ کے خلاف قریش کی سازش
۹۳	روانے کی دس قسمیں	۹۸	قریش کی مشورے کا کار
۹۴	صدیق اکبر کی دولتِ خداوندی جو تہذیب و عرفیت میں	۹۹	مشورے میں شیطان کی شرکت
۹۵	حضرت ابو بکرؓ کی مہربانی کی تحریک گوردی	۱۰۰	مکار شیخ نجدی
۹۶	آنحضرت ﷺ کی سولاری	۱۰۱	خضر پاک مشورے
۹۷	حضرت اسامہؓ زات السطاحین	۱۰۲	ابو جہل کے مشورے پر قتل کا فیصلہ
۹۸	دلت کے اندھیرے میں خار نور کو کھنکھ	۱۰۳	حفاظتِ خداوندی
۹۹	حضرت ابو بکرؓ کا خطر اب	۱۰۴	آنحضرتؐ کا مکانِ قاتلوں کے نرے میں
۱۰۰	آئینہ پائی	۱۰۵	حضرت علیؓ آپ کے بستر پر
۱۰۱	انہوں سے متعلق حضرت علیؓ کو بدلیات	۱۰۶	آجڑاں میں حضرت علیؓ کی حفاظت کے چہرے
۱۰۲	خار نور	۱۰۷	آسمانی حفاظت
۱۰۳	صدیق اکبر کی جہاں بندی	۱۰۸	ابو جہل کی ہرزہ سرانہاں
۱۰۴	صدیق اکبر کا پھر سانپ کے منہ میں	۱۰۹	حفاظتِ الہی میں تپ کا مکان سے گردن
۱۰۵	اس سانپ کیلئے رافضی کی تعظیم	۱۱۰	سورہ فہمین کی برکات
۱۰۶	حفاظتِ خداوندی اور مجھڑے کا تصور	۱۱۱	قاتلوں کو آپ کے گلے جانے کی اطلاع
۱۰۷	کڑی کے دار پر حفاظت کے دوسرے واقعات	۱۱۲	قاتلوں کے مکان میں نہ گھسنے کا سبب
۱۰۸	ایک حیرت انگیز واقعہ	۱۱۳	آنحضرت ﷺ کے بستر پر نہ سونے کی سخت
۱۰۹	حجرت میں صحرایی سے مصیب کی عروسی	۱۱۴	آپ کو نہ پا کر قریش کی ہلچل
۱۱۰	خار نور سے دشمنوں کی پے پتلی	۱۱۵	حجرت کی ایجازت
۱۱۱	خار نور میں دوسرا حیرت انگیز مجھڑہ	۱۱۶	دشمن کی محبت
۱۱۲	کڑی کو بدلنے کی ضمانت گوردی اس کے لئے دعا	۱۱۷	کے گوردہ بچنے میں کون افضل ہے
۱۱۳		۱۱۸	یکے کی فضیلت

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۴	گروں سے جانے والے مسافر کے لئے کا حکم	۱۰۴	خلافتِ قادری میں چھٹیں گزنی کی تکمیل
۱۰۵	کتابِ ترمذی	۱۰۵	کمرائے عاری کے سنگین اور شکرلوہاں
۱۰۶	مصدقہ انجیل کا مفسر اور آنحضرت کا بھائی	۱۰۶	اے کاشاکا عالم!
۱۰۷	لکھنؤ اور دوسرے	۱۰۷	شکرلوہاں سے حسن معاملہ اور حضرت
۱۰۸	مصدقہ انجیل کی تفصیل	۱۰۸	علی کا حسن تدبیر
۱۰۹	شیعوں کے دعویٰ کی تردید	۱۰۹	ایرانی شکرلوہاں کے اہل سے علماء اسلام
۱۱۰	عراق اور میں تیسرا مجلہ	۱۱۰	ایک حضرت کا واقعہ
۱۱۱	قرآن کی تفسیر اور آپ کی گرفتاری	۱۱۱	دشمنانِ رسول کی پادری پائی
۱۱۲	کے لئے احادیث عام	۱۱۲	راہِ دین میں پہلا قیام
۱۱۳	عراق کے دورِ قیام شہر سے تعلق	۱۱۳	امامِ معبد کے یہاں دوسری منزل
۱۱۴	عراق اور سے کوچ کی چار	۱۱۴	غریب مگر شریف خانوں
۱۱۵	سفر دین کیلئے لوہاں اور دوسرے کا انتظام	۱۱۵	ایک اور مجلہ
۱۱۶	اہلِ قادیان کی تداریک اور اسلام کی ترویج	۱۱۶	شنگ خٹوں سے دولت کی دھاری
۱۱۷	ایک مرہٹوں حلقہ کی چال پیدی	۱۱۷	سائلِ مدد و کمک اس نگر کی طویل عمری
۱۱۸	مصدقہ انجیل کا انتظام	۱۱۸	سائلِ مدد و کمک کی تخریب
۱۱۹	باب کی دہلی	۱۱۹	خانہِ قادریوں کی دعا اور مدد کی سیرانی
۱۲۰	مدینہ منورہ کا حضرت	۱۲۰	عمرِ رسول ﷺ کی عظمت اور احترام
۱۲۱	کاروانِ رسول ﷺ	۱۲۱	ابو معبد کو واقعہ کی اطلاع
۱۲۲	یادِ وطن	۱۲۲	شہر سے مدد کے سواں کا جائزہ لیا
۱۲۳	انعام کے لالچ میں سراق کا غم	۱۲۳	ابو معبد کے گمراہی کا اسلام
۱۲۴	سراق آپ کی دہلی	۱۲۴	امامِ معبد کے یہاں ایک مجرمانہ اور غصہ
۱۲۵	سراق کے لئے پہلی بد شکلی	۱۲۵	مکہ میں ہمارے کچھ شخص کی پکار
۱۲۶	مجلدِ رسول اور سراق کی سراسیمگی	۱۲۶	مکہ میں اسلام اور ابو جہل کا قصہ
۱۲۷	بد عوامی لوگوں کی فریب	۱۲۷	آنحضرت ﷺ کی طرف سے ایک نالی
۱۲۸	دعا کے رسول اور گھوڑی کا چھکارہ	۱۲۸	کا شہر
۱۲۹	نگاہِ نبوت سے سراق کی کالی پلٹ	۱۲۹	انعام کے لالچ میں مدد آپ کے خاقان
۱۳۰	سراق کی مسات مرتبہ مددِ خلافتی	۱۳۰	مدینہ سے ماحول کے آغوشِ اسلام میں
۱۳۱	قرآن سے سراق کا بھروسہ اور اہل کی جو بچی	۱۳۱	منزلِ مدد مدینہ میں قدم نہ
۱۳۲	سراق کے لئے نئی کالی پلٹ	۱۳۲	مدینہ میں آمد آمد کا نظارہ
۱۳۳	آنحضرت کی ایک حضرت کا شہین گونی	۱۳۳	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۵۸	بنی نہاد کی اور بنی ساعدہ کی درخواست	۱۳۹	مستقبل کیلئے شہر سے باہر آنے والوں کی بے جا
۵	بنی نہاد کی خوش فہمی	۱۴۰	عہداروں سے کاغذ رسول کی جھک
۴	حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی	۵	خوش آمدید
۱۵۹	بخت تھوری	۱۴۱	قیام میں قیام
۱۶۰	انصار میں خیر و سعادت کی ترتیب	۵	حضرت علی کی کنے سے روانگی
۱۶۱	سعد بن عبادہ کے مجروح اہل بیت اور	۱۴۲	رو گزار عشق میں تھپائی
۵	درد عمل	۱۴۳	تاریخ اسلام میں ہر کے دن کی اہم حیثیت
۵	یہودیوں کی نمائش پر غلطی کا احساس	۵	مدینہ میں طوفی کے ذکر سے
۱۶۱	بنی نہاد میں خوشی کے شادیانے	۱۴۵	لوگوں کی غلط فہمی اور مدینہ کی کبر کی روایت توجہ
۵	مسئلہ سہار کے حلقہ بندی	۵	قیام میں مسجد تھوری کی بنیاد
۵	عید کے دن حضرت عائشہ کا سہار	۱۴۶	غیر مسجد میں اپنے اہل سے ملاقات و محبت
۱۶۲	رائے بخت عہدہ کی حدیث	۵	مہارک سب بنیاد
۵	آپ کی خیر و باری پر جنتی لڑکی کی غور	۵	مسجد قیام کا بلند و بالا رتبہ
۵	حزامیر اور بابت گاہے کا سہار حرام ہے	۱۴۸	انصار کی پاکیزگی پر مدح خداوندی
۱۶۳	سہار کے سلسلے میں شافعی مسلک	۱۵۱	قیام سے کوچ اور مدینہ میں روغن لڑائی
۵	حضرت جابر کا ایک قول	۱۵۲	پروانہ بابت نبوت کے جلوں کو
۱۶۴	سہار کے برخلاف صفوں کی حدیث	۵	جڑب
۵	سہار کے سلسلے میں صحیح مسلک	۵	مدینہ کے فضائل اور برکات
۱۶۶	سرور منافقین عبد اللہ ابن ابی	۱۵۳	جڑب کہنے کی ممانعت
۵	ابن ابی کی نکاح	۱۵۴	مدینہ کے نام
۱۵۰	ابن ابی کے بیٹے کا عشق رسول	۵	مدینہ میں مسجد کی پہلی نماز
۵	باب کا سلام میں بلند و بالا	۱۵۵	مدینہ میں پہلا خطبہ
۵	مناشی کا حسن ظاہر	۱۵۶	عید لکھن کے حسن کی تاثیر اور خطبہ مسجد
۱۵۱	ابن ابی کی عہدہ کی اور فتنہ	۱۵۷	میں لڑائی
۵	ابن ابی کے آنحضرت ﷺ کے حضور اور	۱۵۸	نماز سے پہلے خطبہ کا معمول
۵	جزاری کا سبب	۵	آنحضرت ﷺ کی پہلی لکھن کی شوق و توجہ
۱۵۲	ابو ایوب کے یہاں قیام کی مدت	۵	نئی سالم کی درخواست
۵	انصار کا چھوڑ دینا	۱۵۹	آپ ﷺ کا جواب

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۸۷	عہد نبوی کی جنگ	۱۸۲	عہد کے حقائق پیشین گوئی
۱۸۸	جنگ کی خرید واری اور قیمت	۱۸۳	پیشین گوئی کی تکمیل
۱۸۹	یہودیوں کا ایک درخت اور اس کی طرح	۱۸۴	غیر کے اور وہاں مہجوں کا احساس
۱۹۰	عہد نبوی کا مہدک سنگ بنیاد	۱۸۵	حضرت علیؓ کا بیان سے مذاق
۱۹۱	سنگ بنیاد رکھنے کی ترتیب اور حفاظت	۱۸۶	عہد کی خلاصہ اور اسی مضمون کا خلاصہ
۱۹۲	غیر عہد کا آغاز	۱۸۷	حضرت عہد کے قائل حضرت علیؓ کی علامت
۱۹۳	عہد کی نوعیت	۱۸۸	عہد کی شہادت
۱۹۴	مہجوں کی آزمائش	۱۸۹	عہد کی عظمت اور شہادت کا خلاصہ و اصل
۱۹۵	غیر کے کام میں آنحضرت کی شرکت	۱۹۰	عہد کے قائل ابن عباسؓ کا جواب و نصیب
۱۹۶	آنحضرت ﷺ اور شعر	۱۹۱	عہد ان ہمار کا مقام
۱۹۷	کیا آپ بھی شعر پڑھتے تھے؟	۱۹۲	یہودی کی ایک شکایت اور دلیل
۱۹۸	کیا آپ کے لئے شعر کہاں ممکن تھا؟	۱۹۳	عہد نبوی کا قیام اور اس کے دروازے
۱۹۹	شعر پڑھنے کا حکم	۱۹۴	عہد نبوی کا قطع
۲۰۰	قرآن سے ثبوت	۱۹۵	ہاشمیہ ایک قبلہ اول کی طرف تشریف
۲۰۱	آپ شعر کہہ سکتے تھے یا نہیں؟	۱۹۶	عہد میں لکھنے والے کا فرض
۲۰۲	شعر گوئی آپ کی شان سے فریاد تھی	۱۹۷	قرآن اول اقبال پندہ طرح
۲۰۳	شعر کی تحریف اور بعض مسودوں کو ان کی آیت	۱۹۸	حضرت عثمانؓ کی طرف سے حیرت انگیز کاہنہ
۲۰۴	آنحضرت کی زبان سے جاری ہونے والے	۱۹۹	حضرت عثمانؓ کی عظمت کی داستان
۲۰۵	روایت یہ تھیں۔	۲۰۰	عہد نبوی کے حقائق عثمانؓ غنی کی خدمت
۲۰۶	کیا یہ کلمات شاعری میں شامل ہیں؟	۲۰۱	ایک کونستہ پانی کے لئے اہم
۲۰۷	کیا آنحضرت ﷺ پر شعر کہنا اور سنا	۲۰۲	پادشہ اور حضرت عثمانؓ
۲۰۸	حرام تھا۔	۲۰۳	غیر و سوم کا ماحول
۲۰۹	ایک دوسرے کا نظریہ	۲۰۴	حضرت عثمانؓ کا سپرد حمانہ نقل
۲۱۰	اچھے شعر پسنندہ و کام ہیں	۲۰۵	عہد کی بے حاشی
۲۱۱	کیا آپ شعر کو زبان سے پڑھنا پڑھتے تھے؟	۲۰۶	قبرستان طبع میں غیبہ و طبع
۲۱۲	شعر گوئی مبالغہ اور تکلیف کو ان کا کام ہے	۲۰۷	عہدوں کا نوب
۲۱۳	عہدوں میں شعر گوئی کی ممانعت	۲۰۸	حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا سبب
۲۱۴	غیر میں صحابہ کی جہاں تکلیف	۲۰۹	آنحضرت ﷺ کا شہاد
۲۱۵	عہد کی آزمائش قرآن میں زیادہ حقیقت	۲۱۰	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۱۳	انہی ذہن کی عمری میں رحمت	۲۰۱	اس وقت میں قسم این ابو العباس کی ذات
۲۱۴	ہائی مکان میں قیام کیلئے ابو ایوبؓ کی	۲۰۲	گورنوں کی معزولی کے احکامات اور عوامی
۲۱۵	آنحضرت سے درخواست	۲۰۳	بداعتقل کی بات
۲۱۶	ابن عباسؓ اور ابن زبیرؓ کے برائے کھانا	۲۰۴	مصر کی گورنری اور خلیفہ کے خلاف
۲۱۷	مکہ نبویؐ میں مقام اُحد	۲۰۵	خوناک سازش
۲۱۸	اصحاب اُحد کی تشریف	۲۰۶	مکہ این ابو بکر کو مصر کی گورنری کا حکم دینا
۲۱۹	اصحاب اُحد کا مقام	۲۰۷	سازش کی بے غلطی
۲۲۰	مکہ نبویؐ میں دشمنی کا انتقام	۲۰۸	ابن ابی بکر کی مدینہ کو واپسی
۲۲۱	ایک حبیب اللہ	۲۰۹	حضرت عثمانؓ سے برادر است تحقیق
۲۲۲	فتح حیرہ کی کاؤ	۲۱۰	حضرت عثمانؓ کی برکت
۲۲۳	مکہ پر حملہ کاروں اور اس کا انجام	۲۱۱	مردان کو سپرد کرنے کا مطالبہ
۲۲۴	شہداء مدینہ میں، بی آثار انہی کی اطلاع	۲۱۲	خلیفہ کا انکار اور ان پر حملہ
۲۲۵	علامہ کوثرؓ میں قیام کی اجازت اور نبیؐ	۲۱۳	آنحضرتؐ کی چٹھیں کوئی اور اس کی تحلیل
۲۲۶	کے نام خط	۲۱۴	حضرت عثمانؓ کے اوصاف
۲۲۷	آنحضرتؐ کیلئے کے لئے مکان	۲۱۵	شہادت سے پہلے حضرت عثمانؓ کا خوب
۲۲۸	ایک درو سال بعد فتح کا کھانا ہنگامہ میں	۲۱۶	شہادت کے لئے تہاری
۲۲۹	لڑاکا ختمون	۲۱۷	حضرت عثمانؓ پر الزامات
۲۳۰	مدینہ کی حالت اور اس کا ایک واقعہ کی بصیرت	۲۱۸	حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کی خلاف الزامات
۲۳۱	فتح کی خبروں کی قبر	۲۱۹	کی بیعت۔
۲۳۲	مدینہ سے تہاریوں کا اخراج	۲۲۰	الزمامت کا جواب
۲۳۳	مدینہ پہنچنے ہی اصحاب تہاریوں کا نظارہ	۲۲۱	مکہ نبویؐ میں توسیع دعوت
۲۳۴	حضرت عائشہؓ کو خط	۲۲۲	غیر کے ساتھ وہ الزام کے خبروں کی غیر
۲۳۵	خط دور کرنے کی دعا	۲۲۳	آنحضرتؐ کے گمراہوں کی مکہ سے آمد
۲۳۶	حضرت عائشہؓ اپنے والدہؓ کی حوالہ دہی کو	۲۲۴	اسامہ ابن زیدؓ پر آپؐ کی شفقت
۲۳۷	مدینہ کی تہاریوں کا وفد میں	۲۲۵	صاحبزادی حضرت اُمّ حبیبہؓ
۲۳۸	طاعون کی تہاری کا مدینہ سے اخراج	۲۲۶	حضرت ابو بکرؓ کے گمراہوں کی آمد
۲۳۹	تہاریوں کا شہر تہاریوں سے پاک و صاف	۲۲۷	صدر بن ابیہؓ کی ایبہؓ آمد مدینہ کا مقام
۲۴۰	خط کہ یا آنحضرتؐ کی خدمت میں	۲۲۸	حضرت امیہ بنت ابی بکرؓ
۲۴۱	خط گناہوں کے تلافی کا سبب	۲۲۹	معاذ بن جبلؓ میں پہنچا

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۳۴	انجیر دھان کی نمازیں	۲۳۷	حدیث میں تجرور کت کیلئے ماہ نبوی
۴	دھان کب فرض ہوئی	۲۳۸	حدیث و ہمال سے گھنچا پاک کر دیا گیا
۲۳۵	دھان نذر کے لئے مشورہ	۲۳۹	حدیث سب سے زیادہ آسودگی بخشنے والا
۴	دھان نماز کا ہلالی طریقہ		حدیث میں سرمے کی ترغیب
۲۳۶	عبداللہ ابن زید کا خواب	۲۴۰	کیا قیامت سے پہلے حدیث
۴	کیا یہ حقیقت میں خواب تھا		اوہ جانے کا؟
۲۳۷	نکلت دھان کی تعلیم	۲۴۱	اندر دھان کے بقیہ جہروں کی تعمیر
۴	نکل دھان سے کھانا	۴	اندر دھان کے جہروں کی نشان
۴	آنحضرت کی طرف سے خواب کی تصدیق	۴	بال صومین کا بدترین مصروف
۲۳۸	حضرت جابرؓ پہلے مؤذن	۴	وسائل آسمانی سے پانچویں کی
۴	دھان دھان دھان نماز	۴	اندر دھان کے جہروں کے متعلق حسن بصری
۴	حضرت عمرؓ نے بھی یہی خواب دیکھا تھا		کی بداعت
۴	کیا دھان کے نالے عربوں میں ملتے تھے؟	۲۴۲	حضرت حسن بصری
۲۳۹	دھان کا قرآن پاک سے ثبوت	۲۴۳	جہروں کے لئے نکلت
۴	دھان نماز میں اضافہ	۲۴۴	آپ کے صاحبزادے اور بیٹوں میں متعلق
۲۴۰	نکلت دھان نماز میں ہے		کا نکلت
۴	بداعت	۴	سیرت پر نوٹ دھان کی ممانعت
۲۴۱	روافض کا طریقہ	۲۴۵	اسد ابن زرارہ کی وفات
۲۴۲	نکلت دھان میں نکرار	۲۴۶	اسد ابن زرارہ سے صلح کا معاہدہ
۴	اس ہمارے میں فقہاء کے مسلک	۴	مہاجر میں انصار کے درمیان بھائی بھادر
۲۴۳	اسد ابن زرارہ کو دھان کی تعلیم	۲۴۷	صدیق اکبرؓ کو فاروقی اعظم میں بھائی بھادر
۲۴۴	سید نبوی کے مؤذن	۲۴۸	اسد ابن زرارہ کی بھائی طرفی
۴	آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ	۲۴۹	انصار بھائی کے چار بھائی بھادر بھادر
	کی دل کر گئی	۲۵۰	دو مظلوموں کی گھونٹا صبی
۲۵۱	ایک امر بعد حدیث میں بھادر بھائی کی کوئی	۲۵۱	بھادر کے بھادر کے لئے آپ کی دعا
۲۵۲	صدیق اکبرؓ سے بلالؓ کی درخواست	۲۵۲	اسلامی بھائی بھادر بھادر
۴	بیت المقدس میں دھان کی دھان	۲۵۳	باب ہی و ششم دھان کی ابتدا اور فرحیت
۴	آنحضرت کی بھادر میں صاحب کی بے قراری	۲۵۴	راکون اس صفت کی خصوصیت ہے

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۶۰	نور محمدی کے مسودوں میں ذکر انجیری	۲۶۰	سواذوں کا مرتبہ
۲۶۱	لی سرائی، سراسر میں یہاں	۲۶۲	جنت کی پر شاخ پسند اسے پہلے شخص
۲۶۲	آنحضرت کی بروقت تقریب انوری	۲۶۳	سواذوں کے سر پر لگا کاغذ
۲۶۳	صلح حدادی	۲۶۴	سواذوں کیلئے سودی درجہ، علی اور میر کا انہام
۲۶۴	چالیت کی عدالت کی ممانعت	۲۶۵	موسم کیلئے لحدت میں کوئی خیر نہیں
۲۶۵	نور انشیت دیکر اس صیحت	۲۶۶	یہ آنحضرت نے نور بھی بھیج دی ہے
۲۶۶	ایک سودی عالم کا عقائد خاصہ	۲۶۷	تجدد اور فقر کی قرینگی
۲۶۷	پانی رنگوں میں آنحضرت کا واسطہ	۲۶۸	جنت کی افواہ
۲۶۸	نور سودی دعا میں	۲۶۹	نوروں کے بعد اود سے درود چھنے کی رسم
۲۶۹	آنحضرت سے سود کے شریعت اور سواذ	۲۷۰	نور میں شیعہ کے ساتھ شریعت کا لہجہ صحت ہے
۲۷۰	روان کے معلق سوال	۲۷۱	سود میں عید کی آگ میں
۲۷۱	سود کا سرور و شادی کا طوفان	۲۷۲	نور انور میں کے باپ اور چچ کی حریت
۲۷۲	علم کے دروازے پر کھڑی انجیری	۲۷۳	کھیت و عید کی انشا
۲۷۳	قیامت کے معلق سوال	۲۷۴	سود کی درجہ و درجوں پر آیات قرآنی کا تامل
۲۷۴	سوی کی نوکٹوں کے معلق سوال	۲۷۵	حق تعالیٰ کی شان میں بدنامی
۲۷۵	تجدد حق کرا امتزاف حق سے الگ	۲۷۶	خطرات اور کفر خاصہ
۲۷۶	اگر ان کا کائنات کی تخلیق کے دن	۲۷۷	آنحضرت سے شکایت
۲۷۷	شام کے سودی عالموں کا قبول اسلام	۲۷۸	سود کی طرف سے آنحضرت پر کفر
۲۷۸	ایک سودی سوال	۲۷۹	نور میں عید کا کفر
۲۷۹	سود کا سرور و شادی کا طوفان	۲۸۰	آنحضرت پر محرم کا نور میں کی تہ
۲۸۰	ایک سودی عالم آنوری اسلام میں	۲۸۱	انکشاف اور پہلے کی برآمدگی
۲۸۱	چتر کا نور کج کرے بے اختیار تصدیق	۲۸۲	محرم کرنے کے لئے آنوری حاجت مانگی
۲۸۲	ابن مقام کے گھر والوں کا اسلام	۲۸۳	آنحضرت کی خطابی
۲۸۳	سود کو رولہ است پر لانے کی ایک تدبیر	۲۸۴	والدہ محرم کی تحسین
۲۸۴	ابن مقام بحیثیت سودی سودی نظر میں	۲۸۵	سواذ کا قبلی عزم
۲۸۵	ابن مقام بحیثیت مسلمان سودی نظر میں	۲۸۶	سوی کی حیثیت
۲۸۶	ابن مقام کے مختلف اقوال	۲۸۷	ایک عید پر سر ممکن ہے
۲۸۷	تولید دعا کی نگاری	۲۸۸	ابن علقبہ سودی کی شریعت میں

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۰۵	ایک نو جوان یہودی کی طرف سے حق بات	۳۹۰	یہودی انہی پانچوں امور میں سے کسی ایک سے
۳۰۶	بیشیت حکم میں سود یا فیصلہ	۳۹۱	یہودی کی ہندو مہر کی
۳۰۷	زنا کا دواں پر شرعی سزا کا جرم	۳۹۲	انہی اسلام اور فقہ اسلام
۳۰۸	ہاتھوں میں سنگ لڑائی کا مجبہ اللہ	۳۹۳	آنحضرتؐ کو قرب قیامت
۳۰۹	یہودی قورات میں اور آپ ﷺ کا طریقہ	۳۹۴	آنحضرتؐ سے انہی آیتوں کے تحت سوال
۳۱۰	بھیانے والے	۳۹۵	جبر میں سے یہودی، فحشی
۳۱۱	آنحضرتؐ کے ساتھ یہودی کی بی ضرورت	۳۹۶	آنحضرتؐ کے اسباب
۳۱۲	یہودی کا اپنی مصیبت کے حلقہ میں	۳۹۷	آنحضرتؐ کا جواب
۳۱۳	یہودی کا غم غم سے آنحضرتؐ کا انداز	۳۹۸	قیامت کے دن کے انکسار کے مسئلہ
۳۱۴	مناقصین	۳۹۹	پہلا عقوب
۳۱۵	حضرتؐ خیر اور نہایت کا اللہ	۴۰۰	دوسرا عقوب
۳۱۶	وہی کے ذریعہ نہایت کے جہنم کا پھل	۴۰۱	تیسرا عقوب
۳۱۷	سابق کی شکل میں شیطان	۴۰۲	چوتھا عقوب
۳۱۸	سرور منافقین	۴۰۳	یہودی کی ہندو
۳۱۹	انہی اپنی کی آنحضرتؐ سے دشمنی کی وجہ	۴۰۴	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۲۰	انہی اپنی کی حرام خوردی	۴۰۵	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۲۱	انہی اپنی کی خوشامدی طبیعت	۴۰۶	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۲۲	حضرتؐ عائشہ کی درستی	۴۰۷	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۲۳	حضرتؐ عائشہ کے کھیل	۴۰۸	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۲۴	باب ۱۰۰	۴۰۹	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۲۵	آنحضرتؐ کے غزوات	۴۱۰	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۲۶	غزوات کی تعداد اور نام	۴۱۱	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۲۷	جن غزوات میں جنگ ہوئی	۴۱۲	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۲۸	طائفہ کے استعمال پر پابندی	۴۱۳	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۲۹	جنگ کی مشروطیات	۴۱۴	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۳۰	جہاد آسمانی ظاہروں کا بدلہ ہے	۴۱۵	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۳۱	کیا آنحضرتؐ نے طوہ بھی نکال فرمایا ہے	۴۱۶	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں
۳۳۲	آنحضرتؐ سب سے زیادہ بھلا تھے	۴۱۷	یہودی کی ہندو کے حلقہ میں

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۳۹	آنحضرتؐ میں آرزو اور تہیٰ بی قبلہ کا سبب	۳۳۱	قول جلد کا اعلان
۳۴۰	آنحضرتؐ کی چربی سے دو خواست	۳۳۲	حرام میٹوں کے سوا جملہ کا قول عام
۳۴۱	تہیٰ بی قبلہ کا حکم	۳۳۳	بلا شرط کا قول عام
۳۴۲	تہیٰ بی قبلہ کا بیان	۳۳۴	مسلمانوں سے متقابل کفار کی پہلی قسم
۳۴۳	یہودیوں کے اعتراضات	۳۳۵	دوسری قسم
۳۴۴	کھڑا بیڑیوں و کشش	۳۳۶	تیسری قسم
۳۴۵	کیا انبیاء کا قبلہ بیت المقدس رہا ہے	۳۳۷	مسلمانوں سے متعلق آنحضرتؐ کا طرز عمل
۳۴۶	بیت المقدس کے انبیاء کا قبلہ ہونے کے ثبوت	۳۳۸	اسلام کا دین غزوہ
۳۴۷	بیت المقدس میں شامل ست قبلہ کے حلقے	۳۳۹	نبی ضرہ کے ساتھ معاہدہ
۳۴۸	ایک قول	۳۴۰	باب ۱۰ و ۱۱ مختصر غزوہ بدر
۳۴۹	تہیٰ بی قبلہ پر مشرکین کی کیا روک ٹوک	۳۴۱	نبی پر ایم
۳۵۰	مردم صحابہ کے حلقے سوالی	۳۴۲	باب ۱۲ و ۱۳ غزوہ عسیرہ
۳۵۱	ست قبلہ کے حلقے منواری حکم ایک	۳۴۳	قریشی قافلے کا قاتل
۳۵۲	ہوئی ہے	۳۴۴	ناکام داکھی
۳۵۳	بیت المقدس کے ست قبلہ رہنے کی ایک حکمت	۳۴۵	حضرت علیؓ کا یزید کا لقب
۳۵۴	روزوں اور صدقہ بطور کی فرضیت	۳۴۶	حضرت علیؓ کی شہادت کے حلقے آنحضرتؐ
۳۵۵	رمضان کی فرضیت سے پہلے کا روزہ	۳۴۷	کی دشمنین کوئی
۳۵۶	ماشاء اللہ کا روزہ	۳۴۸	حضرت علیؓ کی عمر آخرت
۳۵۷	یہود کا روزہ	۳۴۹	دشمنین کوئی کی تحلیل
۳۵۸	ایم ما شاء اللہ کی فضیلت کے اسباب	۳۵۰	شہادت اور تدفین
۳۵۹	ایم ما شاء اللہ کی شرعی حیثیت	۳۵۱	ایک شیعہ فرقہ کا باطل عقیدہ
۳۶۰	رمضان کی فرضیت اور احتیاد	۳۵۲	حضرت علیؓ کی بیٹوں کو آخری وصیت
۳۶۱	رمضان کی حلقی فرضیت	۳۵۳	قائل کا انجام
۳۶۲	کل ہزار کے لئے رخصت و دعا	۳۵۴	قائل کی خونی تلواریں و خنجر کا قصہ
۳۶۳	روزے کے لواحقیت کا ابتدائی حکم	۳۵۵	عہد کی بھرتہ داک تحلیل
۳۶۴	اس حکم میں تہیٰ بی اور اس کا سبب	۳۵۶	باب چہل و یکم غزوہ صفین
۳۶۵	گزشتہ روزہ اور اقوام سے سرو	۳۵۷	باب چہل و یکم تہیٰ بی قبلہ
۳۶۶	کیا اسرائیلی پہلے روزہ رکھتے تھے؟	۳۵۸	کعبہ کے رخسار پر چڑھی جانے والی پہلی نذر

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۵۰	مردود نصف ہاں، جو قرآن کے آخر آیت کے منسوب ہے	۳۵۳	مردود نصف کی قرآنیت
۳	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا حکم کہ میں ہلاں ہے
۳۵۱	مردود نصف سے پہلے میں سے رانداری	۳۵۵	مردود نصف
۳	مردود نصف کا جواب	۳۵۶	مردود نصف
۳	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا جواب
۳۵۲	مردود نصف کا جواب	۳۵۸	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳۵۹	مردود نصف کا جواب
۳۵۳	مردود نصف کا جواب	۳۶۰	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳۶۱	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳۶۲	مردود نصف کا جواب
۳۵۴	مردود نصف کا جواب	۳۶۳	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳۶۵	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳۶۵	مردود نصف کا جواب
۳۵۵	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا جواب
۳۵۶	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳۶۶	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳۶۶	مردود نصف کا جواب
۳۵۷	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب	۳	مردود نصف کا جواب
۳۵۸	مردود نصف کا جواب	۳۶۰	مردود نصف کا جواب
۳	مردود نصف کا جواب		

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۳۹۲	شکر میں برکت کی برائی حد کی روایت	۳۹۸	حضرت عثمانؓ کو ہند میں شکر سے کاسم
۳	شکر کی نیابتیں	۳	ہند میں آنحضرتؐ کی قائم مقامی
۳	مسلم ہاسوسوں کی سرکار و ساری	۳	ہند میں اہمیت کے ہاشمیں
۳	ابو سفیان کے قاتل کا کائنات سفر	۳	نزلت کی غزوہ بدر میں شرکت سے مذہبی
۳۹۳	ابو سفیان کا جنت اور خطر اب	۳۹۹	خواتین سے آنحضرتؐ کا حزن
۳	ابو سفیان کا قریشی لشکر کو ابیہاں کا پیغام	۳	لشکر اسلام کے ہاسوس
۳	ابو جہل کا ابیہاں سے انکار اور رگید لیاں	۳۹۰	غزوہ بدر کے اسلامی پرچم
۳۹۴	ابو سفیان کے پیغام پر بنی ہرہ کی روایتیں	۳۹۱	عسکری لباس میں آنحضرتؐ کی دعا
۳	سر اور بنی ہرہ کی ابو جہل سے شکست	۳	دعا کی قبولیت
۳۹۵	بنی یاسم کی روایتیں کی طرہ نشاں اور ابو جہل کا باز	۳	آنحضرتؐ کی طرف سے غیر مسلم کی دعا
۱	مسلمانوں کو پہلی کی پریشانی اور نبیؐ اور		لینے سے انکار
۳۹۶	نبیؐ اور مسلمانوں کے لئے رحمت اور کفار	۳۹۲	شکر میں انہوں کی تعداد
	کے لئے رحمت	۳	سداوت کا عملی نمونہ
۳	آنحضرتؐ کی دعا میں	۳	ایک مجرمانہ کی جہانگیر
۳۹۷	غزوہ بدر میں ماکہ کی شرکت	۳	شکر اسلام کی تعداد
۳	آنحضرتؐ کا غلبہ اور اصرار	۳۹۳	لشکر میں گھوڑوں کی تعداد
۳	سحاب کا مشورہ	۳۹۴	ایک دعا سے کفار کے حلقہ پر چھ جگہ
۳۹۸	لشکر اسلامی کے لئے عوس کی تعمیر	۳	بنی نضیر کے کوچ کی اطلاع سے مشورہ
۳۹۹	سدا کی طرف سے عربی ہاتھ کا مشورہ	۳	بعض صحابہ کی طرف سے ہلکے حلقہ نال
۳	صحابہ کی پیروی	۳۹۵	معاذ بن ابی سفيان کی طرف سے جہاں ندری کا مشورہ
۳	ابو کربہہ و قرینہ	۳	آنحضرتؐ کی قریشی
۴۰۰	نہایت قریشی شہر کے سامنے	۳۹۶	انصار کی یقین دہانی کیلئے آنحضرتؐ کی خواہش
۳	آنحضرتؐ کی طرف سے قریش کی قتل	۳	سدا کی سدا کی طرف سے جہاں ندری کا مشورہ
۴۰۱	گاہوں کی کشادگی	۳۹۷	قریشی قادی کا حکم
۳	دعا کے نبوی جہانگیر	۳۹۸	ایک بوڑھے سے معلومات
۳	قریش کے ہاسوس	۳۹۹	ایک عرب صحابی سے پوچھ گچھ
۳	نہایتوں کے سلام و رحمت پر ہاسوس کی حیرت	۴۰۰	رسول خداؐ کی حکمت عملی
۴۰۲	قریش کی دعا کیلئے حکیم کی خدمت سے درخواست	۳	قریشی لشکر کا سفر
		۴۰۱	قریش کے ایک لشکر کی جہم کا خواب

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۴۱۸	فرشتوں کی حیثیت	۴۰۲	نبی کی کوششوں کی آنحضرتؐ کو اطلاع
۴۱۹	مشرکوں کو انجیل کی شے	۴۰۳	ابو جہل کا حق پر غصہ
۴۱۹	نبی کیل کو آنے کو انجیل کی بدحواسی اور غرور	۴۰۴	نبی کو بڑوں کا طعنہ
۴۱۹	فرشتوں انجیل کے فروپاچہ جیل کی مخلوت	۴۰۵	لہو اسلام میں حق کے نبی کی تہنیم
۴۲۰	سرافق کی حقیقت کا علم	۴۰۶	نبی نصرہ عداوت
۴۲۰	انجیل کے قول کا تجزیہ	۴۰۷	نبوت کی ایک اور نشانی
۴۲۰	انجیل کا خوف	۴۰۸	حق کا ابو جہل پر غصہ
۴۲۰	انجیل اور قیامت اور موت کی ترتیب	۴۰۹	ابو جہل کی ضد اور سرکشی
۴۲۰	موت کا پستادہ	۴۱۰	حق کے طرف سے مر کا اشتعال
۴۲۰	نبی علیہ السلام اور موت کا حکم	۴۱۱	مرگ سے بچنے کا حکم
۴۲۰	حکام کے بعد غشی سے ہوش کی طرف	۴۱۲	یکبار شیبہ نقد
۴۲۲	انجیل اور بڑا حیا	۴۱۳	اسود غزوہ کی کاغذ اور اہم
۴۲۲	شہداء کا مقام بلند	۴۱۴	حوش کی طرف قتل قدمی کی کوشش
۴۲۲	غزوہ بدر میں شہادت کی شرم	۴۱۵	جنگ کا آغاز
۴۲۲	نصرت کی بدارت	۴۱۶	تیرا ہوا سیکہ بدنی جینے کی مطالبہ کیلئے
۴۲۳	یہودیوں کے سامنے آنحضرتؐ کے دوا	۴۱۷	شیبہ جہاد سے معرکہ
۴۲۳	انجیل قحط	۴۱۸	تیرا سرکش موت کی آغوش میں
۴۲۵	صحابہ کا شہداء مردوں اور شوق شہادت	۴۱۹	نصرت سے چھوڑنی شہادت
۴۲۵	انہی انجیل کی مکی	۴۲۰	شہداء کا گمراہ
۴۲۵	مشرکوں پر آنحضرتؐ کی طرف سے مشن ناک	۴۲۱	شہداء کا گمراہ
۴۲۵	مشرکوں پر مشن خاک کاڑ	۴۲۲	مسیح اور عداوت کی شہادت
۴۲۶	بندگان کفر کی پہچانی	۴۲۳	بیکر صبر و شکر
۴۲۶	آنحضرتؐ کی معرکہ قربانی	۴۲۴	شوق شہادت
۴۲۷	نصرت سے معرکہ کفر کے خلاف شہداء	۴۲۵	نصرت سے معرکہ کفر کے خلاف شہداء
۴۲۸	نبی باشم کو قتل نہ کرنے کی ہدایت	۴۲۶	نصرت سے معرکہ کفر کے خلاف شہداء
۴۲۸	اس ہدایت پر ابو جہل کو ناکامی	۴۲۷	نصرت سے معرکہ کفر کے خلاف شہداء
۴۲۸	آنحضرتؐ کی کفر کو کفرانی	۴۲۸	نصرت سے معرکہ کفر کے خلاف شہداء
۴۲۹	ابو جہل کی ندامت و افسوس	۴۲۹	نصرت سے معرکہ کفر کے خلاف شہداء
۴۲۹	ابو جہل کی کفر کو قتل نہ کرنے کی ہدایت	۴۳۰	نصرت سے معرکہ کفر کے خلاف شہداء
۴۲۹	ابو جہل کی کفر کو قتل نہ کرنے کی ہدایت	۴۳۱	نصرت سے معرکہ کفر کے خلاف شہداء
۴۳۰	حضرت ابو بکرؓ کا مرتبہ بلند	۴۳۲	نصرت سے معرکہ کفر کے خلاف شہداء

باب سی و چہارم (۳۴)

عرب کے قبیلوں سے آنحضرت ﷺ کی امداد و حمایت خواہی

آنحضرت ﷺ جو پیام حق لے کر تشریف لائے تھے اس کو پھیلائے اور اس کی تبلیغ عام کے سلسلے میں اب آپ نے عرب قبیلوں سے رابطہ قائم فرمایا اور ان کی حمایت اور ان سے امداد حاصل کرنے کی کوشش فرمائی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابتدائے میں آپ نے اپنی رسالت اور حق پرستی کو پختہ و کمال پر پہنچا کر یہاں پہنچے تھے سال میں آپ نے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا اور کہ میں دس سال تک لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے یہ دس سال دس حج کے دنوں کے لحاظ سے ہیں کہ ہر سال جب عرب کے قبائل حج کے لئے مکہ آتے تو آپ ان کے گھروں یعنی منیٰ اور عرفات کے میدانوں میں ان کے اٹھائوں پر تشریف لے جاتے۔ آپ وہاں ایک ایک قبیلے کے متعلق معلومات کرتے، پھر ان کے اٹھائوں کا پتہ معلوم فرماتے اور حج سے پہلے مکہ میں جو بیٹے یعنی چٹا، بچڑ اور ذوالجہاد ہوا کرتے تھے ان میں جاتے۔

عرب کے سلسلے..... ان قبیلوں کے متعلق یہ بیان پہلے گزر چکا ہے کہ عرب کے قبائل ہر سال جب حج کے لئے مکہ آتے تو وہ ایسے وقت آتے کہ شوال کے مہینے میں مکہ کے پہلے میں ٹھہرتے پھر وہاں سے بختہ کے پہلے میں آتے اور تین دن یہاں ٹھہرتے ماس کے بعد ذوالجہاد کے پہلے میں آتے اور حج تک یہاں ٹھہرتے۔

غرض آنحضرت ﷺ ان قبیلوں میں جا کر عرب کے مختلف قبیلوں اور ان کے سرداروں سے ملے اور ان سے گفتگو فرماتے کہ وہ آپ کی حمایت اور پورا کریں تاکہ آپ ﷺ لوگوں تک اپنے رب کا پیغام پہنچا سکیں۔ قبائل سے ملاقاتیں اور ابوسب سے دشمنی..... چنانچہ حضرت ہارون ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عرفات کے میدان میں لوگوں سے ملاقات فرماتے اور ان سے کہتے۔

”ہا کوئی شخص اپنی قوم کی حمایت مجھے پیش کر سکا ہے۔ کہو کہ قریش کے لوگ مجھے اپنے رب کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہیں۔“

ایک دوسرے صحابی روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے وہاں کو ہجرت کرنے سے پہلے دیکھا کہ آپ منیٰ کے میدان میں لوگوں کے اٹھائوں پر تشریف لے جاتے اور ان سے فرماتے۔

”تو کو اللہ تعالیٰ تمہیں عہد دے کہ تم صرف اسی کی مہلت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے۔“

ای وقت میں دیکھا کہ آپ کے پیچھے بھی ایک شخص ہے جو نورانی چمکتا ہے۔
 ”گو کہ آپ شخص چمکتا ہے کہ تمہارے باپ دلو اللہ ہی چمکے۔“

میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ دوسرا شخص کون ہے تو مجھے بتایا کہ یہ آنحضرت ﷺ کا چچا اب

حضرت ابو طارق سے ایک روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو اہلباز کے میلے میں عرب کے قبیلوں کے پاس جاتے ہوئے دیکھا آپ ان لوگوں سے جا کر فرماتے،
”وَمَا لَكُمْ لَا تَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ كَرَّمَ وَجْهَهُ كَرَّمَ وَجْهَهُ“

ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ کب کے ساتھ ایک اور شخص بھی ہے جس کا سینہ ابھرا ہوا ہے ۱۱
آنحضرت ﷺ پر چڑھ رہا ہے جس سے کب کا ہر دھڑکی ہو گیا ۱۲ "فعلیٰ لوگوں سے کہہ رہا ہے،
"تو کو اس فعلیٰ کی بات ہرگز مت منو کیونکہ یہ سچو ہے۔"

”میں نے آپ کے حلقہ لوگوں سے پوچھا تو مجھے بتایا کہ یہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے ایک نوجوان ہے۔“

بحر میں نے پوچھا کہ یہ ۱۰ سرائے کون ہے تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ آپ کا چچا عبدالعزیز یعنی ابو سب

سیرت امیں دشنام میں ایک صحابی نے دروغیت جان کی ہے کہ نو جوانی کی عمر میں ایک مرتبہ میں اپنے والد کے ساتھ مثنیٰ کے میدان میں گھبراہوا تھا اس وقت آنحضرت ﷺ عرب کے قبیلوں کے غیروں اور گھناؤوں میں گھرنے لے جاتے اور ان سے فرماتے،

”اے نبی! انہیں قصہ کی طرف متھکڑ سولہ اور فیبرجی کر لیا ہوں مانہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بنانا۔ اے سواہم میں چیز کو انکی پیچھے ہو اس کو اور اس کو کرای کو پھڑو۔ مانہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لاؤ، میری نبوت کی تصدیق کرو اور میری حمایت و حفاظت کرو تاکہ حق تعالیٰ نے مجھے جو پناہ دے کر بھیجا ہے میں اس کو پہنچا دوں۔“

(قال: ہاں! وقت میں نے دیکھا کہ آپ کے چچے ایک سرخ و سفید اور خوبصورت آدمی کھڑا ہوا تھا جس نے ایک مدنی تخت پر سنا ہوا تھا، جیسے ہم آنحضرت ﷺ نے لاپی بات قسم فرمائی اس شخص نے فوراً کہا "اے نبی اللہ! یہ شخص چاہتا ہے کہ تم بات اور عزتی جیسے مہوروں سے توند سوز لو اور اس کے مقابلہ میں جو غنی باتیں اور گراہی پے لے کر آیا ہے اس کو ہار لو، اس لئے تم لوگ ہر گز اس شخص کی بات پر توجہ مت دینا اور نہ اس کی بات سنتے۔"

میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جو اس پہلے شخص کی بات کو غلط قرار دے گا اور ان کے ساتھ ساتھ مجھ پر ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ ان کا بیٹا عبدالحق بنی امیہ عبدالمطلب بنی امیہ ہے۔

ہماری کامیابی..... ان اسواق نے روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ عرب قبیلوں کی حمایت اور مدد حاصل کرنے کے سلسلے میں قبیلہ کنعد اور قبیلہ نضیر کے کچھ خاندانوں کے پاس گئے۔ ان لوگوں کو نبی عبداللہ کا بیٹا تھا۔

”اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ عبد اللہ کا کام رکھے جانے کے سلسلے میں اس کے ساتھ خیر فرمایا۔“

کیونکہ اس بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بھلائی ہم عبد اللہ اور عبد الرحمن ہیں۔ فرض اس کے بعد آپ نے ان لوگوں کے سامنے اسلام پیش کیا اور ان کی جماعت و عدا حاصل کرنے کی کوشش فرمائی مگر انہوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

اسی طرح آپ ﷺ بنی حنیظہ اور بنی عامر ابن مصعد کے لوگوں سے ملے اور ان سے بات کی۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا:

”اگر ہم آپ کی بات مان کر آپ کی حمایت کا معاہدہ کر لیں اور آپ کی بیوی قبول کر لیں اور پھر اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے مخالفوں پر فتح عطا فرمادے تو کیا آپ کے بعد یہ سرداری اور حکومت ہمارے ہاتھوں میں آجائے گی؟“

آپ نے فرمایا:

”سرداری اور حکومت اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جسے چاہے اس کو سونپ دیتا ہے۔“

اس پر اس شخص نے کہا:

”تو کیا آپ کا خیال ہے کہ ہم آپ کی حمایت میں عربوں سے لڑیں۔ ایک دولت کے الفاظ یہ ہیں کہ کیا ہم آپ کے لئے عربوں کے خیموں سے اپنے چنے چھلی کر ان میں اپنی گروہیں کو انہیں اور پھر بے کب کا حجاب ہو جائیں تو سرداری اور حکومت دوسروں کو ملے۔ نہیں ہمیں آپ کی ایسی حکومت اور سرداری کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“

بنی عامر کے شیخ کا بچہ تھا..... اس طرح ان لوگوں نے بھی آپ کو صاف جواب دے دیا اس کے بعد بنی عامر کے یہ لوگ واپس اپنے وطن چلے گئے۔ یہاں ان میں ان کی قوم کا ایک یوزخا شخص بھی تھا جس کی عمر بہت زیادہ تھی اور وہ اکثر غزوہ ہو چکا تھا کہ اپنی قوم کے ساتھ حج کے لئے بھی نہیں جاسکتا تھا۔ جب یہ لوگ اس سے ملے تو اس نے ان سے حج اور بیٹوں کے حالات پوچھے اس وقت ان لوگوں نے اس پر زور سے آنحضرت ﷺ کا واقعہ بھی بتایا اور کہا:

”اے پاس قریش کا ایک نوجوان آیا تھا جو عبد المطلب کی لولہ اور میں سے ہے۔ اس شخص کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی ہے اس نے ہم سے درخواست کی کہ ہم اس کی حمایت کا معاہدہ کر لیں اس کا ساتھ دیں اور اسے اپنے یہاں لے آئیں۔“

یہ سنتے ہی پر یوزخا حصار پکڑ کر بیٹھ گیا اور بے چینی کے ساتھ کہنے لگا:

”اے بنی عامر! کیا اس شعلی کا کوئی تذکرہ بھی ہو سکتا ہے؟ کیا تمہاری اس بیوی کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں قرآن کی جہاں ہے کہ اسامیٹن کی لولہ میں جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے نبوت کا اعلان کر رہا ہے وہ بھوکا نہیں ہو سکتا۔ چاہے چاہے اس کی جہاں تمہاری اصل میں نہ آئے۔“

اسی طرح واقعہ نے روایت بیان کی ہے کہ اسی سلسلے میں آنحضرت ﷺ بنی صہبہ یعنی سلیم و حسان، بنی عکلابہ، فزولہ، بنی نصر و بنی مرثدہ، بنی عذرہ اور حنظلہ کے خاندانوں سے ملے۔ مگر یہ لوگ آپ کو اس سے بھی زیادہ دیر سے جواب دے کر چلے گئے تھے۔ ان لوگوں کی طرف سے آپ کو اس طرح کا جواب ملا تھا۔

”آپ کا گھر اور آپ کا خاندان آپ کے حقیقی زید و پاجا ہے اسی لئے انہوں نے آپ کی بیوی نہیں کی۔“

عرب قبیلوں میں سے جنگی طرف سے آپ کو سب سے زیادہ زبردست تکلیف دہ عرب ملاں میں سے ایک تو بنی حنیفہ کا قبیلہ تھا یہ لوگ بیمار کے علاقہ کے رہنے والے تھے اور اسی قوم کے تھے جس کا سیدہ کذاب تھا جس نے خود اپنی نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا ان لوگوں کو بنی حنیفہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ جنگی پشتوں میں ان کی ماں کو حنیفہ کہا جاتا تھا، لہذا اس عورت کو حنیفہ کہنے کا سبب یہ تھا کہ اس عورت کے ایک بچہ میں ”بھائی“ یعنی نبی عظیم تھا۔
 بدترین قبیلے..... اسی طرح بدترین جو لب دینے والا دوسرا قبیلہ بنی ثقیف تھا (یہ بنی حنیفہ کا قبیلہ ہی ملائکہ کا قبیلہ ہے جس کا حقیقی بیان گزرا ہے) اپنا چوں وہ دونوں قبیلوں کے پاس سے ملے وہ بھٹے میں آتا ہے۔“

”عرب کے بدترین قبیلے بنی ثقیف اور بنی حنیفہ ہیں۔“

ایک دلچسپ مکانہ..... اسی طرح ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کی ایک مجلس میں پہنچ گئے یہاں پہنچ کر حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے ان لوگوں کو سلام کر کے ان سے پوچھا کہ آپ کون لوگ ہیں یعنی کس کی اولاد میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بید کی اولاد ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ بید کی اولاد میں کس شاخ سے آپ کا تعلق ہے، آپ اس کی بلند مرتبہ شاخ سے ہیں یا معمولی شاخ سے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ اس کے بارے میں عقلی سے تعلق نہ رکھتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ بلند عقلی میں کس شخص کی اولاد ہو (یعنی آپا یہ عقلی میں بھی بہترین شخص کی اولاد ہو یا نہیں) انہوں نے کہا کہ ہیں اس بلند مرتبہ شاخ میں بھی ہمارا تعلق داخل ہے۔ اب حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔

”کیا ہاں شخص جو حفاظت کے قابل چیز ہیں اور چاروںوں کی حفاظت کرنے والا خاتم ہی میں سے تھا؟“
 انہوں نے کہا نہیں بلکہ حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔

کیا ہاں شخص جو بڑے بڑے بادشاہوں کو قتل کرنے والا اور ان پر غالب آنے والا خاتم ہی میں سے

تھا؟

انہوں نے کہا نہیں بلکہ حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔

”کیا ہاں شخص جس کے ہمارے کی بیکانی مشہور ہے تم ہی میں سے تھا؟“

انہوں نے کہا نہیں بلکہ حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔

”اب تمہارا بیکار یعنی بید کی اس بلند مرتبہ شاخ میں سے نہیں ہو بلکہ ذیل میں سے ہو۔“

اس پر ان لوگوں میں سے ایک فوجیوں کا اٹھا جس کی سب سے اونچا بھی بیکار ہی تھیں۔ اس نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا۔

”آپ ضرور ہی ہے کہ اپنے سوال کرنے والے سے ہم بھی کہہ دیں۔ اجنبی! تم نے ہم سے بہت کچھ پوچھا۔ ہم نے صحیح صحیح جواب دیے اب بتاؤ کہ تم خود کس قبیلے سے ہو۔“

حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں قبیلہ ”قریش“ سے ہوں۔ اس پر اس فوجیوں نے کہا۔

”اے ابو بکرؓ! جب تو تمہارے اپنے لوگوں اور سرداروں میں سے ہو۔ تم قریش کی کس شاخ سے ہو؟“

حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں بنی ہاشم کی اولاد میں ہوں۔ اس پر اس فوجیوں نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ کیا قصہ ہی قصہ جس کو قرآن کا صورت اعلیٰ کہا جاتا ہے تم ہی میں سے تھا؟“

حضرت ابو بکرؓ نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا،

”کیا یہ قصہ ہی قصہ جس نے اپنی قوم کے لئے سب سے پہلے شریعت کا تاج کیا تھا تم ہی میں سے تھا؟“

حضرت ابو بکرؓ نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا،

”کیا خیر اللہ یعنی عیدہ مطلب جو ہر عیدوں کے گوشت سے لوگوں کی تواضع کیا کرتا تھا اور جس کا چہرہ

اندھیری رات میں چاند کی طرح چمکتا تھا، تم ہی میں سے تھا؟“

حضرت ابو بکرؓ نے کہا نہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اپنی خوشی کی تمام کھینچی اور وہاں رسول

ﷺ کے پاس آگئے۔ یہاں انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ سوال جواب سنائے، جس پر آپ ﷺ مسکرائے

حضرت علیؓ نے یہ سن کر کہا،

”آپ کی سمت ہی چاہا کہ لوہائی کے مجسمے میں آگئے۔“

حضرت ابو بکرؓ نے کہا،

”یہ لنگ ہوا کہیں لو یا میں ہر قیامت یہ ثابت پر ایک اس سے بھی بڑی ذہانت موجود ہے۔ بولنے کی

حالات کے ساتھ ہی بتا بھی گئی ہیں۔“

اس دہائی کو جو میں نے حضرت ابو بکرؓ سے جو سوالات پر مشدد حقیقت میں صرف حضرت ابو بکرؓ کو پچھا

دکھائے اور اپنا دل اندازنے کے لئے جسے کہہ کر دکھ ظاہر ہے کہ اس نے جن جن لوگوں کا نام لے کر پوچھا ان کے

بارے میں سب جانتے تھے کہ وہ لوگ تمام اہل قرآن کی اولاد میں سے نہیں تھے۔ (بلکہ یہ سب آنحضرت ﷺ

کے باپ دادا تھا اور جیسا کہ بیان ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کا نسب قرآن پر جا کر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے اور

قرآن فضی کا دوا ہے۔ اس طرح گویا اس کو جو ان کا مطلب یہ تھا کہ قصداً نسب میں بھی یہ معزز اور بڑے بڑے

مشہور لوگ نہیں ہیں جیسا کہ تم نے ابھی کہا تھا کہ ہمارے نسب میں غاں غاں مشہور اور معزز لوگ شامل نہیں

ہیں۔ (یعنی جیسے تم نے ابھی کہی کہ وہی کٹر وہی کٹھن تھیں ایسے ہی قصداً نسب میں بھی کٹر وہی ہیں۔)

بنی ثعلبہ کا امید افزا جواب..... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ کی ملاقات

قبیلہ ”شیبان ابن ثعلبہ“ کی ایک جماعت سے ہوئی۔ آپ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔

حضرت ابو بکرؓ نے ان لوگوں سے پوچھا کہ آپ لوگ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا شیبان ابن

ثعلبہ سے۔ حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے،

”آپ پر میرے ماں باپ قرآن ہوں۔ یہ اپنی قوم کے معزز اور سردار لوگ ہیں اور ان میں مفروق

ابن عمروؓ اپنی ابن ثعلبہ، شیبان ابن ثعلبہ اور نعمان ابن شریک بھی ہیں۔“

یہ مفروق ابن عمروؓ اپنی قوم میں سب سے زیادہ حسین و جمیل شخص تھا جس کی بی بی ثناءؓ کشتہ اور دشمن

تھیں۔ ساتھ ہی یہ سب سے زیادہ فصیح اور بہترین لکام کرنے والا تھا۔ یہ مفروق اس مجلس میں حضرت ابو بکرؓ کے

بالکل قریب بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے مفروق سے کہا،

”اے یہاں دو دعاء کا کلام سنتا ہوں ہے۔ دعاء ایک یہ ہے کہ ابھی کہتے ہیں جو ازل سے آج کے دن تک

پہنچا ہوا ہے (اور اس طرح) اپنے آپ کو شکاری سے بچاتا ہوا اور شکاری کے ساتھ چلتا ہے۔“

”آپ کے قبیلہ کے لوگوں کی تعداد کتنی ہے؟“

مفروق نے کہا،

”ہم لوگوں کی تعداد ایک ہزار سے کچھ زائد ہے مگر تعداد کی اس گنت سے ہم کو شکست نہیں دی جاسکتی۔“
 اسی طرح کا جملہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا تھا کہ ہزاروں کے لشکر کو تعداد کی گنت کی وجہ سے شکست نہیں دی جاسکتی۔ یہ بات آپ نے اس وقت فرمائی تھی جب آپ نے نئی ہجرتوں سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا تھا اس وقت آپ کے لشکر کی تعداد ہزاروں تھی جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔

فرض مفروق کا جواب سن کر حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا،

”آپ لوگ اپنی حفاظت کس حد تک کر لیتے ہیں؟“

مفروق نے کہا،

”ہمارا کام کو شش کرنا اور اپنی ضروریات استعمال کرنا ہے آگے ہر قوم کا نصیب ہے۔“

یعنی ہمارا کام صرف یہ ہے کہ ہم بدو بندہ اور کو شش کریں شیخ حاصل کرنا اور سے بس میں نہیں ہے بلکہ شیخ کا سہارا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے عطا فرمادے گا۔

اب حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کہ ہمارے دور رسد سے وہ فضلوں کے درمیان لڑائی ہوتی ہے تو اس کا نتیجہ کیا بنتا ہے؟ مفروق نے کہا،

”جب ہم دشمن سے ٹکرانے ہیں تو سب سے زیادہ ہر ہوشی اور غضب ناک ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب ہمیں نصرہ دیا جاتا ہے تو ہم دشمن سے ٹکرانے کے لئے سب سے زیادہ مشتاق ہوتے ہیں۔ ہم لوگوں اور وہ کے مقابلے میں جنگی کھوڑوں کو پسند کرتے ہیں اور وہ اپنے دلیلیوں و غیروں کے مقابلے میں تھیلوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ جہاں تک شیخ کا تعلق ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے مگر وہ ہمیں رسد سے دیتا ہے اور کبھی ہم پر دشمن کو رسد سے دیتا ہے۔ شاید آپ قریشی ہیں؟“

حضرت ابو بکرؓ نے کہا،

”کیا تم لوگوں تک یہ خبر پہنچی ہے کہ اسی قبیلہ قریش میں رسول اللہ ﷺ ظاہر ہوئے ہیں؟“

مفروق نے کہا،

”ہاں یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ مگر اسے قریشی بھائی تمام کس چیز کی دعوت دیتے ہو۔“

اسی وقت آنحضرت ﷺ آگے بڑھے اور آپ ﷺ نے فرمایا،

”میں اس چیز کی طرف متوجہ ہوں کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم میری دعوت اور حفاظت کرو کیونکہ قریش کے لوگ اللہ کے دین کے خلاف ہو گئے ہیں اور اس کے رسول کو بھلا رہے ہیں وہ لوگ حق کو چھوڑ کر باطل چیزوں پر گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے نیاز اور قاتل غریب ہے۔“

مفروق نے کہا،

”کلام الہی کا اثر.....“ اسے قریشی بھائی اس کے علاوہ آپ کا پیغام کیا ہے؟ جس کی طرف آپ لوگوں کو بلاتے

اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت پاک اس کے جواب میں تلاوت فرمائی۔

قُلْ تَعَالَوْا أَهْلَ مَادْرَسَةٍ لِّتُكَلِّمُنَا عَنْ دِينِكُمْ وَأَنْتُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُنَّ لَأُبَيِّنَنَّ لَكُمْ أَيْمَانِي الَّتِي نَبِيٌّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ وَأَنَا نَذِيرٌ لَّكُمْ يَوْمَ تَأْتِي السَّحَابُ مَطْمَرَةٌ مِّنْهَا وَنَا بَلَاءٌ وَلَا تَقْضُوا الْفَسْخَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ دَالِكُمْ وَتُحْشَرُ بَعْدَ ذَلِكَ كُلُّكُمْ (سورۃ انعام ص ۵۹-۶۰)

آپ اہل سنت کہتے کہ تو میں تم کو وہ چیزیں بتاؤں کہ تم کو اس میں کو قسم سے دہ لے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ (۲) اللہ کی پاپ کے ساتھ ایمان کیا کرو (۳) اللہ اپنی نواہ کو انکس (یعنی فریب) کے سبب قتل مت کیا کرو۔ ہم ان کو اور تم کو رزق (مقدور) کے (۴) اللہ سے حیاتی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جلاؤ خواہ وہ اعلیٰ ہوں اور خواہ چھوٹے شیعہ ہوں (۵) اللہ جس کا خون گنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کر دہا مگر حق پر اس کام کو تاکید کی تمہارے ہاں تاکہ تم سمجھو۔

یہ حکام سن کر مفروق لے گیا

”یہ کسی زمین والے کا کام ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر یہ حکام کسی زمین والے کا ہو تا تو ہم اس کو ضرور ہاتھ دیتے۔“

اس کے بعد پھر مفروق لے گیا۔

”اے قریشی بھائی اس کے علاوہ آپ اور کن چیزوں کی طرف جاتے ہیں۔“

اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ . وَ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ ظُلُمَاتٍ تَرْتَدُونَهَا إِلَىٰ فِئْتِكُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ (سورۃ نحل ص ۱۱۳-۱۱۴)

”یہ اللہ تعالیٰ اعدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور تمہاری برائی اور مطلق برائی اور ہم کرنے سے منع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو اس لئے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت قبول کرو۔“

اس آیت کے بارے میں علامہ قزاقی عبدالسلام نے کہا ہے کہ اس میں شریعت کے تمام احکام آگئے ہیں چنانچہ انہوں نے فقہ کے مسائل کے ہر باب میں اس آیت کو بیان کیا ہے اسی پر انہوں نے ایک کتب بھی لکھی ہے جس کا نام فخرہ کہا ہے۔

فرمائی آنحضرت ﷺ کا یہ جواب سن کر مفروق لے گیا۔

”خدا کی قسم آپ بولے اللہ اور میری اہل کی خدمت دیتے ہیں۔ وہ لوگ حقیقت میں حق اور سچائی کو پسند رکھتے جنہوں نے آپ کو بھلا اور آپ کے مقابلے میں آکر ہو گئے۔“

مفروق کی خواہش ہوئی کہ وہ آنحضرت ﷺ سے اپنی سے گفتگو میں اپنی اپنی قیعد کو بھی شریک کر لے چنانچہ اس نے کہا۔

”یہ ہمارے ہر گ اور دینی فیض اپنی اپنی قیعد ہیں۔“

نیک جواب..... اس قحاف کے بعد اب اپنی نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔

”اے قریشی بھائی! ہم نے آپ کی بات سن لی۔ میری رائے ہے کہ ہم اپنی اپنی چیزوں میں لگن اس کے لئے ایک مجلس ہو جس میں آپ ہمارے ساتھ آکر بیٹھیں تاکہ کسی شخص کی رائے میں کوئی کمی نہ رہ جائے اور انجام کار کوئی مشکل نہ پیش آئے۔ کیونکہ رائے کی جلدی کی وجہ سے ہی ہوتی ہے پھر یہ کہ ہمارے علاوہ قوم

کے دوسرے لوگ بھی ہیں جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں اس لئے اس وقت تو ہم بھی داہن جاتے ہیں اور آپ بھی داہن چلے جائے گا کہ ہم بھی سوچا کچھ نہیں ہو۔ آپ بھی اٹھ کر بیٹھیں۔

اس ٹیٹا کے اٹھانے میں یہ ظاہر ہو رہا تھا کہ جیسے وہ اپنے قیلے کے ایک دوسرے شخص کی این حادثہ کو بھی اس گفتگو میں شریک کرنا چاہتا ہے (یہ ٹیٹا یہاں موجود تھے) اپنا پتہ بتائی این قبیلہ نے آنحضرت ﷺ سے (ٹیٹا کا قتل کرانے ہوئے) کہا،

یہ ٹیٹا این حادثہ میں مدد سے جو گسٹور جنگوں میں بد دست سر فروش ہیں۔

اب ٹیٹا نے آنحضرت ﷺ سے کہا،

”فرشتہ بھائی! ہم نے آپ کی بات سن لی۔ اس وقت آپ کو میرا جواب بھی دے رہی ہے جو بتائی این قبیلہ نے دیا ہے کہ ہم اپنے دین کو چھوڑ کر آپ کے دین کو ایک ایسی مجلس میں قبول کرنا چاہتے ہیں جس میں آپ ہمارے پاس نہیں ہو اس طرح کسی شخص کو بھی کوئی تردد اور ہلکا دھن نہیں رہا ہے۔ مگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم عرب علاقے میں عربوں کے مقابلے میں آپ کی مدد اور حمایت کریں تو ہم لیا کرنے کو تیار ہیں مگر ہم ایسی کوئی بات نہیں کرنا چاہتے جس سے کس کی فائز کی مخالفت ہو کیونکہ کس نے ہم سے ایک معاہدہ لیا ہوا ہے کہ ہم نہ کوئی ٹیٹا خود کریں گے اور نہ کسی ٹیٹا کی بات کرنے والے کی حمایت کریں گے۔ مگر میرا خیال ہے کہ یہ معاملہ جس کی آپ مدد سے رہے ہیں ایسا ہی معاملہ ہے جس کو بدشاہ اور سلطانین پتہ نہیں کریں گے۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

”تم نے کوئی برا جواب نہیں دیا کیونکہ تم نے سب کچھ صحیح صحیح کہہ دیا ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے دین کا معاملہ ہے تو اس کی مدد ہی شخص کر سکتا ہے جو اس کو ہر طرح اور تحمل طریقے پر مان لے۔ تم نہیں چلتے کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ ان بدشاہوں کی صفقتگی سر زمین اور مال دولت تمہیں عطا فرمائے گا اور ان کی عورتوں کو تمہارے لئے حلال فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس کی عظمت بیان کیا کریں گی۔“

اس پر نعمان ابن ثریب نے کہا،

”یقیناً ہم آپ کو مدد دیتے ہیں۔“

اس پر رسول اللہ ﷺ نے یہ کسبت عطا فرمائی،

يَا قَوْمَ الْهِنْدِ يَا قَوْمَ سُلَيْطَانَ خُصَيْنَا وَنَهْنَهْنَا وَكَلِمَاؤُنَا جَاهِلِيٌّ وَاللَّهُ يَوْمَئِذٍ يَرَىٰ عَمَلَكُمْ وَيُنْفِخُ فِي الصُّورِ وَيَأْتِيَهُمُ الْمَوْتُ وَبِئْسَ مَا لَهُمْ مِنْ
الْقَوْلِ فَخْلًا نَحْنُ (سورہ صافات پ ۴۲) (تیسرا باب)

”اے ہندو! اے بے شک آپ کو اس نشان کار سولی لگ کر بچھا ہے کہ آپ گلوہوں کے اور آپ (سومنین کی) جہاز سے اپنے والے ہیں اور کھڈا کھڈا لے والے ہیں اور سب کو اللہ کی طرف اس کے حکم سے جہانے والے ہیں اور آپ ایک دوسری چیز لے رہے ہیں اور سومنین کو بچھڑتے دیکھتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہو رہا ہے۔“

فرمیں اس کے بعد آنحضرت ﷺ وہاں سے اٹھ کر داہن آگے اور دو لوگ بھی چلے گئے جہاں تک ان تینوں کا تعلق ہے جنہوں نے یہاں آنحضرت ﷺ سے گفتگو کی تھی ہم میں سے کسی کے اسلام قبول کرنے نہ کرنے سے واقف نہیں ہیں۔ البتہ صحابہ میں ایک شخص ہیں جن کا نام ٹیٹا این حادثہ چیلانی ہے یہ اپنی قوم کے مشہور شہسوار جاہل، ان کے سر دائرہ بڑے لوگوں میں سے تھے۔ اب انھیں ہے کہ وہ ٹیٹا این حادثہ کی شخص

ہوں کیونکہ اپنی اپنی قیادت میں ان کا خلاف کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ یہ ہمارے مشہور سر فروش ہیں۔ بعض علماء نے نعمان ابن شریک کے ہمارے میں کھسارے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ان کا وفد کی صورت میں آنا بہت ہے۔ لہذا اس خیال پر یہ بھی صحابہ میں شہرہ کے جائیں گے۔ اسی طرح کتب اسناد اہل بیت میں مفروقہ ابن عمر کے ہمارے میں ہے کہ یہ صحابہ میں سے ہے۔ مگر ابو نعیم کا یہ قول غلط ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ مفروقہ کے اسلام کے ہمارے میں ہیں، بلکہ نہیں جانتا۔

فرض اسی طرح قبیلہ بکر ابن ہاشم کے لوگ اسی زمانے میں حج کے لئے گئے آئے (قرآن حضرت ﷺ سے ملے اور) آپ نے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ ان کو میرے پاس لاؤ اور مجھ سے ملو۔ چنانچہ حضرت ابو بکر ان کو لے کر آئے۔ آنحضرت ﷺ ان سے ملے اور فرمایا۔

”آپ ﷺ لوگوں کی بیعتی آپ کے قبیلے کے لوگوں کی تعداد کتنی ہے؟“

انہوں نے کہا کہ آپ نے پوچھا کہ ہمارے قوم لوگ اپنی حفاظت کس طرح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا ”ہم اپنی کوئی حفاظت نہیں کر سکتے اس لئے ہم نے ہمارے ہاں رسولوں کی پناہ حاصل کر رکھی ہے۔ اسی لئے ہم ہمارے ہاں کے رسولوں کی حمایت کرتے ہیں اور ان کے کسی دشمن کو ہلاک نہیں کرتے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا۔

”تو پھر تم اللہ تعالیٰ کو اپنا محافظ بناؤ کہ وہ جس میں اس وقت تک پہنچے جب تک کہ تم ہمارے رسولوں کی سر زمین پر پہنچو، ان کی اور قوم سے نکال کر اور ان کے مردوں کو اپنا غلام بنائے۔ اس کے لئے تم تینتیس مرتبہ سبحان اللہ کی تسبیح پڑھو، تینتیس مرتبہ الحمد للہ کی تسبیح پڑھو اور پچیس مرتبہ اللہ اکبر کی تسبیح پڑھو۔“

ابو لبیب کی دراندازیاں..... یہ سن کر ان لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔“

اسی وقت یہاں سے ابو لبیب کا گزر ہوا، ان لوگوں نے ابو لبیب سے کہا۔

”کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟“

ابو لبیب نے کہا ہاں۔ اب ان لوگوں نے وہ ساری بات ابو لبیب کو بتائی اور آنحضرت ﷺ نے ان کو جو دعوت دی تھی اس کو کر کے کہا کہ تم کار ہوئی ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر ابو لبیب نے کہا، میں کی باتوں میں ہرگز مت آجلاؤ، تو اس اللہ کو جانے اور دیکھو، میں ہی اس طرح کی باتیں کرتا ہوں۔“

”ہے“

اس پر ان لوگوں نے بھی ابو لبیب کی باتوں میں ہلکا مارتے ہوئے کہا۔

”جب اس شخص نے ہمارے کے حلقے ہائیں نہیں تو ہم نے بھی اس کے ہمارے میں ہی اتار دیا تھا۔“

آپ ﷺ کے نام کا فقرہ اور اس کی برکت..... ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے یہ گفتگو فرمائی تو انہوں نے کہا۔

”ہم اپنے بزرگ حادثہ کے آنے سے پہلے کچھ نہیں کر سکتے، اس لئے انہیں آئے دیکھئے۔“

اس کے بعد جب حادثہ آگیا تو اس نے کہا۔

”اس وقت ہم دارس والوں کی جنگ میں پابند ہیں جب ہم اس معاملے سے نمٹ جائیں گے تو پھر آپ کی بات کے بارے میں سوچیں گے۔“

اس کے بعد جب یہ لوگ میدان جنگ میں دارسیوں سے ٹکرائے تو اس وقت ان کے بزرگ نے ان سے کہا کہ اس شخص کا کیا نام ہے جس نے تمہیں اپنی طرف بلایا تھا انہوں نے کہا ”تمہارا اس نے کہا، ”بس تو اس جنگ میں قتلہ فخر دیکھا تمہارا نام ہے۔“

چنانچہ اس جنگ میں ہر لوگ ہر محلے کے وقت آنحضرت ﷺ کے نام کا فخر دگاتے رہے یہاں تک کہ ان لوگوں کو ان کے مقابلے میں فتح حاصل ہوئی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے، ”میرا بچہ سے بھی سیر نام لینے کی وجہ سے ان لوگوں کو فتح حاصل ہوئی۔“

غرض آنحضرت ﷺ ہر سال حج کے موسم میں اسی طرح مختلف قبیلوں سے ملتے رہے۔ آپ ان سے فرماتے کہ میں کسی شخص کو بھی کسی بات کے ماننے کے لئے مجبور نہیں کرتا، میں جو کچھ چاہتی کہ ہوں جو شخص اس کو پسند کرے وہ اسے قبول کرے اور جو اسے پسند نہ کرے اس کو میں مجبور نہیں کرتا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ مجھے حمایت اور حفاظت حاصل ہو جائے تاکہ میں لوگوں تک اطمینان اور آذوقی سے اپنے رب کا عظام پہنچا سکوں۔

مگر ان قبیلوں میں سے کسی نے بھی آپ کی بات کو قبول نہیں کیا بلکہ یہ لوگ کہتے،

”ہم کی قوم کے لوگ ان کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ خود سوچ کر جس نے خود اپنی قوم میں فساد پیدا کر دیا وہ باری کیا صبر کرے گا۔“

یہ نہ دارس والوں سے عقیدہ پر چسکی ملاقات..... ہیں اسحاق سے روایت ہے کہ آخر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو پھیلانے اور اپنے نبی کا اخراج کرنے اور اپنا عہد پورا کرنے کا ارادہ فرمایا تو رسول اللہ ﷺ حج کے زمانے میں نکلے۔ سیرت مغلطائی اور مستدرک حاکم میں ہے کہ یہ وجہ کامیاب تھا (جبکہ عرب حج سے پہلے مختلف قوموں اور قبیلوں یا زوروں میں حاضر ہونے کے لئے مکہ پہنچا کرتے تھے) چنانچہ اس سال بھی ہر موسم حج کی طرح آپ ﷺ مختلف قبیلوں سے ملنے کے لئے نکلے۔ چنانچہ آپ ﷺ حنبہ کے مقام پر پہنچے۔

یہ عقیدہ ایک گمراہی ہے اور مجرد (جس شیطان کے ننگریں ملدی جاتی ہیں وہ اسی مقام پر ہے اس لئے اس) کی نسبت حنبہ کی طرف کی جاتی ہے اور اس کو مجرد عقیدہ کہا جاتا ہے۔ مکہ سے نکلی جانے والے راستے میں یہ مقام بائیں ہاتھ پر ہے۔ اب اس جگہ ایک مسجد ہے جس کا نام مسجد زیست ہے۔

لوگوں کو خورونج..... غرض جب آپ یہاں عقیدہ کے مقام پر پہنچے تو یہاں آپ کی ملاقات (مدینہ کے) قبیلہ خورونج کی ایک جماعت سے ہوئی۔ (یہ لوگ اور خورونج مدینہ کے دو مشہور اور مختلف قبیلے تھے جن کی تفصیل آگے لکھی ہے) یہ بھی دوسرے عربوں کی طرح حج کیا کرتے تھے۔

فقہ لوگ اصل یعنی لغت میں عقیدہ ہے اور جملہ جہ کے لئے بولا جاتا ہے اور کھیل کود کے شو تھن کوئی کہتے ہیں۔ اسی طرح خورونج اصل میں لفظی ہو ان کو کہتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ یہ لفظ صرف جنوب کی لفظی ہو انہوں کے لئے ہی بولا جاتا تھا۔

یہ لوگ قتلہ لو میں کلی چھ۔ ایک قول یہ ہے کہ آئمہ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ایک

زبردست خیر کار اور لڑائی قتل جیسا کہ بعد کے واقعات سے معلوم ہو گا کہ اس وقت کی یہ ملاقات ایسی جو نیا ساز جانت ہوئی کہ اس کی وجہ سے زمانے کا رخ اور حالات کا مدار ہی بدل گیا لیکن لوگوں کی قہر واصل یعنی ککب میوان لائش میں چہ ہی شہد کی گئی ہے مگر لوگوں نے ان کی مختلف قہر واصل نہ کر کی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے انکو دیکھ کر پوچھا کہ آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا ہم قبیلہ خزرج کے لوگ

ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا،

”یہاں ہی قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کے حلیوں یعنی ساجہ و سراں میں سے ہو؟“

یہود کے یہودی قبیلوں سے قبیلہ ”خزرج“ کے لوگوں نے معاہدہ کیا ہو اتفاقاً وہ دشمنوں کے مقابلے میں پیشہ بنی خزرج کی مدد کریں گے اور ایک دوسرے کو لہان دیں گے۔ یہ ابتدائی دور کی بات ہے جب کہ خزرج قبیلہ کی ملاقات شاکت یہودیوں کے مقابلے میں ہو رہی تھی۔

آنحضرت ﷺ کے اس سوال پر ان لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم لوگ یہودیوں کے معاہدہ بردار ہیں۔ اب آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا،

”بہتر ہو کہ ہم لوگ بیٹھ جائیں، میں آپ لوگوں سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔“

اسلام کی دعوت..... انہوں نے کہا ضرور اس کے بعد ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آپ ان لوگوں سے ملے تو یہ پہلے ہوئے اپنے سر منڈا رہے تھے۔ آپ ان کے پاس آکر بیٹھے اور آپ نے ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلایا اور ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر سچائی اور غلوں کی نشانیاں دیکھیں۔ چنانچہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کہنے لگے،

”خدا کی قسم اس نبی کے بارے میں ہمیں معلوم ہے جس کے حلقی یہود خریدتے ہیں اور ہمیں اس سے ڈراتے ہیں اس لئے مہمان ہو کہ یہودی ہم سے پہلے ان تک پہنچ کر ان کی چوری اختیار کر لیں۔“

آنحضرت ﷺ کے حلقی یہودی الطوائف..... یہودیوں کا دستور تھا کہ جب بھی ان کے اور یہود کے کنارے درمیان کوئی لڑائی جھگڑا ہو تا تو وہاں سے گئے،

”مقترب ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جس کا زمانہ نزدیک آچکا ہے۔ ہم اس نبی کی چوری کریں گے اور اس کے ہنڈے تلے اس طرح قہر و قتل عام کریں گے جیسے قوم جاہل و لوم کا ہوا تھا“

یہ بات راہوں کی پیشین گوئیوں کے بیان میں گزر چکی ہے۔ قوم جاہل و لوم کی مثل دینے سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم تمہیں نیست و نابود کر دیں گے۔

یہ دینے والوں کا قبول اسلام..... غرض آنحضرت ﷺ نے جب ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے فوراً آپ ﷺ کی دعوت قبول کی۔ انہوں نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور مسلمان ہو گئے پھر انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

”ہم اپنی قوم یعنی موسیٰ اور خزرج کو اس حال میں چھوڑ کر تہہ ہے ہیں کہ ان کے درمیان زبردست جنگ چھل رہی ہے اس لئے اگر اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں ان لوگوں کو ایک کر دے تو آپ سے زیادہ قابل عزت

کون کتنا سکتا ہے۔"

یہ قبیلہ موس اور قبیلہ خوزرج اصل میں دو تنگے بھانجروں کی نواسہ تھے۔ ان دونوں بھانجروں کے نام موس اور خوزرج تھے۔ پھر ان دونوں کے درمیان دو دشمنی ٹھن گئی اور لڑائیوں نے اتنا طویل کیپٹا کہ تقریباً ایک سو بیس سال تک ان دونوں بھانجروں کی نواسہ دور دورہ رہی یہ خون خرابہ چل رہا ہو گیا کہ قصیر کشف میں اتنی ہی مدت گزرتی گئی ہے۔

جنگ بھٹات..... اقول۔ منگ کہتے ہیں: ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے کہا،

"یاد رسول اللہ! ہم لوگوں کی جہت میں پہلی جنگ بھٹات کی ہے۔ یعنی دو پہلوانی تھا کہ ہمارے درمیان جنگ ہوئی تھی اور جب سے اب تک جاری ہے۔ اب ہم دوبارہ آپ ﷺ سے ملنے سے پہلے دیکھیں کہ یہ کیا ہیں گے اور وہاں سب لوگوں یعنی دوستوں اور دشمنوں سے ہمیں گے ٹھکن ہے اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اختلافات کو ختم فرمادے اور ہم ان لوگوں کو بھی اسی پیغام کی طرف بلائیں جس کی طرف آپ ﷺ نے ہمیں بلایا ہے اور اسی طرح ان سب کو حق تعالیٰ آپ کے نام پر ایک کر دے۔ اگر ان سب لوگوں کا کھر آپ ﷺ کی وجہ سے ایک ہو گیا تو آپ ﷺ سے زیادہ عزیز اور قابل عزت کون ہو گا۔"

موس و خوزرج کے درمیان یہودی روایت کی روشنی میں دو انیاں..... یہ بھٹات ایک جنگ کا نام ہے یہ نئی قرط کے یہودیوں کی کہتی ہے کہ اس سے دور مد سے دورات کے سفر کے واسطے رہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ قبیلہ موس کی ایک گڑھی تھی۔ آنحضرت ﷺ کے مدد آنے سے پانچ سال پہلے یہودیوں اور خوزرج کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ اس وقت قبیلہ موس کا سردار خبیر تھا جو انسید کا باپ تھا۔ ہمیں یہ یہ خبیر اپنے قبیلے کے دوسرے کو یہودیوں کے ساتھ قتل ہو ا تھا اس لڑائی کی ابتدا میں قبیلہ خوزرج کو فتح ہوئی اور اس کے بعد قبیلہ موس کو بھی وہ عربوں کے جنگی ضابطے..... اس جنگ کا سبب عرب کا ایک قاعدہ تھا جس کی خلاف ورزی کی گئی تھی۔ وہ قاعدہ یہ تھا کہ پھولے اور گڑھ قبیلے کے لوگ کسی جڑے اور طاقتور قبیلے کے حلیف یعنی دوست اور معاہدہ برادر بن جایا کرتے تھے تاکہ ان کی حمایت ہو سکے۔ یہ قبیلہ حلیف کلاتا تھا اور جس قبیلے کے ساتھ انہوں نے معاہدہ کیا، وہ یعنی طاقتور قبیلہ اسمیل کلاتا تھا۔ اب اگر اس حلیف قبیلے کے کسی شخص نے اسمیل قبیلے کے دشمن کو قتل کر دیا تو دشمن قبیلہ قاعدہ کے مطابق اپنا بدلہ حلیف قبیلے سے ہی ادا کر سکتا تھا۔ اسمیل سے نہیں۔ یعنی جس حلیف قبیلے کے کوئی نے قتل کیا ہے اسی قبیلے کے کسی کوئی کو جواب میں قتل کیا جاتا تھا۔ اسمیل یعنی اس کے علاوہ قبیلے کے کسی کوئی کو قتل نہیں کیا جاسکتا تھا۔

دوسرے ٹھکنوں میں یوں کہنا چاہئے کہ وہ جڑے اور طاقتور قبیلے اگر ایک دوسرے کے دشمن ہوتے تھے تو وہ باقی پھولے قبیلوں کو اپنی حمایت پر تیار کرتے تھے اور اس طرح کچھ قبیلے ایک ساتھ اور کچھ قبیلے دوسرے کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ اب یہ دونوں جڑے اور دشمن قبیلے اسمیل یعنی اصل کلاتے تھے اور باقی پھولے قبیلے جو ان کی حمایت میں آتے وہ حلیف کلاتے تھے۔ اب اگر ایک اسمیل قبیلے نے دشمنی اسمیل قبیلے کے حلیف کو قتل کر دیا تو اسمیل قبیلے کے لوگ اپنے حلیف کے بدلے میں دشمنی اسمیل کے کوئی کو نہیں مار سکتے تھے۔

اس جنگ کا سبب یہی تھا کہ ایک واقعہ ہوا جس میں اس قاعدہ نے کی خلاف ورزی ہوئی تھی اور اس وجہ سے جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔ ہر ایک یہ قبیلہ موس کے ایک شخص نے جس کا نام سوید ابن صامت تھا قبیلہ خوزرج

کے ایک حلیف اور معاہدہ اور قبیلے کے کوئی ذبیحہ کو قتل کر دیا۔ یہ ذبیحہ محض ذہن زیادہ کا باب تھا اس پر قبیلہ خزرج کے لوگوں نے اپنے حلیف کے بدلے میں سود کو قتل کرنا چاہا مگر اس پر قبیلہ انوس کے لوگ آڑے آگئے۔ کیونکہ (اول تو یہ بات عرب کے جنگی قاعدے کے خلاف تھی اور دوسرے یہ کہ ایہ سود اپنی قوم میں اس قدر معزز اور مقدس آدمی تھے کہ ان کی شرافت، علم اور ہمدردی کی وجہ سے لوگوں نے ان کا نام ہی کامل رکھ دیا تھا یہ آنحضرت ﷺ کے دامادی یعنی عبد المطلب کے خال زاد بھائی تھے (دعا مستحب ہے کہ عمرو کے لڑکے سے داماد صرف ماں کے دھتے لڑوں اور خاندان کو کسا جاتا ہے لیکن عرب میں بہت دلواری داماد بھی داخل یعنی داماد ہی کہلاتی ہے) آخر میں سود کی ماں عبد المطلب کی ماں سلمیٰ کی بہن تھیں۔

سویلا بن صامت..... یہ سود بھی اسی زمانے میں ایک مرتبہ جنگی امرہ کیلئے کہ آئے تھے چنانچہ آنحضرت ﷺ ان سے بھی آکر ملے تھے کیونکہ اس زمانے میں آنحضرت ﷺ کو جس کسی ایسے شخص کے متعلق غرض ملتی جو اپنی قوم میں ممتاز اور باعزت ہو تا تھا تو آپ اس سے آکر ضرور ملنے جاتے تھے اور اس کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ چنانچہ جب سود کہ آئے اور آپ ﷺ کو ان کے متعلق معلوم ہوا تو آپ ﷺ ان سے بھی ملے اور ان میں تبلیغ فرمائی۔ سود نے آپ کی بات سن کر کہا:

”شاید تم لوگ اس کو بھی وہی علم ہے جو میرے پاس ہے۔“

آپ نے فرمایا،

”آپ کے پاس کیا ہے؟“

انہوں نے کہا اہل ان کی حکمت و دانائی۔ آپ نے فرمایا،

”وہ حکمت میرے سامنے پیش کیجئے۔“

چنانچہ سود نے اپنے علم اور حکمت کی دیکھ باقیں آپ کے سامنے رکھیں۔ آپ نے ان کی بات سن کر

فرمایا،

”یہ ایک اچھا کام ہے مگر جو کچھ میرے پاس ہے وہ اس سے کہیں زیادہ افضل اور بڑا ہے۔ میرے پاس

وہ قرآن ہے جو حق تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے اور جو سرِ پادشاہت اور غور ہے۔“

اس کے بعد آپ نے سود کے سامنے قرآن پاک کی کچھ آیتیں تلاوت فرمائیں اور ان کو اسلام اور اللہ

تعالیٰ کے راستے کی طرف بلایا۔ سود نے اس کام پاک اور سچے پیغام سے سرگشتی نہیں کی بلکہ یہ کہا،

”یہ ایک بہت اچھا کام ہے۔“

سود کا قتل..... اس کے بعد کہ سداہن اور عمرو مدینہ پہلے گئے مگر وہیں پہنچ کر تھوڑی سی عرصہ گزر چکا کہ

قبیلہ خزرج کے لوگوں نے ان کو قتل کر دیا۔

بعض محدثین نے لکھا ہے کہ یہ سود مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ حق تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان

لائے اور مسلمان ہونے کی حالت میں ہی کہ سداہن اور عمرو مدینہ پہنچے تو ان کے درمیان پہنچے۔ قوم کے لوگوں

نے بھی ان کی صورت سے ہی اندازہ کر لیا کہ یہ سداہن و عمرو مدینہ پہنچے ہیں اور ایمان لے آئے ہیں۔ مگر

اسی عرصہ میں قبیلہ خزرج کے لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کو قتل کرنے والا شخص محض خود تھا جو اس ذبیحہ کا بیچ تھا جس کو انہوں نے قتل کیا تھا

ان کے قتل کی صورت یہ ہوئی تھی کہ سوید نے شرب پانی دیکھی تھی اور نشے میں چور تھے، ایسی حالت میں جبکہ ان کو ہچکچاہٹیں آ رہی تھیں اور قے ہو رہی تھی یہ پیو چاہ کر نے بیٹھے، اسی وقت قبیلہ "خزرج" کے کسی آدمی نے ان کو دیکھا تو اس نے انہیں پہلے خود مار دیے اور اس کے بعد وہ سیدھا محاذ کے پاس گیا جس کے باپ کو سوید نے قتل کیا تھا اس شخص نے محاذ سے کہا:

"کیا تم آسانی سے ایک بڑا کام کرنا چاہتے ہو۔"

محاذ نے پوچھا کیا ہے؟ اس نے کہا:

"اس وقت سوید تمہاری مٹھی میں ہے اسکی پاس کوئی ہتھیار وغیرہ نہیں ہے اور وہ نشے میں ہرست ہے۔"

یہ سنتے ہی محاذ نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور کھلی کھوار لئے وہاں سے روانہ ہوا جب اس نے سوید کو دیکھا

تو کہنے لگا:

"کن تو میری مٹھی میں ہے؟"

سوید نے کہا:

"تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟"

محاذ نے کہا مجھے قتل کرنے آیا ہوں۔ یہ کہہ کر محاذ نے سوید کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ قبیلہ خزرج کے دو مہمانوں کے مقام پر جنگ کا سبب بنا۔ اس کے بعد جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لے آئے سوید کا بیڑا حث اور یہ محاذ ابن زید مسلمان ہو گئے اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ مگر یہ حث ابن سوید اپنے باپ کا بدلہ لینے کیلئے مستقل طور پر محاذ ابن زید کی حاشیہ رہا ہے مگر انہیں موقعہ نہیں مل سکا یہاں تک کہ غزوہ فاکہ کے وقت ان کو موقعہ مل گیا اور انہوں نے محاذ کو دم سے قتل کر دیا۔ اس کی تحصیل آگے آئے کی۔

لیاں ابن مسعود..... جنگ جہاد میں جو لوگ قتل ہوئے ان میں ایک شخص لیاں ابن مسعود بھی تھا۔ یہ ایک دوسرے شخص ابوالمخیر انس ابن رافع اور اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ مکہ آیا تھا تاکہ اپنے قبیلہ "خزرج" کے لئے قریش سے معاہدہ کر سکے۔ آنحضرت ﷺ کو ان لوگوں کے کہ آنے کی خبر ہوئی تو آپ ان کے پاس تشریف لائے اور آپ نے ان سے فرمایا:

"تم لوگ جس مقصد کے لئے آئے ہو کیا اس سے بہتر چیز اختیار کر سکتے ہو؟"

انہوں نے پوچھا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"میں اللہ تعالیٰ کا پیغامبر ہوں۔ خدا نے مجھے اپنے بندوں کی طرف ظاہر فرمایا ہے تاکہ میں ان کو دعوت دوں کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ حق تعالیٰ نے مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے۔"

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے سامنے اسلام پیش فرمایا اور قرآن پاک کی کچھ آیتیں تلاوت فرمائیں یہ سب کچھ سن کر لیاں ابن مسعود نے انہی کم عمر اور بچے تھے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا:

"قوم کے لوگو! خدا کی قسم ہم جس مقصد سے یہاں آئے ہیں یہ بات اس سے کھینچنا زیادہ بہتر ہے۔"

یہ سن کر ابوالمخیر نے مٹی کا ایک پیالہ اٹھا اور وہاں کے منہ پر دے دیا مگر اس نے ان کو زائل کر دیا۔
تھامس ٹوہنہ۔ ہم اس مقصد سے یہاں نہیں آئے ہیں۔"

یہ سن کر ایسا خاموش ہو گئے۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ بھی یہاں سے اٹھ کر واپس چلے گئے۔ ابوہریرہ جب ایسا کی موت کا وقت آیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح پڑھ کر رہے تھے اور کلمہ پڑھتے اور اللہ اکبر کہتے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

انصار کی طرف سے اگلے سال ملنے کا وعدہ..... فرض اس کے بعد قبیلہ خزرج کی یہ جماعت واپس مدینہ گئی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب یہ جماعت آنحضرت ﷺ پر ایمان لے گئی اور انہوں نے آپ ﷺ کے پیغام کی تصدیق کر دی تو انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

”اے آپ ﷺ کو یہ مشورہ ہے کہ فی الحال آپ ﷺ ایام رسالت کا یہ سلسلہ نہیں جاری رکھیں اور اللہ پر بھروسہ نہ کریں، ہم لوگ وہاں اپنی قوم میں جا رہے ہیں وہاں ہم قوموں سے آپ ﷺ کے حلقے ذکر کریں گے اور انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائیں گے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ ان میں اصلاح پیدا فرما دے۔ آپ ﷺ سے ہم آئندہ سال حج کے موقع پر پھر آکر ملیں گے۔“

آنحضرت ﷺ نے یہ بات منظور فرمائی۔ کیا ان چھ یا آٹھ افراد کی جماعت کے ساتھ کوئی بیعت نہیں ہوئی۔ اسی واقعے کو انصاروں کے حلقے میں اسلام کی ابتدا کہاجاتا تھا۔ یہی واقعہ کوچہ طاء نے منہج لونی کا نام دیا ہے۔

عقیدہ کی دوسری ملاقات اور بیعت..... اگلے سال قبیلہ خزرج اور قبیلہ نوس کے ہرہ کوئی تک کہنے ان میں دس کوئی قبیلہ خزرج کے تھے اور دس کوئی قبیلہ نوس کے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ گیارہ کوئی تھے جن میں سے پانچ ان ہی چھ یا آٹھ کو یہاں میں سے تھے جو گذشتہ سال عقیدہ لونی کے وقت آنحضرت ﷺ سے مل کر گئے تھے۔

ان لوگوں سے بھی آنحضرت ﷺ عقبہ کے مقام پر ملے اور ان سے بیعت لی یعنی معاہدہ کیا۔ اس معاہدہ کو معاہدہ بیعت بنی معافرہ کی تشبیہ کے طور پر کہا گیا ہے (کیونکہ تجارتی معاہدے کی طرح اس بیعت میں مسئلوں کو ایمان دے کر ان سے ان کی جائیں خرید لی گئی تھیں)۔ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کے سامنے سورہ نساء کی آیت تلاوت فرمائی یعنی ”وہ آیت جو اس کے بعد آج تک کے دن اور قوں کے بارے میں اس وقت بدل ہوئی تھی جبکہ آپ مرادوں سے بیعت لے کر فارغ ہوئے تھے اور اور قوں سے بیعت لینے کا ارادہ فرما رہے تھے۔“

چنانچہ حضرت علیہ السلام اس وقت سے مدینہ سے کہ ہم سے آنحضرت ﷺ نے اور قوں کی بیعت لی۔ یعنی اس طرح بیعت لی جس طرح اور قوں سے بیعت لی تھی اور جو شخص کہ کے دن لی گئی تھی، وہ بیعت یہ تھی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ پھیرائیں، چھو دی نہ کریں، زمانہ کریں اپنی اولادوں کو قتل نہ کریں، نہ کہ اولاد کو قتل کر اس زمانے میں عرب کا دستور تھا کہ قتل لڑکیوں کا جو چھوڑا ان کو ذبح و قن کر دیتے تھے۔ ایک قول ہے کہ غربت کے ذریعے لڑکیوں کو بھی قتل کر دیتے تھے۔

کتب نثر میں ہے کہ عام عرب کے لوگ اپنی لڑکیوں کو ذبح و قن نہیں کرتے تھے بلکہ یہ خاندان و دستور بنی مدینہ اور بنی معفر کے بعض خاندانوں میں خاندانوں سے کہ لوگ غربت اور عداوت کے سبب لڑکیوں کو ذبح و قن کر دیتے تھے اور بعض لوگ اس ذریعے سے حرکت کرتے تھے کہ کہیں کسی عورتی میں بیماری نہ پھیلے، اس

کے ہاتھوں گرفتار ہو کر ان کی ہمدردیات میں جا گئے۔

فرض اس کے بعد حضرت عبادہؓ کی روایت کا بقیہ حصہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہم سے اس پر بیعت لی کہ ہم کسی پر ہتھکن نہیں لگائیں گے یعنی ایسا جمہور ہستان جو سنے والے کو شمشاد و درجہ ان کر دے اور کھلی آنکھوں ہستان پر یقین کرنے پر مجبور ہو جائے۔

اور کسی ہمدانی میں ہم دشمنی کی دافرائی نہیں کریں گے یعنی ہر وہ بات جس کی بھلہائی تجھیر کے حکم یا مع کرنے سے ظاہر ہوئی ہو۔

بیعت با محمد کی نوعیت..... علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ حضرت عبادہؓ ابن صامتؓ کی اس حدیث میں یہ بیعت جس امر کو اور تفصیل سے ذکر کی گئی ہے یہ اس طرح عقد و لے و تھ کے بات میں پیش نہیں آئی تھی بلکہ بیعت عقد کی جو تفصیل ہے وہ ابن اسحاق وغیرہ نے اہل بغداد سے روایت کی ہے جو یہ ہے کہ اس وقت انصار یوں میں سے جو لوگ موجود تھے ان سے آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا۔

”تمیں تم سے یہ بیعت یعنی عہد نامہ لیا ہوں کہ تمہاری طرح میری حفاظت کرو گے جس طرح تم اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔“

چنانچہ انہوں نے اسی بات پر آنحضرت ﷺ کو بیعت دی نیز اس پر بھی کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ ان لوگوں کے پاس یعنی مدینہ میں تشریف لے جائیں گے۔ اس کے بعد حدیث کا باقی ہے۔ پھر ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ اس بات کی صاف دلیل ہے کہ وہ بیعت جو عبادہؓ ابن صامتؓ کی حدیث میں بیان کی گئی ہے سورہ نساء کی آیت کے ذیل ہونے اور صحیح کے بعد ہوئی ہے۔

اقول۔ مختلف کہتے ہیں: مگر عبادہؓ ابن صامتؓ کی حدیث میں یہ قطع نہیں نہیں ہے کہ یہ بیعت جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے بیعت عقد ہے کیونکہ روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ہم نے بیعت عقد کے وقت یہ بیعت کی۔ اگرچہ روایت کی تفصیل سے یہ ظاہر ہو تا ہے۔ لہذا اب جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ان انصار یوں کے سامنے سورہ نساء کی آیت تلاوت فرمائی، ان کے حلق یہ نہیں کھا جاسکتا کہ عہدہ کی حدیث کے الفاظ ان کے لئے اس بات کی دلیل ہیں۔ چنانچہ اس حدیث کی غلطی پر گزشتہ سطروں میں جو نتیجہ نکالا گیا ہے وہ مناسب نہیں، چنانکہ اس سے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عبادہؓ کی حدیث دلی بیعت صحیح کے بعد کی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر کا بھی قول ہے اللہ اعلم۔

بیعت کے جو الفاظ چھپے بیان ہوئے ہیں ان میں بعض علماء نے یہ اضافہ بھی بیان کیا ہے کہ (آپ ﷺ نے ہم سے اس بات کی بھی بیعت لی کہ ہم غلی اور فراق اور طوش و دھم میں آپ کے فرماہر و راہر و تابع رہیں گے اور یہ کہ ہم بھی حکومت کے لئے نہیں لڑیں گے اور کچ بات کہنے میں کسی علامت کرنے والے کا خوف دل میں نہیں لائیں گے۔

جزاؤں سے لگاؤ کر..... اس بیعت کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”جو آسمانی اور غلی دونوں حالتوں میں اس عہد کا پابند رہے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہو گا اور جو اس عہد کے کسی جرم کی بھی خلاف ورزی کرے گا اس کو دنیا میں ہی اس کی پاداش پہنچتی پڑے گی۔ یعنی وہ پاداش اس غلطی کو دعو دے کی اور اس کا کفارہ ہو جائے گی۔“

مکر سزا کے نتیجہ میں گمراہ کے دھل جانے یا سزا کے گمراہ بن جانے کے متعلق حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث سے اظہار ہوتا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ شرعی سزائیں گمراہ کے گمراہ کا گمراہ بنی ہیں یا نہیں (بلکہ گمراہ شدہ حدیث میں سزا کو گمراہ فرمایا گیا ہے)۔

اور جیسا کہ آگے بیان آنے کا حضرت ابو ہریرہؓ بیعت عقبہ کے سات سال بعد مسلمان ہوئے ہیں وہ غزوہ خیبر کے سال یعنی ۸ھ میں مسلمان ہوئے۔

اس اظہار کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ بیعت جس کا حضرت عہدۃ نے ذکر کیا ہے، بیعت عقبہ نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور بیعت ہے جو مکر کے بعد پیش آئی ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا۔ لہذا اس اظہار کا جواب یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ کی حدیث میں آنحضرت ﷺ کا اس سے بے خبری ظاہر فرماتا شاید اس لئے تھا کہ اس وقت تک آپ ﷺ کو حق تعالیٰ نے یہ بتایا نہیں تھا بلکہ اس کے بعد آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ شرعی سزائیں گمراہوں کا گمراہ ہو جاتی ہیں (اور گویا گمراہ کا گمراہ شرعی سزا پانے کے بعد دیا ہی میں، محل جاتا ہے اور اس طرح وہ آخرت کے عذاب سے بچ جاتا ہے)۔

فرض (اسی حضرت عہدۃ والی حدیث میں ہے کہ) بلکہ آنحضرت ﷺ نے اس بیعت اور عہد کے سلسلے میں آگے فرمایا،

”مگر جس شخص نے اس عہد کے کسی بھی جزی عاف و دزدی کی مکر اللہ تعالیٰ نے اس کے گمراہی پروردہ پوشی فرمادی (یعنی اس کو ظاہر نہیں ہونے دیا) تو اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے ہاتھ ہے وہ چاہے تو اس کو سزا دے گا اور چاہے معاف فرمادے گا۔“

جہاں تک شرعی سزائوں کے گمراہ کا گمراہ ہونے کا تعلق ہے تو اس میں شرک اور کفر کا گمراہ شامل نہیں ہے بلکہ اس کے سوا دوسرے گمراہوں کے ساتھ یہ رعایت خاص ہے۔ لہذا اگر کوئی مسلمان مرتد یعنی کافر ہو جائے اور اسلامی حکومت اس کو شریعت کے حکم کے مطابق قتل کر دے (کیونکہ مرتد کی شرعی سزا قتل ہے) تو اس سزا اور قتل ہو جانے سے اس کا شرک و کفر کا گمراہ محل نہیں جائے گا کیونکہ حق تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں فرماتا۔

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں (کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے بیعت لینے وقت اس طرح فرمایا)

”مگر تم اس عہد پر راضی اور خوش ہو تو تمہارے لئے جنت ہے اور اگر تم نے ذرا بھی اس سے منہ موڑا (یعنی ذرا چھوڑی یا قتل کیا یا بستانا ہندھا) تو دنیا میں ہی تمہیں شرعی سزا دی جائے گی جو تمہارے گمراہ کا گمراہ، یعنی بدلہ بن جائے گی اور اگر تم نے اپنے اس گمراہ کو چھپایا تو تمہارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے وہ چاہے تمہیں سزا دے اور چاہے معاف فرمادے۔“

اس حدیث سے بعض علماء کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ جو شخص گمراہ کرنے کے بعد بغیر قہر کے سر گیا اس کو بغیر عافیت تعالیٰ کے یہاں عذاب دیا جائے گا۔ اسی طرح اس قول کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ کبیرہ گمراہ کرنے والا کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے۔

مستغنیین و مستغنیٰ کی رودادگی..... فرض اس بیعت کے بعد جب یہ لوگ دیکھیں اپنے وطن مکہ کے قتل کے ساتھ

آنحضرت ﷺ نے اپنی اُمّ مکتوم کو بھیجا کہ اُمّ مکتوم کا ہم بائیکہ قباورین کے بیٹے یعنی اپنی اُمّ مکتوم کا ہم عمرو قحط ایک قول ہے کہ ان کا ہم عبداللہ تھا یہ اُمّ المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلد کے مامولہ زاد بھائی تھے۔

حضرت امین مکتوم کی فضیلت میں عمارہ شیبی نے لکھا ہے کہ حمزہ خدرات ایسے ہیں کہ ان کے لئے آنحضرت ﷺ جب بھی مدینہ سے تشریف لے گئے تو ہر دفعہ ان ام مکتوم کو ہی مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر گئے اور یہی آپ کی عدم موجودگی میں مسلمانوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے مگر ان سے کوئی حدیث روایت نہیں ہے۔

اسلام کے پہلے قاری مصعب ابن عمیر..... اسی طرح ان کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے مصعب ابن عمیر کو بھی ام انصاری مسلمانوں کے ساتھ بھیجا تاکہ وہاں جو لوگ مسلمان ہوں ان کو یہ دونوں اسلامی معتمد قرار دیا تاکہ ان کے لئے اور یہ کہ ان میں سے کسی کو دین کی تعلیم دینے والی اور وہ سب سے واقف ہو گیا۔ اسی طرح جو لوگ مسلمان نہیں ہوئے ان کو اسلام کی تبلیغ کریں اور اللہ کے راستے کی طرف جانیں۔

اکثر روایات میں یہ معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ والوں کے ساتھ ان دونوں صحابیوں کو بھیجا تھا، چنانچہ حضرت براء ان عذاب سے جو خود انصاری میں روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سے سب سے پہلے جو لوگ مدینہ سے مدینہ میں آئے وہ مصعب ابن عمیر اور ام مکتوم تھے۔ یہ دونوں لوگوں کو قرار دیا تاکہ چمکاتے تھے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ جب مدینہ کے مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کو لکھا کہ آپ ﷺ نے حضرت مصعب کو ان کے پاس بھیجا ایک روایت میں یہ ہے کہ براء مدینہ کے مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس سنا تھا ان مقرر اور انھیں ان مالک اور ان کی اور آپ ﷺ سے لکھا کہ اپنے صحابہ میں کسی کو ہمارے پاس بھیجا دیجئے تاکہ وہ ہمیں دین کی تعلیم دے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے یعنی تبلیغ کرے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب مدینہ والوں نے آنحضرت ﷺ کو اس سلسلے میں لکھا تو آپ ﷺ نے حضرت مصعب کو بھیجا ان کو قادی کیا تاکہ مسلمانوں میں یہ پہلے آوی جائے جس کو قادی کیا گیا۔ اب ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصعب کو مدینہ والوں کے ساتھ ساتھ نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ بعد میں ان کے بلانے اور درخواست کرنے پر بھیجا گیا تھا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: ان باتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہو تا کیونکہ شاید مدینہ والوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس سے نصحت ہونے کے بعد اور مکہ سے مدینہ کو روانہ ہونے سے پہلے اس بارے میں لکھا تھا (اس پر آپ ﷺ نے حضرت مصعب کو بھیجا اور یہ کہ ان بعد والی روایات میں صرف حضرت مصعب کا ذکر ہے اپنی اُمّ مکتوم کا ذکر نہیں ہے۔ مگر ظاہر ہے اس کا مطلب یہ نہیں لگتا کہ گزشتہ روایت جس میں دونوں کا ذکر ہے وہ غلط ہے۔

مگر ایک روایت اور ہے جس سے اپنی اُمّ مکتوم کے جانے کی روایت مشکل ہو جاتی ہے۔ اپنی اسحاق سے روایت ہے کہ مدینہ والوں کے جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت مصعب ابن عمیر کو مدینہ بھیجا تھا اس بارے میں مدینہ والوں نے آپ ﷺ کے پاس قاصد بھیجا تھا کہ ہم میں حمزہ سے اسلام مکمل رہا ہے لہذا آپ ﷺ اپنے صحابہ میں سے کسی کو ہمارے پاس بھیجا دیجئے۔ جو ہمیں قرآن پڑھانے اور نبی سکھانے، شریعت و سنت کی تعلیم دے اور نمازوں میں امامت کر سکے اس پر آپ ﷺ نے حضرت مصعب ابن عمیر کو بعد میں

تکبیل

لوہر ایک نور روایت ہے جس سے پہلی بات کزور ہو جاتی ہے وہ روایت اللہ ہی نے بیان کی ہے کہ ابن ام مکتوم غزوہ بدر کے قتل سے عرصہ بعد مدینہ میں پہنچے ہیں (کیا اس وقت وہ مدینہ گئے ہی نہیں کہیں گئے) لے لکھا ہے کہ ابن ام مکتوم غزوہ بدر کے دو سال بعد ہجرت کر کے مدینہ پہنچے ہیں۔

اس اختلاف کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اگر غزوہ بدر روایت کی روشنی میں دونوں کا مدینہ چلا بہت ہے اس لئے شاید ایسا ہو کہ یہ دونوں حضرات بہت عرصہ کے وقت مدینہ واپس کے ساتھ ہی مدینہ گئے اور پھر وہاں تک آگئے تھے۔ پھر انہوں نے آنحضرت ﷺ کو اس زمانے میں یہ لکھا کہ ہمارے یہاں اسلام پھیلنا چاہا ہے وغیرہ وغیرہ اس وقت یہ انصاری مسلمان مدینہ آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس خط کے نتیجہ میں حضرت مصعب ابن عمیرؓ نے اس جیسے گئے جبکہ اس وقت حضرت ابن ام مکتومؓ ان کے ساتھ نہیں گئے بلکہ یہ تحصیل قابل غور ہے واللہ اعلم۔

پہلے امام اور پہلا جمعہ۔۔۔۔۔ فرض اس جمعہ کو عید لونی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ عید عیدہ عقبہ کے قریب ہوا تھا حضرت مصعبؓ جب مدینہ پہنچے تو ان دنوں امام احمد ابن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے یہ بھی ان ہی لوگوں میں تھے جو کہ میں آنحضرت ﷺ سے ملے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے ہجرت کرانے سے پہلے نباء کے مقام پر جو مدینہ کے قریب ہے دو صابروں مسلمان وہاں آچکے تھے ان کو حضرت سالم نماز پڑھایا کرتے تھے۔ جو حضرت ابو حذیفہ کے مقام تھے اور اور دوسرے لوگوں کے لوگوں کو حضرت مصعبؓ نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ ابھی ان دونوں قبیلوں میں سے کوئی بھی اس بات کو گوارا نہیں کرتا تھا کہ دوسرا اس کا امام ہے (لہذا حضرت مصعبؓ جو نہ لوی تھے اور نہ غزوی بلکہ مکہ کے رہنے والے صابروں مسلمان تھے ان کو نماز پڑھایا کرتے تھے)۔

حضرت مصعبؓ نے ہی یہاں آنحضرت ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے اسلام کا سب سے پہلا جمعہ پڑھایا۔ اس وقت تک نماز جمعہ کی آیت نازل نہیں ہوئی تھی جس میں نماز جمعہ کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ آیت مدنی ہے (یعنی آنحضرت ﷺ پر مدینہ میں نازل ہوئی تھی)۔

جمعہ کب فرض ہوا۔۔۔۔۔ مگر شیخ ابو جلد نے لکھا ہے کہ جمعہ کی نماز کہ ہی میں فرض ہوئی تھی مگر وہاں مسلمانوں کو جمعہ نوا کرنے کی طاقت نہیں تھی (اس لئے جمعہ کی پہلی نماز مدینہ میں لوائی گئی) مگر حافظہ ابن جریر نے اس قول کو طریب بتلایا ہے۔ لیکن اگر اس قول کو سمجھنا لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جمعہ کی نماز کی آیت کا حکم پہلے نازل ہو گیا اور آیت جمعہ میں نازل ہوئی۔

مگر ابن اسحاق کا قول یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی نماز حضرت مسد ابن زرارہؓ نے پڑھائی تھی اور اس جماعت میں پانچسویں کوئی شریک تھے۔ چنانچہ حضرت کعب ابن مالکؓ سے روایت ہے کہ قبیح غصوان کے مقام پر سب سے پہلے جس نے ہمیں جمعہ کی نماز پڑھائی وہ مسد ابن زرارہؓ ہیں اس وقت تک آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے تشریف نہیں لائے تھے۔

قبیح کو بعض علماء نے ب سے قبیح بھی لکھا ہے مگر غلطی نے اس قول کو غلط کر دیا ہے۔ غصوان غصہ سے ہے غصہ پر اس چیز کو کہتے ہیں جو آخری درجہ سے کھائی جاتی ہے۔ قبیح غصوان مدینہ کے قوامی ہستیوں میں سے ایک ہستی تھی۔

اسکے بعد حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ ہم کل ہمارا چالیس آدمی تھے۔ مگر ان دنوں دو آدمیوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ بیان کیا گیا حضرت مصعبؓ مدینہ میں حضرت ابوالہریرہؓ اسد ابن ذر لوطہ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے لہذا جمعہ قائم کرنے کے سلسلے میں حضرت اسدؓ نے ہی قتبان کیا ہو گا جبکہ جلیلہ دینے والے اور نماز پڑھانے والے حضرت مصعبؓ رہے ہوں گے لہذا ان کی نسبت دونوں کی طرف کر دی گئی۔ اور آگے ایک روایت آ رہی ہے کہ نماز پڑھانے والے حضرت اسدؓ تھے اس روایت کو تجواز پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی حضرت اسدؓ نے چونکہ لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا تھا اس لئے ان کے متعلق یہ کہہ دیا گیا کہ انہوں نے نماز پڑھائی۔

فرض ان روایتوں سے اس گزشتہ قول کی بھی تائید ہوتی ہے جس میں تھا کہ اس اور خورج کے لوگ اس کو گوارا نہیں کرتے تھے کہ دوسرے قبیلے کا کوئی شخص نماز پڑھائے۔ اور یہ کہ نماز کے لئے جو سامور تھے وہ حضرت مصعبؓ ہی تھے۔ جیسا کہ آگے بیان آئے گا۔

جمعہ کے دن کا نام۔ علامہ سیکی نے لکھا ہے کہ فضادی مسلمانوں نے جمعہ کے دن کا نام جمعہ اس لئے رکھا کہ اس دن وہ سب نماز کے لئے جمع ہونے لگے تھے جس کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکو رہبری اور ہدایت ہوئی تھی۔ نہ جاہلیت کے زمانے میں جمعہ کے دن کا نام عروہ تھا جس کے معنی ہیں رحمت کا دن۔ آنحضرت ﷺ نے اس دن کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دن ہے جس میں یورپوں اور عیسائیوں پر عبادت فرض کی گئی تھی کہ اس دن وہ لوگ سب سے الگ تھک ہو کر یا خدا میں مصروف یا کریں جیسا کہ ہم مسلمانوں پر اس دن میں عبادت فرض ہوئی ہے۔ مگر یورپوں اور عیسائیوں نے مگر اپنی اختیار کی جبکہ مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی۔

نہتے میں عبادت کا خاص دن۔۔۔۔۔ مطلب یہ ہے کہ یورپوں اور عیسائیوں دونوں کو حق تعالیٰ نے عہد یا عہدہ کہ اس دن وہ حق تعالیٰ کی عبادت کیا کریں اور اس کی بڑائی اور عظمت بیان کیا کریں مگر یورپوں نے اپنی مگر اپنی وجہ سے جمعہ کے دن کو چھوڑ کر اپنی طرف سے جنت کا دن متعین کر لیا کیونکہ نہ ہی کبھی خدا کے حق تعالیٰ نے چھ دن میں زمین و آسمان اور ان کی مخلوقات کو پیدا فرمایا اور پھر ساتویں دن یعنی سنبھڑ کے دن نوحا یا نوح کرام فرمایا۔ وہ لوگ یہ بات اس بنا پر کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک کاپسلا دن اتوار ہے جس میں ان کے عقیدے کے مطابق مخلوقات کو پیدا کرنا شروع کیا گیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہی قول ذیادہ سچ ہے۔

یسود کا دن۔۔۔۔۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ پہلے کا پہلا دن لنت کے اعتبار سے اتوار کا دن ہے اور عرف یعنی ایام نیابت و خیرہ میں فقہاء کے نزدیک سنبھڑ کا دن ہے۔ پہلی بات کی تائید لفظ صبح کی تحقیق سے ہوتی ہے کہ یہ لفظ اصل میں صبا سے ہے جس کے معنی صبح اور کرام کے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی اس لفظ کا استعمال فرمایا ہے کہ

وَصَبَّحْنَا لِلْمَلَكِ الْمَلِكِ (سورۃ نحلہ پ ۳۰، ۱)

مگر ہم بھی نے صبح سے سوائے کو صبح کی چیز نہ تھی

چنانچہ اسی وجہ سے یورپوں نے یہ عقیدہ قائم کیا کہ چونکہ یہ رات اور کرام کا دن ہے اس لئے اس دن کو بھی عبادت کے لئے خاص بنا دیا جائے اور یہی دن یا خدا کے لئے زیادہ بہتر ہو گا۔

عیسائیوں کا دن۔۔۔۔۔ اسی طرح عیسائیوں نے جمعہ کے دنے میں اپنی طرف سے اتوار کا دن پسند کر لیا انہوں

نے انکی پلیدی پر بھی کہ اس دن سے حق تعالیٰ نے کلمہ حاجت کی پیدائش کی ابتدا کی تھی لہذا انہوں نے یہ سمجھا کہ اسی دن کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے خاص کر چاند، ہفتہ ہے کیونکہ اس دن کو یہ فضیلت حاصل ہے۔

اس تحصیل کی روشنی میں اب آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد: "پھر یودی اور عیسائی کمر اہل کی طرف چلے گئے کہ مٹی یہ یوں گے کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جوہ کے دن کو فضیلت دی ہے۔ شیخ اور اقر کے دن اپنے لئے پسند کر لئے۔ اسی بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ حق تعالیٰ نے یودیوں کے لئے جوہ کا دن خاص فرمایا تھا مگر انہوں نے اس کو اتنے سے انکار کر دیا اور سوئی سے کہا "مے سوئی اہل ہے لئے شیخ کا دن ملے کر۔"

جوہ کے دن کے لئے مسلمانوں کی رہبری..... چنانچہ پھر شیخ کا دن یودیوں کا دن ہو گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جوہ کا دن پسند کرنے کے سلسلے میں مسلمانوں کی رہبری فرمائی۔ یہاں مسلمانوں کی رہبری اور ہدایت کا مطلب یہ لگتا ہے کہ مسلمانوں کو جوہ کے دن کی فضیلت کا علم نہیں دیا تھا بلکہ انہوں نے خود سے اس بارے میں اجتہاد کیا اور خوش قسمتی اور اتفاق سے جوہ کے دن پر ان کے دل ٹھک گئے۔

کتاب سفر سعادت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عاقبتوں میں سے ایک عادت یہ تھی کہ آپ ﷺ پیش جوہ کے دن کی بہت زیادہ عظمت فرمایا کرتے تھے اور اس دن کو بلدیوں اور کمر اہل کے لئے مخصوص سمجھا کرتے تھے۔

جوہ یا یوم مزید..... ایک حدیث میں آتا ہے کہ جنت میں جتنی اسی طرح ایک دوسرے کو جوہ کی آمد کی خوش خبری دیا کریں گے جس طرح دنیا والے دنیا میں کرتے ہیں اور یہ کہ جنت میں اس سہا کہ دن کا نام یوم مزید ہو گا جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے اس نام کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں جوہ کے دن حق تعالیٰ جنتیوں کو اپنی تلقی دکھایا کریں گے اور اسی دن حق کی ہر خواہش اور تمنا پوری فرمایا کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی حق تعالیٰ جنت والوں سے فرمایا کریں گے،

"تم کو جس جس چیز کی تمنا ہے وہ تمہیں دی اور اللہ سے پاس مزید نعمتی اور بہت کچھ بھی ہے۔"

اسی لئے جنت والوں کو پیش جوہ کے دن سے خاص محبت ہو گی جس میں حق تعالیٰ حق کی خیر و برکت میں اضافہ فرمایا کریں گے۔

دنوں کا سرور..... ایک مرفوع حدیث میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک جوہ کا دن تمام دنوں کا سرور اور سب سے زیادہ فضیلت والا دن ہے لہذا دنوں میں جوہ کا دن عیسائی ہے جیسے میمون میں رمضان کا مہینہ ہے۔ نیز اس دن میں دعا قبول ہونے کی ایک گمزی ایسی ہی آتی ہے جیسی رمضان میں شب قدر میں ایک گمزی آتی ہے۔

بخاری شریف میں اس بارے میں یہ ہے کہ اسی جوہ کے دن یودیوں اور عیسائیوں پر مذہبی احکام جزل ہوئے مگر ان میں اس دن کے بارے میں اختلاف ہوا تو حق تعالیٰ نے اس دن کو اپنے لئے اختیار کرنے کی طرف ہدایت فرمائی لہذا اب یودی ہم سے ایک دن جوہ یعنی پیچھے ہیں کیونکہ ان کا شیخہ اللہ سے جوہ کے ایک دن بعد آتا ہے اور عیسائی ہم سے دو دن بعد یعنی پیچھے ہیں کیونکہ ان کا انوار اللہ سے جوہ کے دو دن بعد آتا ہے۔

←

یہاں جوہ کے دن کے بعد سے یودیوں اور عیسائیوں میں جس اختلاف کو ذکر کیا گیا ہے اس کا مطلب

اس بارے میں علامہ سبکی نے یہ لکھا ہے کہ پنجے کے دونوں کے یہ نام یعنی یوم لحد اور اٹھین وغیرہ آنحضرت ﷺ نے نہیں رکھے۔ آپ ﷺ نے یہ نام اس لئے استعمال فرمائے کہ آپ کی قوم میں بھی نام رائج تھے، آپ ﷺ نے ان کو دونوں میں یہاں اب جہاں تک آپ کی قوم کا تعلق ہے قرآنوں نے غالباً اہل کتاب کے یہاں دونوں کے یہ نام پختے تھے ان کے سنی لے کر عربی میں ان کا ترجمہ کر دیا کہ اہل کتاب قومیں یعنی یہودی اور یہائی عربوں کی چودی قومیں تھیں لہذا ان کے تہذیب و تمدن کا عربوں پر اثر پڑنا عجب کی بات نہیں ہے لہذا نچے عربوں نے ان ناموں کا عربی میں ترجمہ کر کے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک علامہ سبکی کا حوالہ ہے جو قابلِ غور ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور پنجے کے دن..... علامہ ہدائی کی کتاب سہیات میں ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ کو پنجے کے دن سے عزت دی، یعنی علیہ السلام کو اتوار کے دن سے عزت دی، ولقد علیہ السلام کو پھر کے دن سے عزت دی، علیہاں علیہ السلام کو منگل کے دن سے، یعقوب کو بدھ کے دن سے، آدم علیہ السلام کو جمعرات کے دن سے اور رسول اللہ ﷺ کو بدھ کے دن سے اعزاز عطا فرمایا۔

دونوں کی خصوصیات..... اس تفصیل سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں نے سنبھ کا دن اور یہاں کے اتوار کا دن خود اپنی طرف سے اپنے لئے منتخب نہیں کر لیا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لئے یہ دن تجویز کیا گیا تھا۔ اب ان دونوں کا تکلیف قابلِ غور ہو جاتا ہے۔

سنبھ کا دن..... ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے کسی نے یوم بہت یعنی سنبھ کے دن کے حقائق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”یہ عمر اور عیب کا دن ہے۔“

یعنی اس دن آپ ﷺ کے ساتھ عمر اور عیب میں کیا تھا کہ وہ اپنے کسی دن تھا جس میں قریش کے لوگ آنحضرت ﷺ کے خلاف سازشیں چکر کرنے کے لئے دوا لحد یعنی اپنی مشورہ گاہوں میں ملے ہوئے تھے۔ اتوار کا دن..... اسی طرح آپ ﷺ سے اتوار کے دن کے حقائق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا، یہ دن قیصر اور نشوونما کا دن ہے، کیونکہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا تھا۔ ایک روایت میں اس کے بجائے یہ لکھا ہے کہ اس لئے کہ اسی دن جنت کی بنیاد پائی گئی اور اس کو بڑھایا گیا۔

بہر کا دن..... اسی طرح ایک دفعہ آپ ﷺ سے پھر کے دن کے حقائق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ سزاور تہمت کا دن ہے کیونکہ حضرت شعیبؑ اسی دن اپنے تہمتی سفر پر روانہ ہوئے تھے اور اس میں ان کو بیض حاصل ہوا تھا۔

منگل کا دن..... اسی طرح آپ ﷺ سے منگل کے دن کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، یہ خون کا دن ہے کیونکہ اسی دن (بکری سرج) حضرت خواد کو جیش کا خون کیا تھا اور اسی دن کو م علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔

علامہ ہدائی نے اپنی کتاب سہیات میں اس سلسلے میں مزید تفصیل لکھی ہے کہ اسی منگل کے دن میں سات مشہور قتل ہوئے ہیں، حضرت جرہم، حضرت ذکریا، حضرت عیسیٰ علیہم السلام، فرعون کے چاندگر فرعون کی بیوی آسیہ بنت حزام، بنی اسرائیل کی گائے اور کو م علیہ السلام کا بیٹا اہل اسی دن قتل ہوئے ہیں۔

سودیات میں من ساتوں قتل کے قصے بھی لکھے ہیں چنانچہ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے منگل کے دن ہجرت ہوانے سے سمت تختی کے ساتھ روکا ہے اور فرمایا ہے کہ اس دن میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں خون خشک نہیں ہو جاویں اس میں انیس (۱۹) پہلی بار زمین پر اترا تھا اسی دن میں عہد کو پیدا کیا گیا ہے۔ اسی دن میں ملک الموت یعنی موت کے فرشتے کو انسانوں کی دروحوں پر مسلط کیا گیا، اسی دن حضرت ابوب علیہ السلام کو کنائش میں ڈالا گیا قتل مگر بعض روایتوں میں یہ ہے کہ ابوب علیہ السلام کو جس دن کنائش میں ڈالا گیا قتل و بدھ کا دن قتل و بدھ کا دن۔۔۔ غرض اسی طرح آنحضرت ﷺ سے بدھ کے دن کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ سنو اس دن ہے کہ اسی دن فرعون اور اس کی قوم کو غرقاب کیا گیا، اسی دن قوم بار، قوم ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا گیا۔“

چنانچہ اسی لئے جاہلیت کے زمانے میں اس دن کو بدھ کہا جاتا تھا جس کے معنی ہلاکت کے ہیں۔ مگر ایک حدیث ہے جو حضرت ابن عباسؓ پر موقوف ہے اس میں ایک دوسری ہی بات ہے اور وہ ہے کہ صبح کا آخری بدھ کا دن پورا تھا پورا انھوں ہو تا ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ بدھ کا دن عین دین میں سے کسی چیز کا دن نہیں ہو سکتا۔

علامہ زحرفی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مہاجرہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے اپنے ساتھ سفر میں چلنے کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ آج بدھ کا دن ہے۔ اس پر اس شخص نے جواب میں کہا: ”آج کے دن میں اس علیہ السلام بھی قہر پور ہوئے تھے۔“

اس نے جواب دیا،

”مگر وہ بھی اس دن کے آخر سے نہیں بچ سکے تھے، یعنی ان کو چھلی نے گل لیا قتل۔“

اس پر اس شخص نے کہا کہ اب سب علیہ السلام بھی اسی دن پیدا ہوئے تھے۔ اس نے جواب دیا،

”پھر ان کے ساتھ ان کے بھائیوں کا سلوک بھی دیکھو۔ حتیٰ کہ تھک وہ قید و بند ہو رہے کسی میں مگر نذر ہے۔ یہ سن کر پھر اس شخص نے کہا کہ چلو یہ نہ سہی مگر اسی دن غزوہ بدر احزاب میں آنحضرت ﷺ کو شہداء نصرت حاصل ہوئی تھی اس لئے کہا۔“

”یہ شک محض اس وقت جبکہ آنکھیں پھرانے لگی تھیں اور دلی خاک ہونے لگے تھے۔“

حدیث کی خلاف ورزی کا انجام..... صحابہ سے بعض روایتیں ہیں جن میں بدھ کے دن ناخن تراشنے سے روکا گیا ہے کہ اس دن اس سے کوڑھ کا مرض پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں کتاب عدل کے مصنف ابن الحاج سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک دفعہ ناخن تراشنے کا ارادہ کیا یہ بدھ کا دن قتل انھیں یاد آیا کہ ایک حدیث میں اس سے روکا گیا ہے مگر پھر انھوں نے سوچا کہ ناخن تراشنا ایک جلدی سنت ہے اور یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہیں ثابت ہوتی تھی لہذا انھوں نے ناخن تراش لئے نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو کوڑھ کا موذی مرض پیدا ہو گیا اس کے بعد انھوں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا،

”کیا تم نے اس بارے میں میری ممانعت کا حکم نہیں سنا تھا؟“

انھوں نے عرض کیا،

”یا رسول اللہ! اور دینت میرے نزدیک صحیح نہیں تھی۔“

آپ ﷺ نے فرمایا،

”تمہارے لئے اس کا سن لینا ہی کافی ہونا چاہئے۔“

اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کے بدن پر اپنا دست مبارک بکھیرا جس سے کوڑھ کا تمام اثر جا ہوا۔

اسی علاج کئے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اٹھنے والی کے سامنے دوسرے نوحہ کی کہ آئندہ میں رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بھی سنوں کلاس کی کبھی مخالفت نہیں کروں گا۔

ایک حدیث ہے جس کو امام ابن ماجہ نے ابن عمرؓ سے مرفوع طور پر پیش کیا ہے غزالی حدیث کو دوسری حدود سے حاکم نے بھی پیش کیا ہے کہ کوڑھ اور ریس کا مرض بھٹہ بدھ کے دن ہی ظاہر ہوتا ہے۔ بعض علماء نے بدھ کے دن پتھر پڑی کو بھٹا بھی پڑھ نہیں کیا ہے۔

بدھ کا دن اور قبولیت دعا کا وقت..... مگر کتب مطبوعہ علی گڑھ علامہ تہلی کی شعبہ الامان میں یہ ہے کہ بدھ کے دن ذوال کے بعد اور صبر سے پہلے پہلے کا وقت دعا کی قبولیت کا ہے کیونکہ اسی دن آنحضرت ﷺ نے کفار کے لشکرِ احزاب کے خلاف اس وقت میں جو دعا فرمائی تھی وہ قبول ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت جابرؓ اپنے اہم کاموں کے شروع میں دعا کرنے کے لئے اس گزری کو تلاش کیا کرتے تھے۔ نیز ایک قول ہے کہ بدھ کے دن جو کام بھی شروع کیا جاتا ہے وہ تخر و خولی انجام پتہ پڑتا ہے لہذا تعلیم، فیروہ جیسے کام بدھ کے دن ہی شروع کئے جانے مناسب ہیں۔

جمعات کا دن..... مرفوع اسی طرح آنحضرت ﷺ سے جمعات کے دن کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

”یہ مرفوعیہ آئے گا کہ اس لئے کہ اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بدھ صبر سے طاقت کی تھی۔ اس لئے اس کی مروجہ پوری کی اور حضرت ہاجرہؓ کو اس کے سپرد کیا تھا۔“

چنانچہ اسی بناء پر بعض روایات میں یہ لفظ بھی ہیں کہ یہ جمعات کا دن مرنوں پر پوری ہونے اور بدھ شاموں سے ملنے کا دن ہے۔

جمعہ کا دن..... اسی طرح آنحضرت ﷺ سے جمعہ کے دن کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

”یہ کفار اور شادی بدھ کا دن ہے کیونکہ اسی دن قوم علیہ السلام کا کفار حضرت عواد سے ہوا تھا۔ یہ سب علیہ السلام کا کفار زلیکا سے ہوا تھا۔ سوئی علیہ السلام کا کفار شیب کی بیٹی سے ہوا تھا اور سلیمان علیہ السلام کا کفار یثیس سے ہوا تھا۔“

(ی) نیز اسی دن آنحضرت ﷺ کا کفار حضرت خدیجہؓ سے ہوا حضرت عائشہؓ سے ہوا تھا۔

یوم جمعہ کیلئے آنحضرت ﷺ کی طرف سے تخصیص..... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی اہل بیت سے پہلے ہمیں جمعہ کی نماز قائم کرنے کی اہدات عطا فرمائی تھی۔ یعنی جمعہ کی نماز کا آغاز انہوں نے اپنے استاد سے نہیں کر دیا تھا بلکہ آنحضرت ﷺ کے حکم پر ہی کیا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو اپنے کرائی دار میں لکھا،

”آج جمعہ اس دن کا خیال کرو جس کے بعد والے دن میں یہودی اپنے یوم عہدت کی وجہ سے زیور کی عبادت کرتے ہیں۔ یعنی وہ دن سنبھ سے پہلے کا دن ہے۔ اس دن تم اپنی عورتوں اور بچوں کو حج کرو اور جب دن

اپنے نصف سے گزر جائے تو ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ کے حضور درگفتگو کی پکار پیش کرے۔

پانچ حضرت مصوب الاول کے بعد اسی طرح جماعت کرتے رہے۔ یعنی جمعہ کی نماز پڑھتے رہے۔ یعنی ان کا یہ دستور پابندی تک کہ آنحضرت ﷺ مدینے تشریف لے آئے۔

اس بارے میں ایک تحقیقی بحث..... لب اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دن مسلمانوں کے لئے خود آنحضرت ﷺ نے تعیین فرمایا تھا۔ مگر یہ بات آنحضرت ﷺ کے اس کوشش قول کے خلاف ہے جس میں ہے کہ بھلا اللہ تعالیٰ نے اس دن کی طرف تمہیں ہدایت فرمادی۔ کیونکہ بظاہر اس کا مطلب یہ نکلا ہے کہ اس دن کی طرف مسلمانوں کو جو ہدایت ہوئی وہ ان کے اپنے لئے تھا۔

اسی کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس کی سند صحیح ہے کہ ایک دفعہ انسؓ نے مسلمانوں سے کہا کہ یہودیوں کا بھی ایک خاص عبادت گاہ ہے جس میں وہ ہر ہفتے جمع ہوتے ہیں اور ایسے ہی نصرانیوں کا بھی ایک خاص گاہ ہے اس لئے آؤ ہم بھی اپنا ایک دن خاص کر لیں جس میں ہم جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کریں۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا کریں۔

اس کے بعد انہوں نے عروج یعنی جمعہ کا دن اپنے لئے خاص کر لیا۔ کیونکہ یہ دن ہے جس میں آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تھی اور اس نوع انسانی کی اصل اور ابتداء جس اور اس دن قیامت کی نشاندہی ہو گئی تھی ہے۔ کیونکہ قیامت اسی دن میں قائم ہو گی۔ لہٰذا اسی دن ابتداء بھی ہے اور اسی دن اختتام بھی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے ظاہر ہے۔ مسلمانوں نے جمعہ کا دن اپنے اجتہاد سے اپنے لئے خاص کیا تھا (آنحضرت ﷺ کے تعیین فرمانے پر نہیں)۔

ہاں اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ غالباً جمعہ کا دن منتخب کرنے کے سلسلے میں ابتداء میں یہ فیصلہ مسلمانوں نے خود کیا تھا اس کے بعد انہوں نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت دیدی یعنی مسلمانوں نے جو کہ خود اپنے اجتہاد سے پہلے کیا تھا اسی کے مطابق وہی آج بھی (یعنی مسلمانوں کا انتخاب اللہ تعالیٰ کی صحت مرضی کے مطابق تھا چنانچہ وہی کے ذریعہ اس کی تصدیق ہو گئی)۔

لب اس بارے میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسلمانوں کے معلوم کرنے پر ضرورتی کے گرنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت مصعبؓ کو جمعہ کے متعلق لکھا اور انہوں نے اس کے مطابق نہ ہونے کے اس دن کا فیصلہ کر لیا۔ آپ ﷺ کے الفاظ یہ ہوتے کہ اس دن یہ کرو۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے جب آنحضرت ﷺ سے پہلے میں اپنے لئے ایک دن خاص کرنے کے بارے میں پوچھا تھا تو اس میں جمعہ کا دن تعیین کر کے نہیں لکھا تھا۔ یعنی اگرچہ اپنے طور پر وہ جمعہ کے دن پر حتمی ہوئے تھے مگر آنحضرت ﷺ کو انہوں نے اپنے انتخاب سے مطلع نہیں کیا تھا بلکہ صرف کوئی ایک دن خاص کے جاننے کے لئے لکھا تھا اس پر آنحضرت ﷺ نے جمعہ کے دن کو ان کے لئے تعیین فرمایا جو خود ان کے انتخاب کے مطابق تھا۔

اس بارے میں ثابہؓ کا ایک قول یہ گزر چکا ہے کہ جمعہ کی نماز کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے مدینے کے مسلمانوں کو اس وقت ہی حکم فرمایا تھا جبکہ آپ ﷺ طواف کر رہے تھے اور آپ ﷺ کہہ رہے تھے کہ میں جمعہ اس لئے

نہیں پڑھتے تھے کہ وہاں مسلمانوں کے پاس اپنی طاقت اور کمزوری نہیں تھی۔ اس قول کے حقیقی معنی اس خبر کا یہ تبصرہ بھی گزر چکا ہے کہ یہ ایک غریب قول ہے چنانچہ اس خبر کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ نے جوہر کی لڑاکا عزم کو مشورہ نہ ہوئے اور اظہار خود اس لئے جوہر کو نہیں کر سکے تھے کہ کہہ میں مسلمان کو زور ہے تو آپ ﷺ حضرت مصعب کو اسی وقت جوہر کا عزم فرمادیے جبکہ آپ ﷺ نے ان کو مدد بھیجا تھا لہذا کہ اس قول کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت مصعب کے مدد جانے کے بعد ان کو جوہر کا عزم فرمایا۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ جب حضرت مصعب کو آپ ﷺ مدد بھیجا ہے تھے اس وقت تک جوہر کی لڑکے حقیقی کوئی عزم نہ تھا بلکہ ان کے مدد چلے جانے کے بعد عزم کیا۔ یا اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ جوہر کا عزم اس وقت نہ ہوا تھا تو بھی آپ ﷺ نے اس کا عزم اس لئے نہیں کیا کہ جوہر کی لڑاکا عزم کرنے کے لئے پہلی شرط لڑائیوں کی تصدیق ہے اور تمام شائق کے نزدیک جوہر کی لڑکے پڑھنے کے لئے چاہئیں تو میوں کی شرط ہے جبکہ حضرت مصعب کو مدد بھیجے جانے کے وقت مدد میں چاہئیں تک مسلمانوں کی تصدیق نہیں پہنچی تھی (اگر یہ دوسرا جواب شائق کے لئے تو ٹھیک ہو سکتا ہے جن کے یہاں جوہر کی لڑاکے لئے چاہئیں تو میوں کی موجودگی ضروری ہے، اسلاف کے لئے نہیں۔ پہلا جواب ہی اسلاف کے لئے صحیح ہے۔)

چنانچہ اس کے بعد جیسے ہی آنحضرت ﷺ کو اس بات کا علم ہوا کہ مسلمانوں کی یہ مذکورہ تصدیق پوری ہو گئی ہے، آپ ﷺ نے فوراً ہی حضرت مصعب کو جوہر کی لڑاکا عزم کرنے کے لئے عزم نامہ ارسال فرمایا، جس میں آپ ﷺ نے وہی الفاظ استعمال فرمائے کہ اس دن کا خیال کرو، وغیرہ۔

دوسرے بات بھی واضح رہتی چاہئے کہ غلام سب روایوں کی تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن میں مسلمانوں کو جس بات کی طرف ہدایت فرمائی تھی وہ ہدایت کہ جوہر جوہر کی لڑاکا کرنا تھا، اس دن کا نام جوہر کہنا نہیں تھا بلکہ یہ ہدایت وہ حضراتی لڑاکا کرنے کے حقیقی تھی منہج اللہ یہ ہدایت مروی نہیں کہ اس دن کا نام جوہر رکھا جائے (یہاں کہ اس بارے میں علامہ سبکی کا قول گزرا ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کے اس دن کا نام جوہر رکھنے کا تعلق ہے اس کے حقیقی میں کسی روایت سے واقف نہیں ہوں مگر علامہ سبکی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت مصعب کو جوہر کی لڑاکا عزم کرنے کے لئے عزم نامہ ارسال فرمایا تھا تو اس میں آپ ﷺ نے اس دن کا نام جوہر رکھا تھا جیسا کہ اسراء کے واقعہ میں بھی اس بارے میں ذکر گزرا ہے۔

جوہر کا نام کا سبب جوہر اس کی جانچ..... یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کعب ابن لؤئی وہ پہلا شخص ہے جس نے یوم عروہ کا نام یوم جوہر رکھا۔ کثرت روایت میں اور اس میں بھر بھی کوئی اختلاف نہیں پیدا ہوا کیونکہ ممکن ہے کعب ابن لؤئی نے اس کا نام جوہر رکھا ہو مگر عروہ کے افسدہ و مہاجر مسلمانوں تک یہ بات نہ پہنچی ہو چنانچہ انہوں نے بھی اس دن کا نام جوہر رکھا ہو ممکن ایک حسن اتفاق ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ اس دن کا نام جوہر رکھنے کا سبب کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا،

”اس لئے کہ اس دن اللہ سے باپ کو مہر علیہ السلام کی طینت یعنی مسحت خاک کو جمع کیا گیا تھا۔“

یہ بات ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس بارے میں یہاں اور اسراء کے ہاتھ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے اللہ اعلم۔

حدیث میں اسلام کی اشاعت..... حضرت مصعب ابن عمیر کے ہند میں تبلیغ کرنے کے نتیجہ میں حضرت سعد ابن معاذ اور ان کے چچا زوہبائی حضرت اسید ابن خنیس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے حضرت اسید حضرت سہ سے ایک دن پہلے مسلمان ہوئے تھے چنانچہ ان اسلامی سے روایت ہے کہ حضرت سعد ابن زورہ ایک دن حضرت مصعب کے ساتھ بنی نضر کے باغوں میں سے ایک باغ میں گئے اور وہاں چلے گئے ان کے پاس وہاں لوگ بھی آکر جمع ہو گئے جو اس وقت تک مسلمان ہو چکے تھے اس وقت سعد ابن معاذ اور اسید ابن خنیس اپنی قوم یعنی بنی عبد شمس کے سردار تھے اور دونوں مشرک یعنی اپنی قوم کے دین پر تھے سعد ابن معاذ نے اسید ابن خنیس سے کہا:

اسید زورہ سعد کا اسلام..... کیا خیال ہے کہ تم اور ہم ان دونوں آدمیوں یعنی حضرت سعد ابن زورہ اور حضرت مصعب ابن عمیر کے پاس چلے دو ہمارے علاقہ اور ہمارے قبیلے میں کزورہ لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے آئے ہوئے ہیں ہم ان دونوں کے پاس جا کر انہیں لائیں اور اس حرکت سے منع کریں۔

ایک روایت میں یہ قلم ہے:

”تم سعد ابن زورہ کے پاس جاؤ اور اس کو ہماری طرف سے حیرہ کرو کہ وہ اپنی حرکتیں بند کر دے جو ہم پسند نہیں کرتے مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اس اجنبی آدمی کے ساتھ ہمارے کم حمل اور کزورہ لوگوں کو بے وقوف بناتا پھرتا ہے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اگر سعد ابن زورہ سے میرا رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا تو میں قتل دے جانے خود ہی اس سے نہایت گمراہ میرا تھا زوہبائی ہے اور میرا اس سے الجھا مناسب نہیں ہے۔“

یہ سن کر اسید ابن خنیس نے اپنے اجداد اٹھائے اور ان دونوں کی طرف روانہ ہوئے حضرت سعد ابن زورہ نے جب اسید کو روکے آئے ہوئے دیکھا تو انہوں نے حضرت مصعب سے کہا:

”یہ آنے والا شخص اپنی قوم کا سردار ہے اور آپ کے پاس آ رہا ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات ثابت بھی کر دی جو انہوں نے حضرت اسید کی سرداری کے حلقہ کی تھی۔ پھر حضرت مصعب نے ان کو بٹھانے کے لئے کہا:

(قال اسید اگر ان دونوں کے پاس کزورے ہو گئے۔ اس وقت ان کا چہرہ غضب ناک ہو رہا تھا انہوں نے ان دونوں سے کہا:

”تم دونوں کس لئے ہمارے یہاں آئے ہو۔ کیا ہمارے کزورہ لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے یا تمہاری کوئی ضرورت ہم سے حلقہ ہے۔“

ایک روایت میں یہ قلم ہے حضرت سعد ابن زورہ سے کہا:

”اے سعد اہل اہل اہل مجزا تھا جو تم اس اجنبی کو ساتھ لے کر ہمارے پاس آئے ہو اور ہمارے کزورہ لوگ کم حمل لوگوں کو بے وقوف بناتے پھرتے ہو اگر اپنی چال بدلی ہے تو فوراً لہجہ سے چلے جاؤ۔“

ایک روایت میں یہ ہے کہ ”تم آخر کس مقصد سے ہمارے علاقے میں اس تن خواہ پید و دھگر اجنبی کو لے کر آئے ہو جو ایک بے سرو پا بات کے لئے لوگوں کو بے وقوف بناتا ہے اور اس کی طرف لوگوں کو

دعوت دینا بھرتا ہے۔“

اسید پر کلام حق کا اثر۔۔۔ اس پر حضرت مصعبؓ نے اسید سے کہا:

”کیا آپ تھوڑی دیر بیٹھ کر میری وہ بات نہیں سنیں گے۔ اگر حبیبی وہ بات پہنچے کہ اس کو مان لینا اور اگر نہ پہنچے ہو تو چھوڑ دینا یعنی نہ پہنچے ہو تو ہمیں اس کے جانے سے روک دینا۔“

اسید نے یہ سن کر کہا کہ تم نے انصاف کی بات کہی ہے اس کے بعد انہوں نے اپنا جمعیہ یعنی تیز ہڈی میں لگا ڈھون کے پاس بیٹھ گئے۔ اب حضرت مصعبؓ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور قرآن پاک کی حلاوت کی اسے کام سن کر اسید نے عقیدہ کیا اٹھے،

”کتنا چھوڑا تو بصورت کلام ہے یہ، جو شخص اس دین میں داخل ہونا چاہے اسے کیا کرنا پڑتا ہے۔“

ان دونوں نے کہا:

”صرف یہ کہ تم غسل کر کے اپنے آپ کو پاک کر لو، اپنے کپڑے پاک کر لو، پھر اس پہاڑی کی کوئی دودھ اور نماز پڑھ لو۔“

یہ سنتے ہی اسید اٹھے انہوں نے غسل کیا، اپنے کپڑے پاک کئے، پھر انہوں نے حق کی شہادت دی اور اس کے بعد انہوں نے دودھ کھت نماز پڑھی جو نماز توبہ تھی۔

چنانچہ اصحاب سُنن نے روایت بیان کی ہے جس کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”جو بندہ بھی کوئی گناہ کرتا ہے اور اس کے بعد وہ اچھی طرح پاک صاف ہو کر دودھ کھت نماز توبہ پڑھ لے اور پھر اٹھ کر نماز میں اپنے گناہ کی معافی مانگے تو حق تعالیٰ اس کا گناہ صاف فرما دیتا ہے۔“

غرض مسلمان ہو جانے کے بعد حضرت اسید نے ان دونوں سے کہا:

”میں اپنے پیچھے ایک ایسے شخص کو چھوڑ کر آیا ہوں کہ اگر اس نے تہجد کی پوری عقیدہ کرنی تو اس کی قوم کا ہر شخص تہجد کی پوری عقیدہ کر لے گا۔ میں اس شخص کو ابھی تہجد سے پاس بھیجتا ہوں۔ وہ شخص سدا حق سدا ہے۔“

اس کے بعد حضرت اسید نے اپنا نیزہ اٹھایا اور وہاں سے سدا ابن سدا اور ان کی قوم کے پاس گئے۔ اس وقت یہ سب لوگ اپنی ایک محفل میں بیٹھے ہوئے تھے جیسے ہی سدا ابن سدا نے اسید کو آتے دیکھا تو ان کی صورت دیکھتے ہی بولے۔

”میں خدا کی قسم کہا کر کہتا ہوں کہ اسید ابن خبیر تہجد سے پاس وہ چرواہے کر نہیں کر رہا ہے جو وہ تہجد سے پاس سے لے کر گیا تھا۔“

سدا بن اسلام کے سامنے..... پھر جیسے ہی حضرت اسید محفل کے پاس آکر ٹھہرے سدا نے ان سے پوچھا کہ تم کیا کر کے آئے ہو۔ اسید نے کہا:

”میں نے ان دونوں آدمیوں سے گفتگو کی ہے مگر خدا کی قسم مجھے ان میں کوئی خرابی نظر نہیں آئی۔ میں نے ان دونوں کو ان کے کام سے روکا تو انہوں نے کہا ہم وہی کریں گے جو تم چاہتے ہو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ بنی سدا کے لوگ سدا ابن ذرہ کو قتل کرنے کے لئے نکل نکڑے ہوئے ہیں اور اسید اس

نے کر رہے ہیں کہ میں کو معلوم ہے کہ اسعد قہار انکار زور بھائی ہے لہذا وہ تمہیں دوسرا اور ذلیل کرنے کے لئے ایسا کرنا چاہتے ہیں۔“

یہ سنتے ہی اسعد ابن سعد ایک دم غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور اسعد کے ہاتھ سے لہڑے کر رہے کہتے ہوئے ہاتھ سے چلے۔

”خدا کی قسم میرے خیال میں میرے انصیار نے کبھی دغا نہیں دی“

اس کے بعد اسعد اور مصعب کی طرف دوڑے ہوئے جیسے ہی اسعد نے ان کو آتے ہوئے دیکھا انہوں نے حضرت مصعب سے کہا،

”خدا کی قسم تمہارے پاس اسید کے بعد اب ان کی قوم کا سردار کون ہے اگر یہ تمہارے ہی رہیں گے تو ان کی قوم میں سے وہ آدمی بھی تمہارے خلاف نہیں رہیں گے۔ مگر اسعد ابن سعد نے جب دور سے ان دونوں کو مطمئن دیکھا تو وہ کچھ گئے کہ اسید کا مقصد صرف یہ تھا کہ میں ان سے مل کر ان کی بات سن لوں۔ چنانچہ وہ ان دونوں کے پاس پہنچے اور مجھے کے ساتھ اسعد ابن سعد کو لے کر لے۔

”اے ابو لہر! خدا کی قسم اگر تمہارے اور میرے درمیان ہشتے دہری کا قطعی نہ ہو تا تو تم ہر گز یہ حرکتیں نہیں کر سکتے تھے۔ کیا تمہارے ہی گمراہوں میں اگر تم سے وہ باتیں کرتے ہو جو ہم پہنچ نہیں کر سکتے؟“

اس پر حضرت مصعب نے اسعد سے کہا،

”آپ ذرا بریفہ کر اہل بیات میں لیتے، پھر اگر وہ بات آپ کو بجلی معلوم ہو تو اس کو میں نہیں اور اگر ناپسند ہو تو ہمیں اس کے کہنے سے روک دیتے۔“

اسعد کے اسلام کا یہ دست اڑا..... اسعد نے کہا کہ قوم نے انصاف کی بات کہہ دی ہے پھر انہوں نے زمین پر اپنا نیزہ گاڑا اور اس کے پاس بیٹھ گئے اب حضرت مصعب نے ان کے سامنے اسلام اور قرآن پیش کیا (اس کلام پاک کو سنا کر اسعد پر اثر ہوا اور انہوں نے فوراً کہا کہ جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں اور اس دین میں داخل ہوتے ہیں ان کو کیا کرنا پڑتا ہے۔ حضرت مصعب نے کہا کہ قتل کر کے پاک صاف ہو جائیے، اپنے کپڑے پاک کر لیتے اور پھر حق کی شہادت دے کر وہ کثرت نماز پڑھ لیتے۔ یہ سنتے ہی حضرت اسعد اٹھے، نماز پڑھ کر پاک کپڑے پہن کر انہوں نے کثرت شہادت پڑھا اور پھر وہ کثرت نماز پڑھی۔ اس کے بعد انہوں نے اپنا نیزہ اٹھایا اور داییں بائیں مجلس کی طرف دوڑے ہوئے اس مجلس میں حضرت اسید بھی موجود تھے جیسے ہی ان لوگوں نے حضرت اسعد کو آتے دیکھا تو یہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم جو چرواہے کو اسعد قہارے پاس سے گئے تھے وہ چرواہے کو یہ داییں نہیں آتے ہیں۔ فرض حضرت اسعد یہاں پہنچے اور گھٹا کے سامنے کھڑے ہو کر بولے۔

”اے نبی عبداللہ! تمہارے نزدیک میری کیا حیثیت ہے؟“

لوگوں نے فوراً کہا،

”آپ ہمارے سردار اور ہم میں سب سے افضل ہیں آپ کی رائے ہم میں سب سے اعلیٰ ہے اور آپ ہم میں سب سے زیادہ سمجھدار اور نیک نفس انسان ہیں۔“

یہ سن کر حضرت اسعد نے ان لوگوں سے کہا،

”میں تو تم لوگوں اور تمہاری عورتوں سے کلام کرنا چاہتا ہوں اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ تم اپنے اور

اس کے رسول پر ایمان نہیں لے گئے۔

قبیلہ بنی اشہل آغوشِ اسلام میں..... دہلوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد خدا کی قسم تمام تک قبیلہ بنی اشہل میں کوئی مرد اور کوئی عورت ایسی باقی نہیں تھی جو مسلمان نہ ہو چکی ہو۔ وہ سارے کے سارے ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے۔ یہ واقعہ عقبہ ثانیہ سے پہلے کا ہے (عقبہ ثانیہ وہاں سے مروی حدیث کے لوگوں کی مکہ میں آنحضرت ﷺ سے وہ خفیہ ملاقاتیں ہیں جن میں یہ لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کی مدد اور حفاظت کا وعدہ کیا تھا)۔

بنی اشہل کے سب ہی لوگ مسلمان ہو گئے صرف میرم یعنی مرد ابن ثابت باقی رہ گئے۔ یہ غزوہ احد تک مسلمان نہیں ہوئے۔ آخر احد کے موقع پر انہوں نے اسلام قبول کیا اور شہید ہو گئے مگر مسلمان ہونے کے بعد ان کو ایک بار بھی اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کرنے اور نماز پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق خبر دی ہے کہ یہ جنتی ہیں۔

حذیفہ کے گھروں میں اسلام۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ انصاریوں میں سب سے پہلا قبیلہ جو مسلمان ہوا وہ بنی عبد الاشہل کا قبیلہ ہے۔ فرض اس کے بعد حضرت صاحب ابن عمیر، حضرت امیر ابن زید اور کے مکان ہی میں آکر رہنے لگے اور ہمیں سب لوگوں کو اسلام کی تبلیغ کرتے رہے یہاں تک کہ انصاریوں کے مکانوں میں سے ایک بھی مکان ایسا نہیں رہا جس میں کوئی نہ کوئی مسلمان مرد یا عورت موجود نہ ہو حالت مدینہ کے قریب جو لوگ میں جو دیہات تھے ان کے جو لوگ شہر میں آکر تھے وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے یعنی وہ دیہات جو نجد کی جانب میں آکر تھے۔

ابو قیس کا اسلام۔ (کمال) ایک قول یہ ہے کہ صرف اس ابن حارث کے لوگوں کی ایک جماعت الیہ راہ گئی تھی جن میں ابھی تک اسلام نہیں پہنچا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں میں ابو قیس نامی ایک شخص تھا اس کا اصل نام صلیب ابن اسلم تھا یہ اپنی قوم کا شاعر تھا لوگ اس کا کام سن کر تھے کہ اس کی بات مانتے تھے کیونکہ یہ اکثر بچے اور حق بات کہتا تھا جاہلیت کے زمانے میں اس نے راہبانہ زندگی اختیار کر لی تھی اس نے سونے بھونے پڑے پٹے شروع کر دیے تھے اور لپاکی کے بعد فصل کرنا شروع کر دیا تھا پھر یہ ایک مکان میں رہنے لگا اور اس کو ہی اس نے اپنی عبادت گاہ بنالیا۔ پھر اس نے سلطان کیا کہ

”میں ابراہیم علیہ السلام کے مہبود کی عبادت کرتا ہوں اور اس مسجد میں کوئی میضہ الی عورت یا لپاکی کی حالت والا مرد داخل نہ ہو۔“

فرض یہ شخص مہادی قوم کے اسلام سے ملے وہ ابھی تک کہ آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے اس کے بعد غزوہ بدر اور غزوہ احد اور غزوہ خندق بھی گزر گیا اس کے بعد یہ ابو قیس بھی مسلمان ہو گئے اس وقت یہ بہت بوڑھے تھے۔

ان کے دیر سے اسلام قبول کرنے کا سبب بعض علماء نے بیان کیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو ابو قیس نے بھی مسلمان ہونے کا ارادہ کیا اور اس مقصد سے یہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے چلے تو راستے میں ان کو لپاکی ایسی سلول مل اور اس نے ان سے ایسی باتیں کہیں جن کو سنا کر ابو قیس اسلام سے بیزار ہو گئے اور سخت غصے میں وہاں سے ہی واپس

ہو گئے۔ انہوں نے کہا:

”چاہے قوم کا آخری آدمی بھی مسلمان کیوں نہ ہو جائے میں اس شخص یعنی آنحضرت ﷺ کی پیروی نہیں کروں گا۔“

اس کے بعد جب ان کی موت کا وقت آیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کے پاس کھانا رکھ کر چاہا کہ وہ اس میں قیامت میں شہادت کر سکیں چنانچہ انہوں نے کھانا کھا لیا اور اسلام میں داخل ہو گئے۔

جالیث کے زمانے میں عربوں کا دستور تھا کہ باپ کے مرنے کے بعد چنانچہ باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا کرتا تھا چنانچہ انہیں کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے نے بھی باپ کی بیوی سے نکاح کرنا چاہا۔ یہ رواج خاص خود سے مدینہ منورہ میں بہت زیادہ قائم رہا تک کہ اسلام آنے کے بعد شروع کے دنوں میں بھی یہی دستور جاری رہا کہ باپ کے مرنے کے بعد سب سے بڑا چنانچہ باپ کی بیوی سے نکاح کر لیتا تھا آخر اس کے حرام ہونے کا حکم نازل ہوا اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِمَّنْ بَيْنَ يَدَيْكُمْ ذَلِيلٌ مُّذْ بَرَأْتُمْ مِنْهَا ابْنِ ۱۴ ص ۱۴۲

ترجمہ: اور تم ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو۔

مگر اس آیت کے نازل ہونے کے سبب کے متعلق تفصیلی کلام گزر چکا ہے۔

مصعبؓ کی مکہ کو واپسی..... غرض اس کے بعد حضرت مصعبؓ عیز مدینہ سے واپس مکہ گئے یہ جگہ کا موسم تھا حضرت مصعبؓ کے ساتھ بہت سے انصاری مسلمان بھی اپنی قوم کے دوسرے مشرک لوگوں کے ساتھ حج کے لئے مکہ گئے یہاں پہنچ کر جب آنحضرت ﷺ کو مدینہ میں اسلام کی کامیابی اور لوگوں کے مسلمان ہونے کا حال معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے مدسور ہوئے۔

ابن مسعودؓ کی نقل تو حکم تبدیل قبلے..... کعب ابن مالک سے روایت ہے کہ ہم اپنی قوم کے مشرک حاجیوں کے ساتھ موسم حج میں مکہ کے لئے روانہ ہوئے۔ ہمارے ساتھ ہمارے بزرگ اور سردار براہو ان مسافر بھی تھے۔ عربی زبان میں براہ کے معنی مینے کی آخری رات کے ہیں ان کا نام براہ اسی لئے رکھا گیا تھا کہ یہ مینے کی آخری رات میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی طرح مسور کے معنی سرور و مقصود کے ہیں۔

غرض کعب ابن مالک کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ سے روانہ ہوئے تو براہ نے ہم سے کہا:

”میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے نہ جانے آپ لوگ اس سے اتفاق کریں گے یا نہیں؟“

ہم نے کلمہ کیا بات ہے تو براہ نے کہا:

”میں چاہتا ہوں کہ نماز میں کعبے کی طرف چلنے والوں بلکہ کعبے کی طرف نہ کر کے نماز پڑھوں۔“

حاجم مسلمانوں کا انکار..... کعب کہتے ہیں ہم نے یہ سن کر کہا:

”خدا کی قسم ہم تک ایسی کوئی خبر نہیں پہنچی کہ نبی کریم ﷺ نے تمام یعنی بیت المقدس کے صغیر کے سوا کسی اور طرف رخ کر کے نماز پڑھی ہو۔ ہم ہر گز اپنے نبی کی خلاف ورزی نہ کریں گے۔“

براہ نے کہا کہ میں تمہارے کی طرف نہ کر کے ہی نماز پڑھوں گا۔

کعب کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ ہم تمہارا نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس کے بعد جب بھی نماز کا وقت آیا

قوم تو تمام یعنی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے جس کے نتیجہ میں کعبے کی طرف ہادی چلے ہو جاتی

تھی اور براہ کعبہ کی طرف نہ کر کے غدار بن جتے جس سے شام کی طرف ان کی پہنچ ہو جاتی تھی۔ آخر ہم لوگ کو قتل کئے ہم اس دوران میں اس حرکت پر براہ کعبہ تک گئے اور ان کو نصیحت کرتے رہے مگر براہ نے ہمدی کسی بات کی پرواہ نہیں کی بلکہ اپنی مرضی کے مطابق کعبہ کی طرف نہ کر کے غدار بن جتے رہے۔ جب ہم کہہ پہنچے تو براہ نے ہلکے سے کہا۔

”بھائی آؤ اور ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس چلیں تاکہ اس سفر میں میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے متعلق آپ ﷺ سے دریافت کریں۔ خدا کی قسم جو کچھ تم سب لوگوں نے اس کی مخالفت کی تھی اس لئے میرے دل میں ایک ٹھٹک سی پیدا ہو گئی ہے۔“

آنحضرت ﷺ سے تحقیق حال..... کعب کہتے ہیں کہ ہم لوگ اس بارے میں تحقیق کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ سے ملنے کے واسطے روانہ ہوئے مگر ہم لوگ آنحضرت ﷺ کو پہچانتے نہیں تھے کیونکہ ہم نے کبھی آپ ﷺ کو دیکھا نہیں تھا۔ راستے میں ہمیں کہ کایک شخص ملا، ہم نے اس سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا کیا تم ان کو پہچانتے نہیں۔ ہم نے کہا نہیں تو اس نے کہا،

”کیا تم ان کے چچا ہاں ابن عبد مطلب کو پہچانتے ہو؟“

ہم نے کہا ہاں، ہم لوگ ہاں کو اس لئے پہچانتے تھے کہ وہ اکثر و بیشتر جدات کی غرض سے ہمارے یہاں آتے رہتے تھے پھر اس شخص نے کہا،

”بس تو جب تم مسجد حرام میں داخل ہو تو جو شخص ہاں کے پاس بیٹھا ہو اسے وہ رسول اللہ ہوں گے۔“ چنانچہ جب ہم مسجد حرام میں داخل ہوئے تو ہم نے حضرت ہاں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو پہنچے ہوئے دیکھ کر پہچان لیا، ہم نے آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر کعب ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت ہاں سے فرمایا،

”اے ابوالفضل! کیا تم دونوں کو یہاں کو پہچانتے ہو؟“

حضرت ہاں نے کہا،

”ہاں! یہ براہ ابن عمرو ہیں جو اپنی قوم کے سردار ہیں اور یہ کعب ابن مالک ہیں۔“

حضرت کعب کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں رسول اللہ ﷺ کا یہ قول نہیں بھول سکتا جو آپ ﷺ نے میرے بارے میں جو چھا تھا کہ کیسا ہی کعب جو شاعر ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اب حضرت براہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

”یہ رسول اللہ! میں اپنے اس سفر پر روانہ ہو اچھے اللہ تعالیٰ اسلام کی ہدایت دے چکا تھا اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ میں اس کعبہ کو غدار کے دوران اپنی پشت پر نہ کر دوں چنانچہ میں نے کعبہ کی طرف نہ کر کے غدار بن چاہیں مگر میرے ساتھیوں نے اس بارے میں مجھ سے انکشاف کیا اس وجہ سے اس معاملے میں میرے دل میں ٹھٹک پیدا ہو گئی ہے لہذا یہ رسول اللہ! آپ اس بارے میں فیصلہ فرمائیں۔“

آپ ﷺ کا جواب..... آنحضرت ﷺ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا،

”تمہارے پاس ایک قبلہ (یعنی بیت المقدس) موجود تھا تمہاراں پر میرے کرتے تو ہر قبلہ۔“

چنانچہ اس کے بعد حضرت براہ نے آنحضرت ﷺ کا قبلہ یعنی بیت المقدس ہی اختیار کر لیا۔ مگر اس

موجودہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابراہیم کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اپنی قوم کو بتائیں کہ انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھی ہیں حالانکہ حضرت ابراہیم نے ان کو بتایا کہ انہوں نے منہ کی طرف منہ میں ہی پڑھی تھیں لہذا آپ ﷺ نے ان کے سامنے یہ بیان فرمایا کہ ان پر بیت المقدس کی طرف ہی منہ کر کے نماز پڑھنا واجب تھا کیونکہ انہوں نے اس کی خلاف ورزی اپنی مرضی سے کی تھی۔ یہ بات قاضی خود ہے۔ اور اس روایت میں یہ تصریح موجود ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں رہتے ہوئے خود اس کے بعد بھی قبلہ بدلے جانے کا حکم آنے تک آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ اس بارے میں اگرچہ ایک مقام پر کہا گیا تھا کہ آگے اس بات کی وضاحت آئے گی اور وضاحت یہی ہے۔

انصار سے خفیہ ملاقات کا وعدہ..... فرض حضرت کعب کہتے ہیں کہ پھر ہم حج کے لوگان پورے کرنے کے لئے مکہ سے روانہ ہوئے اور سولہ گنہ ﷺ نے ہم سے عقد کی گمانی میں ملاقات کا وعدہ فرمایا یعنی جب مدینہ کے یہ انصاری مسلمان عقد کی ترائی میں جہاں لب مسجد بیٹھے جیسا کہ گزشتہ باب ہے۔ مٹی سے ہمیں تودائیں گمانی میں تھیں۔ ملاقات کا وقت نہایت کا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ساتھ ہی ان کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ محلے کے لئے مقررہ جگہ پر جاتے ہوئے سونے والوں کو بچانے اور غیر حاضر لوگوں کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ملاقات پہلے کوچ کے دن کی رات میں ہوئی تھی۔

حضرت کعب کہتے ہیں کہ آخر ہم حج سے واپس آئے اور دولت آگئی جس میں آنحضرت ﷺ سے ملاقات کا وعدہ تھا۔ ہمارے ساتھ ہمدانی قوم کے مشرک لوگ بھی موجود تھے ہم ان سے اپنے معاملے کو سمجھاتے تھے ان مشرکوں میں ابو جابر عبداللہ ابن عمرو ابن حزام بھی تھا جو ہمارے سرداروں میں سے تھا۔ ہم نے ان سے بات کی اور کہہ

”اے ابو جابر! آپ ہمارے سرداروں اور معزز لوگوں میں سے ایک ہیں۔ اس لئے ہم آپ کو اس گھر اسی میں رکھنا نہیں چاہتے جس کے خیمہ میں کل آپ کو جہنم کا ایسا عذاب پہنچا ہے گا۔“

اس کے بعد ہم نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ جس کو انہوں نے قبول کیا اور مسلمان ہو گئے۔ اب ہم نے ان کو اپنی طے شدہ ملاقات کے بارے میں حکایا تو وہ بھی ہمارے ساتھ عقد کے مقام پر گئے۔

اسلام کے لئے قربانی تھیں..... اس رات ہم اپنے چاروں بیٹوں میں ہی رہے اور جب ایک ثانی رات گزر گئی تو ہم آنحضرت ﷺ سے ملاقات کے لئے مقررہ جگہ پہنچے کے لئے اپنے چاروں بیٹوں، ہم لوگ ایک ایک دور کر کے چپکے چپکے چاروں سے ملنے جاتے تھے۔ آخر ہم عقد کے قریب گمانی میں سب کے سب جمع ہو گئے۔ ہم کل ملا کر مقررہ روزہ روز تہی تھیں اور ان میں ایک قریشی تھیں ان کا لقب اسم قتادہ تھا جو یہ نبی نہار میں سے تھیں۔ یہ قریشی بعد میں جنگوں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک و باکرتی تھیں اور اپنے شوہر اور دو بیٹوں حبیب اور عبداللہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوتی تھیں۔ ان کے بیٹے حبیب کو آپ ﷺ کی وفات کے بعد جھوٹے نبی مسیل نے پکڑ لیا تھا وہ ان کو زبردست عذاب دیتا تھا۔

”کیا اب بھی تو یہی شہادت دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟“

حضرت حبیب کہتے ہیں۔ پھر مسیلہ کہتا،

مگر یہ شہادت بھی جتنا ہے کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں۔"

حضرت حبیب کہنے نہیں اس پر وہ بد بختوں کے جسم کا کوئی ایک عضو کاٹ ڈالو، عالم ہی طرح حضرت حبیب کے جسم کے حصے کا تار پائیدار تک کہ اس نے سب اعضاء کاٹ ڈالے اور حضرت حبیب جاں بحق ہو گئے۔ حضرت حبیب کی والدہ ماتم قندہ کے ساتھ سیلر کی جنگ میں جو واقعات پیش آئے ان کی تفصیل آگے بیان ہو گی۔ ماتم قندہ کے علاوہ اس گھمب میں دوسری عورتیں ماتم منع تھیں۔

انصار کی تعداد..... پچھلی جس روایت میں فقہ کے مقام پر انصار یوں کی تعداد مختصر بتلائی گئی ہے اس سے حاکم کی اس روایت کی مخالفت نہیں ہوتی جس میں ان مسلمانوں کی تعداد چھتر بتلائی گئی ہے کیونکہ مردوں اور عورتوں کی تعداد طاکر اس روایت میں بھی کل تعداد چھتر ہی ہوتی ہے۔ البتہ ان مسعودی کی اس روایت سے اس کی مخالفت ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ان مسلمانوں کی کل تعداد ستر یا ایک دو کوئی زیادہ بھی تعداد مرد تین تیس (کیونکہ اس طرح کل تعداد چھتر ہوتی ہے)۔

اس مجلس میں میرا دعویٰ قیلاً و سراً کے ہے۔ فرضِ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ ہم یہاں آنحضرت ﷺ کا انتظار کرنے لگے آخر آنحضرت ﷺ تشریف لے آئے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان لوگوں سے پہلے یہاں پہنچ کر ان کا انتظار فرماتے تھے۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: ہاں! ہاں! ہاں! سے کوئی فرق پیدا نہیں ہو گا کیونکہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ ان لوگوں سے پہلے وہاں پہنچے ہوں اور آپ ﷺ نے یہ کہہ دیا کہ ہاں! ہاں! ہاں! کیا ہو مگر جب انکو آنے میں دیر لگی ہو تو آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے ہوں اور اس کے بعد اس وقت دوبارہ تشریف لائے ہوں جب کہ یہ لوگ وہاں آچکے تھے۔ خداوند اعلم۔

حضرت عباسؓ کے ساتھ تشریف آوری..... اس وقت آپؓ کے ساتھ آپؓ کے چچ حضرت عباسؓ ابن عبدالمطلب بھی تھے۔ ان کے علاوہ آپؓ کے ساتھ ہر کوئی نہیں تھا کہ اس وقت تک حضرت عباسؓ مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ اپنی قوم کے دین پر ہی تھے۔ ان کا یہ جذبہ تھا کہ اپنے بھتیجے کے ساتھ اس موقع پر وہ موجود ہوں اور اس معاملہ کو خود دیکھیں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں ہاں روایت نور اس روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے جس میں ہے کہ اس سوجھ بھابھ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے جو کہ حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ کو مگرانی کے لئے اس گمانی کے دہانے پر کھڑا کر دیا تھا اسی طرح گمانی کے دوسرے دہانے پر انصوں نے حضرت ابو بکرؓ کو متعین کیا تھا۔ گمانی کے اندر مسلمانوں کے پاس آنحضرت ﷺ پہنچے تو آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عباسؓ کے علاوہ کوئی اور شخص نہیں تھا۔ واللہ اعلم

مہاش کی تقریر۔۔۔ غرض اب سب لوگ بیٹھ گئے تو سب سے پہلے حضرت عباسؓ نے اس طرح گفتگو شروع کی۔

”اے مگر وہ خورج اتنا انہوں نے کس د خورج کے بھانے صرف خورج جس لئے کیا کہ عیوں کے عمارے میں خورج پول کر کس اور خورج وہ نول قبیلوں کے آدمی مر لئے جاتے تھے۔ وہیے بھی خورج کے ہوگ کس کے متعلق میں زیادہ تھے اسی لئے وہ نول کو خورجی کہا جاتا تھا۔ فرض حضرت عباس نے کیا۔

”جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے محمد ﷺ ہمارے میں سے ہیں اور ہم نے اپنی قوم کے مختلف لوگوں سے ان کی حیثیت و حفاظت کی ہے لہذا اس وقت بھی یہ اپنی قوم میں محفوظ اور اپنے شہر میں مسزور ہیں۔ تمہارے سوا یہ کبھی کسی کی طرف اسے متوجہ اور بائیں نہیں ہوئے صرف تمہارے ہی ساتھ ہی کر رہے ہیں و خاتمہ ہوئے ہیں۔ لہذا اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم نے ان سے جو عہد بیان کیا ہے اس کو تم پورا کر سکو کہ ان کے حالات سے ان کی حفاظت کر سکو کہ تم نیک ہے لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم ان کی حفاظت نہیں کر سکو کہ ان کے تمہارے درمیان کتنی جانے کے بعد تم اپنی تمہاری قوم کے لوگوں کو دشمن کے ہاتھوں میں چڑ جائیں گے تو ابھی سے ذرا داری نہ لو کیونکہ اس وقت بھی یہ اپنی قوم اور اپنے وطن میں محفوظ اور مسزور ہیں۔“

اقرار غلو میں..... اس پر حضرت براہ راست سرور نے کہا،

”خدا کی قسم جہاں تک ہمارا تعلق ہے اگر ہم اس سے زیادہ کوئی عہد بیان کرنے کی طاقت رکھتے تو ضرور کر لیتے۔ حقیقت میں ہم لوگ پوری سچائی اور خلوص کے ساتھ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں کر رہے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی ہر طرح حفاظت اور حمایت کریں گے۔“

(ابھی حضرت براہ راست سرور پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے ایک صحابی مال کا وعدہ کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے ان سے یہی کہا،

”محمد ﷺ نے تمہارے سوا تمام لوگوں کی حفاظت و حمایت کی واپس کو ٹھکرا دیا ہے اس لئے اگر تمہارے منہ پر قوی، جنگ، بدل کے باہر ہو اور عربوں کی دشمنی سمجھنے کے سلسلے میں مستحق مزاح لوگ ہو تو تمہارا اپنے درمیان اتحاد اور اتفاق باقی رکھنے کا وعدہ کر کے اٹھو کیونکہ یہی بات ہی سب سے بہتر ہوتی ہے۔“

اقول۔ منافی کہتے ہیں: حضرت عباس کا یہ کہنا کہ محمد ﷺ نے تمہارے سوا تمام لوگوں کی واپس کو ٹھکرا دیا ہے۔ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس سے پہلے تمہاری مسلمانوں کے سوا کچھ دوسرے لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ کی حفاظت و حمایت کی واپس کو ٹھکرا دیا ہے اس کی واپس کو ٹھکرا دیا ہے اس کے بدلے میں خدا کا وعدہ ہے جس کے معنی ہیں کہ محمد ﷺ نے تمہارے سوا تمام لوگوں کی واپس کو ٹھکرا دیا ہے۔ اب اگر اس پہلے میں ٹھکرا دیا گیا ہو تو یہاں۔۔۔ لوگوں سے مراد قبیلہ شیبان ابن ثعلبہ ہو سکتا تھا کیونکہ جیسا کہ پہلے گزرا ہے اس قبیلے نے آپ کو حفاظت کی خوش کنی کی تھی اور کیا تھا کہ عرب علاقوں میں عربوں کی طرف سے آپ ﷺ کو جو بھی خطرہ پیش آئے گا ان کے مقابلہ میں ہم آپ ﷺ کی مدد کریں گے اور کبھی ہمارے کے علاقوں میں جو آپ ﷺ کے دشمن ہوں گے ان کے مقابلہ میں ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔ اس واپس کو ٹھکرا دیا ہے۔

اسی طرح اس پہلے میں۔۔۔ لوگوں۔۔۔ کے دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ لوگ جن کی واپس کو ٹھکرا دیا ہے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان دور گمراہوں نے ٹھکرا دیا تھا یعنی کچھ واپس کو ٹھکرا دیا ہے آپ کے گمراہوں تک پہنچیں ہوں اور انہوں نے خود ہی ان کو روک دیا ہو کہ انہیں اطمینان۔

عقبہ کی دوسری بیعت..... فرض جب حضرت عباس نے مدینہ والوں سے یہ بات کہی تو انہوں نے جواب دیا ہم نے آپ کی بات سن لی ہے۔ اب یہ رسول اللہ! آپ ﷺ اپنے لئے اور اپنے رب کے لئے جو بھی

شرطیں ہم سے لینا چاہیں ہم اس کے لئے تیار ہیں۔“

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ آپ ﷺ اپنے لئے جو دو مناسب سمجھیں وہ اختیار کریں اور اپنے آپ کے لئے جو شرط چاہیں پیش فرمائیے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

”اپنے آپ کے لئے میں یہ شرط پیش کرتا ہوں کہ تم اس معبود عزوجل کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور اپنی ذات کے لئے میں یہ شرط پیش کرتا ہوں کہ تم اسی طرح میری خلافت و حمایت کرنا جس طرح اپنی جانوں کی اپنی اولادوں کی اور اپنی عورتوں کی حفاظت کرتے ہو (یعنی ہر سوختہ پر اور ہر معاملے میں دل سے میری حمایت حفاظت کرنا)۔“

یہ سن کر انہی دو لوگوں نے ایک شخص نے کہا،

”لیکن اگر ہم اسی طرح آپ کی حفاظت و حمایت کریں تو اس کے بدلے میں ہمیں کیا ملے گا؟“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

”میں کے صلے میں تمہیں جنت کی نعمت ملے گی۔“

اس پر سب لوگوں نے کہا،

”یہ قطعاً کساوا ہے جسے ہم خود نعم کریں گے اور نہ تم کرنے والے گے۔“

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عباس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے گفتگو فرمائی، آپ ﷺ نے قرآن پاک کی کچھ آیتیں تلاوت فرمائیں اور ان لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور اسلام کی ترغیب دلائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت لینا ہوں کہ تم ان تمام چیزوں سے میری خلافت و نصرت کرو گے جن سے اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

”یا رسول اللہ! ہم آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا،

شرط بیعت — ”مجھ سے بیعت کرو کہ بپتی، سُستی، دونوں حالتوں میں تم میری پوری پوری اطاعت اور علم برداری کرو گے، خوش حالی، تنگی، دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دو گے اور لوگوں کو نیک کاموں کا حکم کرے اور برائیوں سے روکنے کے عہد پر بیعت کرو۔ یہ کہ تم حق کے معاملے میں بیٹھو لو گے اور حق بات کے کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرو گے، نیز اس پر بیعت کرو کہ تم بیٹھ میری حمایت و مدد کرو گے اور جب میں تم لوگوں کے درمیان یعنی یہ تھکا جاؤں تو پھر تم ان سب چیزوں سے میری حفاظت کرو گے جن سے تم اپنی جانوں، اپنی بیویوں اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہو اور ان سب کے بدلے میں تمہارا صلہ جنت کی نعمتیں ہیں۔“

یہ سختی حضرت برائے آنحضرت ﷺ کا سبب بنا کہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کہا،

”ہاں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق اور سچائی سے کر بھیا کہ ہم قطعاً مناسب چیزوں سے آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے جن سے ہم اپنی عورتوں اور خود اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہاں روایت میں آنحضرت ﷺ کا یہ ہے جو عرب عہد کے مطابق اپنی جان اور عورتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ہم خدا کی

قسم جنگ جہل کے رہنما اور تنبیہ دہوں کے استعمل کے باوجود، ہم میں پشت در پشت یہ شوق و سادت چلی گئی ہے۔"

حضرت برائہ آنحضرت ﷺ سے یہ بات کر رہے تھے کہ ابوالعظم اہل بیت میں کد،
 "جاہے ہم پہے پیچے کو تھانج ہو جائیں اور جاہے ہمارے تمام بڑے لوگ قتل ہو جائیں ہم ہر قیمت پر
 رسول اللہ ﷺ کو قتل کرتے ہیں۔"
 اسی وقت حضرت عباس نے کہا،

ذرا دیر بھی تو لاؤ میں بات کر دو ہمارے پیچھے جا سوس گئے ہوتے ہیں۔"

اس کے بعد ابوالعظم نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"یا رسول اللہ! ہمارے یور یوروں کے درمیان کچھ معاہدے ہیں جنہیں ہم لب توڑ رہے ہیں، لہذا
 کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ ہم آپ ﷺ کی وجہ سے یوروں کے ساتھ اپنے معاہدے ٹھم کر کے ان سے پکا بیڑا
 کر لیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو یہ حکم مل جائے کہ آپ ﷺ ہمیں چھوڑ کر واپس لے آجائیں۔
 وعدہ انجوری..... یہ سکر آنحضرت ﷺ سکرانے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا،

"نہیں بلکہ میرا خون اور تمہارا خون ایک ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ میرا حرم اور تمہارا حرم
 ایک ہے۔"

عرب دب کسی ملک میں تانکہ ظاہر کرتے تھے تو اسی طرح کہتے تھے، فرض آپ ﷺ نے فرمایا،
 "اور تمہارا خون میرا خون ہے، میرا لہر تمہارا لہر ہے، میرا کونج تمہارا کونج ہے، میں تم
 میں سے ہوں اور تم مجھ میں سے ہو، جس سے تم جنگ کر گئے اس سے میں جنگ کر دوں گا اور جس کو تم ہلاک کر گئے
 اس کو میری طرف سے جی ہلاک ہو گی۔"

اسی وقت حضرت عباس نے وعید دہانی سے کہا،

"تم نے جو کچھ کہ اس کی پابندی تم پر لازم ہو گئی، تمہارے دامن کے ساتھ اللہ کا دم ہے اور تمہارے
 وعدہ کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے، جو اس محترم سینے اور اس محترم شہر میں کیا گیا ہے، اللہ کا ہاتھ تمہارے ہاتھوں کے
 اوپر ہے، تم ان کی حمایت میں ثابت قدم رہنا اور ان کی ہر طرح کا حالت میں سر بکھڑا رہنا۔"

سب نے کہا بے شک اس کے بعد حضرت عباس نے کہا،

مے اللہ! تو سب کچھ میں دہاؤ رکھ رہا ہے میرے بچھنے نے ان کی دہاؤ دہی میں جانا قبول کر لیا ہے اور
 اپنے آپ کو ان کی حفاظت میں دیدیا منظور کر لیا ہے اے اللہ! تو میرے بچھنے کی طرف سے ان لوگوں پر گواہ
 رہنا۔"

بیعت کے بارہ نقیب یا ضامن..... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان افسدوں سے فرمایا تم اپنے میں
 سے ہر ایک سے خاص کر سردار سردار سے لئے ٹیچہ کر دو جو اپنی قوم میں اثر دالے ہوں۔"

چنانچہ ان لوگوں نے اپنے میں سے نو کوئی خورج کے اور تین نو کوئی لوس کے ٹیچہ کر دیے۔ ایک
 روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے یہ فرمایا تھا،

"سوئی علیہ السلام نے نبی اکمل میں سے بارہ ضامن اور سردار منتخب کئے تھے، اللہ ان کو فیض اپنے

جہاد کی اجازت نہیں دی تھی۔ یہ اجازت آپ ﷺ نے مدینہ کو ہجرت کر جانے کے بعد دی ہے جیسا کہ آگے اس کا بیان آئے گا اس سے پہلے آپ ﷺ کو حق تعالیٰ کی طرف سے صرف یہ حکم تھا کہ مشرکوں کی طرف سے ایذا رساندوں کے جواب میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور صبر کریں اور جاہلوں کی بے ہودگیوں پر جہنم پھٹتی کریں۔

جزاکا وعدہ۔۔۔ غرض آگے میں اس وعدہ نے بھی وہی باتیں کہیں جو اسد ابن زرارہ کی طرف سے بیان ہوئیں۔ (یہی اس کے بعد سب لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

”یارسول اللہ! اگر ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا تو ہمیں اس کا کیا صلہ ملے گا“

آپ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور خالص جنت“

اس پر انہوں نے کہا:

”ہم اس صلہ پر راضی ہیں۔ بیعت لینے کے لئے اپنا تمہارا ہے۔“

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اپنا ہاتھ پھیلایا اور سب لوگوں نے آپ ﷺ سے بیعت کی (یہی بیان میں سب سے پہلے جس شخص نے بیعت کی وہ حضرت براء ابن مسعود تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسد ابن زرارہ تھے اور ایک قول کے مطابق سب سے پہلے بیعت کرنے والے حضرت ابوالفتح ابن ابیہان تھے ان کے بعد ہانی ستر کو میوں نے بیعت کی (یہی بیان تک کہ دو مورخوں کا نقل ہے جو اس مجمع میں تھیں انہوں نے بغیر آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے بیعت کی کیونکہ آنحضرت ﷺ مورخوں سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے بلکہ صرف وعدے لینے تھے اور بعد وہ بیعت کے اتفاق کر دیتے تھے آپ ﷺ فرمادے کہ جہاد میں نے تم سے بیعت لے لی ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں تفصیل آگے آئے گی۔

بیعت کرنے والے پہلے تین آدمی۔۔۔ غرض یہ بیعت و معاہدہ سرخوشیہ جنگوں یعنی عرب اور عجم کے مقابلے میں تقدار میں یہ تین آدمی جن کے نام کجیل، حارث بن ابی ریحانہ اور اسد بن زرارہ تھے ان سے پہلے کسی نے بیعت نہیں لی۔ اسی لئے اس بیعت کے سلسلے میں ان کی لوایت فضیلت بھی ہے اور اضافی بھی ہے (فضیلت اس لحاظ سے کہ سب سے پہلے بیعت لینے والے کی تھیں تھے اور اضافی لوایت ان میں انہیں کی نسبت سے ہے کہ دوسرے گھر پر جس نے بیعت لی وہ اپنے سے پہلے کے مقابلے میں تو بعد کا ہے مگر باقی سب کے لحاظ سے پہلا ہے)

کہا جاتا ہے کہ ابوالفتح نے بیعت کے وقت یہ کہا تھا:

”یارسول اللہ! میں آپ ﷺ سے ان ہی سب باتوں پر بیعت کرتا ہوں جن پر بدہ امر اور نیکی ختمی دلوں نے موئی لیکن محمد بن علیہ السلام سے بیعت کی تھی۔“

اسی طرح حضرت عبداللہ ابن زرارہ نے ان گفتگوں میں بیعت کی:

”یارسول اللہ! میں آپ سے ان تمام باتوں پر بیعت کرتا ہوں، جن پر بدہ امور اور نیکوں نے بیعت کی ہیں مگر محمد بن علیہ السلام سے بیعت کی تھی۔“

اسی طرح اسد ابن زرارہ نے یہ الفاظ کہے:

جوان کی سواری کے پاؤں پر بیٹھا ہوا تھا، حضرت امینؑ نے اس سے پوچھا کہ تو کیا چاہے؟ اس نے کہا میں تو بے ہوش ہوں۔ لیکن ذیہؑ نے کہا تو بے کیا ہو گا ہے؟ اس نے کہا جانتا ہوں کہ ایک شخص ہولناک یہ سن کر حضرت امینؑ نے اپنے گوزے کا تھرا اس کے کندھے پر لٹکایا۔

اس آواز پر مسلمانوں کی گھبراہٹ..... فرض اسی وقت آنحضرت ﷺ نے سنا لوگوں سے فرمایا کہ اپنے اپنے پناؤں میں چلے جاؤ۔

اقول۔ سوال کئے ہیں۔ یہ روایت میں اس طرح ہے کہ جب انصاری مسلمانوں نے عقیدے کے مقام پر آنحضرت ﷺ سے بیعت کی تو پہلی پر پڑی پر شیطان نے پکار کر قریش کے لوگوں کو اس طرف متوجہ کیا اور کہا،

”اے گروہ قریش! یہ اس دور خروج کے لوگ تمہارے ساتھ جنگ کا معاہدہ کر رہے ہیں۔“

یہ تو انصاری مسلمان ایک دم گھبرا گئے آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا،

”اس آواز سے کوئی نہ گھبراے یہ خدا کے دشمن انہیں کی آواز ہے جن لوگوں سے تم مار رہے ہو ان میں سے کسی نے یہ آواز نہیں سنی۔“

جہاں تک اس پکار کو عقیدے کے شیطان یا انہیں کی پکار کہنے کا حلق ہے تو اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہو تا کیونکہ انہیں جنت کا باپ ہے (لہذا عقیدے کے شیطان کہنے سے اگر جن مر رہے تو انہیں کہنے سے جنت کا باپ مر رہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ سری روایت میں خدا کا دشمن انہیں کہنے سے عقیدے کا شیطان ہی مر رہے کہ نہ وہ بھی انہوں میں سے ایک ہے بلکہ دونوں لشکروں سے ہی مر رہے۔

جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہوا ہے اس بیعت عقبہ کے وقت حضرت جرہم بن عبدالمطلب بھی یہاں موجود تھے، چنانچہ حضرت عمارؓ ابن العوامؓ سے روایت ہے کہ جب ہم لوگ بیعت سے فارغ ہو گئے تو میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

اے اللہ کے نبی! میں نے یہاں ایک شخص کو دیکھا جو سفید کپڑوں میں تھا اور اس کا آپ ﷺ کی رائیں جانب کھڑا ہوا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس کو دیکھا تھا میں نے عرض کیا ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جرہم بن عبدالمطلب۔

افشائے راز..... فرض اس کے بعد یہ معاملہ پیچھے کاھور قریشی مشرکوں نے بھی اس کے حلقہ خطہ (بی) کتاب اثر بیعت میں ہے کہ جب شیطان نے نہ تو راز لگائی جس کا ذکر ہو تو اس کی آواز بالکل حد امین جہاں کی تھی تھی۔ اس آواز کو سکر مراد امین جہاں اور ابو جہل کو نہتے قبیل میں ہوئی، مراد امین جہاں کہتے ہیں کہ میں اور ابو جہل یہ تو سکر جہاں امین روایت کے پاس گئے اور ان کو اس آواز کے حلقہ خطہ کا اس خبر سے ان پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ انہوں نے ہم سے کہا،

”کیا تمہارے پاس حد نے خود انہیں کے حلقہ خطہ تھا۔“

ہم نے کہا نہیں۔ تو حد نے کہا،

”مثلاً یہ انہیں کتاب کی آواز تھی۔“

یہ حدیث بہت لمبی ہے اور اس میں بہت عجیب و غریب چیزیں بھی ہیں۔ بچے آنحضرت ﷺ کا یہ لڑکا گزرا ہے کہ تم جن لوگوں سے زور ہے وہ ان میں سے کیا ہے یہ آواز نہیں سنی ہے جبکہ یہاں عمرو ابن عاص اور ابو جہل کا ساتھ کاہت ہو رہا ہے مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہوا چاہئے کہ کون ان دونوں کے سن لئے سے انصاریوں کو کوئی طرفہ بہشت نہیں پیدا ہوئی تھی۔

قریش کی تشویش..... جب یہ خوب پھیل گئی تو مشرکین قریش کے بڑے بڑے سردار اور معزز لوگ شعب انصاری میں آئے اور ان سے کہنے لگے،

”اے گروہ لوہیہ و خزرج! ایک روایت میں صرف خزرج کا ذکر کیا گیا ہے جس سے دونوں مراد ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگ ہمارے اس ساتھی یعنی رسول اللہ ﷺ کی پاس ان کو مار دے اور یہاں میں سے نکال لے جانے کے لئے آئے ہیں اور اس بارے میں تم نے ان سے لی کر ہمارے مقابلے میں جنگ کرنے کا معاہدہ کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر تمہارے کسی شخص کی وجہ سے ہمارے اور تم کے درمیان جنگ پھڑتی ہے تو ہمارے خلاف اس شخص سے زیادہ اور قاتل غارت کوئی نہیں ہے۔“

مشرکین لوہیہ و خزرج کے حلف..... یہ مگر لوہیہ اور خزرج کے مشرکین قریش کے سامنے نہیں اور حلف کرنے لگے کہ ایسی کوئی بات ہرگز نہیں ہوئی ہے (کیونکہ ان مشرکوں کو حقیقت میں اس پوری کارروائی کا کوئی پتہ نہیں تھا) یہاں تک کہ اہل ایمان رسول (جو منافقوں کا سردار کہلاتا) بھی بڑے یقین سے کہنے لگے،

”یہ بالکل غلط اور جھوٹا الزام ہے ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ میں حزب میں اپنی قوم کا سردار ہوں اور لوگ مجھے دھوکے میں رکھ کر ایسی کوئی حرکت نہیں کر سکتے اور تم سے ملنے اور میرے مشورہ کے بغیر اتنی بڑی بات نہیں کر سکتے۔“

قریش کی طرف سے انصاریوں کا تعاقب..... مدینہ کے یہ مشرک اس معاملہ میں جھگی بول رہے تھے کہ کون جیسے کہ یہاں جو ان لوگوں کو اس بارے میں معاملے کی کن کن بھی نہیں تھی۔ اس کے بعد لوگ منی سے واپس اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو گئے۔ مگر قریش مدینہ والوں کی اس گفتگو سے مطمئن نہیں ہوئے تھے اس لئے وہ اس کی تحقیق کرتے رہے آخر ان کو پتہ چلا کہ یہ بات سچ ہے اور مدینہ والوں نے واقعی قریش کے مقابلے میں آنحضرت ﷺ سے معاہدہ کیا ہے۔ یہ تصدیق ہوتے ہی قریش مدینہ والوں کے تعاقب اور تلاش میں دوڑے مگر کچھ دور نکل چکا تھا اسلئے صرف وہ آدمی ان کے ہاتھ لگے ایک سعد بن عبادہ اور دوسرے منذر ابن عمرو ان میں سے حضرت سعد تو بڑے گئے اور انہوں نے خدا کے ہم پر بڑی بڑی قسمیں اور عذاب برداشت کئے لیکن منذر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے مگر جبکہ عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے سعد ابن عبادہ کو بھی مشرکوں کے چلنے سے لکھ دیا۔

دو انصاریوں کی گرفتاری..... (قال) حضرت سعد کہتے ہیں کہ جب مشرکوں نے مجھے پکڑا تو انہوں نے میرے دونوں ہاتھ میری گردن میں باندھ دیے اور میرے سر پر تھنبلہ لاد میرے بال بکڑ کر کھینچنے لگے۔ حضرت سعد کے بال بہت زیادہ تھے۔ غرض وہ کہتے ہیں کہ مشرکین اس طرح کھینچتے ہوئے مجھے کہ لے گئے وہاں ایک شخص نے میری طرف اشارہ کیا یہ ابو العتقری ابن وہبام تھا جو کفر کی حالت میں ہی مرا ہے۔ اس نے کہا؟

”میرا اس ہو۔ کیا تم سے اور قریش کے کسی کوئی کے درمیان کوئی پہلوئے سداوری کا معاہدہ نہیں ہے؟“ میں نے کہا،

”ہاں ہے۔ جب حیرانِ عظیم اپنی جدت کے سلسلے میں مدینہ آیا کرتا تھا تو میں اس کو اپنے وطن میں لایا لوگوں سے پتہ نہ لایا تھا جو اس کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح حوث ابنِ عرب ابنِ اُمیہ کو بھی پتا نہ تھا۔“

سعد ابنِ عبادہ کی رہائی..... میں میں نیز ابنِ عظیم معاہدہ مدینہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے اور دوسرے شخص حوث ابنِ عرب کے اسلام کے بارے میں کوئی پتہ نہیں چلا۔ یہ ابو سفیان کا بھائی تھا۔ غرض یہ میں کہ ابو البختری نے مجھ سے کہا،

”تیرا بارہ۔ حق وہ دونوں تو میں کام لے کر انہیں مدینہ کے لئے کیوں نہیں پکارا؟“

چنانچہ میں نے ان دونوں کام لے کر پکارا تو وہی شخص یعنی ابو البختری ان دونوں کو بلانے گیا۔ اس وقت یہ دونوں حرم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے ان دونوں سے کہا،

”حقیر غرض کے ایک شخص کو بلانے میں لوگ مدینہ میں اور وہ قوموں کو مدینہ کے لئے پکار رہا ہے۔“ انہوں نے پوچھا کہ کون ہے۔ ابو البختری نے کہا کہ وہ اپنے آپ کو سعد ابنِ عبادہ کہتا ہے چنانچہ یہ دونوں فوراً وہاں آئے اور انہوں نے مجھے پہنچا دیا۔

حضرت سعدؓ نے علیؓ ایک اور روایت ہے کہ جس وقت کہ میں قریشیوں کے ہاتھوں میں گرفتار تھا وہ ہاتھ ایک گراہتا تھا۔ لمبے قد کا بت طور صورت۔ شخص میرے سامنے آیا۔ میں نے اسے دیکھ کر دل میں کہا کہ اگر میں لوگوں میں سے کسی کے دل میں بھلائی ہو سکتی ہے تو اسی میں ہوگی۔ وہ صبر میرے قریب آیا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور بڑے زور سے میرے سر پر ٹھانپ مارا۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ خدا کی قسم جب اس شخص میں بھی خیر کا جذبہ نہیں ہے تو میں میں سے کسی میں بھی نہیں ہو سکتا۔ آئے والے شخص سہل ابنِ عمرو تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔

غرض امر جب انصاری مسلمان ہوئیں مدینہ پہنچے تو انہوں نے مکہ کے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور علیؓ اعلانِ اسلام کے ارکان چاروں کے لئے گئے کہ تم ایسے قومیدہ والوں میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہو یہ تو پہلے ہی افشاء ہو چکا تھا جبکہ وہ اس بیت علیہ کے لئے مکہ گئے بھی نہیں تھے۔

عمرو ابنِ جموح اور ابن کے بت کا واقعہ..... مدینہ میں ایک شخص عمرو ابنِ جموح تھے یہ بنی سہل کے سرداروں اور معزز لوگوں میں سے تھے۔ یہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے اگرچہ ان کے بیٹے معاویہؓ ابنِ عمرو مسلمان ہو چکے تھے۔ عمرو ابنِ جموح نے اپنے مکان میں ایک بیت دیکھا جو انھوں نے گزلی کا تھا اور اس کا نام مہتاب تھا۔ کیونکہ مہتاب کی طرح اس کے سامنے برکت کے لئے قریشیوں کی چلا کرتی تھیں عمرو اس بیت کا مستاحرام کرتے تھے ان کی قوم کے جو بزرگ مسلمان ہو چکے تھے جیسے معاویہؓ ابنِ سہل ان کے بیٹے عمرو ابنِ معاویہؓ معاویہؓ ابنِ عمرو وغیرہ اس کے وقت پہنچے۔ اس بیت کے پاس آئے اور اس کو گھر میں سے اٹھا کر باہر کسی ایسے گڑھے میں لٹا دیا۔ جس میں شرکی کندگی ڈالی جاتی تھی، عمرو اس کو اٹھ کر بت کو بتاتے ہوئے آئے،

”تمہاراں ہو یہ کون ہے جس نے ہمارے معبود کی توحید کی؟“

بیت کی بے نیکی کا مشاہدہ..... اس کے بعد وہ اسے محفوظ بنانے نکلے اور حاشی کے گرد حرم کر رہیں اس کی جگہ رکھ دیتے۔ رات ہوئی تو یہ نوجوان بکروہی حرکت کرتے یہاں تک کہ آخر ایک دن عمرو نے بت کو خوب

اچھی طرح فصل دے کر اس کے خوشبو نہیں لگانیں بلکہ پھر اس کی گردن میں ایک تھوڑا سا کر اس سے کہہ
 "میں نہیں جانتا کہ تیرے ساتھ یہ سلوی کون کا ہے؟" اب اگر خود تجھ میں کوئی خیر اور طاقت ہے
 تو خود ہی لوگوں کو روک دینا۔ میں اس مقصد سے تیرے پاس یہ تھوڑا سا بھولے جا رہا ہوں۔^{۱۱}

دلت ہوئی تو وہ جو ان پھر وہاں پہنچے انہوں نے وہ نکور خواص کے نکلے میں سے نکال دیا اور ایک مرا ہو آئی کھینچ کر لائے اس کو ایک دھاتی سے اس بات کے ساتھ ہاتھ دھار پھر وہ لوگوں کو کھینچ کر پی سطر کے ایک ایسے کڑے میں پھینک آئے جس میں گندہ کی بھری ہوئی تھی۔

توفیق اسلام..... صبح کو مردانہ کر سیدھے بت کے پاس پہنچے اور اس کو گھر گھر میں موجھوٹ پا کر اس کی حالت میں نکلے یہاں تک کہ انہوں نے اس کو اس گڑھے میں ڈھونڈ نکالا۔ اب جو انہوں نے بت کو اس حالت میں دیکھا کہ ایک مردہ اور گدا گناہ اس کے ساتھ بٹھا ہوا ہے تو ان کو عقل آئی۔ وہ یہاں سے سیدھے بعض مسلمانوں کے پاس پہنچے اور ان سے اسلام کے عقلی بات کی۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے اور سب اچھے مسلمان بنے انہوں نے اس موقع پر کچھ شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے۔

ترجمہ: خدا کی قسم اگر تو مسیوہ (ع) کو قتل کر دے گا تو میں تجھ کو جہنم میں ڈال دے گا۔
 مکہ میں مسلمانوں کو ہجرت کا حکم..... سو مہ آخضرت ﷺ نے ان تمام مسلمانوں کو جو آپ ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھے مدینہ ہجرت کرنے کا حکم فرمایا کہ جب قریش کو یہ بات معلوم ہوئی کہ آخضرت ﷺ نے ایک جنگجو قوم کے ساتھ نامہ جوڑ لیا ہے اور ان کے یہاں لوگوں کو چلایا ہے تو انہوں نے صحابہ کاکہ میں جیٹا دو بھر کر دیا اور گالیوں اور ایڑوں سے مار مار کر ایسا طعن و طعنا کر کہ اب تک ایسا نہیں کیا تھا۔ وہاں پر مسلمانوں کو سختیں پڑنے لگیں، کچھ صحابہ کو دین سے پھیرنے کی کوشش میں طعن و طعنا کے طریقے ادا کرتے جاتے، کچھ کو طعن و طعنا کے خلاف بے جا تہمیدیں لگائی جاتی تھیں۔
 آخر صحابہ نے آخضرت ﷺ سے اپنی مصیبتوں کی فریاد کی اور کہہ کر ہجرت کر جانے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ چند دن تک خاموش رہے آخر ایک دن آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

”مجھے قسطنطنیہ کی خبر مل گئی تھی کہ وہاں ایک دروغ فریبان دکھلا رہا ہے۔ اگر سراسر یعنی عرب کا سب سے اونچا پادشاہ خیز خور فلکستان اور جانشین کتا کی قسطنطنیہ کی خبر مل گئی ہے۔“ اس کے بعد آنحضرت ﷺ بہت خوش خوش تشریف لائے اور آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

”مخے تھری جہت گا کی خبری کی گی ہے، دھڑپ ہے؟“

اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کو ہجرت کی اہمیت دی اور فرمایا،

”تم میں سے جو اہل حق ہو، ان کے لئے جہنم جہنم ہے۔“

مسلمانوں کی خاموشی روا رکھی۔ چنانچہ اس اجازت کے بعد صحابہ ایک کے بعد ایک ہجرت کر کے چھپ چھپ کر خاموشی سے جانے لگے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا تھا،

”مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے کہ میں کے سے ہجرت کر کے ایک ٹھکانے کی سرزمین میں گیا ہوں جہاں گھوڑوں کے باغات ہیں۔ اس پر اہتمام میں یہ کہا کہ وہ جگہ یہاں ہے جہاں مجھے ہجرت کرنی ہے یا پھر ہجر کا مقام ہے مگر پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ شہر حدیث ہے۔“

ترغی میں حضرت جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،
”اللہ تعالیٰ نے مجھ کو وحی کے ذریعہ ان تینوں جگہوں کی خبر دی کہ تم اپنی ہجرت گاہ چاہے مدینہ کو یا
چاہے اتریں کو اور چاہے قسریں کو پسند کر لو۔“

مگر امام ترغی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔ حاکم نے اس حدیث کے بعد یہ بھی اضافہ نقل کیا
ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان تینوں مقامات میں سے مدینہ کو پسند فرمایا۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے ہجرت کی
جو اجازت مانگی تھی وہ خاص طور سے مدینہ جانے کے لئے نہ مانگی تھی بلکہ صرف مکہ سے نکل کر کہیں چلے جانے
کی اجازت مانگی تھی۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ہجرت کی اجازت نہ دینا اس لئے تھا کہ اس وقت تک آنحضرت
ﷺ کے سامنے بھی یہ حتمی نہیں تھا کہ ہجرت گاہ کون سا شہر ہے۔

مگر اس تفصیل کی روشنی میں وہ روایت قابل اشکال ہو جاتی ہے جو صحابہ کے بیان میں گزری ہے کہ
اسراء کے دوران ہر نیک علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے ایک جگہ نماز چھوٹی اور بھر کر کہ آپ ﷺ نے
طیبہ میں نماز چھوٹی ہے اور یہی آپ ﷺ کی ہجرت گاہ ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے اس موقع پر آنحضرت ﷺ ہر نیک علیہ السلام کو یہ قول
بول گئے ہوں اور پھر آپ ﷺ کو بعد میں یہ بات یاد آئی ہو جبکہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت گاہ کی
خبر دی گئی ہے۔

مگر پھر بھی یہ اشکال باقی رہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کوس اور خوزج سے اس بات پر معاہدہ کیا تھا
کہ وہ آپ ﷺ کے دشمنوں سے آپ ﷺ کی حفاظت کریں جبکہ آنحضرت ﷺ یہ بھی جانتے تھے کہ کوس و
خوزج کا امن مدینہ سے بلند ہو کسے ممکن ہے کہ آپ ﷺ کی ہجرت گاہ کو کوئی اور ہوئی۔ کوس اور خوزج کے لوگ
اس طرح کہ تم معاہدہ کر سکتے تھے کہ آنحضرت ﷺ، عربین یا قسریں میں رہیں گے اور یہ لوگ آپ ﷺ کی
حفاظت کریں گے۔ آگے خوزج اور کے بیان میں یہ ذکر بھی تو رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو یہ خیال تھا کہ کوس اور
خوزج کے لوگ آپ کے صرف مدینہ میں رہنے کی صورت میں ہی آپ ﷺ کی حفاظت وعدہ کا ذریعہ ہیں
گے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم اس بات پر بیعت کرو کہ جب
میں یثرب آؤں تو تم میری مدد اور حمایت کرو گے۔ اللہ اعلم۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے معاہدوں میں اخوت کا قیام..... ہجرت سے پہلے آنحضرت ﷺ
نے مسلمانوں کے درمیان برادرانہ رشتے قائم فرمائے یعنی صابر مسلمانوں کے درمیان حق اور سچائی کی بنیاد پر
بھائی بھائی اور بیٹا بیٹا آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے درمیان برادرانہ رشتے قائم فرمایا اسی طرح
حضرت حمزہ کو حضرت زید ابن حارثہ کا بھائی بنایا، حضرت عثمان کو حضرت عبداللہ بن ابی سہل کا بھائی بنایا، حضرت
ذیر اور حضرت ابن مسعود کے درمیان بھائی بھائی پیدا ہوا، ابن ابی مرجمہ کے درمیان، مصعب ابن
عمیر اور سعد بن ابی وقاص کے درمیان، ابو عبیدہ ابن جراح اور ابو حذیفہ کے تمام سالم کے درمیان، سعید ابن
ذیر اور طلحہ ابن عبید اللہ کے درمیان اور حضرت علی اور خود اپنے درمیان بھائی بھائی کا رشتہ قائم فرمایا، حضرت علی
کو اپنا بھائی بناتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا،

”کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔“

حضرت علیؑ نے کہا کہ بے شک یہ رسول اللہ! میں اس پر راضی ہوں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا:

”میں تو تمہارا اور آخرت میں میرے بھائی ہوں۔“

(قال) عباس! میں تمہیں مساجدوں کے درمیان میں بھائی چارے کی روشنی دینی کو پسند نہیں کرتے خاص

طور پر آنحضرت ﷺ کے حضرت علیؑ کو خود اپنا بھائی بنانے کو پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی پسند یہ کی کی وہ بیان کرتے ہوئے کہے،

بھائی چارے کی یہ روشنی مساجدوں اور انصاری مسلمانوں کے درمیان تو اس لئے ٹھیک ہے کہ ان (انجینی لوگوں) کے درمیان ایک دوسرے کے لئے دوستی اور دل جوئی کا ذریعہ بنے لیکن مساجدوں کی مساجدوں کے ساتھ بھائی بھائی کے کوئی معنی نہیں ہیں۔“

اس کے جواب میں حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ بات اپنے قیاس کے مقابلے میں نفس اور مرتع حدیث کا انکار کرنے کے برابر ہے کیونکہ مساجد مسلمانوں میں بھی بعض حضرت دوسرے کے مقابلے میں دولت اور خاندان کے لحاظ سے بہت اونچے تھے آنحضرت ﷺ نے کز اور قوی دو مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ برادرانہ رشتے میں جوڑ دیا تاکہ دولت کے لحاظ سے پچا کوئی اونچے کا دوسرے بن جائے اور لو پچا کوئی نیچے کوئی سے مدد حاصل کرے۔ اسی سے آنحضرت ﷺ کے حضرت علیؑ سے بھائی چارے کا رشتہ قائم فرمانے کی حکمت بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ ظہور سے پہلے آنحضرت ﷺ ہی حضرت علیؑ کی کمالات فرماتے تھے۔

ہدیت کو پہلے مساجد۔۔۔ صحیح بخاری میں عمر فاروقؓ کے باب میں ہے کہ زید ابن حارثہ نے کہا کہ حضرت حمزہؓ کی بیٹی بھری بھیجی ہے۔ یعنی اس عدا پر کہ حضرت حمزہؓ کو ان کا بھائی بنایا گیا تھا لیکن مسلمانوں میں جو شخص سب سے پہلے ہجرت کے لئے روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے رضائی اور بیوی زاد بھائی حضرت ابو سلمہ عبداللہ ابن عبدالاسد مخزومی تھے جنہوں نے سب سے پہلے عہدہ دہانہ پر لے کر لیا اور جیسا کہ پہلے گزرا میں سب سے پہلے آسمان حساب کتاب کے لئے بنائے جائیں گے وہ یہ جوشہ سے واپس کہ آئے تو ان کے گھر والوں نے انہیں سخت فرائض اور تکلیفیں پہنچائیں آخر انہوں نے واپس جوشہ جانے کا ارادہ کر لیا مگر پھر انہیں ات بارہ انصاری مسلمانوں کے حلقہ میں معلوم ہوا جو پہلی عہدہ میں مسلمان ہوئے تھے اس لئے یہ جوشہ کے جانے سے روک دیا کہ وہ نہ گئے یہ سچا سوچے کے وقت مدد پہلے تھے۔

قریش کا بدترین ظلم۔۔۔۔۔ مکہ سے روانگی کے وقت جب لوٹ پر سوار ہوئے تو انہوں نے اپنے ساتھ اپنی بیوی نام سلمہ اور اپنے شیر خوار بچہ سلمہ کو بھی اپنے ساتھ لوٹ پر غلبہ اور دہانہ ہوئے اسی وقت ان کے سرہانہ لوٹوں نے ان کو کچل لیا اور ان کا راستہ رک کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے،

اے ابو سلمہ! تم اپنے بارے میں اپنی مرضی کے خلاف ہو مگر یہ تم سلمہ بخاری بیٹی ہے اس لئے ہم اس کو گولا نہیں کر سکتے کہ تم بخاری لڑکی کو لئے ہوئے دو بارہ بارے بارے بھروسہ یہ کہ انہوں نے تم سلمہ کے لوٹ کی حکام ان کے ہاتھ سے بھیجی لی۔ اس کے بعد اسی وقت خود ابو سلمہ کے خاندان کے لوگ جھنجھکے اور کہنے لگے کہ ابو سلمہ کا چاہنا ہمارے خاندان کا بچہ ہے جب تم نے اپنی بیٹی کو اس کے بچہ سے نکال لیا تو ہم اپنے بچے کو بھی نہیں بھجوزیں گے۔ یہ کہ کہ ان لوگوں نے بچے کو گھٹا کر ان کی گود سے بھیج لیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ اس

طرح ان خالوں نے حضرت ابو سہل کو ان کی بیوی اور بچے سے جدا کر دیا اور خود ہی اور بچے کو بھی ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ آخر ابو سہل تھرا رہا وہاں سے مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

شوہر اور بیٹے کے فراق میں کس پیر سی۔۔۔ اس کے بعد ایک سال تک ہم سطرہ روز صبح کو اٹھ جاتے تھے تاکہ بیٹہ جاتے اور شام تک وہیں بیٹھی لاپتہ شوہر اور بیٹے کے فراق میں رہ سکیں۔ ایک دن یہاں سے آسم سطرہ کا ایک دوست دہلی گزر رہا تھا اس کو جب آسم سطرہ کے دردناک حالات معلوم ہوئے تو اسے اصرار پر ہم کیونکہ اس نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا،

”تمہیں ایسی غریب پر رحم نہیں آتا کہ تم نے اس کو اس کے بچے اور شوہر سے جدا کر دیا۔“
 بے کس خانقاہ کا شخص۔۔۔ آخری لوگوں کے دل پیچے اور انہوں نے اُتم سلمہ کو اجازت دیدی کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے جب یہ خبر ابو سلمہ کے درشتے دلوں کے پاس پہنچی تو انہوں نے بھی ان کا پیچہ ان کو لوٹا دیا۔ اب اُتم سلمہ اپنے کو گود میں لے کر کوٹ پر سوار ہوئیں اور حق تعالیٰ دین کے لئے دولت ہو گئیں۔ اسی طرح اکیلی سفر کرتی ہوئی جب وہ مصمم کے مقام پر پہنچیں تو وہاں انہیں عثمان بن مظعونؓ ملے جو کعبے کے کلید بردار تھے اس وقت تک یہ مشرک تھے بعد میں یہ جدویہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے اور حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن عاصؓ کے ساتھ انہوں نے دین کو اُتھرت کی تھی جیسا کہ آگے تفصیل آنے کی۔ انہوں نے اُتم سلمہ کو اُسر کر لیا تو یہ ان کی مخالفت کے لئے ان کے پیچھے پیچھے دوڑ ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب قہار میں پہنچے تو یہ اُتم سلمہ سے کہہ کر گرو خلافت ہو گئے کہ،

المادة ١٠

یہ اہم مسئلہ مہاجرین میں سے پہلی صورت میں جو ہجرت کر کے واپس پہنچیں۔ مہاجرین میں سے ان کو واپس تک پہنچانے کے ساتھ جو اصلاح کیا تھا اس کی وجہ سے یہ کام کرتی تھیں کہ میں نے مہاجرین میں سے زیادہ تک اور شریف انسان کسی کو نہیں پایا۔

ہرینہ کو چٹلی مہاجر خاتون..... ایک اسحاق نور الدین مسود کہتے ہیں کہ اربع سطر کے بعد جو شخص ہرینہ پھینچے وہ جاسر الدین ہو، یہ ہرین کے ساتھ ان کی بیوی لکھی جنت الی مشرق بھی تھیں لہذا یہ لکھی پہلی ٹوٹ سولہ عورت ہیں جو ہرین پھینچیں۔

اقول: مخالف کہتے ہیں: مطلق یہ ہے کہ اتم سلسلہ، پہلی اونٹ سولہ عورت ہیں جو بلیہ شوہر کے مدینہ میں داخل ہوئیں اور لکڑی وہ پہلی اونٹ سولہ عورت ہیں جو مد شوہر کے مدینہ پہنچیں۔ اسی طرح اٹھ دواؤں باقرا میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔

مگر ان جوڑی نے نکاح کے ہر قول میں سب سے پہلے جس نے مزید کو ہجرت کی دعوت مکتوم بت
حقہ ان الی صلیہ خیر علیہ وسلم

(قول) بلا حضرت ائمہ سلمہ کا ہوا تھا۔ گزرا ہے اس کے بارے میں وہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے کا حال بیان کرتی ہیں کہ جب جھم کے مقام پر انہوں نے مجھے تنہا سفر کرتے دیکھا تو مجھ سے کہنے لگے کہ کیا جا رہی ہو! میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس۔ پھر وہ کہنے لگے کہ کیا تمہارے ساتھ کوئی نہیں ہے؟ میں نے کہا میرے ساتھ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس بچے کے اور کوئی نہیں ہے۔

اس پر وہ لوگ کہ خدا کی قسم میں تمہیں چھوڑ سکنا اس کے بعد انہوں نے لوٹ کی ناکام کڑی اور میرے ساتھ چلے گئے۔ ہم جب کسی حوالہ پر پہنچتے تو وہ میرے لوٹ کو بخلا دیتے اور خود وہاں سے کچھ دور چلے جاتے۔ میں لوٹ سے لڑ جاتی تو اگر لوٹ کو ایک طرف لے جاتے اور اسے کسی دوریت کے ساتھ باندھ دیتے اور خود اس دوریت کے سامنے میں بیٹھ جاتے۔ ہر جب چلے گا تو آقا تو لوٹ کو کھول کر میرے پاس لاتے اور خود وہاں سے دور جا کر کھڑے ہو جاتے اور مجھ سے کہتے کہ سوار ہو جاؤ! میں سوار ہو جاتی تو پھر اگر لوٹ کی ناکام بکارتے اور اس کو آگے لے چلتے۔

(کیا یہ کہ وہ نام یعنی شامی کا قول ہے کہ کسی عورت کا بغیر شوہر کے بغیر کسی عرم کے بغیر کسی دوسری قابل اقتدار عورت کے ہجرت کے سوا کوئی دوسرا سزا کا مصیروں گناہوں میں سے ہے۔ جس تک فرض حج اور عمر کا سوال ہے تو وہی صورت میں جائز ہے کہ دستہ سواروں کو بے خطر ہوں۔

پچھلے ہم نے بیان کیا ہے کہ ابو سلمہ دوسروں کے بغیر یعنی عدا ہجرت کرنے والوں میں پہلے آدمی ہیں۔ اس سے اس بات کی تردید نہیں ہوتی کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سب سے پہلے مدینہ پہنچنے والے حضرت مصعب ابن عمیر تھے کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا وہ عدا مدینہ نہیں گئے بلکہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ گئے تھے جیسا کہ بیان ہوا چاہے وہ باہر ہی کہا جاسکتا ہے کہ ابو سلمہ پہلے ہجرت کرنے والے مسلمان ہیں جو وہ اپنی مرضی سے مدینہ گئے۔ جبکہ حضرت مصعبؓ آنحضرت ﷺ کی طرف سے بھیجے ہوئے تھے تھے۔

سیرت ابن ہشام میں بھی یہی ہے کہ صحابہ میں سے مدینہ کو ہجرت کر کے جانے والے پہلے صحابی بنی مخزوم کے ابو سلمہ ہیں۔ اس پر کوئی اشکال بھی نہیں ہو سکتا ان کے بعد خدا آئے پھر بلال آئے اور پھر سعد آئے۔

مجاہدوں کے ساتھ انصار یوں کا بے مثال سلوک۔۔۔ ایک روایت میں ہے کہ علیؓ کی دوسری بیعت کے بعد صحابہ ایک کے بعد ایک مسلسل مدینہ کو جانا شروع ہو گئے۔ یہ سب انصاری مسلمانوں کے گھروں پر آکر ٹھہرے۔ یہ انصاری مسلمان ان کو بخوشی اپنے پاس ٹھہرائے اور ان کی دلگیری کرتے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ اور عباسؓ ابن ابیہریدہؓ نہیں تو میمونؓ کے ایک قافلے کے ساتھ مدینہ پہنچے۔

حضرت عمرؓ کی علیؓ الامان ہجرت اور قریش کو پہنچنے..... ہشام ابن عاصم نے حضرت عمرؓ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ ہجرت کریں گے انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا،

”میں آپ کو خداں مقام پر ملوں گا اور آپ پہلے پہنچ جائیں تو میرا انتظار کریں۔“

مگر قریش کو ہشام کی ہجرت کے ارادے کی بھلک پڑ گئی اور انہوں نے ان کو جانے سے روک دیا۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ سارے مسلمانوں نے بھپ بھپ کر اور حاسو شامی سے ہجرت کی سوائے حضرت عمرؓ کے کہ وہ کھلم کھلا اور علیؓ الامان روانہ ہوئے۔ انہوں نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو ایک پہلو میں تلووار لٹائی اور ایک طرف کان لٹائی دونوں ہاتھوں میں تیر لے کر ایک چھوٹا تیر مانپنے شانے سے لٹکا اور اس حالت میں کہنے کی طرف روانہ ہوئے اس وقت حرم میں قریش کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عمرؓ چٹکے نے سب کے سامنے بیت اللہ کے سات طرف کے اور اس کے بعد مقام ابراہیم کے پاس آکر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد وہ ایک ایک شخص کی طرف رخ کر کے کہنے لگے،

”یہ چہرے سینہ پر جا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دشمنوں کو برباد کرے گا۔ جو شخص اپنی ماں کی کوکھ و برہن کرنا چاہے یا نہ شخص اپنے بچوں کو حتم کرنا چاہے یا اپنی بیوی کو چھو کرنا چاہے وہ مجھے اس دہلی کے باہر ڈاکر جانے سے روکنے کی کوشش کرے۔“

حضرت عیٰیؑ کہتے ہیں کہ مدے قریش کو سناپ سو گھو گیا کسی نے ان کا بیچا نہیں کہا اور حضرت عمرؓ بڑی شان سے روانہ ہو گئے۔

عیاش ابن ربیعہ کے ساتھ ابو جہل کا فریب..... اس کے بعد ابو جہل اور اس کے بھائی حوث ابن ہشام جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، مدینہ گئے۔ اس وقت تک آنحضرت ﷺ نے ہجرت نہیں فرمائی تھی بلکہ آپ مکہ میں ہی تھے۔ ان دونوں نے مدینہ پہنچ کر عیاش ابن ربیعہ سے گفتگو کی، یہ عیاش ان دونوں کے ماں شریک بھائی تھے اور اپنی ماں کے سب سے بھوٹے بیٹے تھے (یعنی ابو جہل اور حوث کے سب سے بھوٹے سو بیٹے بھائی تھے)۔ ان دونوں نے عیاش سے کہا کہ ان کی ماں نے یہ قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ انھیں یعنی عیاش کو نہیں دیکھے گی اس وقت تک نہ تو اپنا سر دھوئے گی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نہ تو اپنے سر میں کھنٹی کرے گی اور نہ دھوپ سے بچ کر سایہ دار جگہ میں بیٹھے گی۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جب تک ان کے بیٹے یعنی عیاش و انھیں مکہ نہ آجائیں نہ تو وہ مکہ کے گھر سے نہ پائے گی اور نہ بھرت کے نیچے جائے گی۔“

پھر ان دونوں نے عیاش سے کہا،

”تم اپنی ماں کے سب سے لڑا لے بنے ہو اور تم ایک ایسے دین پر ہو جس میں ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کی تعلیم دی گئی ہے اس لئے واپس مکہ چلو اور وہاں اسی طریقہ پر اپنی عبادت کرتے رہنا جس طرح تم یہاں مدینہ میں کرتے ہو۔“

یہ سن کر عیاش کا دل ہنسا گیا اور انھوں نے ان دونوں بھائیوں سے یہ وعدہ لیا کہ وہ ان کو کسی مصیبت میں نہیں ڈال دیں گے (جب حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ہوئی کہ ابو جہل اور حوث عیاش کو لینے آئے ہیں اور ماں کے وعدہ کا کرتے ہیں تو انہوں نے عیاش سے کہا،

”دونوں صرف تمہیں تمہارے دین سے بھرنے کے لئے یہ چال چل رہے ہیں اس لئے فریج سے بچا کر رہو یہاں تک تمہاری ماں کی قسم کا سوال ہے تو خدا کی قسم جب اس کو جو میں پریشانی کریں گی تو سر میں کھنٹی کرے گی اور جب مکہ کی جھلک سینہ دکائی کریں گے تو خود ہی سانسے دار جگہ میں بیٹھے گی۔“

اس پر عیاش نے کہا،

”میں اپنی ماں کی دلیری نہ کر رہا ہوں اور وہاں میرا دل غیر ہے میں اس کو بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

حضرت عمرؓ نے پھر ان سے کہا،

”تم میرا کہہ دو ابو جہل کے ساتھ مت جاؤ۔“

مگر حضرت عیاش نہیں مانے تب حضرت عمرؓ نے کہا،

جب تم طے کر چکے ہو تو جہاد مگر میری داغی لپیٹے پاؤں بڑی اسمبل اور سیدھی داغی ہے جس قسم اس کی

کمرے سے مت اترنا اگر وہ دونوں تمہارے ساتھ کوئی فریب کریں تو تمہاری داغی پر دایں مدینہ بھاگ آؤ۔“

مگر عیاش نے حضرت عمرؓ کی یہ پیشکش بھی ٹھکرا دی اور ان دونوں کے ساتھ مکہ واپس جانے کے لئے

مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ مگر جیسے ہی یہ لوگ مدینہ سے باہر نکلے ابو جہل اور حضرت نے عیاش کی مشکلیں باندھ

دیکھیں۔

عیاش خاتم بھائیوں کے چنگل میں سیرت ابن ہشام میں یہ ہے کہ عیاش نے حضرت عمرؓ کی لاشی
نے لائی اور اس پر سوار ہو کر ان دونوں کے ساتھ چلے یہاں تک کہ جب وہ کچھ دور پہنچے تو ایک جگہ ابو جہل نے
وہاں سے کہا،

”بھائی! خدا کی قسم میری یہ لاشی ابو جہل میں یہ ہے کیا تم مجھے اپنی لاشی پر پیچھے نہ نکالے ہو؟“
عیاش نے مناظرہ اور ابو جہل نے کہا کہ میں تو اپنی لاشی کو اٹھواؤ۔ مگر خود اس نے بھی لاشی بھائی
جیسے ہی یہ لوگ لاشیوں سے اترے ایک آدمی ان پر چڑھ دڑے اور ان کے ہاتھ ان کی پشت پر باندھ دیئے پھر اسی
حال میں یہ دونوں عیاش کو لے گئے ہوئے مکہ میں پہنچے۔ یہاں انہوں نے مکہ والوں سے کہا،
”مکہ دلو! اپنے یہ قتلوں کے ساتھ ایسے ہی معاملہ کرو جس طرح ہم نے اپنے بے وقوف کے ساتھ
کیا ہے۔“

(یعنی تم لوگ بھی اپنے اپنے رشتہ داروں کو اسی طرح ضرب کر کے مدینہ سے نکال دو!) اس کے بعد
عیاش کو بھی مکہ میں ہشام ابن عاص کے ساتھ قید کر دیا گیا۔ ہشام کے ہاں سے مکہ پہنچے وہاں ہو چکا ہے کہ ان کو
بھی ہجرت سے روک دیا گیا تھا اور مشرکوں نے اگر لڑکر لیا تھا۔ غرض ان دونوں کو قید میں ڈال دیا گیا۔
ایک دہائیہ میں یہ ہے کہ جب ابو جہل اور حضرت نے مدینہ پہنچی تو عیاش سے ان کی رہائی کی قسم کا ذکر
کیا اور ساتھ ہی عیاش کو یہ یقین بھی دلایا کہ رہائی کو دیکھنے کے بعد وہ ان کا راستہ نہیں دیکھیں گے بلکہ وہ انہیں
آنے کے لئے نہ کہوں گے اور ان کے قتلوں کے ساتھ رواں ہو گئے اور جیسے ہی شہر سے نکلے ان دونوں نے ان کو باندھ کر
ان کے سوا کوڑے لگا دیئے۔ اس بارے میں ابو جہل اور حضرت کی کئی کہانیاں ہیں کہ ایک شخص نے مدد بھی کی تھی۔ جس کا
نام حضرت عائشہؓ کا یہ قربانی تھا۔ علامہ ابن ہشام نے لکھتے ہیں کہ یہی شخص مکہ میں ابو جہل کے ساتھ عیاش کو بدترین
سزا میں بھی دیتا تھا۔ کتب جہاں میں ہے کہ دونوں کو یہاں نے ایک ایک عیاش کو سو سو کوڑے مارے تھے اور
جب ان کو مکہ لے آئے تو انہیں ساتھ جبر باندھ کر وہاں میں ڈال دیا گیا۔ اس وقت ان کی رہائی نہ وہاں ٹکڑے ہو
کر حلق کیا کہ جب تک یہ عیاش اس شہر میں سے نہیں ہٹ جاتے گا اس وقت تک میں یہاں سے نہیں ہٹوں
کی۔ آخر وہ اپنے دین سے ہٹ گئے (مگر اس بارے میں اختلاف ہے کہ عیاش اسلام سے ہٹ گئے تھے۔ اس کی
تحقیق آگے کر دی ہے)

ایک قول ہے کہ یہ واقعہ اس آیت کے بدلے ہونے کا سبب بنا،

وَأَقْبَتِ الْفَتْنَةُ يُوحَنَّا بْنَ أَخِيكَ ابْنَهُ وَكَانَ شَرًّا لِّكُلِّ شَقِيٍّ فَلَمَّا كَانَتْ هَدَتْهُ يَوْمَ تَبَايَعْتُمْ بَيْنَهُمْ فَأَقْبَتَكُمْ بِهَا
كُلُّكُمْ تَعْلُوتُونَ (سورۃ محمد ص ۱۰۰ آیت ۱۰)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو رہائی کے ساتھ ایک سلاخ کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر وہاں تو یہ
اس بات کا ذرا ڈانٹیں کہ تو انہیں چھ کو میرا شریک ٹھہرائے۔ جس کی کوئی دلیل تھی تو میرے پاس نہیں تو ان کا کہنا تھا
تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے سو میں تم کو قصد سے سب کا کام نیک ہوں یا بد ہٹاؤں گا۔
مگر اسی آیت کے بارے میں پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ یہ مسجد بنی اہل و عاقل کے حلقے بدل گئی

تھی۔ اب اس شہ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید یہ آیت ان میں سے ہے جو ایک سے زائد مرتبہ (مختلف اسباب کے تحت) قتل ہوئی ہیں۔ لہذا یہ ان دونوں اسباب کے تحت قتل ہوئی ہے۔

عیاش کا ابن یزید سے انتقام اور اس کی سزا۔ نئی کتب کے جس شخص حوث ابن یزید قریشی کا ذکر ملتا ہے وہ اسے کہ اس نے عیاش کو فریب دینے اور مذہب دینے میں ابو بکر کا ہاتھ دیا تھا اس کے حلق عیاش نے صاف لٹا دیا کہ جب بھی میرا پس چلا میں اس شخص کو قتل کروں گا۔ چنانچہ ایک مرتبہ بعد ازاں کو ایک دن وہ کوئی شخص قتل کیا اس وقت وہ مسلمان ہو چکا تھا مگر عیاش کو اس کے اسلام کا پتہ نہیں تھا لہذا انہوں نے اس کو اپنی قسم پوری کرنے کے لئے قتل کر دیا۔ پھر آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَظْلِمَ مَوْثِقًا لِّمُؤْمِنٍ أَلَمْ يَكُنْ قَتْلَ مَوْثِقًا فَتَقْتُلُوا زَوْجًا مَّا كُنْتُمْ بِأَعْيُنِكُمْ قَاتِلِينَ فَلَوْلَا

تَقْتُلُوا (سورہ نسا، آیت ۵۵) (۱۲ آیت ۶۶)

ترجمہ: اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو اپنے او قتل کرے لیکن غلطی سے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس پر ایک مسلمان حکم یا طوطی کا آزاد کرنا ہے اور خون ہمارا ہے جو اس کے خاندان و انہوں کے حوالے کر دیا جائے مگر یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں۔

آنحضرت ﷺ نے یہ آیت عیاش کو پڑھ کر سنائی اور ان سے فرمایا،

”نصو اور ایک باندی آزاد کر دے“

مظلوم مسلمانوں کیلئے دعا کی نبوی..... عیاش کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سب تک مشرکوں کی قید میں رہے مگر ایک دوسرے قول سے اس بات کی تردید ہوتی ہے کہ جبکہ آنحضرت ﷺ مدینہ تخی پکے تھے اور عیاش مکہ میں قید تھے تو آپ پانچ دن تک حبشہ کی لڑائی میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد عیاش کی رہائی کے لئے وہ قنوت پڑھتے رہے اور آپ قنوت میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! ولید ابن ولید، عیاش بن ابی ریحہ، و شام ابن حاسم اور مکہ کے ان دوسرے کفرہ مسلمانوں کو نہات صاف فرما جو مشرکوں کے ہاتھوں گرفتار بنا دیں اور جو اپنی رہائی کے لئے نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ کوئی راہ نکال سکتے ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ و شام ابن حاسم اور عیاش ابن ابی ریحہ جب مذہب دیئے جانے کے باوجود اسلام سے نہیں بکرتے تھے۔ سیرت ابن و شام کی عہدیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے دونوں کو ہی یمنی ولید ابن ولید اور عیاش ابن ولید سرحدی طور پر دینا سے بکرتے تھے اور دوسرے یمنی و شام ابن حاسم نے صرف خارجی طور پر کفر کے گئے کہ دیئے تھے۔ سیرت ابن و شام میں اگرچہ ان پہلے دونوں کو یمن کے مرتد ہو جانے کی صراحت موجود ہے مگر اس بارے میں گزشتہ روایت کی بنا پر احتمال اور شبہ ہے کہ ان کے اگر وہ دونوں واقعی مرتد ہو گئے تھے تو ان کو قید سے رہائی مل جاتی۔ البتہ اس بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مشرکوں کو اس کا یقین نہیں ہوا تھا کہ یہ دونوں واقعی اسلام سے بکرتے ہیں اس لئے انہوں نے ان کو دبا نہیں کیا۔

مگر آنحضرت ﷺ کی جو دعا ان دونوں کی رہائی کے لئے گزری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف ظاہر میں اور کافروں کو دھمکانے کے لئے اسلام سے بکرتے تھے حقیقت میں مرتد نہیں ہوئے تھے۔

آگے بیان آئے گا کہ عیاش ابن ابی ریحہ اور و شام ابن حاسم کی رہائی کا سبب ولید ابن ولید بنے تھے یہ پہلے دبا ہو گئے تھے اور بعد سے مدینہ منتقل ہو گئے تھے۔ یہ ولید غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئے تھے مگر

ان کے دونوں بھائیوں خالد ابن ولید اور ہشام ابن ولید نے ان کی طرف سے فدایہ دے کر ان کو چتر الیاء اور انیس اپنے ساتھ مکہ لے گئے۔ مگر یہ مسلمان ہو گئے اور انہوں نے اہرت کر کے دینہ جانے کا لہوہ کیا تو ان بھی دونوں بھائیوں نے ان کو قید کر دیا اور ان سے کہا:

”تو اس وقت مسلمان نہ ہو جبکہ ہم نے تیری جان کا فدہ یہ لیا کیا تھا؟“

انہوں نے کہا:

”نہیں۔ میں نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ میرے بارے میں لوگ یہ سمجھیں کہ میں چمکھارہا ہوں
کے لئے مسلمان ہو گیا۔“

اس کے بعد ولید کی گلو خاصہ ہو گئی اور یہ سیدھے دینہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد پھر یہ خاموشی سے مکہ آئے اور میاش اور ہشام کو چمکھار دلا کر اپنے ساتھ دینہ لے گئے آنحضرت ﷺ ان کے اس کارنامے سے بے حد خوش ہوئے اور ان کا لشکر یہ لیا گیا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ میاش کے بارے میں یہ قول کرنا اسے کہہ دینا مکہ مکہ میں قید رہے۔
آنحضرت ﷺ سے پہلے جن دوسرے لوگوں نے ہجرت کی ان میں ابو حذیفہ ابن حبیبہ ابن ربیعہ کے غلام سالم بھی شامل ہیں ان کو ابو حذیفہ کی بیوی نے کادو کر دیا تھا اور اس کے بعد ابو حذیفہ نے ان کو معافی یعنی منہ بولا دیا حالانکہ ابو حذیفہ کی بیوی انصاری تھیں یہ حضرت سالم دینہ میں مسلمان ہوئے اور مسلمانوں کی تلاش میں اہمیت کیا کرتے تھے جن میں حضرت عمر بھی ہوتے تھے۔ حضرت سالم کو لام بنانے کی وجہ یہ تھی کہ سب سے زیادہ قرآن پاک ان کو ہی یاد تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ ان کی بہت تعریفیں کیا کرتے تھے یہاں تک کہ جب اپنے لوہے کا تانہ منے میں سخت زخمی ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے وصیت کی تو یہ کہا:

”اگر ابو حذیفہ کے غلام زندہ ہوتے تو اپنی جائزگی کیلئے میں منظور ہی نہ کرتا۔ یعنی حضرت سالم کو اپنی جگہ خلیفہ بنادیتا مگر یہ سالم غلام تھے اس لئے اس کا مطلب ملتا ہے جو بے حادہ ان مبادلہ کرتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کی رائے سے اس شخص کو منتخب کرتے جو بعد میں خلافت کو سنبھال سکیں اسے حضرت سالم بھارے کے واقعہ کے دن قتل ہو گئے تھے حضرت عمرؓ نے ان کی ہیراٹ کے اپنے کے لئے ان کی کادو کر لے لی تاہن کو بھلا یا مگر انہوں نے یہ ہیراٹ لینے سے انکار کر دیا۔ لہذا حضرت عمرؓ نے ان کا ذکر بیت طہل میں داخل کر دیا۔

حضرت مصعبؓ کی ہجرت..... آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد حضرت مصعبؓ نے ہجرت کی۔ اگرچہ کتب بیون الاثر اور ثانی کی عہد سے یہ وہم ہوتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے پہلے ہجرت کا لہوہ کیا تھا۔ غرض جب مصعبؓ نے ہجرت کا لہوہ کیا تو ان سے قریشی کھلے نہ گئے۔

”جب تم ہمدے یہاں پہنچو کہ میں آئے تھے تو تم ایک تلاش اور فقیر کو ہی تھے مگر ہمدے یہاں رہ کر تمہارا مال و دولت خوب بڑھ گیا اب تم پہنچو کہ وہ کہنا مال و دولت لے کر ہمدے یہاں سے چلے جاؤ تو تم نے ہمدے یہاں سے کیا ہے۔ نہیں خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا“

فقہ کا سوا..... اس پر مصعبؓ نے ان سے کہا:

”کیا تم اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ میں اپنا مال و دولت تمہارے حوالے کر دوں اور پھر تم مجھے دینہ پہلے جانے کی اجازت دے دو۔“

ان لوگوں نے کہا ہاں ہر قسم جاسکتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا،
 ”میں تو میں اپنا دل تمہیں دیتا ہوں۔“

آنحضرت ﷺ کو جب اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا،
 ”صوبہ نے فتح کا سوا کیا۔“

اقول۔ سزا دینے کی بات کہنا جاتا ہے کہ حضرت صوبہ نے آنحضرت ﷺ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ
 آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی ہجرت کریں گے چنانچہ جب آپ ﷺ نے مدائن کو ہجرت کرنے کے لئے روانہ
 فرمایا تو آپ ﷺ نے حضرت صوبہ کو اپنے لئے دوسرا جہاز نہیں مہیا کیا کہ حضرت ابو بکر کو بھیجا حضرت ابو بکر
 نے ہر دو خانہ کو نماز میں مشغول پایا۔ حضرت ابو بکر نے اس کو پہنچا نہیں کیا کہ میں کی نماز میں غلط ہو جیسا کہ
 آگے آئے گا۔

لہذا حضرت صوبہ کا یہ قول آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد کافی ہے جیسا کہ بیان ہوا اور جو
 خاص نص مندرجہ میں حضرت صوبہ سے منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے
 اور حضرت ابو بکر بھی آپ ﷺ کے ساتھ گئے تو پھر انہوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ جانے کا قہار مگر قریش
 نے جو لوگوں نے میرا دست روک لیا یعنی جب کہ میں نے آپ ﷺ کے بعد تمہاری جانے کا وعدہ کیا اور انہوں نے ان
 سے وہ باتیں کہیں جو چاہے گزریں تو میں نے ان سے کہا،

”میں تمہیں بہت سے موقع ہونا دیدوں گا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ میں تمہیں اپنا ایک خانہ مل
 دے دوں گا۔ اور ایک روایت میں یہ ہیں کہ میرا دل لے لو اور مجھے پاس لے۔“

چنانچہ انہوں نے اس کو مان لیا تو میں نے ان سے کہا،

”میرے مکان کے دروازے کے پہلے کھدائی کر کے بتاؤ تو میں سناؤں۔“

آنحضرت ﷺ کا ایک مجزومہ..... اس کے بعد میں مکہ سے روانہ ہو کر قبا کے مقام پر آنحضرت ﷺ کے
 پاس پہنچا گیا اس وقت تک آپ ﷺ وہاں سے روانہ نہیں ہوئے تھے۔ جب آپ ﷺ نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا،
 ”اے ابو بکر! تم نے فتح کا سوا کیا۔“

یہ بات آپ نے نہیں مہیا فرمائی (جبکہ اس وقت تک کہ حضرت صوبہ نے ہی آپ کو اپنے ساتھ
 قریش کے اس معاملے کے بارے میں کچھ بتایا تھا اور ان سے پہلے کوئی اور ہی کہ سے آپ ﷺ کے پاس پہنچا
 تھا حضرت صوبہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے عرض کیا،
 ”یا رسول اللہ! مجھ سے پہلے تو اس واقعہ کی خبر لے کر آپ ﷺ کے پاس کوئی نہیں پہنچا آپ ﷺ کو یہ
 بات حضرت جبریل نے ہی بتائی ہو گی۔“

ابو نعیم نے علیہ میں سعید ابن مسیب سے روایت کی ہے جنہوں نے کہا،

جب صوبہ مکہ سے ہجرت کر کے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچنے کے لئے پہلے تو انہوں نے اپنی
 ٹکڑی، ترکش اور مکان ساتھ لے لی۔ قریش کے لوگوں نے ان کا پیچھا کیا تو صوبہ اپنی ساری سے اترے اور جو
 مکان کے ترکش میں تھا اس کو ان کو ان کے لوگوں سے کہا،

”اے گروہ قریش! تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میں تم میں بہترین ہمدرد ہوں اور خدا کی قسم میں تم

لوگوں کو اس وقت تک اپنے قریب نہیں آنے دیا کہ جب تک کہ میں اپنے دشمن کا آخری تیر تک استعمال نہیں کر لوں گا اور اس کے بعد میرے پاس میری تمنا ہے۔ اس سے میں آخر دم تک لوگوں کا اس کے بعد تم جو چاہو کر سکتے ہو لیکن اگر تم چاہو تو میں کہ میں موجود اپنے مال و دولت کی تم کو نشان دہی کر سکتا ہوں مگر اس شرط پر کہ پھر تم میرا دست نہیں دو گے۔“

اس کو قریشیوں نے بیان کیا تو حضرت صہیبؓ نے ان کو اپنے مال کی جگہ بتائی جیسا کہ بیان ہوا ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے حضرت صہیبؓ سے کہا تھا کہ تم ہمیں اپنے مال و دولت کا پتہ دلاؤ تو تم تمہارا دست چھوڑ دو گے اس کا ان لوگوں نے ان سے وعدہ کیا تو حضرت صہیبؓ نے ان کو پتہ دلا دیا۔ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ مشرکوں نے حضرت صہیبؓ کو پکار کر ان کو غلبہ دینے کو حضرت صہیبؓ نے ان سے کہا۔

”میں ایک بوز عاتقی ہوں۔ اس سے تمہارے لئے کوئی فرق پیدا نہیں ہو گا کہ میں تم میں کا کھانا کھاؤں یا دوسروں میں کا۔ اس لئے کیا تم اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ میرا مال لے لو اور مجھے میرے دین کے ساتھ چھوڑ دو؟ پس ایک سواری اور کچھ دواؤں دلو۔“

اس پر قریشی تیار ہو گئے۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی،
 وَجَنَ النَّاسُ مَنْ تَشْرَقُ بَيْنَهُمَا مَرْجَبُ الْقُدْرَةِ وَالْقُوَّةِ وَالْفَيْءِ وَالْأَمْرِ (سورہ بقرہ، پ ۲، ص ۲۵)
 ترجمہ: اور لوگوں میں سے بعض قوی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں اپنی جان تک صرف کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیک بندوں کے حال پر نہایت مہربان ہیں۔

پھر حضرت صہیبؓ کہتے ہیں جب میں قبائش پہنچا تو میں نے آنحضرت ﷺ کو ابو بکرؓ کو پہنچے ہوئے دیکھا جیسے ہی ابو بکرؓ نے مجھے دیکھا، ایک دم کھڑے ہو کر میری طرف بڑھے اور انہیں میرے بارے میں اس آیت کے نازل ہونے کی طرف خبری سنائی۔

”ایک روایت میں ہے کہ بھراؤ کر، اور بھراؤ کر، اور بھراؤ کر“ اس سے لوگ مجھ سے ملے اور ابو بکرؓ نے مجھ سے کہا،
 ”اے ابو بکرؓ! تم نے بڑے نفع کا سودا کیا“
 میں نے کہا،

”تمہارا سودا بھی ایسا ہی ہو۔ مگر بڑا تو کیا معاملہ ہے۔“

جب حضرت ابو بکرؓ نے بتایا کہ تمہارے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور انہوں نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

حضرت صہیبؓ کون تھے؟..... (حضرت صہیبؓ کے بارے میں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ جود سے باہر کے رہنے والے تھے ان کے حلق پر کچھ تفصیل آگے کر دی ہے) سل بن عبد اللہ نسری نے اپنی تفسیر میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت صہیبؓ بیٹہ بے بھین رہا کرتے تھے اور ان کے دل کو قرار نہ سکون نہیں تھا قنادیوں کو اس سیکتے تھے اور وہ ان کو کہنا جاتا ہے کہ ان کو ایک عورت نے خرید لیا تھا اس نے ان کی یہ حالت دیکھی تو کہنے لگی،

”میں اس وقت تک تم سے خوش نہیں ہوں گی جب تک کہ تمہارا کوسوڑ کے نہیں کیوں کہ تم کزاد

ہوتے چاہے وہ اس لئے قمیص میرے کامل بارود مدت میں مشغول ہونے کی ضرورت نہیں۔"

اس پر حضرت صوبہ نے لگے اور بولے،

صوبہ کو جب دوزخ کا خیال آتا ہے تو اس کی نیند اڑ جاتی ہے، جب جنت کا خیال آتا ہے تو شوق پیدا ہو جاتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی یاد آتی ہے تو اس کا شوق بڑھ جاتا ہے۔"

مگر کتاب الہدایہ والہادیہ میں جو روایت ہے اس کی روشنی میں یہ قول قاضی غور ہو جاتا ہے کیونکہ اس تاریخ میں ہے کہ داعیوں نے حضرت صوبہؒ کے وطن پر حملہ کر کے اس کو تاراج کر دیا، ان کا وطن دریائے دجلہ کے کنارے پر تھا ایک قول ہے کہ دریائے فرات کے کنارے تھا، غرض حضرت صوبہؒ گرفتار ہو گئے اس وقت یہ کم عمر تھے پھر جی کلب کے لوگوں نے داعیوں سے ان کو خرید لیا اور مکہ لے آئے۔ یہاں ان کو جی کلب سے عبداللہ ابن جہان نے خرید لیا اور آنسو کر دیا۔ آنسو ہونے کے بعد صوبہؒ کلب میں ہی رہتے رہے یہاں تک کہ جب آنحضرت ﷺ کا ظہور ہوا تو یہ سلطان ہو گئے حضرت صوبہؒ اور حضرت عثمانؓ میں ایک ہی دن سلطان ہوئے تھے۔

(اس روایت میں صوبہؒ کی بخاری کے زمانے میں کسی عورت کی خریداری کا ذکر نہیں ملا اس لیے کہ جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ عورت ہی جس نے صوبہؒ کو خرید لیا جی کلب میں سے ہو۔

حضرت صوبہؒ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمدانی آنے سے پہلے (یعنی نبوت سے پہلے) کے زمانے میں بھی میں آپ ﷺ کے ساتھ رہا کرتا تھا، ان سے ایک دفعہ حضرت عزرائیلؑ

صوبہؒ امداد لائی لڑکا تو ہے نہیں مگر ہر بھی تسلی کیت یعنی ابو سنی (یعنی کباب) کتب چاکا!
صوبہؒ نے کہا،

"مجھے ابو سنی کا یہ قصہ رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔"

صوبہؒ کے مذاق سے آنحضرت ﷺ محفوظ ہوتے تھے..... اس طرح حضرت صوبہؒ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے پیر بننے کے ہی لقب ملا، ان کی زبان میں بڑی تخیل اور غیر عریض تھی اور ساتھ ہی ان کے مزاج میں مذاق کا ذرا بہت تھا ایک مرتبہ ان کی ایک آنکھ دکھ رہی تھی اور یہ گڑی اور بھور کھڑے تھے (جو ایسے میں نقصان دہ ہے) آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا،

"تم بھور کھڑے ہو حالانکہ تمہاری ایک آنکھ دکھ رہی ہے؟"

صوبہؒ نے جواب دیا،

"میں اپنی آنکھ کی طرف سے کھڑا ہوں۔"

ان کا یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ ہنس چکے۔

کتاب نظم طبرانی میں صوبہؒ سے ہی یوں روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کے سامنے چھوٹے اور بڑے دو رکھی ہوئی تھیں آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ قریب آ جاؤ اور کھڑے ہونا میں نے بیٹھ کر چھوٹے کھانے شروع کر دیے۔ آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تمہاری آنکھ تو دکھ رہی ہے اور تم چھوٹے کھانے ہو! اس پر میں نے عرض کیا کہ یہ رسول اللہ! میں اس کو دوسری جانب سے پیدا ہوں! اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرائے گئے۔

یہ واقعات دیکھو، دیکھو، بھی ہو سکتے ہیں (اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی واقعہ ہو اور دونوں کے بیان میں فرق ہو)۔

اجازتِ ہجرت کیلئے آنحضرت ﷺ کا انتظار۔۔۔۔۔ فرضِ حبیب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو ہجرت کی اجازت عنایت فرمادی اور وہ مسلسل مکہ سے مدینہ جانے لگے تو آپ ان کے مدینہ جانے کے بعد بھی اس انتظار میں رہے کہ آپ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت ملے تو جائیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ جانے کیلئے صرف حضرت علی اور حضرت ابو بکر دو گئے۔ اور جیسا کہ بیان ہو حضرت صہبہؓ بھی مکہ کے رہے۔ ان کے علاوہ جو لوگ مکہ میں باقی تھے وہ باوجود قیدی تھے یا بند تھے اور یا ایسے لوگ رہ گئے تھے جو عاجز تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اکثر آنحضرت ﷺ کے پاس جا کر آپ سے اپنے جانے کے لئے اجازت مانگا کرتے تھے مگر آپ ﷺ ہر دفعہ صرف یہ فرمادیتے،

”جلدی نہ کرو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھی کوئی ماضی ہو۔“

پھر اسی کے لئے صدیق اکبرؓ کی آرزو..... اس پر حضرت ابو بکرؓ یہ تہذیب کیا کرتے تھے کہ خدا کرے وہ ماضی آنحضرت ﷺ ہوں۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے روانگی کی تیاری کر لی (اور آنحضرت ﷺ سے اجازت مانگی) آپ ﷺ نے فرمایا،

”جلدی نہ کرو۔ امید ہے کہ مجھے بھی اجازت ملے گی۔“

حضرت ابو بکرؓ نے کہا،

”آپ ﷺ پر میرے اس باپ قرآن ہوں۔ کیا آپ ﷺ کو اس کی امید ہے۔“

صدق اکبرؓ کی تیاریاں..... آپ ﷺ نے فرمایاں چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنا ہاں قنایں ملوثی کر دیا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ جا سکیں گے۔ انہوں نے دو اونٹنیوں پر سوار ہو کر اس مقصد سے تیار کر دی تھیں وہ ان اونٹنیوں کو چار مہینے سے کھارہے تھے اور ان کو آٹھ سو روپے میں خرید لیا۔

اقول: مؤلف کہتے ہیں: اس تفصیل کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں اونٹنیوں کو حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے بعد کھانا خریدا کیا تھا جو ان کو الاک شاید مجھے بھی ہجرت کی اجازت ملے وہاں یہ ایسا ظاہر ہے کہ آپ کا یہ ارشاد انصاری مسلمانوں کی رحمت کے بعد کا ہے اور اس رحمت پر آنحضرت ﷺ کی ہجرت میں تین مہینے یا تقریباً تین مہینے کا فاصلہ ہے (لہذا چار مہینے اونٹنیوں کو کھانے کی بات قابلِ غور ہے کہ یہ رحمتِ فی الخیر کے مہینے میں ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے رحمتِ اولیٰ کے مہینے میں ہجرت فرمائی۔

سیرت شامی میں تو اس بات کی صراحت ہی موجود ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے بعد ہی اونٹنیوں کو پانا خریدا کیا تھا چنانچہ سیرت شامی میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کے ہجرت کی اجازت مانگتے تھے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے یہ فرمایا کہ جلدی مت کرو۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کوئی ماضی (ازم فرمادے تو حضرت ابو بکرؓ کو یہ تہذیب ہوئی کہ ماضی سے آنحضرت ﷺ کی مروا خود اپنی ذاتِ مبارک سے چنانچہ انہوں نے اونٹنیوں خریدیں اور انہیں گھر میں بند کر رکھا تھے اور اس سفر کیلئے تیار کر رہے تھے۔

لوحہ آگے حافظہ امین بزرگوار یہ قول آ رہا ہے کہ صحابہ کی ہجرت کے بعد اور آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد میانِ تقریباً دعائی مہینے کا فاصلہ ہے۔ واللہ اعلم

آنحضرت ﷺ کے خلاف قریش کی سازش..... فرض جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کو مددگار یعنی انصاری اور قریش کے حامی دوسرے لوگوں میں بھی ساتھی مل گئے ہیں اور حواریوں نے صحابہ کو ان انصاریوں کے پاس ہجرت کر کے جاتے دیکھا جہاں انہیں تحفظ حاصل ہے، انہیں کہ انصاری جڑے جنگجو اور جادو لوگ تھے۔ قریشیں اور یہ کہ کہیں آنحضرت ﷺ خود بھی ہجرت کر کے مدینہ پہلے جائیں اور وہاں انصاریوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف جنگ کی تیاری کریں بلکہ یہ سب قریش اپنے دواغلوں میں حق ہونے اور اس پر مشورہ شروع کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں کیا قدم اٹھائیں؟

قریش کی مشورت ۶۵۰... یہ وہاں اللہ و قریش کی منظور و گواہی حاصل ہو کر اہم مسئلہ منع ہو کر لے گیا کرتے تھے۔ یہ پہلا جگہ ممکن ہے جو کہ میں فقیر ہو اور جیسا کہ چچے بیان ہوایہ قصی ابن کلاب کا مکان تھا، پھر اس کے بعد یہ اس کے بیٹے عبداللہ کے ہاتھوں میں پہنچ گیا، پھر اس کو حضرت معاویہ نے اس وقت خرید لیا تھا جب وہ حج کے لئے مکہ آئے تھے یہ بھی عبداللہ کو اولاد میں سے ہی تھے۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ امیر معاویہ نے یہ عمارت حکیم ابن عزام سے خرید لی تھی، چنانچہ اسی بات کی تائید مصعب ابن عبداللہ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے کہ اسلام آنے کے وقت وہ عبداللہ و حکیم ابن عزام کے ہاتھوں میں تھا رسول نے اس کو ایک لاکھ دو اہم میں معاویہ ابن ابی سفیان کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا اس پر حضرت عبداللہ ابن زبیر نے حکیم سے کہا۔

”تم نے قرآن کی عزت برباد کی“

1992

"بھئیے اب تلوئی کے سولہ سب عزقیں فتنہ ہو چکی ہیں۔"

اس روایت کی تفصیل گزشتہ صفحہ پر دی گئی ہے۔ یہ دارالاندوہ خراسان کی سمت میں اس جگہ کے قریب تھا جہاں بابائے اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کے قریب ہے۔ اس علاقہ کا دارالاندوہ مسجد حرام میں ہے۔ قلعہ کی منظوری کے وقت اس دوران سے یہ دارالاندوہ دارالاندوہ میں سے صرف وہ شخص ہی داخل ہو سکتا تھا جس کی عمر چالیس سال ہو۔ بعض علماء نے یہ مصرعہ لکھا ہے کہ ہر جمل کو اس وقت ہی سرداری مل گئی تھی جبکہ اس کی مبینگی بھی نہیں کی تھی اور یہ اس وقت کے دوران سے داخل ہو گیا تھا جبکہ اس کی حرمی بھی پوری طرح نہیں آئی تھی۔

مشہورہ میں شیطان کی شرکت..... غرض بعد میں اس عبادت کو حرام میں داخل کر لیا گیا تھا اس کو دلائل سے اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس میں تعویضی معاہدہ ہی مشہورہ کے لئے داخل ہوتی تھی۔ ایسے دن کو یہ لوگ یوم رعت کہا کرتے تھے کیونکہ مشہورہ کے دن اس میں بنی عبد شمس، بنی نوفل، بنی عبد المطلب، بنی اسد، بنی خزیمہ، بنی سہم اور بنی زید وغیرہ ان سب کے بھی سر دلو اور سحر زلوگ جمع ہوا کرتے تھے جو قریش میں عہد نہیں ہوتے تھے۔ مشہورہ کے وقت ای رہائے اور کچھ لوگوں میں سے ہر ہر شخص کو ملایا گیا کسی کو خرم نہیں دیا گیا کہ اس اجتماع میں شیطان بھی شریک ہوا اور ایک نجدی شیخ کی نقل میں کیا تھا اور ایک دینی اور ایک قول کے مطابق کوئی میز رنگ کی چادر لٹائی ہوئے تھا اس نے یہ عمر لباس اس لئے پہنا کہ اس سے لوگ متاثر ہو کر اس کا مشہورہ قبول کریں کیونکہ اس زمانے میں عام طور پر پادکار اور لوٹے و بے کے لوگ ہی یہ لباس استعمال کرتے تھے۔

مکتبہ شیخ عجمی..... غرض یہ انتہی شیخ دوست ہے پر اگر ٹھہر گیا تو لوگوں نے اس کو کیجے کرے چھا کہ کب کوں

بزرگ ہیں اس نے کہا۔

”میں ایک نجدی شیخ ہوں، آپ لوگ جس مقصد سے یہاں جمع ہوئے ہیں میں اس کے بارے میں سن کر اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ لوگوں کی باتیں سنوں، لیکن ہے میں بھی کوئی درائے مشورہ ہے سکوں۔“

قریشیوں نے کہا کہ آپ اللہ آئے پناہ ہے بھی واللہ میں قنقح کیا اس نے اپنے آپ کو نجدی اس نے ظاہر کیا کہ قریش نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا کہ ہمارے ساتھ قمار کا کوئی شخص نہیں شریک ہو سکتا کیونکہ قمار یعنی کہ دلوں کے اکثر لوگ مجھ کے دور دورہ ہی قمار ہو گئے ہیں۔

ایک قول ہے کہ جب شیطان نے قریش کا یہ اعلان سنا کہ تمہارا ہم لوگوں کے مشورہ میں صرف وہی شریک ہو سکتا ہے جو ہمارے ساتھ ہے اور پھر واللہ کے دروازے پر قریش نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو تو اس نے کہا تھا کہ میں ایک نجدی شیخ ہوں اور قصداً یمن کی نواہ میں سے ہوں اس پر قریش نے کہا کہ یمن کی نواہ ہو تو ہم میں سے ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ جب انیس قریشیوں کی اس مجلس میں پہنچا تو قریشیوں کو خسر آیا اور انہوں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے اور بغیر اجازت کے ہماری اس خصوصی مجلس میں کیسے آیا تو اس نے جواب دیا،

”میں ایک نجدی شخص ہوں میں نے تم لوگوں کو سمجھا کہ تم شریف اور سزاوارک ہو اس لئے میں نے نواہ کیا کہ تم لوگوں کے پاس بیٹھوں اور قصداً یمن کی نواہ میں سے ہوں لیکن اگر تمہیں ہر اجازت کا کلو ہو تو میں چلا جاتا ہوں۔“

یہ سن کر قریشی آپس میں کہنے لگے،

یہ تو نجدی کوئی ہے اس کی طرف سے تم پر جاسوس نہیں ہے۔ ایک روایت کے مطابق ہیں کہ یہ تو نجد کا رہنے والا ہے کہ کا نہیں ہے اس لئے مشورہ میں اس کا سوا اور بنا قصداً لئے خطرناک نہیں ہے۔

خطرناک مشورہ ہے۔۔۔۔۔ قریش اس کے بعد مشورہ شروع ہوا تو ایک لوگوں نے کہا،

”اس شخص یعنی آنحضرت ﷺ کا معاملہ تمہارے لئے ہے، اللہ کی قسم اب ہر وقت اس بات کا خطرہ ہے کہ یہ اپنے لئے اور اپنی دوجہوں کے ساتھ ہی کر رہا ہے خلاف حملہ کرے گا لہذا اس بارے میں مشورہ کر کے اور سب ہی کو کوئی ایک بات طے کر لو۔“

اس پر ایک شخص جس کا نام ابو لہبغیر کی ابن اشام تھا،

”اس کو جیڑیں پہن کر ایک کو غری میں بند کر دو اور اسکے بعد یہ کہ عرضہ انتظار کرو کہ اس کی بھی وہی حالت ہو جائے جو اس سے پہلے اس جیسے شاعروں کی ہو چکی ہے اور یہ بھی اسی طرح موت کا لہر ہو جیسے وہ ہو چکے ہیں۔“

اس پر شیخ نجدی نے کہا،

”ہرگز نہیں یہ رائے بالکل غلط ہے اپنے کہنے کے مطابق اگر تم نے ان کو قید کر دیا تو جو دروازہ تمہارا پر بند کر کے اسی دروازے سے یہ خبر نکل کر ان کے ساتھیوں تک پہنچ جائے گی۔ پھر اس وقت مت چھٹکا جب وہ لوگ تم پر حملہ کر کے ان کو قمار سے انہوں سے نکال کر لے جائیں۔ پھر وہ لوگ تم پر بھاری ہو جائیں گے یہ رائے بالکل غلط ہے۔ کوئی اور تدبیر سوچو۔“

اب ان لوگوں میں پھر بحث مباحث ہوئے پھر اب اسوہ ابن عبیدہ ابن صیر نے کہا

”ہم اس کو یہاں سے نکال کر جگہ نئی کر دیں یہاں سے نکل کر پھر یہ امدادی طرف سے کہیں بھی جائے۔“

اس پر پھر شیخ خود ہی کہنے لگا،

”خدا کی قسم یہ رائے بھی غلط ہے۔ تم دیکھتے نہیں اس کی باتیں کتنی خوبصورت اور اس کی گفتگو کتنی مینھی ہوتی ہے کہ اپنا خدا کی کاسم سے کہو لوگوں کا دل سودھ لیتا ہے۔ خدا کی قسم اگر تم اسے اس کو جگہ نئی کر دیا تو جیسے اس میں نہیں ملے گا کیونکہ یہ کسی بھی حربہ قبیلے میں جا کر اپنی خوبصورت باتوں اور مینھی گفتگو سے ان کا دل سودھ لے گا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اس کے ہاتھ پر دست اور سجادہ کر لیں گے اور یہ ان کے ساتھ یہاں آکر جیسے وہ خدا والے کا اور تسبیح یہ ساری سردہوی تم سے بھیج کر تمہارے ساتھ جو چاہے سلوک کرے گا۔ اس لئے اس بارے میں کوئی اور رائے سوچو۔“

ابو جہل کے مشورہ پر قتل کا فیصلہ..... اس پر ابو جہل ابن وہبام نے کہا،
 ”خدا کی قسم میری ایک دوسری عہد رائے ہے اس سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتی۔“

لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے تو ابو جہل نے کہا،

”میری رائے یہ ہے کہ آپ لوگ ہر خانہ اور ہر قبیلے میں کا ایک ایک بندوق طاقتور اور غرور و جوش میں اور ہر ایک کو ایک ایک آہل و تمول دے کر غم پر حملہ کرنے کے لئے سویرے بھیجیں اور وہ سب ایک ساتھ اس پر اپنی تھولوں کا ایک بھر پر ہاتھ ملیں اور قتل کر دیں اس طرح ہمیں یقین مل جائے گا اور دوسرے ہو گا کہ اس کے قتل میں سارے قبیلے شریک ہو جائیں گے لہذا اپنی عہد منہ (یعنی آنحضرت ﷺ کے خانہ انہوں) کو اس کی حالت میں ہو کی کہ وہ تمام قبیلوں سے جنگ کریں لہذا انہیں مجبوراً انہوں ہماری جہاں کی قسمت لینے پر راضی ہو جائیں گے گا اور ہمارے دیں گے۔“

یہ سن کر اسی شیخ خود ہی نے کہا،

”میں سمجھتا ہوں اس شخص کی رائے عاقبت سے اعلیٰ رائے ہے، میرے خیال میں اس سے ابھی رائے کوئی اور نہیں ہو سکتی۔“

حفاظت خداوندی..... (اس رائے کو سب نے مان لیا اور اس کے بعد مجلس ختم ہو گئی اور دوسری طرف نورانی حضرت جبریل، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،
 آپ ﷺ روزانہ جس ستر پر سوتے ہیں آج اس پر نہ سوئیں۔“

اسکے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مشرکوں کی سازش کی خبر دی اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،
 وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَهُمْ كَاذِبُونَ وَكَذَبُواكَ وَتَعْلَمُ اللَّهُ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَتْلًا جَدِيدًا

(تیسرا سورہ فاطل پ ۱۹ ص ۲)

ترجمہ: اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت بڑی بری تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آیا آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خاندان وطن (یعنی جہاد وطن) کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ منظم تدبیرہ اللہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کا مکان قاحلوں کے نزدیکی میں۔۔۔ غرض جب ایک ترائی رات گزر گئی تو مشرکین کا جھگڑا آنحضرت ﷺ کے مکان کے دروازے پر آکر پھٹ گیا اور انھوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سو جائیں تو وہ سب ایک دم آپ ﷺ پر حملہ کریں، مگر سب کی قہر لوائیک سو گئی۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: کتاب در مختار میں ابن جریر ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے عید ایسی عید سے ایک روایت قریش کی ہے کہ جب مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف سازش تیار کی کہ یا آپ ﷺ کو قید کر لیں یا قتل کر دیں اور یا جلا وطن کر دیں تو ابو طالب نے آکر آپ ﷺ سے کہا: ”کیا تم ہاتھ بندھنوں نے قید سے خلاف کہا سازش کی ہے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”میں لوگوں نے طے کیا ہے کہ یا مجھے قید کر لیں یا قتل کر دیں اور یا جلا وطن کر دیں۔“

ابو طالب نے عرض کیا کہ پھر چھوڑ دینا کہ تمہیں یہ بات کس نے بتائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے رب نے ابو طالب نے کہا:

”تمہارا رب یہ اچھا اور نیک ہے تمہارے رب سے خیر مانگو۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”ہاں میں اس سے خیر مانگتا ہوں بلکہ وہ خود میرے ساتھ خیر فرماتا ہے۔“

یہاں تک کتاب در مختار کا حوالہ ہے۔ مگر انہوں نے اس کے بعد یہ نہیں لکھا کہ قریش کی یہ سازش ابو طالب کے انتقال کے بعد ہوئی تھی۔ یہ سازش سنیچر کے روز تیار کی گئی تھی چنانچہ اسی لئے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے سنیچر کے دن کے منتقلی پر چھوڑ دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مکہ و خربہ کا دن ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ جیسا کہ یہ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اس دن میں قریش نے میرے خلاف سازش کی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: وَابْتَغِ الْوَعْدَ الْمَعْمُورَ“

سیرت دہمائی میں ہے کہ رات میں یہ سب قریش آنحضرت ﷺ کے مکان کے باہر جمع ہو گئے اور کولہوں کی برتنوں میں سے جھانگتے اور آپ کا انتظار کرنے لگے وہ سب رات کے اندھیرے میں کھڑے اس پر غور اور مشورہ کر رہے تھے کہ آپ ﷺ کے ہاتھ پر حملہ تو کون ہو۔ مگر اس قول پر شبہ ہے کیونکہ اس بارے میں سازش اور مشورہ کرنا کچھ میں نہیں آتا اس لئے کہ وہ اس سے پہلے طے کر چکے تھے کہ سب قتل کر ایک ساتھ آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے حملہ آور ہوں گے تاکہ کسی ایک قبیلے یا خاندان سے خون بہا کا مطالبہ نہ کیا جاسکے۔

ایک قول یہ ہے کہ رات کو وہ سب لوگ اپنے پرے ہتھیار لگائے ہوئے آنحضرت ﷺ کے دروازے پر جم گئے اور صبح کا انتظار کرنے لگے تاکہ ایک دم کھلے عام آپ ﷺ کو قتل کر دیں اور آپ ﷺ کا خون نبی باقیم بھی نہ بچے لیں کہ اس میں سب قبائل شریک ہیں اور وہ جان لیں کہ سب سے بدلہ لینا ممکن نہیں ہے۔ یہی بات کہ شیعہوں کے مناسب بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت علی آپ ﷺ کے ہاتھ پر..... آنحضرت ﷺ نے قریش کا یہ گروہ دیکھا اور آپ ﷺ کو معلوم

ہو گیا کہ ان کے کید خانوں میں تو کب چٹکتے نے حضرت علی سے فرمایا،

”تم میرے بستر پر سو جاؤ اور میری یہ بزرگھری چادر لوڑھ لو۔“

آنحضرت ﷺ اس چادر کو اوزھ کر لی عیدین کی نماز کو جلا کرتے تھے۔ اس چادر کی لمبائی چار ہاتھ تھی اور چوڑائی دو ہاتھ اور ایک ہالفت تھی۔ جہاں تک اس کے رنگ کا تعلق ہے کہ آیا یہ سبز تھا یا سرخ تو اس بارے میں چادر کے ایک قول سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ سرخ تھی۔ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک سرخ چادر اوزھ کر عیدین خود چھوڑ دی تھی۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں کہ میری یہ سرخ چادر اوزھ لو۔ جہاں تک حضرت علی کا تعلق ہے تو اس سے مراد حضرت سہیل کی چادر ہے۔ حضرت سہیل میں ایک شریعت قبول ہے۔ آنحضرت ﷺ سوئے وقت میں چادر اوزھ مار کرتے تھے۔ فرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کو یہ چادر اوزھ کر لیتے جانے کا حکم دے کر فرمایا،

”تمہارے ساتھ کوئی ناگوار حدث پیش نہیں آئے گا۔“

آسمانوں میں حضرت علی کی حفاظت کے چرچے..... اقول۔ صحابہ کہتے ہیں: ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام پر اپنی نازل کی اور فرمایا،

”میں نے تم دونوں کے درمیان بھائیوں کا رشتہ پیدا کر دیا ہے اور تم میں سے ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ رکھی ہے اور اب تم میں سے کون اپنے ساتھی کے لئے زندگی کا یاد کرے؟۔“ (یعنی: ”زندہ عمر تم دونوں میں سے کس کو دی جائے گی۔“)

اس پر دونوں نے ہی لمبی زندگی کی خواہش کی کسی نے دوسرے کیلئے ایثار نہیں کیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان پر بھروسہ نازل کیا اور فرمایا، ”تو یکھو تم دونوں علی بن ابی طالب کی طرح نہ ہونے میں نے ان کے ہر لمحہ حفاظت کے درمیان بھائیوں کا رشتہ قائم کر دیا۔ اباباب علیؑ کے بستر پر رات گزار دے ہیں تاکہ ان پر اپنی جان قربان کر دیں اور ان کیلئے اپنی زندگی کا یاد کرے۔ اب تم دونوں زمین پر جاؤ اور ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرو۔“

آسمانی حفاظت..... چنانچہ جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام زمین پر آئے، جبرائیل علیہ السلام حضرت علی کے سر حائل گھڑے ہو گئے اور میکائیل علیہ السلام ان کی پانچویں کے پاس گھڑے ہو گئے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے حضرت علی کی طرف دیکھ کر کہہ

”اے اے ابن ابی طالب! تم جیسا کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھی فرشتوں کا مقابلہ کیا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: **وَمِنْ آيَاتِهِ تَنْفِيسُ الْغَلْظِ وَالْجَبَلِ بِأَمْرِ نَارٍ**۔ (یعنی: ”اور اس روایت کے بارے میں اہم این تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھی فرشتوں کے نزدیک سختی کو آسان کر دیا ہے۔“)

پھر یہ حدیث بھی ہے کہ اگرچہ کہ آنحضرت ﷺ کے اس بچہ کو شہ کے بعد کہ تمہارے ساتھ کوئی ناگوار حدث پیش نہیں آئے گا۔ حضرت علیؑ کو چارویں طرح اطمینان ہو چکا تھا۔ اللہ اس کے بعد اپنی جان قربان کرنے اور اپنی زندگی کا یاد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے جو اس روایت کے تحت بیان ہوئی تو یہ سورہ بقرہ کی آیت ہے اور حدیث میں نازل ہوئی ہے۔ جس پر سب کا اتفاق ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت صوبہ کے سلسلے میں نازل ہوئی

تھی جب انہوں نے مدینہ کو ہجرت کی تھی۔ جیسا کہ بیان ہوا مگر کتاب متعلق میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جو جملہ حضرت علی کے لئے گزرا ہے وہ آپ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا اب اس کی رو تھی میں حضرت علی کا آنحضرت ﷺ کے لئے اپنی جان پیش کرنے کے لئے لینا ہانگن صاف ہے۔ (ابو داؤد جہر تئیں دیکھنا کل دانی روایت بھی درست ہو جاتی ہے۔ وہ کیا اس آیت کا حضرت صہبہ کے سلیے میں نازل ہوا تو) ہو سکتا ہے کہ یہ آیت وہ مرحہ نازل ہوئی ہو ایک دفعہ حضرت علی کے حق میں اور دوسری دفعہ حضرت صہبہ کے حق میں۔ اب اس آیت میں شری یعنی خریدنے کا خلا ہاں یعنی بیچنے کے معنی میں ہو گا۔ یعنی حضرت علی نے آنحضرت ﷺ کی زکوٰۃ کے بدلے میں اپنا زکوٰۃ کی بیچ دی۔ اور حضرت صہبہ کے حق میں اس کے معنی خریدنے ہی کے ہیں کے معنی انہوں نے اپنے مال کے بدلے میں اپنی زکوٰۃ کی خرید لی۔ جہاں تک اس آیت کے کہ میں نازل ہونے کا قصق ہے تو اس سے یہ ضروری نہیں ہو تا کہ سورہ بقرہ مدینہ میں نازل ہو نہ دانی سورہ میں ہے کیونکہ اس سورہ کا زیادہ حصہ مدینہ میں نازل ہونے کی وجہ سے اس کو مدنی سورہ ہی کہا جائے گا (اس ایک آیت کی وجہ سے کسی سورہ میں کہا جائے گا) کتاب سیرت میں ہے کہ (جب مشرکین نے رات کو آپ ﷺ کے مکان کو چادریں طرف سے کھیر لیا تو) آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کی طرف دیکھ کر پھر ان سے فرمایا۔

”تم میں سے کون ہے جو میری جگہ میرے استر پر سو جائے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“

اس پر حضرت علی نے عرض کیا،

”میں لکھنا ہاں اور آپ کے بدلے اپنی جان کا خزانہ پیش کروں گا۔“

یہاں تک کتاب سیرت کا حوالہ ہے مگر شاید یہ روایت صحیح نہیں ہے، ابو حنیفہ کتاب متعلق میں جو کچھ ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت ملتا ہے۔ اس روایت کے مطابق ابن مسعود کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق جب آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے روانہ ہوئے اس وقت وہاں حضرت علی اور حضرت ابو بکر کے سوا کوئی نہیں تھا۔ ہر حال رواؤں کا یہ اختلاف قابل غور ہے واللہ اعلم۔

ابو جہل کی ہر ذمہ سرائیاں..... مشرکوں کے جس گروہ نے آنحضرت ﷺ کے مکان کو کھیر دیا تھا حق میں نعم ابن ابی العاص۔ عقبہ ابن ابی صبیطہ، اضر ابن حرث، اسیبہ ابن علف، ذمہ ابن اسود، ابی سبہ اور ابو جہل بھی شامل تھے۔ ابو جہل یہاں کھڑا ہوا لوگوں سے کہ وہاں

”تمہ کو کہ ہے کہ اگر تم اس کے دین کو قبول کرو تو تم کو عرب اور عجم کی بادشاہت مل جائے گی اور میرے کے بعد تمہیں دوبارہ زکوٰۃ کیا جائے گا اور وہاں تمہارے لئے ایسی جنتیں اور باغات ہونے چاہئیں گے جیسے فردوس کے باغات اور ہزار دروہیں لیکن اگر تم میری بیرونی نہیں کرو گے تو تم سب چارہ بردہ ہو گے اور میرے کے بعد دوبارہ زکوٰۃ کے چارے تو تمہارے لئے وہاں جہنم کی آگ چلے ہو گی جس میں تمہیں جلا جائے گا۔“

حفاظت اٹھی میں آپ ﷺ کا مکان سے خروج..... یہ اردن (مصنف کے زمانے کے اقتدار سے) شام کے علاقے میں ایک جگہ ہے جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ابو جہل کا یہ جملہ سن لیا آپ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے کہ ہاں میں یقیناً یہ بات کہتا ہوں اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ میں کچھ مٹی اٹھائی اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

نَسْ وَالْفَرْقَ ابْنُ فَحْمِکُمْ ۝ لَا تُغْنِیَا عَنْکُمْ قَوْلَکُمْ بِاللَّحْرِ وَنَ ۝ (سورہ بکرہ پ، ۲۲) (آیت ۲۲)

ترجمہ: اہل قسم ہے قرآن یا حکمت کی کہ بیشک آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے راستے پر ہیں۔ یہ قرآن خدا نے ہر دست مہربان کی طرف سے جہل کیا گیا ہے تاکہ آپ کو ایسے لوگوں کو ڈالیں جن کے باپ دلوں میں ڈالنے کے لئے تھے سو اسی سے یہ بات خبر میں من میں سے اکثر لوگوں پر بات تھی بری حالت ہو چکی ہے سو یہ لوگ ہر گز ایمان نہ لائیں گے ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں پھر انھوں نے تک ٹکے ہیں جس سے ان کے سراپ کو اٹھ گئے ہیں اور ہم نے ایک ان کے سامنے کر دی اور ایک ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے ہر طرف سے ان کو پھانسیوں سے گھیر دیا۔ سوہ نہیں کہہ سکتے۔

سورۃ النجم کی برکات۔۔۔ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی دنیا کی کو آہستہ پانورہ آنحضرت ﷺ کو اپنے سامنے سے جاتے ہوئے نہیں کہہ سکے۔ منہ قرآن الی اسرار میں آنحضرت ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے سورۃ النجم کی قطعیات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اگر اس کو خضر، شخص چڑھ گا تو اس کو امن حاصل ہو جائے گا، اگر بھوکا چڑھے گا تو اس کا پیٹ بھر جائے گا، اگر چادر کا تو اس کو لباس حاصل ہو جائے گا، پیاسا چڑھے گا تو اس کو پانی حاصل ہوگی اور چل چڑھے گا تو اس کو قتل حاصل ہوگی۔“

اپنے مکان سے نکلے ہوئے آنحضرت ﷺ مشرکوں کے سروں کی طرف منی پھینکتے جاتے تھے۔ پناہ میں کوئی شخص بھی نہیں بچا جس کے سر پر منی نہ پڑتی ہو۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کا جہاں جاتے کا ارادہ تھا آپ ﷺ اسی طرف روانہ ہو گئے۔

حاکموں کو آپ ﷺ کے نکل جانے کی اطلاع..... اس کے بعد من مشرکوں کے پاس جو ابھی تک آنحضرت ﷺ کے انکار میں آپ ﷺ کے مکان کے باہر پہنچے کھڑے تھے کوئی شخص قیاموں سے کہنے لگا،

”تم یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو؟“

انہوں نے کہا: محمد ﷺ کا، اس پر وہ کہنے لگا،

”موسے بن قوافلہ اکی قسم تم تو تمہارے سامنے سے نکل کر چلے گئے، تم سب کی آنکھوں میں دھول بھونک کر اپنے ارادہ کے مطابق جا چکے ہیں۔ تم اپنے سروں پر منی نہیں کہہ رہے ہو؟“

اب سب لوگوں نے جلدی سے اپنے سروں پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو سروں میں منی بھری ہوئی نظر آئی۔ مگر کتاب نور میں ہے کہ یہ روایت حضرت مدینہ کی حدیث کے خلاف ہے، حضرت مدینہ آنحضرت ﷺ کی عمارت میں اور ان کا لقب تمہارے باپ تھا اس روایت میں ہے کہ وہ دیوار کے پاس آکر جھک گئے اور آپ ﷺ ان کے سامنے سے دیوار پر چڑھ گئے۔ یہ اس روایت کی بات ہے جبکہ آپ ﷺ مشرکوں سے بچ کر نکلے تھے لہذا اگر یہ دونوں روایتیں درست ہیں تو ان میں موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہوگی ورنہ جو صحیح ہے اسی کا اقتدار کیا جائے گا۔ یہاں تک کتاب نور کا حوالہ ہے۔

اقول۔ موافقت کہتے ہیں وہ دونوں روایات میں موافقت پیدا ہو جاتی ہے اور اس طرح کہ ممکن ہے رسول اللہ ﷺ نے اس کو مناسب سمجھا ہو کہ مشرکوں کے سامنے دروازے سے نکل کر آئیں بلکہ آپ ﷺ اس دیوار کے ذریعہ اتر گئے جس کو کہہ کر وہ اپنے والدین اطم

اس روایت آنحضرت ﷺ یہاں سے نکل کر حضرت ابو بکر صدیق کے مکان پر تشریف لے گئے تھے

وہاں آپ ﷺ اگلے رات تک رہے اور پھر آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے نکل کر قہر پڑ گئے یہ تحصیل سیرت و مباحث میں ہے۔

فرض جب قریش کو خبر ہوئی کہ آنحضرت ﷺ ان کے سردار پر خاک ڈال کر تشریف لے جائے ہیں تو وہ سب اپنی کمین گاہوں سے نکلے آنحضرت ﷺ کے بستر پر حضرت علیؑ چادر لٹا دئے ہوئے سو رہے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم یہ تو ہم اپنی چادر لٹا دئے ہوئے سو رہے ہیں۔ اب وہ سب یہاں کھڑے ہوئے یہ باتیں کرتے رہے اور سوچتے رہے کہ ایک دم ان پر حملہ کریں مگر اللہ تعالیٰ حفاظت فرمادے گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسی میں صبح ہو گئی اور چادر شروع ہو گیا اب حضرت علیؑ سوئے سے اٹھے تو مشرکین (ان کو دیکھ کر حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم جس شخص نے ہمیں حملہ کے نکل جانے کی خبر دی تھی وہ بچا ہی بول رہا تھا۔ فرض جب حضرت علیؑ اٹھے تو ان لوگوں نے ان سے آنحضرت ﷺ کے بدلے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ مجھے ان کا کچھ پتہ نہیں ہے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ جب مشرکوں کو باہر کھڑے کھڑے صبح ہو گئی تو وہ بستر کی طرف دیکھ کر یہ کہنے لگے کہ آنحضرت ﷺ لیٹے ہوئے ہیں مگر یہ باتوں نے وہاں آپ ﷺ کے بجائے حضرت علیؑ کو دکھا تو کہا حق تعالیٰ کی طرف سے ان کا فریب ان ہی پر لوہا پڑ گیا اب انہوں نے حضرت علیؑ سے پوچھا۔
”تمہارے صاحب کہاں ہیں؟“

حضرت علیؑ نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ اس واقعہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

فَمَا تَعْلَمُونَ خَلِيفَةً تَوْفِيقُ رَبِّكَ فَتَعْلَمُونَ (سورہ طہ، آیت ۷۲) (تفہیم ۲)

ترجمہ: وہاں کیا یہ لوگ یوں بھی کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں اور ہم ان کے بدلے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَرَبُّكُمْ بِذَلِكَ الْعَمَلِ عَلِيمٌ۔ کتب میں ان کا ترمیم ابن اسحاق کے بیان کے تحت اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

دعا گاہ ہے کہ یہ دوسری آیت مشرکوں کی اس سازش کا پردہ چاک کرتی ہے جو انہوں نے مشورہ گاہ میں کی تھی۔

قاصدوں کے مکان میں نہ گھٹنے کا سبب..... (قال) یہاں ایک شب پیدا ہو سکتا ہے کہ مشرکین آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کا فیصلہ کر کے آئے تھے پھر آخر وہ لوہا پڑ گیا کہ انہوں نے انہیں چھو جھکے دیکھ کر وہ زیادہ لڑائی بھی نہیں تھی اس کا جواب یہ ہے کہ (قریش نے ایسا کرنا چاہا تھا مگر) جیسے وہ لوہا پڑ چکا ہے اللہ سے ایک عورت کے چٹنے کی آواز آئی (اس پردہ جلدی سے پیچھے ہٹ گئے اور) انہیں میں کہنے لگے۔

”یہ بات انتہائی شرم آور و سوائی کی ہے کہ عرب میں اللہ سے حلقی کہا جائے کہ ہم دیویری پھاٹک پھاٹک کر اپنے چٹائی غنیمت پر چڑھ کر گئے اور ہم نے خواہش کی ہے حرم حق کی۔“

اقول۔ سوائف کہتے ہیں: مگر یہ بات اس قول کے مطابق نہیں ہے جو پیچھے بیان کیا گیا کہ مشرکوں کا ارادہ یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کو صبح ہونے کے بعد قتل کریں گے تاکہ نئی فاشم یعنی آپ ﷺ کے جنازہ کے لوگ خود بھی قاصدوں کو دیکھ لیں۔ لہذا ان کا آنحضرت ﷺ پر حملہ نہ کرنا دیویری لو کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ لوہا پڑ چکا تھا کہ وہ انہوں نے صبح ہونے کے بعد کیا تھا۔

دوسرے یہ کہ اگرچہ مشرکوں کو آنحضرت ﷺ پر حملہ کرنے سے روکنے والے اسباب بھی موجود تھے مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے حفاظت نہیں ہو رہی تھی، کیونکہ جہاں تک اسباب کا تعلق ہے تو مشرکین کو اس کی خبر نہ ہو، دلیلوں نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ قریش کے اعلیٰ اور بہادر خاندانوں میں کے ہو، آوی تھے البتہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی مہربانہ حفاظت ہی تھی جس نے قریش کو ناکام اور دایلوں و غولر کیا۔ اس سے آنحضرت ﷺ کے اس قول کی سہائی بھی ثابت ہو جاتی ہے جو آپ ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ تم اردو مت چھو جس کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ مشرکین حضرت علی کو آنحضرت مجھ کو جبردار ہے ہے۔ مگر یہاں
ہم نے یہ ملاحظہ ہے کہ ایلی نکاہوں کی زد میں نہ ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ کلک جبردار ہے ہے۔

آنحضرت ﷺ کے بستر پر نہ سونے کی حکمت..... یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے یہ امر فرمایا کہ تم اپنے بستر پر سوئے اور تمہاری قوم تمہارے ساتھ ہو تو آپ ﷺ نے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ خود اپنے بستر پر بیٹھے تو قرآن کی یہ روایت اور حدیث کیل ہو سکتی جو آپ ﷺ نے ان کے سردار پر خاک ڈال کر فرمائی اور نہ حق تعالیٰ کی حفاظت اور حمایت کا یہ اظہار کیا جاسکتا کہ آپ ﷺ ان کے سامنے سے نکل کر گئے مگر کوئی بھی آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکا۔

آپ ﷺ کو نہ باکر قریش کی پہچان تھی..... ایک روایت میں ہے کہ مشرکین آنحضرت ﷺ کے مکان میں چھدف نہ داخل ہو سکتے تھے اور باقروں میں غلی تکواریں لگے ہوئے تھے مگر حضرت علیؑ ایک دم ان کے سامنے آگئے انہوں نے ان کو پہچان لیا اور کہا:

”کیا تم کو یہ آفتابِ صاحبِ کبریٰ ملی؟“

حضرت علیؑ نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ مگر یہ روایت اور گزشتہ روایت ایک دوسرے کے خلاف ہیں اور اگر اس روایت کو بھی درست مانا جائے تو ان دونوں کے درمیان موافقت قائل خود ہے۔ ایک روایت کے قطعاً اس طرح ہے کہ وہاں حضرت علیؑ کو یہ کہہ کر مشرکوں نے ان کو باہر لے گئے کہ حکم بادشاہ ایران کو ملتا ہے جو نے مسجد حرام میں لے گئے جہاں کچھ دوسرا انہوں نے حضرت علیؑ کو گودے کے رکھا اور پھر محمود دہلوی نے اعلیٰ

ہجرت کی اجازت اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی،

وَقَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً ۚ وَاجْعَلْ لِي مِنْ أَمْرِى آيَةً ۚ

(سورہ ناسر اٹکل پہ طالع آیت ہم)

ترجمہ: جو کہ آپ یوں دعا کیجئے کہ اسے وہ مجھ کو بخوبی کے ساتھ پہچانے اور بخوبی کے ساتھ لے جائیو۔
 اور مجھ کو اسے اس سے ایسا ملے کہ وہ مجھ کے ساتھ نصرت ہو۔

زید ابن اسلم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مَدَنیوں کو صفیٰ یعنی خولی سے نکالنے کی جگہ مدینہ منورہ کو چنا اور حضرت صفیٰ خولی سے نکالنے کی جگہ مکہ کو چنا اور مُسَلِّمًا یعنی اسی اہل علیہ خمس کے ساتھ حضرت داؤدؑ اور ابراہیمؑ کو چنا۔

مگر ایک دوسری حدیث سے اس تفسیر کی مخالفت ہوتی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ نبوک کے مقام سے

مدینہ کو واپسی کے وقت آنحضرت ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔
 ”آپ اپنے پروردگار سے کچھ مانگیے کیونکہ ہر نبی نے اللہ تعالیٰ سے کوئی نہ کوئی عطا فی کی ہے۔“
 آپ ﷺ نے فرمایا۔

”آپ کی دعاؤں میں کیا چیز مانگوں؟“

حضرت جبرئیل نے کہا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ۔
 چنانچہ جو کہ سے واپسی کے دوران سورت قسم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت آپ ﷺ پر نازل فرمائی اس اختلاف کو دور کرنے کے سلسلے میں یہ کہا جاتا ہے کہ شاید یہ آیت دوسرے جہ نازل ہوئی ہے۔

جب آنحضرت ﷺ کو ہجرت کی اجازت مل گئی تو آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ساتھ ہجرت کرنے والا دوسرا کون شخص ہوگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ ابو بکر صدیق ہوں گے۔ اس بارے میں ایک غریب قول یہ بھی ہے کہ اسی دن سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر کا لقب صدیق رکھا۔ لیکن اس لقب کے بارے میں یہ تفصیل گزر چکی ہے کہ ان کو یہ صدیق کا لقب اس وقت دیا گیا تھا جب کہ آنحضرت ﷺ نے ان کو امراء یعنی بیت المقدس تک اپنے رات کے سفر کا واقعہ اور بیت المقدس کا پہلا نشان دکھایا اور انہوں نے فوراً آپ ﷺ کی تصدیق کی تھی۔

اس طرح ایک اور غریب قول کتاب صحیبات میں ہے کہ اس بارے میں آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا اور ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون میری مرضی میں میرے ساتھ چلے گا؟ یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے کا حکم فرمادیا ہے۔ اس پر ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ ﷺ کے ساتھ چلوں گا۔

مگر سیرت کے واقعات میں اس قول کی تردید اس سے ہوتی ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکر کے مکان پر قریف ہوئے اور انہیں پکار کر فرمایا کہ۔

”ابو بکر! تمہارے پاس کون ہے؟“

حضرت ابو بکر نے کہا۔

”یا رسول اللہ! میری بیویاں بائیں ہاتھ اور امراء ہیں۔“

پھر حضرت ابو بکر کہتے ہیں کہ میں یہ سمجھا کہ شاید میرے لئے ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ کا ساتھ چاہتا ہوں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں میری صحبت یعنی ساتھ حاصل ہو گیا۔ اور ہجرت کے وقت دونوں دن ہو گئے جیسا کہ سیرت صحابہ کے حوالے سے پیچھے گزرا ہے۔ مگر اسی سیرت کے حوالے سے پیچھے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس رات حضرت ابو بکر کے مکان میں داخل ہوئے تھے جبکہ آپ اپنے استر پر لیٹے کے پہانے وہاں سے نکل آئے تھے اور یہ کہ آپ اس اگلی رات تک صدیق اکبر کے مکان میں ٹھہرے رہے جس میں آپ وہاں سے روانہ ہو کر فوراً پہنچیں اگر پیچھے تھے لہذا ان دونوں واقعات میں موافقت کی ضرورت ہے۔ اس موافقت کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ دوپہر کے وقت جو آنحضرت ﷺ قریف ہوئے وہ اس رات کے آنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

وطن کی محبت۔۔۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کے وقت کے

سے نکل کر نہ بیٹھ کر اور نہ کھڑے تھے تو آپ نے اپنے من کو خطاب کر کے فرمایا۔

”خدا کی قسم اگرچہ میں تجھ سے دلچسپ ہوں یا نہیں مگر میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو سب شرمیلوں میں عزیز اور محبوب شرمیلے اور اگر میرے ہاتھ سے تجھے شرم سے جواز کرتے تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔“

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خروار کے مقام پر اپنی سوار کی کو ٹھہرایا اور بیت اللہ کی طرف اچک کر فرمایا۔

”خدا کی قسم اللہ کی زمین میں تو میرے لئے محبوب ترین جگہ ہے اور اللہ کے نزدیک بھی تو اس کی زمینوں میں محبوب ترین جگہ ہے۔ اگر میرے ہاتھ سے زبردستی تجھے پر بھجور نہ کرتے تو میں تجھے چھوڑ کر نہ جاتا۔“

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ۔

”رسول اللہ ﷺ مسجد حرام کے درمیان میں ر کے اور عماریت اللہ کی طرف منہ کر کے آپ نے فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب کمر کوئی نہیں ہے اور نہ روئے زمین پر تجھ سے زیادہ محبوب کمر کوئی نہ ہو سکتا۔ یہاں تک کہ خدا کے ساتھ جسے شیعیان میں ہر مسکری کہتے تھے یا جو کہ شیعیان اس شخص سے پہلے جاتا تھا کہ آنحضرتؐ کے گھون کے مقام پر یا عوم کے درمیان میں، رنگہ کا مطلب ہے کتاب صلی اللہ علیہ وسلم غریبہ تھے کہ بعد شکر پل لائے تھے اور اس کے بعد وہ اپنے تئیں غریب کہتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ جنوں کے مقام پر ر کے تھے اور وہاں آپ نے وہی میلے لاشہ فرمائی تھے۔ ایک روایت کے الفاظ میں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ اگر تجھے اللہ میں جتنی تک میں رہنے دیا جاتا تو میں نہ جانتا ہر حال اس بات کا بدہوش نہ تھا غیر معمولی بات نہیں ہے۔ مگر ایک قول یہ بھی ہے کہ جنوں کے مقام پر آپ ﷺ کا ٹھہرنا یہ کہ خدا کی بات ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کہ سے یہ فرمایا کہ تجھ سے زیادہ عید شرمیلے لئے اور کون سا ہے اگر تجھے یہاں سے نکال دیا جاتا تو میں میرے سوا کسی اور شرمیلے نہ ٹھہرنا۔ سخاوت کی تکلیف عیال فقر لو میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سے جرات کر کے عید کر دیا نہ ہونے لگے تو کہ کر آپ ﷺ نے کہ پر لگا دیا اور دوپٹے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَنُفِخَ بِنُفْثِ قَوْمٍ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَلِیْح (سورہ محمد ۲۶ ص ۴)

ترجمہ: اور بہت سی بستیوں ایسی تھیں جو وقت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا کہ ہم نے ان کو پاک کر دیا سو ان کا کوئی دوا بھارت نہ ہو۔

حاکم نے ابوہریرہ سے ایک مرفوع روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہجرت کے وقت یہ دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ تو نے مجھے بہترین اور محبوب ترین شرم سے نکالا ہے تو ہی مجھے ایسے شرم میں بسا جو میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ ہو۔ مگر نبی نے اس روایت کو من گھڑت اور موضوع ٹھکرایا ہے۔ ابن عبدالحکم نے یہ کہ ہے کہ اس روایت کے موضوع اور منکر ہونے میں کمی کا انکار نہیں ہے۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: مگر مسجد مکہ میں میں نے جو روایت دیکھی ہے اس کے الفاظ یوں ہیں کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ ان لوگوں نے مجھے میرے محبوب ترین شرم سے نکال دیا ہے لہذا اب تو مجھے اپنے پسندیدہ ترین شرم میں بسا۔ مگر دونوں روایات کا مطلب ایک ہی نکلا ہے۔ یعنی ذہنی و فیزیکی اور عقل کی وجہ سے

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حدیث کہ سے افضل ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور آپ ﷺ کو حدیث میں پہلا ایک کزور قول یہ ہے کہ جسور علماء بھی اسی بات پر گئے ہیں، جن میں امام مالک بھی شامل ہیں۔

مکہ اور مدینہ میں کون افضل ہے؟..... جہاں تک پہلی حدیثوں کا تعلق ہے ان کو ان لوگوں نے زیادہ بڑھا ہے جو حدیث پر مکہ کی فضیلت کے قائل ہیں۔ جسور علماء کا مسک یکا ہے جن میں امام شافعی بھی شامل ہیں۔ اس مسک کی زیادہ اس روایت پر رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب ہوا ان کے موقع پر فرمایا تھا،

”تمہارے نزدیک حرمت اور اعزاز کے اعتبار سے سب سے زیادہ افضل کون سا شہر ہے؟“

صحابہ نے عرض کیا کہ اس کے سوا ہمیں معلوم نہیں کہ یہی زیادہ اشر ہو سکتا ہے۔ یعنی مکہ۔ اس سے صحابہ کا بدلہ اور اس بار سے اس اطلاق رائے ظاہر ہوتی ہے جس کا انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے اقرار کیا کہ مکہ تمام شہروں سے زیادہ افضل ہے کیونکہ جو شہر حرمت میں سب سے زیادہ ہو وہی سب سے زیادہ افضل کہلائے گا۔

مکہ کی فضیلت..... آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مکہ میں فہر یا مساجد و خوش نصیبی لی ہوتی ہے اور یہاں سے جاہلہ بھی کی بات ہے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

”مکہ جس شخص نے دن بھر کی ایک کزری کے لئے مکہ کی گری پر مہر کیا اس سے ہنم سوسالی کی مسافت کے فاصلے پر چل جاتی ہے۔“

علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ اس شخص کی حالت پر تعجب ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد چھوڑ دیا جس میں آپ ﷺ نے مکہ کے لئے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تو یمن میں سر زمین اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین جگہ ہے اگر تیرے ہاتھ سے مجھے یہاں سے نکلے پر مجبور نہ کرتے تو میں ہرگز نہ جانتا یہ حدیث صحیح ہے اور اس کی جو تاویل ممکن ہے وہ اس تاویل کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جو اس کے مقابلے میں کی گئی ہے (یعنی ان لوگوں نے جو تاویل کر کے مکہ کے مقابلے میں مدینہ کو افضل قرار دیا ہے۔ ان کی تاویل یہاں نہیں چل سکتی) کیونکہ مکہ میں کی جانے والی ایک ننگی ایک لاکھ نگیوں کے برابر ہے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے پیدل چل کر حج کا سفر اور حج کے لوگوں کو اس کے نام پر حرم کی نگیوں میں سے سو نگیوں بھی پائی گی۔ اس پر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ حرم کی ننگی کیسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا حرم میں کی جانے والی ایک ننگی ایک لاکھ نگیوں کے برابر ہے۔

جہاں تک مدینہ کے مقابلے میں مکہ کی فضیلت کی بحث ہے تو اس سے مراد اس جگہ کے علماء مدینہ کے دوسرے صحابہ ہیں جہاں آنحضرت ﷺ تمام فرمایاں کیونکہ جہاں تک حرام مکہ کی جگہ کا تعلق ہے تو اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ وہ دو بے زمین کا سب سے افضل حصہ ہے بلکہ یہاں تک کہ عرش اور کسی سے بھی زیادہ افضل جگہ ہے۔

دفعہ نبوت کی فضیلت..... کتاب عوارف السلف میں ہے کہ طوفان نوح نے اس جگہ کو کعبہ کی جگہ سے اکھاڑا تھا یہاں تک کہ اس کو تیرا ہو اور مدینہ میں لے آیا۔ لہذا ان کی سر زمین کا ہی ایک حصہ ہے اس لئے لب کہ

کے مقابلے میں مدینہ کی افضلیت ظاہر کرنا غلط ہو جائیگا۔ (کیونکہ مدینہ کی جو افضل ترین جگہ ہے وہ بھی مکہ ہی کا حصہ ہے۔)

مدینہ کی افضلیت حضرت ابو بکرؓ کے اس قول سے لی گئی ہے جو انہوں نے اس وقت کہا تھا جب آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے وطن کی جگہ کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہوا اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

”حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی روح اسی جگہ قبض فرمائی ہے جو اس کے نزدیک سب سے افضل ترین جگہ ہے تاکہ آپ ﷺ کو اسی جگہ دفن کیا جائے۔“

(حضرت ابو بکرؓ کے اس قول سے بعض علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ مدینہ عظمیٰ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب جگہ ہے اس لئے یہ شہر مکہ کے مقابلے میں افضل ہے۔ مگر یہ دلیل اس لئے قاطع ہے کہ یہاں دفن کی جگہ مراد ہے اور وہ جگہ ہے ملک حق تعالیٰ کے نزدیک افضل ترین جگہ ہے مگر وہ بھی مکہ کی زمین کا ایک حصہ ہے لہذا مکہ اور سر زمین مکہ کی افضلیت پر قیام رہتی ہے) واللہ اعلم۔

ہجرت نبوی ﷺ کا بیان

آنحضرت ﷺ کے چار روز ہجے کا طریقہ :۔۔۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز ہم میں دو ہر طلسم میں یعنی ذوال کے وقت حضرت ابو بکرؓ کے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے حضرت ابو بکرؓ سے کہہ کر کہنے والی حضرت امینہؓ کو بل کر ہمیں بعض محلہ میں لے گئے۔ اسے حضرت ابو بکرؓ کے قلم عامر ابن لویہؓ دے گئی اور کہنے لگے : عرض حضرت امینہؓ کتنی ہیں مگر نہ کیا۔

”یہ دیکھئے رسول اللہ ﷺ سر پر ہبز چادر لٹا رہے ہوئے کہ ہے ہیں اور ایسے وقت میں جس میں اس سے پہلے بھی نہیں آئے؟“

یعنی میں دو ہر کے وقت میں آپ ﷺ بھی نہیں آتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہجرت سے پہلے کوئی دن ایسا نہیں جاتا تھا جس میں آنحضرت ﷺ دن کے دنوں صبح اور شام میں حد سے پہلے نہ آتے ہوں۔ ایک روایت کے لفظ اس طرح ہیں کہ : آنحضرت ﷺ کا کوئی دن نہ تھا جس میں دو ہر کا قلم اس میں آپ دن کے دو حصوں صبح و شام میں سے ایک وقت نہ اسے پہلے نہ آتے ہوں۔

اب اگر حق دونوں روایات کو دوسرے ملایا جائے تو اس میں موافقت پیدا کرنی ضروری ہے کہ کیا آپ ﷺ صبح اور شام دونوں وقت جاتے تھے یا صبح اور شام میں سے ایک وقت جایا کرتے تھے اور نہ پہلی روایت ہی بہتر ہے جو بخاری میں ہے۔

قدیم علماء کا اعتقادی نشان :۔۔۔ (گذاشتہ سطور میں ہبز چادر کا ذکر کیا گیا ہے۔ حدیث میں قطع کا قلم ہے جس کے معنی عامر ثانیؓ نے طلمس کے لئے ہیں قطع کے معنی دو ہر یا چادر لٹا ہونے کے ہیں اور طلمس ہبز رنگ کی چادر کو کہتے ہیں جس کو مشرق اور غروب کا استعمال کرتے تھے اور عجمیوں کا پرندہ احمیہ اس حدیث میں قطع کا ترجمہ طلمس سے کیا گیا ہے اس پر اسے جس جگہ حلفہ ابن عمرؓ لکھتے ہیں کہ قطع سے مراد طلمس ہے اور طلمس پٹنے میں بھی اصل ہے کہ اس کو سر تک لٹا دیا جاتا تھا۔ یہاں تک حافظہ ابن عمرؓ کا حوالہ ہے۔ عمر عامر ابن قثمؓ نے اس نظر پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ کیس ثابت نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے با آپ کے کسی صحابی نے بھی سر تک چادر لٹا دی ہو یا نہ لٹائی یہاں قطع کے معنی طلمس کے نہیں ہو سکتے بلکہ مراد یہ ہے کہ آپ نے چادر سے سر اور چہرے کے اکثر حصے کو اس طرح اٹھایا کہ کھاتا کہ گردن کے نیچے کے حصے تک چادر نہیں اٹھائی تھی (یعنی طلمس کے معنی تو یہ ہوں گے کہ آپ ﷺ نے سارے جسم کو چادر سے اس طرح لپیٹ دیا کہ کھاتا کہ سر بھی چادر میں بچھ رہا تھا) جبکہ حقیقت میں آپ ﷺ نے چادر سے صرف سر اور چہرے کے کچھ حصے کو اٹھایا نہ کھاتا تھا (جو وہ صحابہ کی مشقت اور گردہ قلم سے بچنے کے لئے ہو سکتا ہے) اس کو ٹھیک کہتے ہیں (یعنی چادر کو ٹھوڑی کے نیچے سے لگا کر لپیٹا کہ ابن قثمؓ کے اس قول کو طلمس تصور پر محمول کیا گیا ہے اور یہودیوں کا پرندہ احمیہ اسی طلمس تصور کو عام طور پر ہبز چادر یا ذوال کہا جاتا ہے نئی عباس کے ظلمہ کا یہ دستور تھا کہ وہ غلبہ دینے کے

وقت عباس کے فوجی سپاہیوں کی چادر پھیل کر ڈال لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد ان عقائد کا بھی شعلہ اور اقتدار ہو گیا تھا۔

مختصر یہ کہ جس چیز سے سرور پرے کے اکثر جیسے کو احاطہ لیا جائے اگر اس کے ساتھ ساتھ تھوڑی کے بچے سے لاکر بھی لپیٹا جائے تو اس کو طیلان کہتے ہیں اسی کو بھڑی طور پر وہ (یعنی چادر) بھی کہہ دیا جاتا ہے اور اگر صرف سر اور چہرہ دکھ جائے اور تھوڑی کے بچے سے گردن پر نہ لپیٹا جائے تو اس کو وہاد یا کھلا کہتے ہیں اور اسی کو بھڑی طور طیلان بھی کہ دیا جاتا ہے۔ تو ہم زمانے میں شائق مذہب دیکھنے والے قاضی تھانہ کا یہی عقائد ہوتا تھا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ بلکہ اس وقت یہ سب ہی علماء کا شعلہ تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے چھانے اور لٹونی کی منہ سنبھالنے سے پہلے اس لباس کے لئے مطلقاً سے اجازت حاصل کی جاتی تھی۔ لیکن اس کی اجازت دیتے ہوئے یہ لکھا کرتا تھا کہ میں فلاں شخص کو طیلان پہننے کی اجازت دیتا ہوں کیونکہ یہ لباس اہلیت اور قابلیت کی علامت ہے۔

تو یہ کچھ ناسر کو چھوڑ کر سوغاتوں تک جسم پر لپیٹا جائے اس کو صرف چادر (دودا) کہتے ہیں۔ اہلیت بھڑی طور پر اس کو بھی طیلان کہہ دیا جاتا ہے۔

ان سوغاتوں سے ایک عجیبہ امت ہے جس کو مرفوع کے حکم میں بھی شمار کیا گیا ہے کہ صحیح یعنی گردن کو چھوڑ کر صرف سر اور چہرے کو لپیٹا وغیرہ کی شان اور عادت دی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ طیلان خلوت مغربی ہے (یعنی جیسے کوئی تھانی میں جا کر سب سے یکسو ہو جاتا ہے اسی طرح طیلان لوٹھ کر دوسروں سے تفریق کر لیتا ہے اور علیحدہ ہو جاتا ہے)۔

حدیث میں ہے کہ تھانہ یعنی صرف چہرے اور سر کو لپیٹنے والی چادر ہی شخص استعمال کرتا ہے جو اپنے قول اور فعل کی حکمت اور اہلیت میں مکمل ہو جاتا ہے۔ تھانہ لپیٹنا عرب شمسوہوں کی عادت تھی جو سورج کے موسم اور بیلوں و چاروؤں میں لوٹھ کر کیا کرتے تھے۔ دینے میں سب سے پہلے جس نے طیلان پہنا وہ جبراً ان معظم تھے۔

ابن رشد نے اپنی کتاب کاشیہ میں لکھا ہے کہ ایک فقیر اور عالم کے لئے طیلان نہ پہننا اس کی شان کے خلاف ہے۔ مگر ظاہر یہ ہے بات خود ان کے زمانے کے لحاظ سے ہے (جبکہ علماء میں اس کا رواج تھا)۔

ترذی میں ہے کہ قرآن کوڑا منہ آنحضرت ﷺ کی عادت تھیں حتیٰ کہ آپ ﷺ صرف گرمی یا سردی سے بچنے کے لئے اس کو استعمال فرماتے تھے۔ مگر اس کے بعد ہی یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ اکثر کھلا استعمال فرماتے تھے۔

طبقات ابن سعد میں ایک مرحلہ حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ سے کھلا کے استعمال کے مسئلے میں ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”یہ ایک عیب لباس ہے جس کی تعریف ہی نہیں کی جا سکتی۔“

کیونکہ اس میں آنکھیں بھی بھسپ جاتی ہیں اور اس لئے اس کو خلوت مغربی کہا گیا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ کے یہاں تشریف آوری :- فرضیہ آنحضرت ﷺ کو وہ ہر وقت میں کھلا لوٹھے آتے تھے کہ حضرت اماد نے حضرت ابو بکرؓ سے طلبا تو انہوں نے کہا:

”خدا کی قسم اس غیرت میں کب پھینا کسی خاص کام کے لئے تعریف لائے ہیں۔“
اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کے مکان پر پہنچی کراچت لی اور اندر داخل ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ اپنی چادر پائی سے تڑا آئے اور وہاں آنحضرت ﷺ کو ٹھیکہ پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا۔
”دوسرے لوگوں کو یہاں سے ہٹادو۔“

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یہ تو سب آپ ﷺ کے گھر والے ہی ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے یہ الفاظ کہنے کی وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ کا نکاح حضرت عائشہؓ سے ہو چکا تھا جیسا کہ بیان ہوا اللہ عزوجل حضرت عائشہؓ کی والدہ اور حضرت امہاتِ گھر کے آدمیوں ہی میں شہد ہوئیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ جملہ اس رشتے کی وجہ سے نہیں کہا تھا بلکہ یہ ایک عام جملہ تھا جسے فضلی کے طور پر ایک شخص دوسرے سے کہہ دیتا ہے کہ یہ سب اپنے ہی لوگ ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ دوسرے لوگوں کو یہاں سے ہٹادو تو انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ

”میں میں کوئی آپ ﷺ کے خلاف چاروں نہیں ہے بلکہ میری دونوں بیویاں ہیں۔“
حضرت ابو بکرؓ کو خوش خبری یہ:۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ نے شرم کی وجہ سے اپنی بیوی کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ عرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔
”مجھے اجرت کی اجازت مل گئی ہے۔“

حضرت ابو بکرؓ نے کہا

”آپ ﷺ پر میرے مہربان قربان ہوں لہذا رسول اللہ اکرام میں ساتھ چلاؤ گا؟“

آپ ﷺ نے فرمایا میں آپ کی عرض کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کو دے لے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ابو بکرؓ کو دے دئے دیکھا میں اس وقت تک نہیں جانتی تھی کہ کوئی شخص خوشی کی وجہ سے بھی رو سکتا ہے۔ پہلی بار میں نے خوشی سے روئے ہوئے ابو بکرؓ کو دیکھا کسی نے بچ کہا ہے کہ

وَرَفِيءٌ فَكَيْفَ يَكُونُ
مَسْرُودِيٌّ فَكَيْفَ يَكُونُ
فَتَعْبِيرٌ فَكَيْفَ يَكُونُ
إِجْلَافٌ فَكَيْفَ يَكُونُ

میرے محبوب کا لٹا کیا ہے کہ وہ مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔ خوشی کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

بَلَّغٌ فَكَيْفَ يَكُونُ
مَسْرُودِيٌّ فَكَيْفَ يَكُونُ
فَتَعْبِيرٌ فَكَيْفَ يَكُونُ
إِجْلَافٌ فَكَيْفَ يَكُونُ

میں خوشی سے آنکھیں مال ہو گیا کہ اس خوش خبری نے بھی مجھ کو لاپرواہ کیا۔

بَلَّغٌ فَكَيْفَ يَكُونُ
مَسْرُودِيٌّ فَكَيْفَ يَكُونُ
فَتَعْبِيرٌ فَكَيْفَ يَكُونُ
إِجْلَافٌ فَكَيْفَ يَكُونُ

اسے میری چشمِ محبت تھے آنسو بہانے کی اتنی محبت ہو گئی ہے کہ تو فصول پر توہین ہے خوشی میں بھی رونے لگے۔ چنانچہ دعا کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی آنکھیں لٹھڑی کرے یا میں کہا جاتا ہے کہ وہ آنکھوں کی لٹھڑی ہے۔ اسی طرح بد دعا دینے کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی آنکھیں گرم ہوں یا میں کہا جاتا ہے کہ آنکھوں کے لئے گرمی یعنی بدعت ہے۔ اس دعا دے کی بنیاد یہ ہے کہ خوشی کے آنسو لٹھڑے ہوتے ہیں اور غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں۔

دریغ اور مسرت کے آنسو :-..... ایک نئی کائنات ہے کہ ایک دفعہ وہ بھی ہجر کے قریب سے گزر رہے تھے انہوں نے دیکھا کہ ہجر میں سے پانی یعنی چشمہ نکل رہا ہے وہاں ڈھیر لے اپنے وہب سے اس کے پائے میں پوچھا اللہ تعالیٰ نے ہجر کو روکنے کی طاقت عطا فرمادی اور اس میں سے کوئی نہ آئی۔

”جب سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک زبردست آگ یعنی جہنم ہے جس کا پتہ صحت انسان کو ہر جہیز میں دشمن خوف کی وجہ سے دور رہا ہوں اور یہ پانی میرے آنسوؤں کا ہے، آپ اس آگ سے میری نجات کے لئے اپنے ہر دروازہ سے دعا فرمائیے۔“

ڈھیر نے اس ہجری نجات کے لئے طاقت فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا، ڈھیر نے فوراً ہی ہجر کو اس کی نجات کی طوفانی غریبی میں ڈال دیا، اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔ ہر ایک مدت کے بعد ہی ڈھیر کا اس ہجر کے پاس سے دور گزر ہوا انہوں نے دیکھا کہ اس میں سے لب بھی پانی کا چشمہ نکل رہا ہے۔ ڈھیر نے اس سے کہا: ”کیا میں نے تجھے یہ خوش خبری نہیں دے دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے جہنم سے نجات دے دی ہے۔ ہجر یہ پانی یعنی حیران کیا ہے؟“

ہجر سے کوئی نہ آئی۔

”اے اللہ کے نبی! میرے دور آنسوؤں اور طوف کے آنسو تھے اور یہ طوفی اور مسرت کے آنسو ہیں۔“

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اسی بناء پر اپنی حق کتب سے فرمایا تھا،

”مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں تمہیں نکال دوں سورۃ چاند کہ نکال دے یعنی

”لَمْ يَكُنْ لَكَ بِيْئْرٌ اَوْ اَنْهٰى عَنْكَ الْاَكْبَادُ“ (سورۃ بقرہ ۳۰)

ترجمہ :- جو لوگ اہل کتب اور مشرکوں میں سے نکل اہستہ ہو یہ کافر تھے اور اپنے کفر سے ہر گز ہٹاؤ نہ آئے تھے، یہ سن کر حضرت ابی بن کعبؓ خوشی کی وجہ سے رونے لگے اور بولے

”کیا میں میرا ذکر کیا تھا، یعنی کیا اللہ تعالیٰ نے میرا ذکر فرمایا تھا، ایک روایت کے قضا یہ ہیں کہ، کیا اللہ

تعالیٰ نے میرا نام لیا تھا،“

آپ ﷺ نے فرمایا ہیں

رونے کی دس قسمیں :-۔۔۔ کتاب سزا سزا میں ہے کہ عطا کے نزدیک رونے کی قسمیں یعنی رونے

کے دس سبب ہیں۔ (۱) ایک خوشی کا رونا جو تا ہے (۲) ایک غم کا رونا جو تا ہے جو کسی چیز کے غم ہو جانے پر جو تا

ہے۔ (۳) ایک رست یعنی نرم دل کی وجہ سے رونا جو تا ہے۔ (۴) ایک خوف اور ار کی وجہ سے رونا جو تا ہے۔

(۵) ایک جھوٹا یعنی اوپر سے دل سے رونا جو تا ہے جیسے مُردے پر پیشہ در فوج طوفی اور تپ رہتی ہیں کہ وہ

دوسرے کا غم ظاہر کرنے کے لئے آنسو بہاتی ہیں۔ (۶) ایک موافقت کا رونا جو تا ہے یعنی کچھ لوگ کسی مدد سے

پر رہ رہے ہیں اس وقت کوئی غیر آدمی پہن آتا ہے اور ان کو رو دیکھ کر بغیر وجہ معلوم کے خود بھی رو تا شریا کر

دیتا ہے۔ (۷) ایک محبت اور عشق کا رونا جو تا ہے۔ (۸) ایک کسی ناقابل برداشت مدد سے کے آنے پر گھبراہٹ

اور پریشانی کا رونا جو تا ہے۔ (۹) ایک کزوری اور ضعف کی وجہ سے رونا جو تا ہے۔ (۱۰) اور ایک غنا کا رونا جو تا

ہے کہ آنکھیں آنسو بہاتی ہوتی ہے اور دل کھو رہا ہے۔

عربی میں ”کئی“ (تصر کے ساتھ) اس رونا کو کہتے ہیں جس میں بغیر کوئی کے آنکھ آنسو بہائے اور بچاؤ

اس روئے کو کہتے ہیں جس میں تونا بھی شامل ہوتی ہے۔ تیسرا روئے چاکلی کا ہے جو خلف کے ساتھ یعنی مصنوعی روئے کو کہتے ہیں، اس کی وہ قسمیں ہیں، ایک پٹندیہ چاکلی اور دوسری ٹاپندیہ چاکلی۔

پٹندیہ چاکلی وہ ہے جو دل کو نرم کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ یعنی خلف کے ساتھ آدمی روئے کی کو خشل کرے تاکہ دل پیچھے چنانچہ اس کی مثال حضرت عمر فاروقؓ کا ایک واقعہ ہے کہ جب غزوہ بدر میں شریکین گرفتار ہوئے تو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ وہ رہے تھے، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یہ رسول اللہؐ آپؐ کہہ دو سے روئے ہے جس میں جیسے جیسے چاکر اگر جیسے وہ آگیا تو میں بھی روئے گا ورنہ تقاضی روئے کی کو خشل کر دوں گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بھی فاروقی معظمؓ کی اس بات کو مانگنا نہیں کیا۔

چاکلی کی ٹاپندیہ قسم ہے کہ کوئی دیکھاری اور فریب دینے کے لئے روئے کی کو خشل کرے۔
صدق اکبرؓ کی دولت جو ذات نبوتؐ پر خرچ ہوئی :- (اس درمیانی تفصیل کے بعد پھر آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ کی کنگھڑا کا پانی نہریاں کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ کو اپنی ہجرت اور صدیق اکبرؓ کی ہجرت کی اطلاع دی تو حضرت ابو بکرؓ طوشی کی وجہ سے روئے لگے اور پھر انہوں نے عرض کیا،

”یا رسول اللہؐ آپؐ پر میرے ہاں پیریاں ہوں آپ میری اپنا دونوں ہاتھوں میں سے ایک لے لیتے ہیں لے اپنی دونوں کو اس ستر کے لئے چھڑا کر لیتے ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں قیمت دے کر ہی لے سکتا ہوں (یعنی تو حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کے لئے اکثر اپنا وہی خرچ کرتے رہے تھے اور آنحضرت ﷺ بیوہ اس کو قبول فرما لیتے تھے مگر اس وقت آپ ﷺ نے قیمت کی شرط اس لئے لگائی، تاکہ آپ ﷺ کی یہ ہجرت (اور اس کا ثواب) پوری طرح آپ کی ذات مبارک اور آپ ﷺ کے اپنے پیسے سے ہو ورنہ ظاہر ہے حضرت ابو بکرؓ کی دولت کا کچھ نہر آنحضرت ﷺ پر ہی خرچ ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ سے ایک حدیث ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ پر اپنی چالیس ہزار درہم دولت خرچ کی ہے ایک روایت کے مطابق ہے کہ چالیس ہزار روپے خرچ کئے ہیں۔

اسی لئے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ ابو بکرؓ کے گھرانے اور مال سے زیادہ مجھ پر کسی کے احسانات نہیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو بکرؓ سے زیادہ کوئی دوسرا شخص میرا نہیں ہے۔ میں نے اپنی ہم نشینی اور ذات سے مجھ پر احسانات کئے ہوں۔ اور جتنا کہ مجھے ابو بکرؓ کے مال سے پہنچا کسی دوسرے کے مال سے نہیں پہنچا۔
 (غرض جب آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ کی خوشنوازی قیمت لینے سے انکار فرمایا تو حضرت ابو بکرؓ روئے لگے اور لے،

یا رسول اللہؐ! میں اور میرا مال دولت آپ ہی کا تو ہے۔“

حضرت ابو بکرؓ کے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمایا ہے کہ ابو بکرؓ کے سوا کسی شخص کا کوئی احسان ہم پر ایسا نہیں ہے جس کا ہم نے بدلہ نہ لیا ہو۔ البتہ ابو بکرؓ کے احسانات اسے ہیں کہ ان کا بدلہ ہم نے ہی نہیں کیا۔

حضرت ابو بکرؓ سے خوشنوازی کی خرید و فروشی :- اقول۔ مبالغہ کرتے ہیں۔ ایک روایت اور ہے جو ایک

جائی یہاں ابن ابی عیاش نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے ایک دفعہ یہ فرمایا تھا۔

”تمہارا دل کچھ چھاپا ہے کہ اس میں سے ایک تو میرے خزانہ مال میں دوسرے میری دولت فنی جس پر سوار ہو کر میں ہجرت کے لئے روانہ ہوا تھا مگر یہ کہ تم نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور اپنے مال سے ہر طرح میری مدد کی۔ تمہارا مقام یہ ہے کہ گویا میں تمہیں جنت کے دروازے پر کھڑا دیکھتا ہوں جہاں تم میری امت کے لئے شفاعت اور شفا فرمائی کرو گے ہوا“

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ لوگوں کو امت کی امتیازی حق سے محروم کر دیا تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس روایت سے کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ابن ابی عیاش جو اس روایت کے راوی ہیں کزور راویوں میں شمار ہوتے ہیں (لہذا یہ روایت ہی مستحکم نہیں ہو سکتی)۔

ابن ابیہان کے حقیقی شعبہ نے کہا ہے جو ”نیک اللہ“ میں کور ہند میں ہیں کہ ابیہان سے حدیث نقل کرنے سے کہیں زیادہ بہتر میرے نزدیک یہ ہے کہ کئی گھر کے گھر سے کاغذ کتاب پائی جائے ایک دفعہ انہوں نے یہ کہا کہ ابیہان سے روایت نقل کرنے سے بہتر یہ ہے کہ کوئی لڑکا کرے (یعنی یہ دونوں حرکتیں جتنی بڑی ہیں ابیہان سے روایت کرنے سے بھی زیادہ برا ہے) شعبہ نے لوگوں نے مطالبہ کیا کہ وہ ابیہان کے حقیقی والدین نہ کیا کریں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ دین کا معاملہ ہے اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ ہونا حرام ہے۔ ابن ابیہان نے ابیہان کی طرف سے یہ خبر بیان کیا ہے کہ وہ انسؓ سے روایت کرتے ہیں اور ابیہان حضرت حسن بصریؒ کی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے وہ حسن بصریؒ کی باتیں سنتے اور جب بیان کرتے تو اکثر حضرت حسنؒ سے سختی ہوتی حضرت انسؓ کی باتوں کو بھی سر فہرست رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے طور پر بیان کر دیتے تھے جبکہ انسؓ میں بات سے بے خبر ہوتے تھے۔

فرض اگر ابیہان کی اس روایت کو درست بھی مان لیا جائے تو بھی کوئی فرق یہ نہیں ہوتا کیونکہ (اس روایت میں) لوٹنی کو حضرت ابو بکرؓ کا مال دیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس لوٹنی کو قیمت دے کر لینے سے پہلے وہ ابو بکرؓ کا ہی مال تھی۔ کیونکہ قرظی میں بھی ایک لکھی ہے حدیث ہے جو ابیہان کی اس حدیث کے مطابق ہے وہ حدیث حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکرؓ کو خوش رکھے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو میرے نکاح میں دیا مجھے اور اہل بیت تک ساری کے ذریعہ پہنچا۔ مگر میں میرے ساتھ ہی رہا ہوں اپنے مال سے مال کو خرید کر کالو کیا جو بعد میں رسول اللہ ﷺ کے خزانہ بنے۔“

قرظی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے واللہ اعلم

آنحضرت ﷺ کی ساری :- اس لوٹنی کا نام قصود اللہ یہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد تک زعموری اور حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے زمانے میں سری پاس کا نام ہوا تھا اور اس کی قیمت چار سو درہم تھی کیونکہ حضرت ابو بکرؓ نے دو سو بیس خرویدی تھیں جن کی قیمت آٹھ سو درہم تھی (لہذا اس بیس پر دونوں کی قیمتیں چار سو درہم کی جاتی ہیں) جہاں تک آنحضرت ﷺ کی دوسری لوٹنی معینہ کا حقیق ہے اس کے حقیق کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ہی پر بیٹہ کر معینہ مشر میں اٹھیں گی۔

حضرت امینہؓ ذات الصفا تھیں :- فرض حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے بڑی جلدی جلدی ان دونوں لونگیوں کو سر کے لئے تیار کیا اور ایکس ہڑے کی ٹھیلی میں کھانے پینے کا سامان رکھ دیا۔ یہاں سفیرہ کا قتلہ استعمل ہوا ہے جس کے معنی زیادہ یعنی مسافر کے ناشتے کے ہوتے ہیں۔ مگر سفرہ ناشتہ دین کے لئے بھی استعمال ہوتے تھے۔ فرض اس ٹھیلی میں بکری کا بھنا ہوا گوشت تھا۔ حضرت امینہؓ نے اپنی لٹاکی یعنی لوز حنی چھڑی اور اس میں کا آدھا حصہ ناشتے کی ٹھیلی پر باندھ دیا اور پانی کو بھی لوز حنی پر لٹا دیا۔ یہاں تک کہ ایک حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے جس میں حضرت امینہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ چائنا میں صاف سے کہا،

"میں نے سنا ہے کہ تم میرے بیٹے عبد اللہ ابن زبیرؓ کو طعن کے طور پر ان ذات الصفا تھیں یعنی دو لوز میوں، دلی کا بیٹا کہتے ہو۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں خدا کی قسم دو لوز میوں دلی ہوں کیونکہ میں کو بھی لوز حنی میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کا کھانا باندھ کر لے جاتی تھی اور پانی کو بھی لوز حنی میں لٹا دیتا تھا جو ہر عورت کے لئے (ابو بکرؓ کا کام کے دوران ضروری ہے۔ کیونکہ لٹاکی لوز حنی عربی میں اس پتھر سے کہتے ہیں جس کو عورت اپنے سینے اور کمر پر باندھ لیتی ہے تاکہ نیچے ٹھٹھے والہ سوراخیں نہ چلک کر نہ اچھ جائے ایک قول یہ ہے کہ لٹاکی لوز کہتے ہیں اسی وجہ سے ذات الصفا تھیں یعنی لوز دلی کہا جاتا ہے یہ دونوں ہی سستی مکی ہیں۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت امینہؓ نے اپنی لوز حنی چھڑی کو اس کے دو ٹکڑے کر لئے تھے اور ایک سے ٹھیلی کا بند باندھ دیا تھا اور دوسرے سے پانی کی کھال کا بند بند کر دیا تھا۔ گویا اس روایت کے مطابق حضرت امینہؓ کے پاس لوز حنی میں سے کچھ نہیں بچا تھا۔

جلدی شریف میں حضرت امینہؓ سے ایک روایت ہے جو اسی کے مطابق ہے اس روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ناشتہ دین اور پانی کی کھال کو باندھنے کے لئے ہمارے پاس کوئی چیز نہیں تھی۔ ہمیں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا۔

"میرے پاس ان چیزوں کو باندھنے کے لئے اپنی لوز حنی کے ساتھ کو نہیں ہے۔"

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا،

"تم اپنی لوز حنی کے دو ٹکڑے کر لو اور ایک سے پانی کی کھال باندھ دو اور دوسرے سے ناشتہ دین۔"

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اسی وقت سے مجھے ذات الصفا تھیں یعنی دو لوز میوں دلی کا لقب ملا۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ لقب دیا اور فرمایا،

"اللہ تعالیٰ تمہاری اس لوز حنی کے بدلے جنت میں تمہیں دو لوز چھڑیاں دے۔"

یہاں یہ اطفال ہوتا ہے کہ وہی روایت جو حضرت عائشہؓ سے ہے اور دوسری روایت جو حضرت امینہؓ سے ہے ان دونوں کو مسلم نے بیان کیا ہے اور ان میں پانی کی کھال کا ذکر نہیں ہے۔ اور جو روایت بخاری نے بیان کی ہے اس میں پانی کی کھال کا ذکر ہے لیکن ہڑے کی ٹھیلی کا ذکر نہیں ہے جس میں ناشتہ کا سامان رکھا گیا تھا بلکہ اس روایت میں جراب کے بھالے سفرہ کا قتلہ ہے۔ مگر اس اطفال کے بدلے میں یہ کہا جاتا ہے کہ سفرہ کو باندھنے سے مراد جراب کو باندھنا ہی ہے جیسا کہ وہاں اس طرف اشارہ بھی کر دیا گیا ہے (کیونکہ سفرہ کے معنی ناشتے کے بھی ہیں اور ناشتہ دین یا ناشتے کی پوتی کے بھی ہیں اسی طرح جراب ہڑے کی ٹھیلی کو کہتے ہیں جس میں کھانے پینے کا سامان رکھا جاتا ہے۔

بعض محدثین نے کہا ہے کہ چچے مسلم کی جو روایت گزری ہے وہ زیادہ درست ہے جو خود حضرت اسماءؓ نے اپنی آخری عمر میں بیان کی ہے (یعنی تہاج سے ان کی جو بات ہوئی نکھر جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اپنی لوز حنی کے ایک ٹکڑے سے انہوں نے صرف پڑے کی قبلی کا منہ باندا تھا اور باقی تو می لوز حنی ان کے پاس رہ گئی تھی۔

مگر اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہاں صرف قبلی باندا بننے کا ذکر کرنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دوسری بات اس کے خلاف ہے جو بخاری نے ذکر کی ہے۔ لہذا دونوں روایات میں اس طرح موافقت ہو جاتی ہے کہ حضرت اسماءؓ نے لوز حنی کے دو ٹکڑے کئے اور پھر ان میں سے ایک ٹکڑے کے دو ٹکڑے کئے۔ ایک سے ناشتے دین باندا تھا اور دوسرے سے پانی کی کچھال باندا تھی۔ فقہاء حضرت اسماءؓ کو ذات اخصا تھیں یعنی دو لوز حنیوں والی اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے لوز حنی کے ایک ٹکڑے سے یہ دونوں کام کئے اور ایک ان کے پاس باقی رہا۔

کتاب سیرت ابن ہشام میں یہ ہے کہ حضرت اسماءؓ دونوں کا ناشتہ لے کر اس وقت پہنچی تھیں جب آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ گھر سے روانہ ہو کر عمارؓ کو شہر چلا گزریں ہو چکے تھے مگر وہ اپنے ساتھ کوئی ذوری وغیرہ لے جایا ہوا نہیں رہا۔ یہاں وہ پریشان ہو گئیں کہ کھانے کو کچے باندا میں دھب اچانک اٹھیں خیال کیا اور انہوں نے اپنی لوز حنی چھڑا کر اسے ذوری کے بجائے استعمال کیا ایک سے قبلی کو باندا تھا اور دوسری کو لوز حنی کے طور پر اپنی کمر پر لپیٹ لیا۔ اب حضرت عائشہؓ کے اس قول کا مطلب کہ ہم نے بعضین طریقہ پر سفر کے لئے تیزی کر دی، کا مطلب یہ ہے کہ عمارؓ سے روانہ ہونے کے وقت یہ تیزی کی گئی عمارؓ کو روانہ کی کے وقت نہیں جیسا کہ مجاہد روایت کے ظاہر کی تفسیر سے معلوم ہوا تھا۔

مگر علامہ ابن جرزی نے روایت کی اسی ظاہر کو کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت اسماءؓ بہت پہلے کہ ہی میں مسلمان ہو کر نبوت کریمؐ کی تھیں، انہوں نے اس بات جبکہ آنحضرت ﷺ سے عمارؓ کے لئے روانہ ہو رہے تھے اپنی لوز حنی چھڑا دی اور ایک جگہ سے ناشتے دین باندا دوسرے سے پانی کی کچھال باندا تھی جس پر ان کو ذات اخصا تھیں یعنی دو لوز حنیوں والی کا مطلب یہاں تک ابن جرزی کا حوالہ ہے، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ واقعہ دونوں موقعوں پر پیش آیا ہو۔

چچے غلاق کی طرف یہ گزری ہے کہ جس کو عورت اپنے بیٹے یا کمرہ باندا لیتی ہے تاکہ بچے ٹٹکے والا لہذا اس ذہنک کر الجھتا جائے۔ مگر بعض حضرات نے کہا ہے کہ غلاق وہ کپڑا ہوتا ہے جسے عورت پہنتی ہے پھر اپنی کمر کے گرد ایک ذوری باندا لیتی ہے اور پھر اوپر کے کپڑے کو اپنے کے کپڑے کے اوپر لٹکا لیتی ہے۔ غلاق کے بارے میں ایک قول چچے اور بھی گزرا ہے جو اس قول کے مطابق ہے۔ شاید غلاق ان دونوں قسموں کے کپڑوں کو کہتے ہیں۔

ایک قول ہے کہ سب سے پہلے جس نے غلاق استعمال کیا وہ حضرت ہاجرہؓ ماتم اسمائیلؓ ہیں یعنی انہوں نے غلاق اس دوسری تفصیل کے مطابق استعمال کیا جو بیان ہوئی تاکہ غلاق کے پچھلے ٹٹکے والے دامن سے ان کے شکم قدم مٹنے جائیں اور ان کی سونگں حضرت سارہؓ کو ان کے چلنے کی سمت سے معلوم ہونے پائے۔ یہ شاید اس وقت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کے ساتھ ان کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا تھا اور وہ ابراہیمؑ علیہ

اسلام کے ساتھ کئے جا رہی تھیں۔ یہ واقعہ ان کے بعد ابراہیم علیہ السلام کے برائی پر سوار ہونے سے پہلے کا ہے (کیونکہ اس پر سوار ہونے کے بعد تو عثمان قدم نہانے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا)۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ سے نئی ذیلی کے ایک شخص سے اجرت پر رہبری کا معاملہ کیا اور اس کا نام عبداللہ ابن اسحاق تھا۔ اس کو ابن اسحاق یا ابن اسحاق کہا جاتا تھا۔ یہ شخص اس کی ماں کا نام تھا اور اسحاق اسی لقب کی تفسیر ہے۔ فرض ابن اسحاق سے اجرت پر یہ معاملہ کیا کہ وہ دین تکد لیتے کی رہبری کرے۔ یہ شخص اس وقت مشرک ہی تھا بعد میں یہ مسلمان ہو گیا تھا مگر ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کے اسلام لانے نہ لانے کے حقائق کچھ خبر نہیں ہے۔ کتاب در فضائل میں ہے کہ کسی صحیح حد سے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ شخص بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔

آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ نے اس شخص کو اپنی اہل بیت سے دیں اور اس سے یہ طے کیا کہ وہ تین رات کے بعد ثور پہاڑ پر اتریں گے اور اٹھنے والے کے لئے ڈھلوان کے مٹی تل کے ہیں اس پہاڑ کو ثور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اہل چالے والے تل کی صورت کا ہے۔ فضائی کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عبداللہ سے جو معاملہ ہوا وہ مشرک کی چوری سے پہلے کیا گیا تھا۔

رات کے اندھیرے میں غار ثور کو کو بیچ :۔۔۔۔۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پھر رات کے وقت آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ پہاڑ پر اتر گئے۔ ابن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر سے نکل کر بعد سے حضرت ابو بکرؓ کے مکان پر پہنچے اور تمام دن وہیں رہے۔ اس کے بعد رات میں آپ ﷺ اور ابو بکرؓ یہاں سے روانہ ہو کر غار ثور میں پہنچے اور وہاں قیام فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ کے مکان کے پشت کی دیوار میں ایک کھڑکی تھی آپ دونوں اسی راستے سے نکل کر گئے تھے۔ عائشہؓ بتاتے ہیں کہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، میں کھڑکی سے نکلا تو سامنے مجھے ابو جہل لعنہ اللہ نظر آیا مگر اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اسے اندھا کر دیا اور ہم آگے بڑھ گئے جیسا کہ ابو بکرؓ کی روایت میں ہے۔

طائر سہا بن ہزاری نے وہاب ابن جہ سے یہ روایت بیان کرتے ہوئے کہ آنحضرت ﷺ ابو بکرؓ کے مکان کی کھڑکی سے غار کے لئے روانہ ہوئے، لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ خود اپنے مکان سے روانہ ہوئے تھے، حضرت ابو بکرؓ بھی آنحضرت ﷺ کے آگے آگے چلے بھی پیچھے ہو بھی رہائیں اور بھی بائیں۔ اس کی وجہ آنحضرت ﷺ نے پوچھی تو انہوں نے کہا،

حضرت ابو بکرؓ کا اضطراب :۔۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ بھی یہ خیال آتا ہے کہ راستے میں آپ ﷺ کے لئے کوئی گھات لگائے نہ بیٹھا ہو تو میں آپ ﷺ کے آگے آگے چلے گیا ہوں مگر خیال آتا ہے کہ کہیں آپ کا تعاقب نہ کیا جا رہا ہو تو میں آپ کے پیچھے چلے گیا ہوں وہی طرح بھی آپ کے دائیں چلتا ہوں بھی بائیں کیونکہ آپ کی طرف سے ہر وقت خطر رہتا ہے۔

آپؐ پانی :۔۔۔۔۔ اقول۔ مؤلف کہتے ہیں کہ وہ خود میں ہے کہ اس رات روانگی کے دوران آنحضرت ﷺ بچوں کے مل چلے تاکہ زمین پر آپ کے قدموں کے نشان نہ مل سکیں۔ اس طرح چلنے کی وجہ سے آپ کے پاؤں رچھل گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے آپ ﷺ کو اپنی پیٹھ پر اٹھالیا اور اسی طرح غار کے منہ پر پہنچا کہ آپ کو انداز ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ غار کے لئے روانہ ہوئے تو

نہیں ہو اس امر میں لوگوں کی وہ تمام باتیں دیکھیں جو آنحضرت ﷺ کے پاس منع تھیں کہ مکہ کے کعبہ وہ شخص جس کے پاس کچھ مال وغیرہ ہوتا تھا اور اسے اس کے متعلق کچھ غلط ہوتا تھا تو وہ اس کو آپ ﷺ کے پاس لے جاتا تھا کہ وہ سب ہی لوگ آپ ﷺ کی حالت دہری کے قائل تھے۔

عناکبیب آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکر کے مکان کے لئے روانہ ہوئے اس وقت آپ ﷺ نے حضرت علی کو انہوں کے متعلق ہدایت فرمائی تھی کہ مکہ ہمارے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر کے مکان کو روانہ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ اور حضرت علی کی ملاقات دینے میں ہی ہوئی اس سے پہلے نہیں، مگر آگے دور مدار کے حوالے سے ایک روایت آنے کی کہ عمار سے روانگی کے وقت بھی آنحضرت ﷺ کی حضرت علی سے ملاقات ہوئی تھی۔

کتاب فضول المبر میں ہے کہ روانگی کے وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کو ہدایت فرمائی کہ وہ آنحضرت ﷺ کی آمد دہریوں سے جسکو شی حاصل کریں اور آپ ﷺ کے پاس لوگوں کی باتوں کو بول کا حق دہریوں کریں، ساتھ ہی آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ دونوں قافلہوں کے لئے سواریاں خرید لیں ایک آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اور ایک حضرت زہراؓ ابن مہدیؓ کی بیٹی فاطمہؓ کے لئے یعنی باہم اور عام غریب مسلمانوں میں سے جو بھی ان کے ساتھ آنا چاہیں ان کے لئے سواریوں کا انتظام کر لیں۔

مگر آگے کتاب اصل کے حوالے سے ایک روایت کہی ہے جو حضرت علی کے سواریاں خریدنے کی روایت کے خلاف ہے، وہ روایت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کو ایک ٹکڑا بھیجا تھا کہ یہ کتا تھا کہ اس کو پھاڑ کر اس میں نو زہریاں یعنی چادریں چلی جائیں اور وہ چادریں چادریں قافلہوں میں تقسیم کر دی جائیں۔ ان قافلہوں سے مراد فاطمہ بنت زہراؓ، فاطمہ بنت عبدالمطلبؓ علیؓ اور خود آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی فاطمہؓ مراد تھیں اور یہ کہ یہ ٹکڑا آپ ﷺ نے دینے پہلے کے بعد بھیجا تھا اس اشکاف کی وجہ سے یہ روایتی قافلہ نور بنی۔

کتاب فضول مہد میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا۔

"میں نے تمہیں جو باتیں دی ہیں جب ان سے ملنا ہو جانا تو اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لئے تیار ہو جانا جب کہ قافلہ سے پاس میرا خط آجائے اور جب ابو بکر آجائیں تو انہیں میرے پیچھے آتم میوں کے کوئی کی طرف بھیجا رہا۔"

یہ بات اس وقت کی ہے جب رات کا اندھیرا مکمل چکا تھا، قریش کے لوگوں نے مکان کو گھیر کر آنحضرت ﷺ کے لئے کھاتے لگا رکھے تھے اور وہ لوگ اس اندھیر میں تھے کہ کوئی رات گزر جائے اور سب لوگ سو جائیں تو ابھی لوہا نہ راکھ رہا۔

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کے مکان میں پہنچے (جو کہ آنحضرت ﷺ کی جگہ حضرت علیؓ لینے ہوئے تھے اس لئے وہاں کہ رسول اللہؐ کچھ اس وقت حضرت علیؓ نے ابو بکرؓ سے کہہ

"رسول اللہ ﷺ تم میوں کے کوئی کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور آپ ﷺ کے لئے یہ کہ مجھے

ہیں کہ آپ میرے پاس بھیج جائیں۔"

عارف نور :-..... چنانچہ اس اطلاع پر حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ سے جا ملے اور وہاں سے ایک ساتھ روانہ ہوئے۔

ہو کر فور پہنچا پر پہنچے اور عمار میں داخل ہو گئے۔ مذکورہ کتاب کے حوالے سے یہ روایت قابل غور ہے کیونکہ اس میں اور گزشتہ روایات میں اختلاف ہے۔

صدیق اکبرؓ کی جاں نثاری :-..... غرض جب یہ حضرات عمارؓ کے دہانے پر پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

”قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھلا آپ ذرا ٹھہریے میں عمار میں پہلے داخل ہوں گا تاکہ اگر عمار میں کوئی کیزا نکوڑا ہو تو وہ بچہ ہوتا ہے پہلے مجھے ہو جائے (اور آپ ﷺ محفوظ رہیں)۔“

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھ کر عمار میں پہلے داخل ہوئے اور ہاتھوں سے ہر طرف ٹھول کر دیکھتے رہے جہاں کہیں کوئی سوراخ نظر آیا تو اپنے کپڑے میں سے ایک ٹکڑا چھڑا کر سوراخ کو اس سے بند کر دیئے اس طرح انہوں نے تمام سوراخ بند کئے مگر ایک سوراخ لہو گیا اور اسی میں سانپ تھا حضرت ابو بکرؓ نے اس سوراخ پر اپنی اچھی رکھ دی۔

صدیق اکبرؓ کا پیر سانپ کے منہ میں :-..... اس کے بعد رسول اللہ ﷺ عمار میں داخل ہوئے اور صبر سانپ نے حضرت ابو بکرؓ کی اچھی اپنے سوراخ پر دیکھی تو اس نے کانٹا شروع کیا۔ تکلیف کی شدت کے باوجود حضرت ابو بکرؓ کے منہ سے کوئی قوت نہ نکلی مگر ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ عمار ایں کپڑے کہتے ہیں کہ اس تحصیل میں فراغت اور نکلتا ہے۔ اس وقت جبکہ حضرت ابو بکرؓ کے سانپ کا منہ باہر آنحضرت ﷺ ان کے دلوں پر سر رکھ کر ایٹ لگے تھے اور آپ ﷺ کی آنکھ لگ گئی تھی۔ اسی لئے حضرت ابو بکرؓ نے سانپ کے اٹنے کے باوجود اپنے جسم کو حرکت دی اور نہ کوئی ٹھکی کہ مہذب آنحضرت ﷺ کی آنکھ کھل جائے مگر ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلے، آپ کے لوہے گرے جس سے آپ ﷺ کی آنکھ کھل گئی، آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو روئے دیکھا تو ان سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی انہوں نے کہا۔

”آپ ﷺ پر میرے سانپ اپنی زبان میں ہوں مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے“

آپ ﷺ نے اپنے صاحب دین سانپ کے کاٹنے کی جگہ دکھایا جس سے تکلیف اور زہر کا اثر فوراً ختم ہو گیا۔ بعض علماء نے اسی سے ایک لطیفہ پیدا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی اچھی سے آنحضرت ﷺ کو چھینا لہذا اللہ تعالیٰ نے ان کی اچھی یعنی نسل میں برکت عطا فرمائی (واضح رہے کہ عربی میں صبرا اچھی کو کہتے ہیں اور صبرا میں برکت، نسل میں برکت کہلاتی ہے)۔

اس سانپ کے لئے رہنمائی کی تعلیم :-..... بعض دوسرے حضرات نے لکھا ہے کہ غم کے رہنمائیوں نے اپنے لئے سر پر غلہ اور منڈا عمارؓ کے اسی سانپ کی تعلیم اور احرام میں اختیار کیا ہے جس نے حضرت ابو بکرؓ کے کاٹنے کیونکہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ منڈا کے ٹکڑوں میں اسی سانپ کی تھیک ہے۔

صحیح ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ کے جسم پر آنحضرت ﷺ نے چادر نہ دیکھ کر پوچھا کہ تمہاری چادر کہاں ہے۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے اس کے ٹکڑے چھڑا چھڑا کر عمار کے سوراخ بند کر دیئے ہیں۔ ایک روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کے جسم پر دم کاٹو دیکھا تو اس کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا کہ سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مجھے سانپ کے کاٹنے کی خبر نہ دی۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو جتنا پسند نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فوراً اس جگہ اپنا ہاتھ پھیرا جس سے اسی وقت ہر مہاجر تکلیف چل رہی۔

لبان و فلول و روافض کو اگر دوسرا سنا جائے تو ان میں موافقت پیدا کرنی ضروری ہوگی۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرتؐ کو سناپ کے کائنات کی خبر دی تو آپؐ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی۔
”اے اللہ! ابو بکر کو جنت میں میرے درجہ میں بھیج دے۔“

ایسی وقت اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی کہ آپ ﷺ کو خبر دی کہ آپ ﷺ کی دعا قبول کر لی گئی۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ حاضر میں داخل ہو کر اس کے سواں ہاتھ کو روپے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے ایک ہاتھ سے خون نکل رہا ہے وہ انگلیوں پر سے خون صاف کرتے تو یہ شعر پڑھتے رہتے تھے۔

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ عَهْدٌ
وَلَّى سِوَى اللَّهِ يَلْفِتُ

ترجمہ :- یہ صرف انگلیاں ہیں ہمارے دل اور زبان کا وہ ہوتی ہیں اور جو کچھ بھی ہوا ہے وہ بھی تھہرے کی راہی میں ہوا ہے۔

مگر آگے ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر اسی ردوئہ کا ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ شعر خود آنحضرت ﷺ کا ہے۔ ممکن ہے حضرت امین ردوئہ نے اس شعر کو اپنے شعروں میں شامل کر دیا ہو۔ جس بنا پر یہ شعر آنحضرت ﷺ کا کیا گیا یا اسی عروزی کا یہ قول ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی وداعی کے بعد حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ سے ال جانے کے لئے آپ ﷺ کے چہرے رونے لگے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو پیچھے آتے دیکھ کر یہ کہا کہ مشرکوں میں سے کوئی شخص حجاب میں کرنا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی والدہ خیرہ کو دی ہنس کی وجہ سے آپ ﷺ کے جاتے کی ٹوپیٹ گئی اور آپ ﷺ کا گھر ایک حجرے سے ہو کر کراڑی ہو گیا اور اس سے خون بہنے لگا اسی وقت حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ سے بولے تاکہ آنحضرت ﷺ ان کو پہچان لیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو پہچان لیا۔

جس بات سے اس شعر کے حلقہ نکلا ہوتا ہے وہ جنوب مغلی کی یہ روایت ہے کہ میں لکھنؤ کا رہتا ہوں ایک دن آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا کہ آپ ﷺ کی انکی زخمی ہو گئی تو آپ ﷺ نے وہ شعر پڑھا جو اوپر ذکر ہوا کہ جہاں تک اس روایت میں عار کا ذکر ہے اس سے فیضان کا عار مر لو ہے یہ عار تو نہیں جیسا کہ اس سے دہم ہوتا ہے۔

مہنگی میں جناب ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ایک روز جبکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ ﷺ ایک حجر سے زخمی ہو گئے اور آپ ﷺ کی بائیں سے خون نکلنے لگا مایہ وقت آپ ﷺ نے یہ شعر پڑھا جو یہی ذکر ہے۔

حضرت خدو لوہدی اور معجزے کا ظہور :-..... فرض جب آنحضرت ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما قادیان میں داخل ہوئے تو انہی تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم دیا کہ وہ ہمارے دو ہاتھ پر آگ آئے واپس درخت کو حشر کئے۔ میں۔ ایک قول ہے کہ اس کا نام تم غریبان تھا یہ درخت اسی گھڑی ہمارے منہ پر آگ آیا اور اس کی شاخوں نے ہمارے منہ کو لٹھلیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ عمار میں داخل ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس درخت کو بلایا۔ یہ عمار کے سامنے تھا، آپ کے بڑے پرے پر آیا اور عمار کے سر پر آکر ٹھہر گیا یہ درخت قدرے کھوکھلا اور عمار اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک ٹکڑی کو بھیج دیا جس نے اس درخت کی شاخوں میں جا لے تن دیئے یہ جا لے اس قدر گھسنے اور ایک دوسرے میں چڑے ہوئے تھے کہ جیسے پالیس سال سے اس جگہ لگے آئے ہوں جیسا کہ بعض علماء نے لکھا ہے۔

ٹکڑی کے ذریعہ حفاظت کے دوسرے واقعات :-..... اسی طرح ایک مرتبہ ٹکڑی نے حضرت زیدؓ ابن ابیہن کی حفاظت کے لئے بھی جالا کا تھا، انہوں نے سفیان بنی خالد کو قتل کیا تھا اور اس کا سر کاٹ کر ایک عمار میں لے کر لے کر وہاں چھپ رہے تھے اور اس وقت تک وہیں پوشیدہ رہے جب تک کہ ان کا حنا قبہ ختم نہیں ہو گیا۔ اس واقعہ کی تفصیل آگے آئے گی۔

ایک خیر شاہ کا واقعہ :-..... اسی طرح ٹکڑی نے ایک دوسرے حضرت ابوذرؓ کی حفاظت کے لئے بھی جالا کا تھا جبکہ جانوت کے کوئی ابن کی تلاش میں تھے۔ اسی طرح زید ابن علی ابن عیینہ ابن علی ابن ابی طالب کی شرمکھ کو ڈھانپنے کے لئے بھی ٹکڑی نے جالا کا تھا۔

یہ زید نام تھا باقر کے چھائی اور نام جعفر صادقؓ کے چچا تھے۔ زید یہ فرقہ ان ہی کی طرف منسوب ہے۔ یہ نام اور مجتہد تھے انہوں نے داخل ابن عطاء سے علم کا فیض حاصل کیا تھا جنہوں نے حضرت حسن بصریؒ سے فیض لیا تھا، انہوں نے یہ اعتقاد کیا تھا کہ گناہ کبیرہ کرنے والا مسلمان مؤمن نہیں رہتا اس پر ان سے پوچھا گیا کہ پھر کیا وہ جہنم میں جائے گا تو انہوں نے کہا کہ نہیں، جہنم میں بھی نہیں جائے گا بلکہ جنت اور جہنم کے درمیان ایسے لوگوں کے لئے اور تیسرا درجہ بھی ہے جالا یہ لوگ اس میں رہیں گے جو جنت ہو گی اور جہنم اور جہنم جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا تو حضرت حسن بصریؒ نے ان کو اپنی مجلس سے اہتراق کرنے کو کہہ دیا تھا کہ جو جہنم کا وہاں اسی عمار پر ان کو معزلی کیا تھا اور ان کے ساتھیوں کو معزلی کا نام دیا گیا۔ مگر زید کے شیخ ابن عطاء کو معزلی کہنے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ خود زید بھی اسی مسلک پر چلتے تھے۔

ان زید کو یہ ہند کر کے چھائی دی گئی تھی اور پھر حکومت وقت نے چھائی پر ان کی لاش چڑھا دی۔ ایک قول یہ ہے کہ ایک سال تک ان کا جرم یہ تھا کہ ان کے عمار سے بھی ان کی شرمکھ کسی کے سامنے نہیں آئی (کیونکہ اس جگہ ٹکڑی نے گھنا جالا بن کر اسے چھپا دیا تھا) ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا یہ جگہ لگ کر ان کا جگہ لگا تھا کہ اس سے ان کی شرمکھ چھپ گئی تھی (اس طرح ان کا پروردہ بانی دہلیا بھی ٹھکنے ہے کہ دونوں باتیں ہوئی ہوں۔

ان کو چھائی دیے چند وقت جلاؤں نے ان کا سر جیلے کے بجائے ہاتھ بوجھ کر دوسری طرف کر دیا تھا تو جس شخص پر ان کو چھائی دی گئی تھی، خود اہلک گھوڑا اور ان کا سر جیلے کی طرف ہو گیا۔ (ی) ایک واقعہ حضرت نبوتؐ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

اس کے بعد حکومت نے حضرت زید کا جسم اور وہ چھائی کا تختہ جلا دیا اور ان کی راکھ دریائے فرات کے کنارے ہو اسی علاقہ میں ان کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے خلیفہ و شام ابن عبدالمطلب سے بیعت کی تھی اور خود اپنے آپ کو خلافت کے لئے پیش کیا تھا، اس بیعت کے نتیجہ میں خلیفہ کے علم پر عراق کے امیر و سفاحین عمار بھی

نے ان کے ساتھ جنگ کی جس میں زید کے لشکر نے زید کو دھوکہ دیا اور ان کو شکست ہوئی۔ ان کے لشکر کے اکثر لوگ ان کو دعا دے گئے۔ زید نے اپنی مخالفت کے لئے کوفہ کے اکثر لوگوں سے بیعت لی تھی، ان لوگوں نے زید سے مطالبہ کیا کہ وہ شیخین یعنی حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ سے بیڑ لڑی کا اعلان کریں تو وہ زید کی دعا کرنے اور ان کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ مگر زید نے کہا:

”ہرگز نہیں! جنگ میں دونوں کو پہنچا دوں گا اور محترم سمجھتا ہوں۔“

اس پر ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے ہم سے رخصت کرتے یعنی نہ موڑتے ہیں۔ زید نے کہا:

”میں ہر جہاد تم کو گوارا نہیں یعنی نہ موڑنے والے لوگ ہوں۔“

اس وقت سے ان لوگوں کا نام درالحند یا روم میں رافضی چم گیا۔

پھر حضرت زید کے پاس ایک دوسری جماعت آئی اور انہوں نے کہا:

”ہم شیخین کو پہنچا دوں گا اور وہی مانتے ہیں اور جو لوگ ان دونوں سے بیڑ لڑی ظاہر کرتے ہیں ہم ان سے

اپنی بیڑ لڑی ظاہر کرتے ہیں۔“

یہ کہہ کر ان لوگوں نے حضرت زید کے ساتھ مل کر جنگ کی اور اسی لئے ان لوگوں کو زیدی فرقہ کہا جانے لگا۔

اقول۔ متوالف کہتے ہیں مطلب یہ قہج کی بات ہے کہ ایک شخص حضرت زید کے ذہب اور مسلک پر چلنے کا دعویٰ بھی کرے اور شیخین سے بیڑ لڑی اور کراہت کا اعلان بھی کرے۔ اگر کوئی شخص شیخین کا ہم عزت سے لے تو اس کو بھی نا پسند ہے۔ کرے بلکہ اکثر ان دونوں پر رگوں کو لگائیں بھی دے۔

جنگ کے دوران زید کو بہت سے زخم آئے مایک تیر ان کی چوٹائی میں لگا، اس کے بعد ہی رات ہو گئی اور جنگ رک گئی۔ اس وقت حضرت زید کے ساتھیوں نے کسی قرعہ گاؤں سے ایک جراح کو بلا دیا تاکہ اس سے تیر ٹھکروں۔ اس نے تیر ٹھکا اور اسی وقت ان کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے اسی وقت ان کو دفن کر دیا اور ان کی قبر کو پہ نشان کر کے چھپا دیا یہاں تک کہ حریف احتیاط کے لئے انہوں نے قبر کی جگہ پانی بہا دیا اور جراح سے بھی اس خبر کو چھپانے کا وعدہ لے لیا۔ مگر صبح کو وہ جراح جو سفین عمر شقی کے پاس تھا گیا۔ اس نے جو سف کو زید کی موت کی خبر دی اور ان کی قبر کی جگہ بھی بتا دی۔ جو سف نے فوراً قبر کھدائی اور ان کی لاش نکال لی اور اس کا سر کاٹ کر خلیفہ ہشام کے پاس بھیجا۔ وہ اس پر خلیفہ نے جو سف کو ختم کئے بیجا کہ زید کی لاش کو نکال کر کے چھانسی پر لٹا دلا۔ چنانچہ جو سف نے ایسا ہی کیا۔

کہا جاتا ہے کہ کہ ایک روز خلیفہ ہشام نے زید سے کہا:

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مخالفت حاصل کرنا چاہتے ہو جبکہ تم اس کے اہل نہیں ہو کیونکہ تم ایک باغی کے بیٹے ہو۔“

زید نے جواب دیا:

حضرت اسماعیلؑ بھی ایک باغی کے بیٹے تھے جبکہ ان کے بھائی حضرت اسماعیلؑ ایک کافر عورت کے بیٹے سے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اسماعیلؑ کی اولاد میں سے دنیا کا بہترین انسان یعنی آنحضرت ﷺ کو پیدا فرمایا۔“

ہشام یہ سن کر بھڑک اٹھا کہنے لگا کہ فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔ زید نے کہا:

”یا رسول اللہ! میں نے صوبہ کو قند میں مشغول پایا اس لئے میں نے اس کو مناسب نہیں سمجھا کہ میں اس کی قند میں قفل ڈالوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا۔

غار ثور سے دشمنوں کی بے انتہائی عرض اور حسب قریلی فوج میں آپ ﷺ کو تلاش کرتے کرتے غار ثور سے چالیس گز کے فاصلے پر دو گئے تو اس میں کچھ جلدی سے آگے بڑھ کر غار میں جھانکنے لگے مگر غار کے دہانے پر انہیں صرف دو جنگی کھوڑو ساتھ ہی کڑی کا جال نظر آیا اس پر اس میں سے ایک نے کہا ”اس غار میں کوئی نہیں ہے۔“

آنحضرت ﷺ نے اس شخص کا یہ جملہ سن لیا اور آپ ﷺ کچھ گئے کہ اٹھ قحلی نے اس صیبت کو ہل دیا

بچہ۔

ایک روایت ہے کہ جب قریشی لوگ غار کے دہانے تک پہنچ گئے تو اس میں سے کسی نے کہا کہ غار کے اندر چل کر بھی دیکھو اس پر امیہ ابن خلف نے کہا۔

”غار کے اندر ہی جا کر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، اس پر قوائے جالے گئے ہیں جو شاید تمہیں ﷺ کی پیدائش سے بھی پہلے کے ہوں گے۔ (ی) مگر وہ غار کے اندر گئے ہوئے تو نہ یہ جال ہلتی رہتا اور نہ یہ کھوڑے اٹھتے۔“

اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹھ بھیر بچوں کے تھے۔ یہ بھی ہے کہ اس میں ایک اٹھ سے بچہ نکل آیا اور ایک سے نہ نکلا ہو۔ اس کے بعد وہ غار کے دہانے کے بائیں سامنے آکر بیٹھا اور پیٹاب کرنے لگا اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

”یا رسول اللہ! اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے“

آپ ﷺ نے فرمایا۔

”ابو بکر! اگر اس نے ہمیں دیکھ لیا تو غار سے سامنے بیٹھ کر پیٹاب نہ کرے۔“

ایک روایت میں آپ ﷺ کے اصحابوں میں کہ ماروہ ہمیں دیکھ لیا تو غار سے سامنے اپنی شرمگاہ نہ کھولا۔ یعنی ہادی طرف رخ کر کے پیٹاب کرنے نہ دیکھا اور عمر ابو بکرؓ نے کہا۔

”تو اکی قسم، میرا امکان ہے کہ وہ ہمیں قریب ہی ہمیں دیکھ لے رہے ہیں مگر میں نے کسی ہادی کے آٹھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔“

اس کے بعد یہ لوگ غار سے لوٹ آئے۔

غار ثور میں دوسرا حجرہ تاکہ جھڑو :۔۔۔ غار میں کھڑے کھڑے۔ بعض سیرت نگاروں نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر میں لوگوں میں سے کسی نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو غار اس کی نگاہ ہم پر بھی ضرور پڑے گی۔ تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”اگر یہ لوگ یہاں ہندے ہاں پہنچ بھی گئے تو ہم یہاں سے نکل کر کسی چلے جائیں گے۔“

مگر غار کا صرف ایک ہی دروازہ تھا اس لئے صدیق اکبرؓ نے فوراً ہی پردہ ہادی پر نظر ڈالی تو انہوں نے دیکھا کہ غار میں دوسری طرف بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اور مصدر کا ساحل اس دہانے سے آگاہ ہے جہاں ایک کشتی بھی

کہا کہ یہ حد بھی ہوئی کھڑی ہے۔

عامہ اس کی کھڑکتے ہیں کہ یہ حدیں اس لحاظ سے مقرر نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کی عظیم قدرت سے یہ بات بعید نہیں ہے مگر یہ حدیں کسی معنوی یا ضعیف حد کے ساتھ ذکر نہیں ہوئی ہے اور ہم اپنی طرف سے کوئی چیز ثابت نہیں کریں گے (لہذا صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ کی قدرت کے لحاظ سے یہ بات بعید نہیں ہے مگر چونکہ حدیں کے ساتھ کوئی خود بیان نہیں ہوئی ہے جس سے مطعون نہ ہو سکتا کہ یہ حدیں قوی ہے یا ضعیف اس لئے اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

کھڑی کو مارنے کی ممانعت اور اس کے لئے دعا :- اسی روز آنحضرت ﷺ نے کھڑی کو مارنے کی ممانعت کی اور فرمایا:

”یہ اللہ کے مفکران میں سے ایک مفکر ہے۔“

حضرت ابو بکر صدیق سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

گھروں سے جانے صاف کرنے کا حکم :- ”جب سے میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑی سے محبت فرمانے لگے ہیں میں سمجھی اس سے محبت کرنے لگا ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کھڑی کو ہادی طرف سے بڑے خیر دے کیونکہ اسے ابو بکر اس نے میرے لیے قہر و قہر سے لوہے جلائی کر ہادی حفاظت کی تھی۔ یہاں اب کھڑی کو کھڑی کے ہاں سے صاف نہ کھانا چاہئے۔“

اس کی وجہ پیچھے گزر چکی ہے کہ اس سے گھروں میں فقر و غنا پیدا ہے۔ کتاب جامع صفحہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے یہ احکام ہیں کہ اللہ تعالیٰ کھڑی کو نیک بدل دے کہ عمار میں اس نے جالا لایا تھا۔
کیونکہ تمام حرم :- اقول۔ موافق کہتے ہیں: یہاں ایک اشغال ہوتا ہے کہ ایک حدیں میں ہے کہ کھڑی شیطان ہے اس کو مار دیا کہ ایک حدیں میں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی صورت بگاڑ کر اس کو کھڑی کی شکل میں ظاہر کیا ہے اسے مار دیا کہ اس اشغال کا حل یہ ہے کہ اگر یہ بعد ازل روایت ثابت ہے اور بعد میں فرمائی گئی ہے تو یہ پہلی کے لئے مانع (یعنی اس کے حکم کو ٹھم کرنے والی) ہے اور اگر پہلے والی ثابت ہے اور بعد میں فرمائی گئی ہے تو وہ پہلی کے لئے مانع ہے۔ اللہ اعلم۔

اسی طرح رسول ﷺ نے کھڑیوں کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور جن کو یہ جزوی کہ جن کو حرم میں بیٹھنے پہونے دیا۔ چنانچہ جن کی نسل حرم میں پہونی پھولی۔ اسی وجہ سے امام غزالی جو شافعی عالم ہیں کہ کے صرف کھڑیوں کو مارنے کے قائل ہیں اس کے سوا کسی دوسرے پرند کے نہیں اور اسی قول کو ترجیح دی جاتی ہے۔

مگر کتاب استیذان میں اس بات پر شک ظاہر کیا گیا ہے کہ حرم کے کھڑی جوڑے کی نسل سے ہیں۔ کیونکہ نوحؑ کے واقعہ میں ایک روایت ہے کہ طوفان آنے کے بعد نوحؑ نے اپنی کشتی میں سے ایک کھڑی کو بھیجا تھا کہ انہیں زمین کی حالت کی خبر دے۔ کھڑی دلوئی حرم میں ٹھک گئی۔ اس نے دیکھا کہ اس جگہ سے پہونی نکل رہی ہے یہ جگہ گھبے کی تھی اور یہاں کی مٹی سرخ رنگ کی تھی۔ کھڑی اس جگہ اتاری تو اس کے پتے بھی سرخ ہو گئے۔ اس کے بعد یہ وہیں نوحؑ کے پاس پہونی تو انہوں نے اس کی گردن پر ہاتھ بچھڑا کر اس کے گلے میں ایک کھنڈ ڈالا اور اس کے پیروں کو سرخ رنگ سے دیا۔ پھر انہوں نے اس کو حرم میں پہونایا اور اس کے لئے برکت کی دعا کی۔

اس بارے میں احث ابن عباس کے شعر ہیں:

تَكَادُ لَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْعَصَوَيْنِ رِقَى شَفَا
فَكُنْ زَكَمٌ يَشْتَرِي بِشَيْئِكَ شَهْرًا

ترجمہ :- گویا کہ دونوں سے لے کر مٹانے کا مقام تک نہ کوئی سو فیصد غم غوار ہے اور نہ کے کے قصہ گوئی میں سے کوئی قصہ گو ہے۔

وَبَيْنَ رَيْبٍ نَكْسٍ وَدَى حَمَلَةٍ
بَطْلٍ لَنَا وَرَيْبٍ لَلْعَصَا

ترجمہ :- سوار اپنے گھر کے لئے آگے ضرور بھاگتا ہے اور تیری جرم اور لوٹنے کے دور سے ہاتھ ہلاتے ہیں۔ سب چیزوں کے لئے بھیجی داس کہ سکون کا آئینہ ہے۔

ان شعروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حرم میں کو تیری جرم اور لوٹنے کے دور سے ہاتھ ہلاتے ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حق کہ کے دنا کے کے کو تریوں نے آنحضرت ﷺ پر سایہ کیا تھا جس پر آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی تھی۔

صديق اکبر کا منظر اب اور آنحضرت ﷺ کا سکون :-..... فرض ایک روایت ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے قریش کو خاص طور پر مدد کی طرف بدھتے ہوئے دیکھا جن کے ساتھ تین آدم کے باہر بھی تھے تو وہ روایت ہے۔ ایک قول ہے کہ جب مدد کے قریب انہوں نے ایک حجاب کے باہر کو یہ کہتے تھے۔

"تو اکی قسم احمیس جس کی تلاش ہے وہ اس مدد سے آگے نہیں گیا۔"

یہ جملہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے غمزدہ ہوئے کہ وہ اپنے دور کہنے لگے۔

"تو اکی قسم میں اپنی جان کے لئے نہیں دوں گا بلکہ مجھے اس کا خوف ہے کہ کہیں کب ﷺ کو کسی پریشانی میں نہ دیکھنا پڑے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"تم نہ کرو اللہ تعالیٰ مدد سے ساتھ ہے۔"

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبرؓ کے دل کو سکون عطا فرمایا اور ان کو ایسا طمینان بخشا جس سے دلوں کو سکون اور آرام ملا ہے۔

ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے یہ فرمایا کہ، تم مت کہو یہ نہیں فرمایا کہ۔ ڈرو مت اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا غم رسول اللہ ﷺ کے لئے تھا جس لئے اس سے روکنا ہی طرح اس اور بشارت دینے کے واسطے تھا جسے حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے ارشاد فرمایا تھا کہ۔

وَأَنْتَ تَلِكُ قَوْلُهُمْ إِنَّ فِيهِ لَأُبْرُؤًا جِئْتَهُمُ فَتَشِيعُ فَعَلِمُوا (نورہ مجید ص ۱۰۷)

ترجمہ :- سوار آپ کو ان کی باتیں تم میں نہ ڈالیں۔ تمام تر قلیہ (اور قدرت بھی) اللہ ہی کے لئے جاہل ہے وہ ان کی باتیں سننے کے لئے اور ان کی حالت جانتا ہے۔

منقول یہ ہے کہ ڈر کوئی کو اپنی جان کے لئے ہو جائے اور غمزدہ سے کے لئے ہو جائے جو محبوب ہو۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ کی فکر مندی آنحضرت ﷺ کے لئے تھی آپ ﷺ نے اس کو غم سے تعمیر فرمایا اس بات سے کہ انہیں اور شیعوں کے اس الزام کی تردید ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ابو بکرؓ جیسے کے اہل

نورِ مذمت کے لئے قہارِ حبیب اپنی فکرِ پردی ہے، لہٰذا نفی کیجئے ہیں کہ اگر صدیق اکبر کا فہم آنحضرت ﷺ کے لئے قہارِ ظاہر ہے، امامت اور فہمِ زہداری ہے تو آنحضرت ﷺ امامت سے نہیں روک سکتے تھے۔ لہٰذا وہ اپنا ہرے مارے کا فہم امامت یعنی آپ ﷺ کے لئے نہیں تھا بلکہ معصیت یعنی اپنی ذات کے لئے تھا (اسی فہم کی تردید کے لئے حق کے صحابی ظاہر کئے گئے ہیں جس کی آگے بھی تفصیل کوئی ہے)۔

اللہ پر بھروسہ :- ... حضرت ابو بکرؓ کی ایک روایت گزری ہے کہ جب وہ لوگ عار کے دہانے کے سامنے آگے تو صدیق اکبرؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اگر انہوں نے اپنے بیروں کی طرف دیکھا تو ان کی نگاہ ہم پر ضرور چڑھائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں ان لوگوں کے حجابے میں بیٹھے بیٹھے ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ میں نے مشرکوں کے بیروں کو دیکھا جبکہ ہم عار میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ لوگ ہمارے سروں کے اوپر تھے تو میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ بات کہی، آپ ﷺ نے فرمایا :-

”اے ابو بکر! تم دونوں حضوں کے پدے میں کیا سوچتے ہو جن کا تیسرا ساتھی اللہ تعالیٰ ہے؟“
معیت الہی کی تفصیل :- ... اس نسل کی تشریح میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کے ساتھ قہارِ قہار اور سنی دونوں کو ساتھ لے گا جس کا تیسرا ساتھی خدا

جہاں تک فضلی طور پر اللہ تعالیٰ کے ان دونوں کا ساتھی ہونے کی بات ہے تو وہ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو صحابہ یا رسول اللہؐ کا کرتے تھے۔ گو آنحضرت ﷺ کو خطاب کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام بھی ضرور شامل ہو تا تھا اور اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کو لوگ یا علیؓ یا رسول اللہؐ کہہ کر پکارتے تھے یعنی اس میں بھی ان کا پکارنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام ضرور آتا تھا۔ (جس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ لفظی طور پر بھی ان حضرات کے ساتھ تھا)۔

جہاں تک سنی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ان دونوں حضرات کے ساتھ ہونے کا تعلق ہے تو حق تعالیٰ اپنی حضرت و معیت اور لڑائی و جہاد کی لحاظ سے ہمیشہ ان دونوں حضرات کے ساتھ تھا کیونکہ ذاتِ باری کی ضرورت اور جہادِ جنائی ہر جہری بن کو ہمیشہ حاصل رہی۔

شیعوں کے دعوئی کی تردید :- (تحریر :-) آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ کے عارِ خود میں ہونا لینے کے واقعہ کو حق تعالیٰ نے اس آیت میں نقل فرمایا ہے۔

”وَلَا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ ذَا الْأَمْرِ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَتَيْنُوا وَشَرُّهُمُ الْغَوْرُ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَنْصُرُنَا اللَّهُ تَعَالَى قَالُوا اللَّهُ يَنْصُرُنَا عَلَيْهِ وَآيَاتُهُ يَنْصُرُنَا لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ قَلْبَهُمْ كَقَلْبِ الْغَافِلِينَ“ (تَفْصِيلُ رُكُوعِ الْقُلُوبِ وَالْفُتُوحِ وَالْغَوْرِ)

ترجمہ :- (سورۃ قہر، ص ۱۰، آیت ۱۰)

ترجمہ :- اگر تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب کہ آپ ﷺ کو کافروں نے جہاد میں کر دیا تھا جبکہ وہ تم میں سے ایک آپ ﷺ تھے جس وقت کہ دونوں عار میں تھے جبکہ آپ ﷺ اپنے ہمراہی سے فرمادے تھے کہ تم کچھ فہم نہ کرو یہی اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلب پر اپنی قسطنطینی بدل فرمائی اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات اور تدبیر چننی کر دی کہ وہ حکام دے اور اللہ تعالیٰ ہی کا بول بالا رہا اور اللہ تعالیٰ نے ہر دستِ حکمت والا ہے۔

اس آیت سے شیعوں کے عقائد کی تردید ہو جاتی ہے جس کے مطابق وہ خود ہائے صدیق اکبرؑ اور رسول اللہ ﷺ کا دشمن کہتے ہیں، کیونکہ صدیق اکبرؑ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف سے پریشان اور تشکیں ہیں کیونکہ اگر اہل بیت کے تو ایک ہی شخص ہوا کہ جو گا لیکن اگر نہ اخلاصت یا خضریت ﷺ کو کوئی نقصان پہنچا تو یہ ساری امت کے ہلاکت کے برابر ہو گا اس پر آپ ﷺ بخان کو قتل دی اور فرمایا کہ تشکیں مت ہو اللہ تعالیٰ اہل بیت سے ساتھ ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحبہ انواری ہائیڈرا علیہ السلام پر ہذا اپنی کتاب ہدایت اشعورہ میں فرماتے ہیں کہ "لفظ اشعورہ جس کا مطلب یہ ہے کہ تو تشکیں نہ ہو۔ اس پر صاف دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ مومن تھے اور رسول اللہ ﷺ کے حاشق صادق تھے ورنہ تو تشکیں ہونے کی کیا ضرورت تھی بلکہ سوانح حنیفہ و شیعہ معوذ اللہ اگر آپؐ دشمن تھے تو نہایت خوشی کا عمل تھا ایسی وقت پکار کر دشمنوں کو بلایا تھا تاکہ خود ہائے اللہ و اپنا کام کرتے دشمنوں کے لئے اس سے بھلا اور کون سا موقع تھا۔"

سیرت النبیؐ حضرت مولانا محمد اور شیخ صاحب کا کلام طوی میں آگے ہے کہ

"مگر ابو بکرؓ کو کوئی چلن کا زور نہ تھا نہ جانے حسن کے خوف کا لفظ استعمال ہو جا، عربی زبان میں حسن کا لفظ ظم کی جگہ اور فراق محبوب یا کتا کے فوت ہو جانے کے محل میں استعمال کرتے ہیں اور جہاں چلن پر لفظ ہو اور ار کا مقام وہاں طرف کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔"

اس کے بعد اسی کتاب میں قرآن پاک کی بحث ہی آتی ہے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کام لفظی میں حسن کا لفظ اور طرف کا لفظ ایسے ہی موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے یہ بات کمال کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے غم اور فکر تھا اور آپ ﷺ نے اسی لئے ان کی تسلی کے واسطے یہ جواب دیا تاکہ ان کے دل کو سکون اور قوت آجائے۔ تخریج ختم۔ (مغرب)

اسی گزشتہ آیت میں وَثِقْتُ بِخَوْفِهِ کا ذکر ہوا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کو ایسے لشکروں سے قوت دی۔ جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا، یہاں اہل بیت و صحابہ کا اشد اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یعنی آنحضرت ﷺ کو ایسے لشکروں سے قوت دی اور یہ لشکر فرشتوں کے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے پاس عہد میں بادل فرمایا اور جنہوں نے آپ ﷺ کو یہ خوش خبری دی کہ آپ ﷺ کے دشمنوں کے مقابلے میں آپ ﷺ کو فتح نصرت حاصل ہوگی۔

غار ثور میں تیسرا مجزہ :-۔۔۔ ایک روایت ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو عہد میں اچانک چپاں لگنے لگی آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ غار کے درمیان میں جاؤ اور پانی پی لو۔ چنانچہ صدیق اکبرؓ عہد کے اس حصے کی طرف گئے تو وہاں انہیں ایسا بہترین پانی ملا جو شہد سے زیادہ شفاء دہندہ سے زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والا تھا انہوں نے اس میں سے پیا اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو حکم فرمایا ہے جو جنت کی عمروں کا گھر ہے کہ اس غار کے پاس میں جنت افراد اس سے ایک چشمہ پیدا کر دیں تاکہ تم اس میں سے پانی پی سکو۔"

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا،

"یہاں اللہ تعالیٰ کے یہاں میرا کجا بہت کام ہے"

کپ نے فرمایا،

”ہاں اہلک اس سے بھی زیادہ، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے پیغام کے ساتھ بھیجا کہ وہ شخص جو تم سے بغض اور دشمنی رکھتا ہے جس میں داخل نہیں ہو گا چاہے اس کے اعمال ستر نیوں کے برابر ہوں۔“

ایک دوی نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ علیؑ کو مکر صدیقؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ انہوں نے کہا کہ جس شخص سے رسول اللہؐ نے کوئی وعدہ کیا ہو اور وہ پورا نہ ہو سکا ہو وہ سانسے آجائے اسی وقت ایک شخص کھڑا ہو اور پوچھے۔

”رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نین مٹھی بھجوریں کا وعدہ فرمایا تھا۔“

یہاں مٹھی سے مراد دونوں ہاتھوں میں ایک ساتھ اٹھانے کی صورت میں جتنی چیز آئے وہ مقدار حضرت ابو بکرؓ نے سمجھا کہ علیؑ کو دیا، حضرت علیؑ آئے تو صدیق اکبرؓ نے ان سے کہا ”یہ شخص ایسا عوامی کرتا ہے۔“

حضرت علیؑ نے نین مٹھی بھجوریں اس کے لئے نکالیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اب ہر مٹھی کی بھجوریں کو شمار کرو کہ کتنی ہیں پتا چلے اُنہیں شمار کیا گیا تو ہر مٹھی کی بھجوریں کی تعداد میں ساٹھ بھجوریں نکلیں۔ کسی لاشعری میں اس سے زیادہ نہیں اور اس سے کم۔ تب صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔

”مگر اب اس کے رسول کا قول سچا ہے ہجرت کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے عہد کے اندر مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ چیز ماننے کی مقدار کے لحاظ سے میری مٹھی اور علیؑ کی مٹھی برابر ہے۔“
(یعنی جتنی میری مٹھی اٹھا سکتی ہے اتنی چیز علیؑ کی مٹھی بھی اٹھا سکتی ہے)

حاصلہ یہی ہے اس حدیث کو مندرجہ بالا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ بات اٹھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سچائی بیان کی ہے۔ اس سے قابضان کی مراد یہ تھا کہ جس نے اس شخص کی بدنامی کے لئے اپنے بھائے علیؑ کا خطاب کیا کہ وہ اپنی مٹھی سے اب گردیں اس سے پہلے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہر مٹھی میں ساٹھ ہی بھجوریں آتی چاہئے تھیں۔

قریش کی ناکام داپہی اور آپ ﷺ کی گرفتاری کے لئے اعلان عام :- (عرض قریش کے لوگ آنحضرت ﷺ کو عاشق کر کے فوراً ہڈ سے داپہی چلے گئے کیلئے، لوگ ان دنوں کی عادت سے اب اس ہو گئے تو انہوں نے ساحل بستیوں میں یہ کہلا با کہ جو شخص بھی تمہارے پیادہ کو مارے گا تو اس کے ساتھ ساتھ اس کو مار دے گا۔)

کہا جاتا ہے کہ ابو بکرؓ نے ایک دفعہ حضورؐ کی گناہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک یہ اعلان کر دے کہ جو شخص بھی تمہارے پیادہ کو مارے گا یا ان کا پتہ اٹھائے گا اس کو میرے طرف سے سزا دینا ہے۔

عند میں قیام کے اس واقعے کی طرف قصیدہ مخرب کے شاعر نے اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے۔

وَسَمِعْنَا نَبْرًا نَبْرًا
وَسَمِعْنَا نَبْرًا نَبْرًا
وَسَمِعْنَا نَبْرًا نَبْرًا
وَسَمِعْنَا نَبْرًا نَبْرًا

رَضِیَہُ رَضِیَہُ رَضِیَہُ
رَضِیَہُ رَضِیَہُ رَضِیَہُ

رَضِیَہُ رَضِیَہُ رَضِیَہُ
رَضِیَہُ رَضِیَہُ رَضِیَہُ

مطلب :-..... قریشی مشرکین نے آپ ﷺ کو، آپ ﷺ کے صحابہ کو اور خاص طور پر مکرر مسلمانوں کو اس قدر زبردست تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائیں کہ آپ ﷺ کو اس سر زمین سے نکلنے پر مجبور ہونا پڑا جہاں آپ ﷺ پیدا ہوئے اپنے بڑے اور چھ آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے آباء و اجداد کا وطن تھی۔ یہاں سے آپ ﷺ نکالے گئے تو ایک عمار نے آپ ﷺ کو پناہ دی وہ جنگی کھیتوں نے آپ ﷺ کے دشمنوں کو آپ ﷺ سے بد رکھا اور ایک کڑی نے اپنے چالے کے ذریعہ دشمنوں سے آپ ﷺ کی حفاظت کی جیسے بال و پر والے کھیتوں نے آپ ﷺ کی حفاظت کی تھی۔ تو گویا وہ کھیتا کھتری اور بہت زیادہ ہلی و بھری والے تھے آپ ﷺ اپنے دشمنوں کے چیلنے کی جگہ اور ان کی نگاہوں سے اٹا کر بچنے والے کے بدھروں کی نظروں سے لوجھل رہے۔ آپ ﷺ کے ان لوگوں کے بالکل قریب اور ان کا سامنے ہونے میں کہ اگر وہ لوگ اپنے بیروں کی طرف دیکھتے تو آپ ﷺ پر نظر پڑتی۔ حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے ان لوگوں پر آپ ﷺ کے بھا جانے اور غلبہ پانے کا اعتقاد ہو سکے اور ان کی بے بسی کا اعتقاد بھی ہو سکے۔

عمار کے دور ان قیام شہر سے رابطہ :-..... فرض آپ ﷺ دونوں اس عمار میں عین روز عکس رہے، ان کے پاس حضرت ابو بکرؓ کے لڑکے عبداللہ بھی رہتے کہلاتے تھے، یہ اس وقت اگرچہ کم عمر تھے مگر مصالحت کو سمجھتے تھے۔ جب یہ اندویرا پیچھے کے بعد عمار میں آجاتے تھے اور اندویرے اندر بکر کے وقت یہاں سے واپس آجاتے جس سے قریش یہ سمجھنے لگتے کہ انہوں نے دولت نہیں کھولی ہے، چنانچہ قریش میں دن بھر جھگڑا مچا ہوا تھا یہ ان کو سختے اور بھر شام کو آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر کھڑے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کے ایک غلام تھے عامر ابن لمیمہؓ، پہلے ان کا مالک فضیل تھا اسی زمانے میں غلامی کی حالت میں یہ مسلمان ہو گئے، چنانچہ ان کا مالک ان کو اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی وجہ سے بہت سخت تکلیفیں پہنچاتا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو خرید کر لے لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یہ حضرت ابو بکرؓ کی نیکوئی چاہا کرتے تھے، جب آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ عمار میں تھے تو یہ غلام کو اپنی نیکوئی کے لیے کہہ رہا تھا کہ وہ رات کو وہیں رہے۔ صبح کو اندویرے میں حضرت عبداللہ کے چالے کے بعد یہ بھی وہاں سے اپنی نیکوئی اسی راستے سے واپس لاتے تاکہ ان کے قدموں کے نشان ملت جائیں، ان تینوں افراد میں برابر ان کا معمول یہی رہا جو یہ حضرت ابو بکرؓ کی ہدایت پر کرتے تھے۔

چنانچہ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دیا تھا کہ دن بھر وہ لوگوں کی باتیں نہ کریں جو وہ آنحضرت ﷺ اور ان کے ہاتھ میں کریں اور شام کو دن بھر کی باتیں اگر ہمیں سنا دیا کریں اسی طرح انہوں نے عامر ابن لمیمہؓ کو ہدایت کی کہ دن بھر وہ صدیق اکبرؓ کی نیکوئی چاہا کریں اور شام کو

عادر میں لاکر ان کا دوا کر دیا کریں۔ اور حضرت ابو بکرؓ کی ساجزہ کوئی ساتواں شام کے وقت ان کے لئے کھانا پہنچایا کرتی تھیں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: دونوں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اس عمار کا پتہ سوائے عبداللہ ابن ابی بکرؓ اور اسحاقؓ کے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ لیکن دونوں بد بادین کے پاس عمار میں آتے رہے نیز عامر ابن لہیرؓ تا بھی عمار کا پتہ جانتے تھے جو بکریاں چرانے کے بعد وہاں جا کر ان کے لئے دوا کر دیا کرتے تھے۔

عمار ثور سے کوچ کی تیاری :-۔۔۔۔۔ کتاب فضول المبر میں ہے کہ آنحضرت ﷺ تین دن اور تین رات عمار میں رہے جبکہ قریش کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ آپ کہاں ہیں۔ حضرت اسحاقؓ دونوں کے لئے رات کو کھانے پینے کا سامان پہنچا دیا کرتی تھیں۔ تیسرا دن گزرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو ہدایت کی کہ وہ حضرت علیؓ کے پاس جائیں اور انھیں اس عمار کا پتہ بتلائیں، نیز ان کو ہدایت کر دیں کہ جلد سے لئے کسی دھیر کا انتظام کر لیں اور تین رات کا کچھ پھر گزر جانے کے بعد تین اونٹ لے کر وہاں پہنچیں آپاٹے (کیا یہی نہ تھی رات تھی۔

چنانچہ حضرت اسحاقؓ سیدھی حضرت علیؓ کے پاس گئیں اور انکو یہ سارا بیظام بتلایا۔ حضرت علیؓ نے فوراً اجرت پر ایک دھیر کا انتظام کیا، اس کا کام لے لیا، انی عبداللہؓ بھی قتل شدہ بھرانوں نے تین اونٹ لے کر لڑھکا کو وہاں پہنچا دیا۔ یہ وہ اہم رات کے وقت ہمارے کہ اس میں فتح کیا۔ آنحضرت ﷺ نے جیسے ہی اونٹ کے پہلوانے کی آواز سنی آپ ﷺ فوراً حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ عمار سے نکل کر اپنے آئے جہاں آپ ﷺ نے دھیر کو پہچان لیا۔

خدا ہی میں یہ ہے کہ وہ ان دونوں کی سولہوں لے کر تیسری رات گزرنے کے بعد صحیح وہی پہنچ گئے، جس کے بعد آپ ﷺ روانہ ہو گئے، مگر یہ بات چھپے گزر چکی ہے کہ اپنے لئے دھیر کا انتظام کرنے یعنی اجرت پر انتظام کر لے دے خود آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ تھے۔

سفر ہند کے لئے لوٹنوں اور دھیر کا انتظام :-۔۔۔۔۔ ان دونوں باتوں میں اس طرح مطابقت ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؓ کے اجرت پر دھیر کا انتظام کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کی اجرت انہوں نے لوئی تھی بلکہ جہاں تک یہ بات ہے کہ حضرت علیؓ نے تین سولہوں کا انتظام کیا تھا اور تین سولہوں کو لے کر وہ طود آئے تھے اس میں کھانا ہوا ہے۔

غرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ بھی سولہ لے کر حضرت ابو بکرؓ اور دھیر بھی سولہ لے گئے۔ کتاب نور عوار میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ تین دن عمار میں رہے جس میں عامر ابن لہیرؓ تا کھانے کر آتے رہے۔ حضرت علیؓ آپ ﷺ کے سفر کی چوکیاں کرتے رہے، ماموں نے تین اونٹ خریدے اور ایک دھیر کا اجرت پر انتظام کیا۔ جب تیسری رات کا کچھ عمار گزر گیا تو حضرت علیؓ اونٹ اور دھیر لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔ یہ روایت قابل غور ہے کیونکہ پہلی روایت اس تکلف ہے۔

مگر ایک مسئلہ حدیث میں ہے کہ میں اپنے ساتھ (یعنی صدیق اکبرؓ) کے ساتھ آٹھ دس روز عمار میں رہا، جہاں جلد سے ہاں سوائے چلنے کے کڑوے چلنے کے کوئی کھانا نہیں تھا۔ چھپے بکریاں چرانے کے باب میں یہ بات گزر چکی ہے کہ چلنے کا چل کر دوا ہوتا ہے جس کو کثرت بھی کہتے ہیں۔ مگر علامہ ابن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ یہ حدیث کہ آنحضرت ﷺ عمار میں آٹھ دس دن رہے تھے تین کے نزدیک غلط اور غیر صحیح ہے۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن حجرؒ کہتے ہیں کہ جیسا کہ حاکم نے قرطبہ میں سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ نے مشرکین سے چھپ کر چھٹی مدت عمار میں اور راستے میں گزری وہ آٹھ دس روز ہے۔ جہاں تک اس روایت میں صرف عمار کا ذکر کرنے اور راستے کا قصہ بھروسے کا قیاس ہے تو یہ انتقاد کی وجہ سے کیا گیا (دو دفعہ اس میں یہی روایت اپنی جگہ پر قطع نہیں ہے بلکہ انتقاد کے طور پر صرف عمار کا ذکر کیا گیا ہے لہذا اطمینان)۔

حضرت اسامہؓ بہت اہم بکڑے روایت ہے کہ ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو روانہ کیا تو ان کا مال دولت لے کر گئے یہ مال پانچ ہزار یا چار ہزار دینار تھا جبکہ حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت مسلمان ہوئے تھے تو ان کی دولت چالیس ہزار دینار تھی۔ ایک روایت کے الفاظ کے مطابق چالیس ہزار دینار تھی۔ اس روایت کی تائید حضرت انسؓ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ پر اپنی چالیس ہزار دینار دولت خرچ کیا۔

ابو قحافہ کی ہمارا اسامہؓ کی تہذیب :-..... فرض حضرت عبداللہؓ یہ دولت لے کر ان کے پاس عمار میں پہنچے۔ حضرت اسامہؓ کہتی ہیں کہ ہمارے پاس میرے والدہ حضرت ابو قحافہؓ آئے۔ یہ بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اس وقت ان کی بیٹی باہلی دی تھی مائیں نے ہمارے سے کہا:

”میں دیکھتا ہوں کہ ابو بکرؓ اپنی ہمارے مال کی وجہ سے تمہیں مصیبت میں ڈال گئے ہیں“

یہ سن کر حضرت اسامہؓ نے کہا:

”میرے گھر میں باپا و دادا سے لئے بڑی ضرورت بھرا گئے ہیں۔“

حضرت اسامہؓ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے جبکہ جہاد افسانے اور ان کو کمرے کے اسی طاق میں رکھا دیا جس میں میرے والد اپنا مال رکھا کرتے تھے، لیکن میں نے ان ہجرتوں کے لوہے پر نازک کر اپنے والد کا ہاتھ پکڑا اور ان کو ہاتھ لاکر ان سے کہی:

”یہ روپیہ رکھا ہوا ہے اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر دیکھئے؟“

ابو قحافہؓ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر دیکھا اور کہنے لگے:

”اگر وہ یہ مال تمہارے لئے بھروسہ کر گئے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے، یہ تمہارے لئے کافی ہے۔“

اسی حقیقت میں خدا کی قسم وہ ہمارے لئے کچھ بھی بھروسہ کر نہیں گئے تھے مگر میں چاہتی تھی کہ ان

بزرگ کا دل مطمئن ہو جائے۔

ایک مریض عشق کی جاں سپاری :-..... دوسرے باب حضرت حمزہؓ ابن عبد المطلبؓ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے سے ہجرت کر کے چلے گئے ہیں تو اگرچہ وہ اس وقت چار تھے مگر انہوں نے کہا کہ اب میرے کے ساتھ رہنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہے چنانچہ انہوں نے اپنے گھروں کو بھی ہجرت کا حکم دیا اور خود بھی مدینہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے مابقی وہ عظیم کے مقام تک ہی پہنچے تھے کہ حضرت حمزہؓ کا انتقال ہو گیا اس واقعہ پر ہی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی:

وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ جَاهِلًا فَلَيْسَ مِنْكُمْ يَخْرُجُ عَلَى الْوَعْدِ عَلَى الْوَعْدِ وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ

(سورۃ نساء، ص ۱۳)

ترجمہ: بطورِ شخص اپنے گھر سے اس نیت سے نکل کر اگر اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کر دے گا پھر اس کو موت آپگرنے تک بھی اس کا ثواب ثابت ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور اللہ تعالیٰ بڑے عظمت کرنے والے ہیں رحمت کرنے والے ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت خاندانِ حرام میں غریبوں اور مسکین کے بارے میں قول ہوئی تھی جب امت کو اس پر پہلے مسلمان بن چکے تھے اور ہجرت کے دوسرے عہد کے موقع پر وہ ہجرت کو نکلے کر گئے تھے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ راستے میں سانپ کے کانٹے سے مر گئے تھے۔

حدیث اکبر کا مقام: ایک حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے شاعر اسلام حسان بن ثابتؓ سے فرمایا: کیا تم نے ابو بکرؓ کے حلق بھی کوئی شعر کہا ہے۔

انہوں نے عرض کیا: ہاں آپ ﷺ نے فرمایا: عدا میں سنا چاہتا ہوں، حضرت حسانؓ نے یہ شعر

خارج

وَقَالِي بِبَيْتِي فِي الدِّيَارِ الْبَيْتِ وَفِي
مَنْ لَمْ يَكُنْ فِي الدِّيَارِ الْبَيْتِ وَفِي

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیقؓ جو وہاں کے دوسرے تھے اس بلند مقام میں تھے اور جب وہاں پہنچ گئے تو

دعائے ان کے گرا، اگر پھر گناہ

وَنَحْنُ نَحْنُ وَنَحْنُ وَنَحْنُ وَنَحْنُ
بِئْسَ الْوَعْدُ لِمَنْ كُنْهُنَّ بِيَدِ

ترجمہ: یہ آپ آنحضرت ﷺ کے حاضر ذمہ تھے جیسا کہ ایک دیکھائی ہے اور اس عشق رسولؐ میں ان کا کوئی جلیب وار نہیں تھا۔

یہ شعر میں کہ آنحضرت ﷺ نے جیسے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دعویٰ مبارک نظر آئے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ مسکرائے گئے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

تم نے سچ کہا حسانؓ وہ ایسے ہی ہیں جیسے تم نے کہا: وہ عدا والے کے نزدیک (یعنی خود رسول اللہ ﷺ کے نزدیک) حلقوں میں سب سے زیادہ پیدے ہیں کوئی دوسرا شخص (یعنی امت کے لحاظ سے ان کی برابری نہیں کر سکتا)۔

اقول: مؤلف کہتے ہیں: کتابِ حسانؓ میں یہ ہے کہ ان دونوں شعروں کے بارے میں مشہور ہے ہے کہ یہ حضرت ابو بکرؓ کے مرنے کے ہیں جو حسانؓ نے لکھا تھا: یہاں تک کتابِ حسانؓ کا حوالہ ہے۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن یہ ان شعروں کو حضرت حسانؓ نے بعد میں صدیق اکبرؓ کے مرنے میں بھی شامل کر دیا ہے (لہذا اس بات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شعر آنحضرت ﷺ کی ذمہ کی ہیں نہیں لکھے گئے تھے بلکہ اسلم

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے انہوں کی ایک عداوت سے کہا:

"تم میں سے کون شخص سورۃ تہ ہے نہ کہ سنا ہے گا"

ایک شخص نے کہا میں سناؤں گا (اس کے بعد اس نے عداوت شروع کی) جب وہ اس آیت پر پہنچا
 بِذَٰلِكَ نَعْلَمُ لَبَّاسَهُمْ يُحْمَلُونَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذَلِكُمْ سَاءَ مَقَامًا کہ تم کہہ تم نے کہ تو، حضرت
 ابو بکرؓ نے گے اور بولے کہ خدا کی قسم، میری ساری ہول۔

حضرت ابو درودانہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے مجھے ابو بکرؓ سے آگے آگے چلنے
 دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے ابو درودانہ! کیا تم اس شخص سے آگے چلے ہو جو دنیا اور آخرت میں تم سے زیادہ افضل ہے؟ احم
 ہے اس ذات کی جس کے چہرے میں محمد ﷺ کی جہاں ہے کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد ابو بکرؓ سے زیادہ افضل کوئی
 پر نہ بھی سورج طلوع ہو اور نہ غروب ہو۔“

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:
 ”میرے پاس خبر لی کہ اے نبیؐ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو عظم دیتا ہے کہ ابو بکرؓ سے مشورہ کیا

کہتے۔“

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میری امت پر ابو بکرؓ کی محبت واجب ہے۔“

باب سی و پنجم (۳۵)

مدینہ منورہ کو ہجرت

واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کے عارضہ داخل ہونے کے بعد جب تیسری رات کی محاذ آئی جیسا کہ بیان ہوا تو آپ ﷺ کے پاس رہبر کیا جو دلی قید کا نقص تھا اور ان دونوں کی سولہاں لے کر آیا تھا۔ آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ سولہ لے کر رہبر ان کے ساتھ چلا۔ نیز عامر ابن فہرہؓ بھی حضرت ابو بکرؓ کے لونٹ پر چپے سولہ لے کر چلے تاکہ دونوں کی خدمت کرتے رہیں۔ بخاری میں یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اسی لونٹ پر چپے سولہ لے کر ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں ہوا جیسا کہ آگے آنے والی تفصیل سے اندازہ ہو گا۔

ایک روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ غار سے نکلے اور وادی کے لئے سولہ لے کر حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ کی سولی کی رکاب پکڑ لی، یہ رکاب کے لئے غزوہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو خاص طور پر صرف لونٹ کی رکاب کے لئے بولا جاتا ہے، اس وقت آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ کیا میں ایک خوش خبری تم دونوں رسولوں نے عرض کیا ضرور آپ ﷺ پر میرے مہی باپ قرآن ہوں۔ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ کلمہ عزہ جل قیامت کے دن تمام قوموں کے لئے عام طور پر اپنی جگہی ظاہر فرمائے گا اور تسبیح کے لئے خاص طور پر اپنی جگہی ظاہر فرمائے گا۔

مگر علامہ خلیفہ بدلیوی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ہے اصل ہے۔ بخاری میں ملتی کہیں ہیں کہ میں نے اسی مضمون بھی دیکھا ہے۔ لیکن یہ بھی وہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جو دعائیں مانگی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اے اللہ میرے اس سفر میں میرا ساتھی ہو اور میرے جانے کے بعد میرے گمراہوں کی حفاظت فرما۔
کا روایت پر رسول ﷺ۔۔۔ غرض کہ اب اس قافلے کو مسجد کے ساحل کے راستے سے لے کر چارواستے میں اگر کوئی شخص حضرت ابو بکرؓ سے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں پوجتا کہ تسبیحے ساتھ یہ کون ہے؟ یا بعض رہنماؤں کے مطابق تسبیحے سامنے یہ کون ہے؟ یا چونکہ ایک روایت کے مطابق ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کے لونٹ پر آپ ﷺ کے چپے چلے تھے اس لئے ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صدیق اکبرؓ سے یہ پوجتا

کہ تمہارے ساتھ یہ فوجوں کوں ہے؟ تو حضرت ابو بکرؓ کہتے کہ یہ شخص مجھے راستہ کی ہدایت اور جہانئیں کرنے والا ہے۔ مگر یہ ہوتی کہ یہ مجھے خیر کے راستہ کی ہدایت اور جہانئیں کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا تھا کہ لوگوں کو کچھ سے ڈالتے رہنا، یعنی اگر کوئی میرے بارے میں سوال کرے تو تم ہی میری طرف سے جواب دیتے رہنا، کیونکہ نبی کے لئے کسی بھی حالت میں جھوٹ بولنا مناسب نہیں ہے۔ (ی) چاہے وہ موردِ مباحی جھوٹ ہو جیسے قوریہ کہ اصل بات چھپا کر دوسری بات ظاہر کر دینا۔ لہذا جو شخص بھی آنحضرت ﷺ کے بارے میں سوال کرنا تو حضرت ابو بکرؓ کو جواب دے دیتے جو بیان ہوں۔

جہاں تک خود حضرت ابو بکرؓ کا تعلق ہے تو یہ شک وہ مشہور اور جاہلے بجاہلے تو ہی تھے اس لئے خود ان کے بارے میں کسی نے نہیں بچھا، لوگ جن کو جانتے تھے وہ اکثر تہمت کے سلسلے میں ختم جاتے ہوئے وہیں سے گزر کر تے اس لئے اکثر لوگ جن کو جانتے تھے (میں کا مطلب یہ ہے کہ بہت کم لوگ ایسے بھی تھے جو حضرت صدیق اکبرؓ کو بھی نہیں جانتے تھے) اپنا بچہ بھٹل رہا وہی میں ہے کہ جب کوئی شخص ان سے پوچھتا کہ آپ کوں ہیں تو وہ کہتے کہ میں ایک ضرورت مند تو ہی ہوں۔

اس تحصیل سے معلوم ہوا کہ انبیاء کے لئے ایسا جھوٹ بھی جائز نہیں ہے جو حقیقت میں جھوٹ نہیں بلکہ صرف موردِ مباحی جھوٹ ہے۔ اسی کی ایک قسم قوریہ بھی ہے (یعنی جیسے صدیق اکبرؓ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ میں ایک ضرورت کا طالب کار تو ہی ہوں، یہ بات ظاہر ہے جھوٹ نہیں ہے بلکہ اس میں صرف یہ پہلو ہے کہ اصل بات نہیں بتلائی گئی مگر دشمنوں کے لئے یہ بات بھی مناسب نہیں ہے کہ کسی بات کا جواب کمالِ سادگی میں جس سے حقیقت کو چھپایا مقصود ہو اسی کو قوریہ کہتے ہیں۔

مگر آگے فرودہ دور کے بیان میں آئے گا کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے بھی قوریہ کیا ہے۔ فرض ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ایک یلہ تشریف لائے تو ان کے پیچھے پیچھے علامہ ابن عبد البر کی کتاب جمہود میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی ساری لائی گئی تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ سولہ ہوں اور وہ خود آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھ جائیں گے، مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تم بیٹھو اور میں تمہارے پیچھے بیٹھوں گا کیونکہ ساری پر آگے بیٹھنے والے شخص سے ہی سوال جواب کیا جاتا ہے جب اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پیچھے بیٹھنے والا کون ہے تو وہ کہہ دیتا ہے کہ یہ میرا اہل ہے۔

اقول۔ منافق کہتے ہیں: گواہی اور اس حدیث میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ ممکن ہے راستہ میں بھی آنحضرت ﷺ صدیق اکبرؓ کی نوٹنی پر ان کے پیچھے بیٹھنے ہوں اور بھی خود اپنی نوٹنی پر آگے بیٹھنے ہوں اور صدیق اکبرؓ آپ ﷺ کے پیچھے داس دھون میں ممکن ہے۔ بھی اپنی نوٹنی پر ایسے میں آپ مامورینِ لہجہ و کلام خدا دیتے ہوں اور بھی اس کو خلیا چلے دیتے ہوں تاکہ اس کو کرام لیا جائے باب جہاں تک جہانئیں کا سوال ہے تو وہ رہنمائی کرنے والا جیسے پیچھے چلتا ہے اسی طرح بھی آگے بھی بیٹھتا ہے اگرچہ زیادہ تر پہلی صورت ہی ہوتی ہے۔

واللہ اعلم

آنحضرت ﷺ کی مدینہ کو روانگی کے واقعہ کو قصیدہ سحریہ کے شاعر نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے۔

وَبَعَا الْمُصْطَفَى الْبَيْتَ الْمُنَافِقَ وَفُتِنَتْ
بَيْنَهُمَا نِسَاءُ الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ :- آنحضرت ﷺ مدینہ کے لوگوں سے روانہ ہوئے اور کے کاروبار آپ ﷺ کا مشاغل ہو گیا۔
یاروطن :- ایک حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کے لئے مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے اور جہاز کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کو مکہ کی بہت بڑی آبی باس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
اِنَّ قُلُوْبَكُمْ فُتِنَتْ فَذَرُوْهُنَّ اِنَّهِنَّ جَنْحُ الْمَاجِیْمِ سورہ قصص ۲۸
ترجمہ :- جس خدا نے آپ ﷺ پر قرآن (کے احکام پر عمل اور اس کی تبلیغ کو لازم کیا ہے) آپ ﷺ کو
آپ ﷺ کے اصلی وطن یعنی مکہ میں پھر پھرانے کا۔

یہاں وہ ایسی لوگوں سے سرواڑ ہے کہ مکہ میں پھر رہا نہیں لائے گا مگر ایک فرقہ ہے جس کو کل مرحوم کا
جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ جس طرح محمدی دہادہ نہیں آئیں گے اسی طرح آنحضرت ﷺ بھی دہادہ اس دہادہ میں
پیچھے جائیں گے وہ فرقہ اس آیت میں حد سے مراد نہیں لیتا ہے کہ آپ ﷺ کو دہادہ نہیں سمجھنا چاہئے گا۔
اس فرقہ کا بانی عبداللہ ابن سہل بن ابی قحط ہے جو مدینہ سے مدینہ کی طرف یعنی اس کی دہادہ ایک سپہ قوام یہودی
عورت تھی اسی وجہ سے اس شخص کو ایسی سودا یعنی سپاہ قوام کا چنا بھی کہا جاتا تھا اس نے حضرت عمر کی خلافت
کے زمانے میں اپنے اسلام کا اعلان کیا ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عثمان غنی کی خلافت کے زمانے میں کیا تھا
اپنے اسلام کے اعلان سے اس کا قصد اسلام کو نقصان پہنچا تھا چنانچہ یہ کہا کر تا تھا۔

اس شخص پر قحط ہے جو محمدی کے دہادہ نہیں آئے کو کہتا ہے لیکن عمر رضی اللہ عنہ کے دہادہ نہیں
آنے سے منع کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمایا ہے کہ اِنَّ الْقُلُوْبَ فُتِنَتْ فَذَرُوْهُنَّ اِنَّهِنَّ جَنْحُ الْمَاجِیْمِ
(محمدی) کے مقابلے میں اس بات کے ذیادہ حق ہے کہ دہادہ اس دہادہ نہیں آئیں۔

آقاؤ کی کے بیان میں اس بارے میں کچھ بحث پیچھے گزر رہی ہے، آگے اس سلسلے میں کچھ تفصیل
سہو نوی کی قیصر کے سلسلے میں بھی آئے گی۔

انعام کے لالچ میں سُرقت کا عزم :-..... فرض آنحضرت ﷺ کی روانگی کے بعد جیسا کہ بیان ہوا
قرآن نے اپنے آدمی ساحل کی بیٹیوں میں بھیج کر اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص محمد ﷺ یا ان کو کفر کا کلمہ یا کفر
کرے گا اس کو سولہ سو شہاں انعام میں دی جائیں گی، مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص دونوں کو کفر یا کفر کر کے تو
اس کو دو سو شہاں ملیں گی۔

چنانچہ حضرت سُرقت سے روایت ہے کہ اہل سے اس (یعنی ساحل بیٹیوں میں) قریش کا فروں کے
تادم آئے اور آنحضرت ﷺ یا محمد بنی کفر کو قتل کرنے یا کفر کرنے والے کے لئے ان دونوں انعاموں کا
اعلان کرنے لگے، میں اپنی قوم بنی مدجن کی ایک محفل میں بیٹھا ہوا تھا، یعنی قہر کی ہستی میں جو رانی کے مقام
سے قریب ہے اچانک ایک شخص سامنے آیا اور اہل سے سامنے کھڑے ہو کر بولا،

کہ سُرقت انہیں نے کچھ لوگوں کو ساحل کے قریب جاتے ہوئے دیکھا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ
محمد ﷺ اور ان کے ساتھی ہیں۔

حضرت سُرقت کہتے ہیں کہ میں کچھ گیا کہ وہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی ہی ہوں گے۔

اس لئے میں نے (اس شخص کی توجہ ہٹانے کے لئے) کہا:

”وہ مسافر وہ نہیں ہوں گے بلکہ تم نے شاید غلط خیال لوگوں کو دیکھا ہو گا جن کے جانے کی ہمیں طو
خبر ہے وہ اپنی گمشدہ چیزوں کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔“

سُراقہ آپ ﷺ کی برادری :-..... ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اس شخص نے کہا کہ ابھی میرے سامنے
تین سولہ گزرے ہیں میرا خیال ہے کہ وہ تمہارے گھوڑوں کے سامنے تھے حضرت سُراقہ کہتے ہیں کہ میں نے اس
شخص کو اشارہ کیا کہ وہ خاموش رہے اور پھر مجلسِ ہلالوں سے کہا کہ وہ غلط خیال کے لوگ ہیں جو اپنی گمشدہ چیز کی
تلاش میں ہیں (مقصود یہ تھا کہ کوئی دوسرا آپ ﷺ کی تلاش میں جا کر نہیں وہ انعام حاصل کر لے گا۔

اس کے بعد میں قہوڑی اور مجلس میں بیٹھا پھر میں سیدھا اپنے گھر پہنچا اور اپنی باندی کو حکم دیا کہ
میری گھوڑی نکال کر پیچھے سے دہلی کے درمیان میں پہنچا دے اور وہیں میرا انتظار کرے۔ اس کے بعد میں نے
اپنا نیزہ لٹکا اور اسے لے کر گھر کی پشت پر سے نکلا میں نے نیزے کا نوہ والا حصہ زمین پر لٹکا اور اوپر سے اس کو
پکڑا اور اس کا نیچا حصہ زمین پر کر لیا تاکہ کوئی دوسرا اس کو نہ دیکھ سکے۔

اس سب کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ اگر اللہ یا قہر کرنے میں وہ غصا کا سبب ہو اس میں پھان کے
ساتھ جانے میں قوم کا کوئی دوسرا شخص شریک نہ ہو تاکہ تمام انعام تحائف کو آپ ﷺ ایک روایت میں یہ ہے کہ پھر
میں روانہ ہوا میں نے اپنی ذرہ پستی اور اپنے نیزے کے چل کو سیدھا کر لیا تاکہ مجھے یہ ذرا تھا کہ کہیں کبھی کے
لوگ یعنی میری قوم کے لوگ میرے شریک نہ بنیں کہیں (لینے والوں نے نیزہ سنبھال لیا کہ اگر کسی نے اس کام کا
انعام میں میرا شریک بننے کی کو مشق کی تو میں اس کو لٹکانے لگا دوں گا۔

سُراقہ کہتے ہیں کہ آخر میں اپنی گھوڑی کے پاس بٹھا گیا یہ بلا گھوڑی تھی اور اس کا نام عودہ تھا اور اٹھا
دیئے فرس زور دیا وہ دونوں کو کہتے ہیں۔

کتبِ فوری میں ہے کہ یہاں فرس سے مراد گھوڑی ہے کیونکہ آگے اس روایت میں تو فریٹھا اور ہالڈ
فریٹھا تھا ہے جس کا مطلب گھوڑی پر سوار ہو پھر گھوڑی کو تیز اور تار ہے۔ اس کے علاوہ بھی روایت میں چند لفظ
اور ہیں جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ گھوڑی تھی (یہ بحث اس لئے کی گئی کہ روایت میں اکثر جگہ فرس کا لفظ ہے
جو اگرچہ زور دیا وہ دونوں کے لئے استعمال ہو رہا ہے مگر عام طور پر اس سے مراد لے لیا جاتا ہے) میں نے گھوڑی
کو بے تحاشہ دوڑا لیا یہاں تک کہ آخر میں آنحضرت ﷺ کو جا لیا۔

سُراقہ کے لئے پہلی بد شکوئی :-..... سُراقہ کہتے ہیں کہ پھر میری گھوڑی کو ٹھوکر لگی۔ (یہ عودہ) ہاک
کے ٹکڑے پر چڑھی جیسا کہ حضرت اسحاق کی حدیث میں بھی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر گھوڑی گھڑی
ہو کر چلتی گئی میں اس سے گرد آقا اب میں کھڑا ہوا اور میں نے اپنا ترس نکال کر اس میں سے قال کے حجر
نکالے یہ حجر ہوتے تھے جن سے عرب قال نکالتے تھے اور اس میں دعا لے میں ہوتے تھے۔ پھر میں نے ان
سے قال نکالی کہ میں یہ کام یعنی حاقب کروں یا نہیں، قال میں نکلا اور میری مرضی کی خلاف تھا کہ میں نہ
جاؤں بلکہ تمہارا میں سے ایک پر کہ عود ایک پر نہ کہ عود ہو تا تھا پہلے کو آخر یعنی علم دینے والا اور دوسرے کو
ناہی یعنی منع کرنے والا کہا تا تھا۔

پھر ہاک رسول ﷺ اور سُراقہ کی سر اسیمکی :-..... فرضِ قال کے خلاف ہونے کے باوجود میں گھوڑے

ہر سولہ کو روک کر دیا اور چلنے چلنے آنحضرت ﷺ کے قافلے کے اتنے قریب پہنچ گیا کہ آنحضرت ﷺ کے چڑھنے کی توڑ سنائی دینے لگی۔ آپ ﷺ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے مگر حضرت ابو بکرؓ یاد دیکھ رہے تھے۔ اسی وقت میری گھوڑی کی اگلی دونوں ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں پڑ گئیں حالانکہ یہاں زمین سخت تھی۔ میں گھوڑی سے اتار ہوا اسے اٹکاتا ہوں سے وہ کمزری ہو گئی مگر اس کی ٹانگیں زمین سے نہ ٹھکیں، جیسے عورت سیدھی ہوئی تو اس کے پیچہ پڑنے کی وجہ سے غٹناں اور مچھلی کی طرح گرد و غبار اور مچھلی کی طرح غٹناں سے بھر جاتی ہیں۔ میں نے اسی وقت پھر قال بھائی مگر اس وقت بھی قال مخالف ہی آگئی۔

یہ جو اسی اور اللہ کی فرمائش :..... آخر آپ میں نے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کو پکار کر اللہ مائی گور کہا "میری طرف دیکھئے، میں نے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچا دی گا اور نہ میری طرف سے آپ ﷺ کو کوئی ناگوار بات پیش آئے گی۔"

ایک روایت یہ ہے کہ میں نے ان سے پکار کر کہا،
"میں سراقۃ ابن مالک ہوں میری طرف دیکھئے میں آپ ﷺ کا ہمدرد ہوں نقصان پہنچانے والا نہیں مجھے معلوم نہیں کہ میری ہمتی کے لوگوں کو میرے آنے کا پتہ ہو چکا ہے یا نہیں۔"
یعنی اگر ان کو اس کا پتہ ہو چکا ہے اور وہ بھی کہہ رہے ہیں تو میں وہاں جا کر ان کو آپ ﷺ کے پیچھے آنے سے روک دوں گا، آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا
اس سے بچا بھروسہ کیا جاتا ہے؟

اور وہ کہ گئے، جب میں نے ان سے ہٹا کر لوگ ان کے پیچھے کیوں ہیں (یعنی قریش کی طرف سے انعام کے اعلان کے مصطفیٰ اطاعت کی)۔
دعائے رسول ﷺ اور گھوڑی کا پھٹکارا :..... ایک روایت میں ہے کہ اس وقت سراقہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

"اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میری گھوڑی کو پھٹکار دلی جائے تاکہ میں واپس چلا جاؤں اور کوئی دوسرا آپ ﷺ کا پیچھا کر رہا ہو تو اس کو بھی روک دوں۔"

ایک روایت میں یہ تھا ہیں کہ لوگو! اپنے رب سے دعا کرو اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب تمہارا پیچھا نہیں کروں گا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ دعا فرمائی جس سے ان کی گھوڑی کو پھٹکار نصیب ہوا۔ اب کیا سراقہ کا گھوڑی کوڑا تھا اور ان کا کھڑا ہو چلا آنحضرت ﷺ کی دعا کے بعد وہ ابلہ اس گزشتہ جملے کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہوا۔

نکاح نبوت سے سراقہ کی کا پالیٹ :..... سراقہ کہتے ہیں کہ گھوڑی کو پھٹکار دلی جائے اور اس کے اعضاء کے بعد میں اس پر سوار ہوا اور آپ ﷺ کے پاس آیا اب میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،
"آپ ﷺ کی قوم نے آپ ﷺ کو قتل کرنے یا گرفتار کرنے والے کو سونپنا انعام دینے کا اعلان کیا ہے۔"

مکمل روایت میں جو یہ جملہ گزرا ہے کہ جب میں نے ان سے ہٹا کر لوگ ان کے پیچھے کیوں ہیں اس سے مکمل اطلاع مل رہی ہے، اگرچہ یہ اعلان آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ دونوں کے لئے تھا مگر سراقہ نے یہاں

چنانچہ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور گھوڑی کی گلو خاصی ہو گئی۔ مگر سراقہ نے چمکدہ ملنے کے بعد پھر آنحضرت ﷺ کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ اب وہ بدوؤں کی گھوڑی کی ہاتھیں زمین میں دھنسن گئیں اور اس واقعہ پہلے سے بھی زیادہ سختی کے ساتھ دھنسنیں۔ اب سراقہ نے کہا:

”اے محمد ﷺ! اب میں کچھ کیا ہوں کہ یہ میرے لئے آپ ﷺ کی بددعا کا اثر ہے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ہاتھ دھنسنے کی بات، پہلی مرتبہ میں فوٹ آئی اور دوسری مرتبہ میں پھٹ چکا۔ دھنسن گیا تھا وہی بات کی تانیہ آگے آئے اس لئے قصیدہ ہز یہ کے شعر سے بھی پوری ہے مگر سراقہ یہ کہ دوسری مرتبہ میں گھوڑی کے پیٹ کا کچھ حصہ بھی دھنسن گیا تھا۔

ایک روایت میں سراقہ کے یہ جملے ہیں کہ میں کچھ کیا ہوں کہ پھر آپ ﷺ ہی کا کیا ہوا ہے، اب میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔ خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میرے پیچھے بھی کچھ لوگ آپ ﷺ کی تلاش میں آ رہے ہیں۔ غرض پھر آنحضرت ﷺ کی دعا سے ان کو چمکدہ ملا۔ بدوؤں کی کتاب سہیبت میں ہے کہ جب سراقہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچے تو انہوں نے قیاح کر

کہا

”اے محمد ﷺ! اب مجھ سے تمہیں پہانے والا کون ہے؟“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”مجھے وہی پہانے گا جو چمکدہ قدم اور اکیلا ہے۔“

اسی وقت جرہم بن ابی اسد نے کہا کہ میں نے پوری زمین کو آپ ﷺ کا تابع فرما کر دیا ہے اس لئے

”اے محمد ﷺ! وہ تو تعالیٰ فرماتا ہے میں نے پوری زمین کو آپ ﷺ کا تابع فرما کر دیا ہے اس لئے آپ ﷺ جو چاہیں اس کو عزم دیں۔“

چنانچہ آپ ﷺ نے زمین سے فرمایا کہ اس شخص یعنی سراقہ کو پکڑ لے، چنانچہ زمین نے سراقہ کی ساری ہڈیوں کو ٹھنڈوں تک اپنی گرفت میں لے لیا۔ اب سراقہ نے گھوڑی کو چلانا چاہا مگر وہ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکی اب سراقہ نے آپ ﷺ کو پکڑ کر کہا:

”اے محمد ﷺ! اللہ وہ میں عزتی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر آپ ﷺ نے مجھے اس مصیبت سے نجات دلا دی تو آپ ﷺ کا ہر روز رحمت ہوں گا خوش فہمیں۔“

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”اے زمین اس کو چھوڑ دے۔“

آپ ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ زمین نے اس کو چھوڑ دیا۔

سراقہ کی سات مرتبہ دھڑھ خلائی :- بعض تصانیروں میں یہ ہے کہ سراقہ نے سات مرتبہ دھڑھ دیا کہ اب میں آپ ﷺ کا پیچھا نہیں کروں گا اور جب چمکدہ مل جاتا تو ہر مرتبہ وہ اپنے قول سے پھر جاتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی گھوڑی کی ہاتھیں پھر زمین کی گرفت میں آ جاتیں۔

اس حوالے میں گھوڑی کی صرف ہاتھ دھنسنے کا ذکر ہے نہ کچھ دھنسنے کا نہیں، مگر اس اختلاف سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا چاہئے اور اس سے گزشتہ روایت کی مخالفت نہیں ہوتی۔ غرض ساتویں مرتبہ میں سراقہ

نے چاندل سے قہر کی۔

کتاب فضول المجد میں ہے کہ جب کے سے آنحضرت ﷺ کی دعا کی خبر کے میں پہنچی تو آپ ﷺ کے عار سے دروہ ہوئے کے انگلی دن کی بات ہے تو ابو جہل نے لوگوں کو اپنے پاس بھی کیا اور ان سے بولا۔
”مجھے خبر ملی ہے کہ محمد ﷺ ساحل کے واسطے سے مدینے کے لئے روانہ ہو گئے ہیں اور یہ کہ ان کے ساتھ وہ کوئی اور ہیں اب تم میں سے کون ہے جو ان کے حلقہ گھمے کوئی خبر لا کر دے۔“
پہنچنے ہی سہی سرقہ اچھل کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ابو القحطم محمد کا دشمن اور لیتا ہوں (یعنی ان کے حلقہ میں خبریں لانا ناگوار)۔

اس کے بعد سرقہ جلدی سے لوہی لوٹتی پر سولہ ہوئے اور اپنی گھوڑی کو انہوں نے اپنے ساتھ رکھا انہوں نے اپنے غلام کو بھی ساتھ لیا اور ایک سیلہ عام جھٹی غلام قلابہ مشہور بہادر وہاں میں سے قلابہ پھر سرقہ نہایت عجز و تذہبی سے آنحضرت ﷺ کے حواقب میں روانہ ہو گئے یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو چاہا حضرت ابو بکرؓ نے اس حواقب کرنے والے کو دیکھا تو انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔
”یہ سرقہ ہے جو ہذا حواقب کرتے ہوئے آپ چاہے اور اسکے ساتھ اس کا مشہور سیلہ عام غلام بھی ہے۔“

سرقہ نے جیسے ہی آنحضرت ﷺ کو دیکھا وہ اپنی لوٹتی پر سے اتار کر گھوڑی پر سولہ ہو گئے پھر انہوں نے اپنا نیزہ سمیٹا اور کہ آپ ﷺ کی طرف آئے جیسے ہی وہ آنحضرت ﷺ کے قریب پہنچے آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

”اے اٹھا تو جس طرح چاہے بھلا چاہے اور جو چاہے اسی طرح ہمیں سرقہ سے بچا۔“
آپ ﷺ کا یہ دعا فرمنا تھا کہ سرقہ کی گھوڑی کی انگی ٹانگیں زمین میں غائب ہو گئیں اور وہ حرکت کرنے کے قابل بھی نہ رہی سرقہ نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ ایک دم دہشت زدہ ہو کر گھوڑی پر سے کود پڑے اور اپنا نیزہ پھینک کر بولے۔

اے محمد! آپ اب ہی ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھی بھی امیرے پھٹکارا کے لئے اپنے مذہب سے دعا فرمائیے میں آپ ﷺ سے عہد اور وعدہ کرتا ہوں کہ آپ ﷺ کا کوئی چھوڑ کر ہٹ جاؤں گا۔“
آنحضرت ﷺ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

”اے اللہ! اگر یہ شخص اپنی بات میں سچا ہے تو اس کی ساری کو پھٹکارا دے دے۔“
(حال میں کہ تعالیٰ نے اس کو گویا غلامی عطا فرمادی اور گھوڑی اچھل کر سیدھی ٹکڑی ہو گئی)۔
عابریہ تفصیل اور سری مرتبہ ہا ساقی مرتبہ کی ہے جیسا کہ بیان خود نیز گزشتہ بیان میں صرف تا غمید دھننے کے ذکر سے یہ بات نہیں ہو تاکہ گھوڑی کا پتہ نہیں دھنسا تھا۔

قریش سے سرقہ کا جھوٹ اور ابو جہل کی تیز بینی :-..... عرض اس کے بعد سرقہ یہاں سے واپس نہ گئے اور وہاں انہوں نے لوگوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ مجھے تم کہیں نہیں ملے ابو جہل نے ان کی بات پر یقین نہیں کیا اور امیر لا کر تاراکا کی بہت جاذب اثر سرقہ نے اعتراض کیا کہ وہ آنحضرت ﷺ تک پہنچ جائے میں کامیاب ہو گئے تھے اور ساتھ ہی انہوں نے وہ سداوتہ بھی اٹھایا جو ان کو پیش کیا تھا اسی واقعہ میں

ابو جہل کو جواب کرتے ہوئے سرفراز کہتے ہیں،

قَدْ سَخِمَ وَكَلَّفَ نَوْ ثَمَنَ ضَعِيفٍ
يَأْتِي بِنِجَابِيْنَ بِإِذْنِ نِسْوَةٍ لَّوْثِيْنِ

ترجمہ :- اے ابو القلم خدا کی قسم اگر تو اس وقت میری گھوڑی کے ساتھ پیش آنے والا معاملہ دیکھتا
ہوگا اس کی آگئی، گھڑی میں دھن دھن مٹی نہیں۔

فَلَمَّا نَسَبْكَ بِأَبْنٍ يُعْتَذِرُ
وَقُلْنَا بِرُوحَانٍ فَمَنْ فَانِقُورُنَا

ترجمہ :- تو میری کسی شک و شبہ کے قویہ بات جان لینا کہ محمد ﷺ کھلی ایلوں کے ساتھ آنے والے
خفیہ ہیں بلکہ ان میں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

اس روایت کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ سرفراز آنحضرت ﷺ کے عقاب میں گئے سے روک
ہوئے تھے اسی سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرہ ہزار بھی آنحضرت ﷺ کے نشان قدم تلاش کرنے والوں
میں یہ شامل تھے جیسا کہ بیان ہوا، مگر گذشتہ روایت میں گواہ ہے کہ سرفراز آنحضرت ﷺ کے عقاب میں قدم
کی بہن سے روک ہوئے تھے جہاں وہ اپنی قوم کی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ کہ انہوں نے اپنا ہاتھ اپنی
گھوڑی کا ٹکڑا اپنی قوم سے پھیلا تھا ان دونوں روایتوں میں اختلاف ہو جاتا ہے۔

اس اختلاف کے حلقے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا کیونکہ ممکن ہے
جب سرفراز گئے سے روک ہوئے تو انہوں نے در راستہ اعتبار کیا ہو جس سے آنحضرت ﷺ خطر یلے گئے
تھے اس لئے یہ آپ ﷺ کو نہ پا سکے ہوں بلکہ آپ ﷺ سے پہلے قدم پہنچ گئے ہوں اور وہ اپنی قوم کی مجلس میں
بیٹھ گئے ہوں یہاں ہانک انہیں بلکہ معلوم ہوا کہ نشان مقام سے آنحضرت ﷺ کو گزرتے ہوئے دیکھا گیا
ہے بلکہ یہ یہاں سے بلکہ آپ ﷺ کی تلاش میں گئے ہوں، بلکہ انہوں نے وہاں میں اپنے بیہوش مقام کو کہا ہو جس
کے ساتھ اس کی لاش بھی تھی، یہاں انہوں نے گھوڑی کو بھڑکرونت پر ستر کیا ہو اور اپنے اس مقام کو بھی
ساتھ لے لیا ہو۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا کہ سرفراز گئے سے اس وقت روک ہوئے ہوں جبکہ
آنحضرت ﷺ عار سے چل پکے تھے اور بلکہ آپ ﷺ سے پہلے قدم پہنچ گئے ہوں۔ اسی طرح سرفراز کے اس
حملے سے بھی کوئی شبہ نہیں پیدا ہوتا چاہئے کہ وہاں سے پاس قریش کے قاصد آئے کیونکہ ممکن ہے سرفراز کو
کہہ جانے پر انہوں نے اپنی بات دہرائی ہو کہ ممکن ہے وہ آپ ﷺ کو راستے ہی میں پائیں۔ اسی طرح سرفراز کے اس
نشان قدم کے بعدوں میں شامل ہونے پر بھی کوئی شبہ نہیں ہوتا چاہئے کیونکہ ممکن ہے وہ اس سے پہلے قدم
دائیں اٹکے ہوں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سرفراز نے پیچھے گزرنے والے دو شعر ابو جہل کو گھڑ کر بھیجے تھے،
مگر اس سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے ابو جہل کو نہ پائی جانے سے پہلے انہوں نے یہ کہہ کر بھی
بجھوائے ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ جب سرفراز آنحضرت ﷺ تک پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ
سرفراز کو گروے چنانچہ وہ اسی وقت اپنے گھوڑے پر سے گڑھے جب سرفراز نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،
اے اللہ کے نبی! آپ جو چاہیں مجھے عہد کرنا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”اپنی جگہ پر ہو اور کسی کو بھی ہم تک نہ پہنچنے دو۔“

اب یہاں یہ احتمال ہے کہ جب سراقہ کی گھوڑی زمین میں اضمحی اس وقت سراقہ اس پر سے گر پڑے ہوں نیز یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس سے پہلے ہی گرے ہوں جیسا کہ پہلی روایت کے ظاہر سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے۔ کیونکہ اس میں یہ جملہ ہے کہ ”میری گھوڑی نے مجھے اچھال دیا جس سے میں اس پر سے گر پڑا۔“ اب یہ کہنا چاہئے کہ گھوڑی کا چھالنا رسول اللہ ﷺ کی ماکے توجہ میں ہوا تھا۔ اللہ اعلم۔

سراقہ کے لئے نبی ﷺ کا لالچ نامہ :-..... سراقہ کہتے ہیں کہ بصر میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرے لئے ایک لالچ نامہ لکھ کر دیجیے کہ جب مجھے اور میری گھوڑی کو کوفہ کے قریب فتحی کر یہ حادثہ پیش آیا تو میرے دل میں یہ بات چڑھ گئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ کا معاملہ ضرور بھیل کر دے گا اور آپ ﷺ سب پر غالب آئیں گے۔

کتاب سیدہات میں ہے کہ سراقہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

”اے محمد ﷺ میں جانتا ہوں کہ آپ ﷺ کا پیغام دنیا میں بکھل کر دے گا اور آپ ﷺ لوگوں کی گردنوں کے مالک ہوں گے، میں نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ جب آپ ﷺ کی سلطنت کے دور میں میں آپ ﷺ کے پاس آؤں تو آپ میرے ساتھ عزت کا معاملہ کریں گے۔“

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حاضرین فیہرہ کو حکم دیا کہ ایک قول کے مطابق حضرت ابو بکر کو حکم دیا جنہوں نے پہلے سے ایک ٹکڑے پر یہ لکھ دیا کہ ”ایک قول ہے کہ ایک بڑی پرکھ کر دیا تھا اور ایک قول کے مطابق بکڑے پر لکھ کر دیا تھا۔“

اقول۔ سو اہم کتے ہیں یہاں یہ بات ممکن ہے کہ پہلے حاضرین فیہرہ نے یہ قرآن لکھ دیا ہو مگر سراقہ نے مطالبہ کیا ہو کہ قرآن حضرت ابو بکر کے ہاتھ کی ہوئی چاہئے۔ چنانچہ پھر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر کو لکھنے کا حکم دیا جو وہاں میں سے ایک ٹکڑے پر لکھ کر دیا ہو اور پھر دوسرے نے بڑی یا بکڑے پر لکھ دیا ہو اور ممکن ہے بکڑے کے ٹکڑے سے مراد بھی ملاقاتی ہو دوسرے حال میں مختلف واقعات سے کوئی شہید یا نہیں ہو۔

آنحضرت ﷺ کی ایک حیرت انگیز گویائی :-..... پھر جب سراقہ نے وہاں کا کارواں کیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

”اے سراقہ اس وقت تمہارا حال ہو گا جب تم کسریٰ کے نکلنے پہنچو گے۔“

سراقہ نے پوچھا کیا کسریٰ ان دنوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ اے تمہیں قسطل تھری ہے کہ سراقہ جو لڑکے حاکم پر مسلط ہوئے تھے وہ جب یہاں پہنچے تو آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں خوش آوے۔

خود سراقہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حنین اور مائک کے سرکوں سے گذر رہے تھے تو میں آپ ﷺ سے ملنے کے لئے روک رہا تھا میرے ساتھ وہاں دار بھی تھا جو میں نے آپ ﷺ سے حاصل کیا تھا، آخر حنین کے مقام پر میری آپ ﷺ سے ملاقات ہوئی، میں انصاری سواروں کے درمیان سے لنگر کے اس حصے کی طرف روک رہا تھا وہاں آنحضرت ﷺ تھے، وہ مجھے بکڑے کی تھول پر روکے اور مجھ سے کہنے لگے کہ

نصرہ تم کیا چاہتے ہو، مگر میں تمکے ہر حکم کیا آخر میں آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار تھے میں نے فوراً دو اہلانِ ہاتھ میں لے کر اٹھوایا، پھر میں نے کہا:

”یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور میں سزاوارق ہوں“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”یہ وعدہ پورا کرنے اور خوش خبری دینے کا دن ہے، قریب آ جاؤ۔“

میں آپ ﷺ کے قریب گیا اور آپ ﷺ کو سلام کیا۔

خلافتِ قادوسی میں پیشین گوئی کی تکمیل :-..... پھر حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے زمانے میں جب کسرتی قدس کی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کے بعد اس کے لشکر میں اس کا بیٹا اور اس کے بیٹے کی مسندِ قادوسیِ اعظم کی خدمت میں لائی گئی یہ مسند ساتھ ہاتھ مرئی تھی جس میں فصلِ ریح کے پھولوں کے بعد گول کے سونے اور جواہرات پڑے ہوئے تھے، یہ مسند اس کے گل میں اس کے بیٹے کے لئے بچائی جایا کرتی تھی۔ یہ اس پر بیٹھ کر اس موسم میں شراب پیتا تھا، جب اس فصل کے پھول کھلتے ہوئے نہیں ہوتے تھے (اور اس طرح ان تمام پھولوں کے رنگ سوچوں اور جواہرات میں دیکھ کر دل بہلا دیتا تھا) چرواہوں کے ساتھ ساتھ کسرتی کا زبردست بلِ دولت بھی لایا گیا تھا اور ششہ کسرتی کی تینوں شترلوں بھی لائی گئی تھیں، ان کے جسموں پر ایسے ایسے بیش قیمت لباس اور ہیرے جواہرات سے مزین جامِ شائیں تھیں کہ انہی کی قریب اور بیان کرنے سے مجھ کو صحیح

کسرتی فاروقی کے لشکر میں اور شترلوں میں :-..... اسی وقت حضرت عمرؓ نے سزا دیکھا اور ان سے فرمایا:

”کہتے ہاتھ بدعاؤں اور یہ لشکر بھی کسرتی کا ہے۔“

پھر ساتھ ہی قادوسیِ اعظم نے ان سے فرمایا کہ یہ کسرتی کا ہے۔

”تمام قوتیں اسی ذاتِ خداوندی کو سزاوارق ہیں جس نے یہ چیزیں کسرتی ابنِ ہریر (ششہ) اور ان کے چھین لیں جو یہ کہا کرتا تھا کہ میں انسانوں کا پروردگار ہوں۔“

اس کے ساتھ علاوہ لشکر حضرت سراقہؓ کی مالک نے بھی لئے۔ حضرت عمرؓ نے بلند کواڑ سے یہ بات فرمائی تھی، پھر کسرتی قدس کا وہ تمام بلِ دولت مسجدِ نبوی کے گل میں ڈال کر دیا گیا اور اس کو مسلمانوں میں تقسیم کیا گیا۔ پھر انہوں نے کسرتی کی اس قیمتی مسند کو کثرت کر اس کے ٹکڑے کئے اور اس کو بھی مسلمانوں میں تقسیم فرمایا، ان میں سے ایک ٹکڑا حضرت عثمانؓ کے حصے میں بھی گیا جنہوں نے اس کو پیاس جڑو روہر میں فروخت کیا۔

اے قماشِ گاہِ عالم :-..... اس کے بعد پادشاہ کی تینوں شترلوں کو سامنے لایا گیا اور قادوسیِ اعظم کے سامنے آکر کھڑی ہو گئیں، اس کے بعد اعلان کرنے والے نے ان شترلوں کی بولی گانے کا سواں کیا اور کہا کہ ان کے چرواہوں سے غلبہ اور دینے جائیں تاکہ مسلمان دنیا و آخرت میں بولی گانے کی شترلوں نے اپنے چرواہوں سے غلبہ آگئے سے اٹھ کر دیا اور اعلان کرنے والے کے سید میں ٹھوکر ماری۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ کر غضبناک ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ان پر اپنا ہتھوڑا لٹا نہیں اس وقت، شترلوں رو رہی تھیں۔ حضرت عثمانؓ نے قادوسیِ اعظم سے کہا:

”تم ہم کا معاملہ کیجئے اسے اسیر المومنین میں لے دو رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے تھے کہ کسی ذلیل ہونے

دلی قوم کے سزاوارگوں کے ساتھ، ہم اور احرام کا معاملہ کرو اور فقیر ہو جائے دلی قوم کے دولت مندوں کے ساتھ عزت کا یہ سزاوار۔"

یہ حدیث سن کر حضرت عمر کا فخر فوراً اٹھ اُپر گیا تب حضرت علیؑ نے پھر حضرت عمر سے کہا
"شیر لویوں کے ساتھ دوسری صورتوں جیسا معاملہ نہیں کیا جاتا چاہئے۔"

حضرت عمر نے فرمایا،

"بھائی کے ساتھ کسی طرح کا معاملہ کیا جاتا چاہئے۔"

شیر لویوں سے حسن معاملہ اور حضرت علیؑ کا حسن تدبیر :- حضرت علیؑ نے فرمایا،
"مکان کی قیمت ملے کر کے بتادی جائے اور پھر جب بھی مکان کی وہ قیمت لگ جائے تو وہ بولی لگانے والی
قیمت لے کر سامنے آجائے جس نے اس کو پسند کیا ہے۔"

چنانچہ مکان کی قیمت لگائی گئی پھر ان کو حضرت علیؑ نے ملے، آخر ان میں سے ایک حضرت عبداللہ ابن
عمر فاروقؓ کو دی گئی جس سے ان کے بیٹے سالم ابن عبداللہ ہوئے۔ دوسری حضرت عمر ابن ابو بکرؓ کو دی گئی جس
سے ان کے بیٹے قاسم ہوئے۔ تیسرے حضرت علیؑ کے بیٹے حضرت حسینؓ کو دی گئی جس سے ان کے بیٹے علیؑ
پیدا ہوئے۔ چنانچہ ان کا لقب ذین العابدین ہے۔

ابو ابی شیر لویوں کے مطلق سے علماء اسلام :- ان کے یہ بیٹے اپنے علم و فضل کے اعتبار سے
نامور بیٹے اہل ان میں لوگ درجہ کے اور سب سے آگے تھے اس واقعہ سے پہلے مدینے کے لوگ ہاشموں کے
ساتھ محسوس کو پسند نہیں کرتے تھے مگر جب یہ بیٹے نور بن ان میں پیدا ہوئے تو وہ ابھی اس کو ماننے لگے

ایک جہر نکاح واقعہ :- ایک ہزار گ نے ایک بہت عجیب روایت بیان کی ہے کہ میں حضرت سعید ابن
مسیبؓ کی مجلس میں بیٹھا کہ اتفاقاً سید نے ایک ایک دو اور دو مطلق لکھے پڑ چلا

"کہہ کے مطلق والے کون لوگ ہیں؟"

میں نے کہا کہ میری ماں ایک ہندی تھیں ماں خیر کے بعد عیسا عسویؓ ہوا جیسے میں سعید ابن مسیب
کی نظروں میں گر گیا، پھر ایک دن جبکہ میں ان کے پاس بیٹھے ہوا تھا کہ اچانک حضرت سالم ابن عبداللہ ابن عمر
فاروقؓ وہاں آگئے (یعنی وہی سالم جو ایک ہندی یعنی شمشادہؓ کی کسریٰ کی شیر لوی کے چھت سے پیدا ہوئے
تھے) فرض بکھودم دیکھ کر جب حضرت سالمؓ وہاں سے چلے گئے تو میں نے حضرت سعیدؓ سے کہا

"کہہ چلے کون تھے؟"

انہوں نے حیرت سے کہا

"سلمانؓ! کیا تم اپنی قوم کے ان جیسے شخص کو نہیں جانتے، یہ سالم ابن عبداللہ ابن عمرؓ تھے۔"

میں نے کہا،

"کیا آپ جانتے ہیں ان کی ماں کون تھیں؟"

انہوں نے کہا ایک ہندی تھیں۔

اس کے بعد اسی مجلس میں حضرت قاسم ابن عمر ابن ابو بکرؓ آئے اور بیٹھ گئے، جب وہ ابھی چلے گئے تو
میں نے پھر سعیدؓ سے پوچھا کہ چچا یہ کون تھے انہوں نے کہا تم عجیب کوئی ہو کیا تم ان کو ابھی نہیں جانتے یہ

حضرت قاسم ابن محمد اسی ابو بکر تھے۔ میں نے کہا ان کی ماں کون تھیں، انہوں نے کہا ایک باندی تھیں۔
اسکے بعد افضال سے وہاں حضرت علی ابن حسین ابن علی آگئے، دیکھو دیکھو کر جب وہ بھی پہلے گئے تو میں نے بصرہ جھاک کر کون تھے؟ کہنے لگے مجھے تم پر تعجب ہے تم ان کو بھی نہیں جانتے، حضرت علی ابن العلاء ابن ابن حسین بھی علی تھے، میں نے کہا وہ ان کی ماں کون تھیں، انہوں نے کہا ایک باندی تھیں، جب میں نے کہا۔
”اے بیٹا! میں نے محسوس کیا تھا کہ جب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ میری ماں ایک باندی تھیں تو میں آپ کی غلطی میں گر گیا تھا، اب بتائیے کیا مجھ میں اتنی ہی حقارت کی سنت موجود نہیں ہے۔“
انہوں نے (اس کو محسوس کرتے ہوئے) کہا کہ بے شک یہی بات ہے۔ اور اس کے بعد وہ میری سمت عزت و توقیر کرنے لگے۔

فرض جب آنحضرت ﷺ سے وہ ابن زبیر کے ساتھ وہاں سے واپس ہوئے تو وہ آنحضرت ﷺ کے عقاب میں آنے والے ہر شخص کو دہلیس کرنے لگے۔ وہ جس کو بھی آتا دیکھتے اس سے کہتے ہیں کہ میں سدا راستہ دیکھ کر آیا ہوں مجھے کوئی نہیں ملا۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ قریش کے لوگوں کی جو جماعت آنحضرت ﷺ کے عقاب میں جا رہی تھی اور اس طرح کہ وہاں کو اس جگہ اور راستے کا پتہ ہو گیا تھا جس پر آنحضرت ﷺ جا رہے تھے، سرائق نے ان سے کہا۔
”آپ کو معلوم ہے کہ راستوں کے متعلق مجھے کتنی واقفیت ہے، میں ان راستوں پر بہت چل کر رہا ہوں مگر مجھے کوئی بھی نہیں ملا۔“

یہ سن کر وہ قریشی جماعت وہیں سے واپس ہو گئی۔ (یہ) لوگ کہ قریشی کافروں کو اپنے اعلان کرنے والے اور دوسرے لوگوں کے ذریعہ پتہ چلا کہ آنحضرت ﷺ راستے میں آتم مسجد کے نیچے میں ٹھہرے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا تو انہوں نے اپنا ایک دست آنحضرت ﷺ کے عقاب میں روک دیا، اور اس سے انہوں نے کہا کہ محمد ﷺ کو اس سے پہلے ہی پکڑ لو کہ وہ عرب کے کتوں سے مدد حاصل کر سکے۔ لہذا یہاں یہ احتمال ہے کہ سرائق نے قریش کی جس جماعت کو راستے ہی سے واپس کر دیا تھا وہ ایک دست ہو گا۔ اب گویا ان کو پتہ چلے کہ سرائق ان کے ابتدائی منصوبے میں قحط آنحضرت ﷺ پر حملہ کر کی حیثیت رکھتے تھے لیکن دن کے آخری حصے میں وہی سرائق خود آنحضرت ﷺ کے چہرہ کا ایک امتداد بن گئے تھے۔

ایک روایت میں سرائق کہتے ہیں کہ جب میں روک رہا تھا تو میری سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لوں، حضرت ابو بکر کو پکڑ لوں اور جب میں واپس ہو رہا تھا تو میری سب سے بڑی آرزو یہ تھی کہ آپ ﷺ کے بارے میں کسی کو نہ تو معلوم ہوئے ہوتے۔

دشمنان رسول ﷺ کی پادری پائی :-..... یہ بھی ممکن ہے کہ قریش کی جس جماعت پادری سے کہ سرائق نے راستے میں سے واپس کر دیا تھا، وہ لوگ اس کے بعد بھی آتم مسجد کے نیچے پر گئے ہوں۔ کیونکہ اسی روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ یہ دست آتم مسجد کے پاس پہنچا تھا اور انہوں نے اس سے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ اس کو ان کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ ہوا کہ یہ لوگ کہیں آپ ﷺ کو قتل نہ پہنچا دیں، اس لئے ان سے اپنی بے خبری اور لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا۔

”تم لوگ مجھ سے ایسے معاملہ کے بارے میں پوچھ رہے ہو جس کے متعلق میں نے آج سے پہلے کبھی

”کہہ نہیں سکتا۔“

(قریش کے لوگ اس کے باوجود بھی اس سے ملنے اور اس کو ذرا سزا دے دیتے تو ابھر اس نے کہا ”اگر تم لوگ میرا بیٹا نہیں سمجھو گے تو میں شور مچا کر اپنی قوم کے لوگوں کو بلالوں گی۔“ یہ اُمّ سعد اپنی قوم میں بہت سزا دہشت تھی اسی لئے قریشی لوگ اس کے پاس سے نکام ہو کر واپس ہو گئے اور ان کو کچھ پتہ نہ چل سکا کہ آپ ﷺ کدھر گئے ہیں اور آپ ﷺ نے کون سا راستہ اختیار کیا ہے۔ اُمّ سعد کی اس دھمکی سے اندازہ ہو تا ہے کہ قریش کے لوگ اس پر دھمکاؤں ڈال رہے تھے۔

اب اگر سراقہ نے قریش کے ایسے کو راستے میں سے واپس کر دیا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد ہی یہ لوگ اُمّ سعد کے پاس گئے تھے۔

سراقہ کے واقعہ کی طرف اصل نہیں نکب میوں کا ٹرنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

قَرْنٌ سَرَقَتْهُ أَطْفَالٌ قَنَاحٌ مَطْفَأٌ
تَوَلَّى قَانِیْنَ بِلِقَاحِ مَطْفَأٍ

ترجمہ: سراقہ کو جس دور میں وہ لوگ نے اندھا کر دیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا گھوڑا قریش میں دھنسیا گیا اور وہ مسخ ہو کر اس کا طلبکار ہو کر لوٹا۔

قصیدہ ہمزہ کے شاعر نے اس واقعہ کی طرف اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے۔

وَقَفَّیْ قَرْنًا سَرَقَتْهُ قَانِیْنَ
لَمَّا سَرَقَتْهُ قَانِیْنَ قَانِیْنَ
لَمَّا سَرَقَتْهُ قَانِیْنَ قَانِیْنَ
لَمَّا سَرَقَتْهُ قَانِیْنَ قَانِیْنَ

مطلب :-..... سراقہ نے جوں ہی آپ ﷺ کا خائب کیا اس کی بہترین گمراہوں میں گھوڑی گر چڑی (معاشرین) اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تین ہاتھوں پر نچر دے کر کھڑا ہو تا ہے اور جو تھی ہانگ کا صرف کمر و زین پر کھائے نہ کھتا ہے۔ ایسا گھوڑا اصل اور عمدہ شمار ہو تا ہے۔ اسی طرح جرہ داہ بھی، عمدہ گھوڑے کی ایک خوبی ہے کہ اس کے جسم پر گمراہی ہوں متعدد یہ ہے کہ سراقہ کے پاس بہترین گھوڑی تھی اس کے گرنے میں گھوڑی کے کسی صیب کو دخل نہیں تھا بلکہ یہ آنحضرت ﷺ کا ایک تجرہ تھا (بلکہ جب سراقہ نے یہ محسوس کیا کہ گھوڑی کہیں سدا ہی ذیمن میں نہ دھنسی جائے تو انہوں نے فکر کر آ آنحضرت ﷺ سے فریاد کی کہ آپ ﷺ کی دعا ہی ان کو بچھکار دلا سکتی ہے، جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ واقعہ پیش کیا تھا۔

دوا دینے میں پہلا قیام :-..... (قال) انہی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ اس روز ہم تمام راستہ چلے یہاں تک کہ چلتے چلتے اگلے دن دو ہر کھات ہو گیا اور راستہ خالی ہو گیا اس میں کوئی نظر نہیں کر پا تھا اچانک ہم نے دیکھا کہ ہمارے سامنے ایک بڑی چٹان کھڑی ہوئی ہے جس کا سایہ کافی جگہ تک پکھیل رہا تھا، ہم نے اس چٹان کے پاس پہنچا لیا، اس کے بعد میں چٹان کے پاس گیا وہاں میں نے اپنے ہاتھ سے جگہ صاف کی تاکہ وہاں چٹان کے سامنے میں آنحضرت ﷺ سو سکوں، پھر میں نے اس جگہ ایک پوٹھن بچا دی جو میرے ساتھ تھی اس کے بعد میں نے آپ ﷺ سے کہا۔

”یاد رسول اللہ ﷺ ایسا سو جائے جن لوگوں کی طرف سے ڈر ہے میں ان کا خیال رکھوں گا کیونکہ

میں ان کو خوب پہچانتا ہوں۔“

چنانچہ آپ ﷺ کو جسے اسی وقت میں نے دیکھا کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں لئے اسی چٹان کی طرف اسی مقصد سے جس مقصد سے ہم آئے تھے یعنی سارے لینے کر رہا ہے میں اس سے ملا اور دیکھا کہ تم کس کے ہو اس نے بتا دیا کہ وہ مکے کے ایک شخص کا چرواہا ہے، جب اس نے اس شخص کا تاجا تلا اور عام لیا تو میں اس کو پہچان گیا۔ علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ میں اس چرواہے کے عام سے واقف نہیں ہوں اور وہی کبریٰ کے مالک کا عام جان ہوں، حضرت ابو بکر کہتے ہیں میں نے اس سے ہم چلے

”کیا تمہاری بکریاں میں کوئی دودھ دینے والی تھی ہے؟“

اس نے کہا، ”ہاں! بکریاں ایک بکری سامنے لایا اور اس نے اپنے ایک برتن میں اس کا دودھ لیا مجھے دیا ایک روایت میں یہ ہے کہ میرے ایک بٹے میں دودھ نکال کر دیا میں میں نے کپڑا لٹا دیا تھا پھر میں دودھ لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، میں نے اسے ہاند نہیں کیا کہ آپ ﷺ کو سوتے سے جاگاؤں چنانچہ میں اس وقت تک کھڑا رہا جب تک کہ آپ ﷺ جاگ نہ گئے۔

اس کے بعد میں نے دودھ میں پانی کی مقدار ڈالی، میں سے وہ فضا اُڑ گیا، پھر میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یہ دودھ نوش فرمائیے چنانچہ آپ ﷺ نے دودھ پی لیا، کیونکہ مسافر کے لئے اس طرح کا دودھ چٹا عرب میں پہلے ہی سے جانا تھا بشرطیکہ مسافر ضرور خند ہوں، چنانچہ ہر چرواہے کو اس کا اختیار ہوتا تھا کہ وہ ایسے سوئے ہوئے کسی مسافر کے لئے بغیر مالک سے ہم مجھے دودھ کر دے سکتا ہے جیسا کہ یہ بات پہلے بھی بیان ہو چکی ہے اور ایک حدیث ہے کہ تم میں سے کوئی کسی شخص کے سونے کا دودھ بغیر اس کی اجازت کے نہیں نکال سکتا۔ مگر یہ حدیث اس کی خلاف نہیں ہے (کیونکہ ضرورت مند مسافر کے لئے یہ عام اجازت تھی لہذا پھر یہ کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ بغیر چرواہے کی اجازت کے کسی کے لئے دودھ لینا جائز نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے اس سوئے ہوئے آنحضرت ﷺ کے دودھ پینے کو اس لئے جائز قرار دیا ہے کہ یہ ایک حلال یعنی دوا العرب کے آوی قابل تھا، مگر یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ حریوں کا مال اس وقت تک آپ ﷺ کے لئے جائز قرار نہیں دیا گیا تھا۔

دودھ پی لینے کے بعد آنحضرت ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے فرمایا۔

”کیا دعا کی کلافت اچھی نہیں ہو؟“

صدق اکبرؓ نے عرض کیا ہے شک ہو گیا ہے! چنانچہ انکے بعد ہم روانہ ہو گئے جب کہ سورج اُٹھ چکا تھا ایک روایت میں ہے کہ علامہ حضرت ابو بکرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ دعا کی کلافت ہو گیا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے پہلے آنحضرت ﷺ نے وہی سوال کیا ہو اور پھر صدیق اکبرؓ نے یہ جواب دیا ہو۔

اتم معبود کے یہاں دوسری منزل :-..... عرض اس کے بعد یہ تھا کہ اتم معبود کے واسطے راستے پر بلا حصارا اتم معبود کا نام مانگو تھا اور ان کا مگر بھی تندی میں تھا جس کے بدست میں بیان ہوا ہے کہ دوسرا قلاوطن تھا جب اس کا مطلب یہ ہوا کہ مانگو یعنی اتم معبود یعنی کے اس کندے پر وہی جس جس جودینے کی طرف تھا اور سرتلا کا مکان شہر کی اس سمت میں تھا جو کے کی طرف تھا اور یہ کہ یعنی کی لسانی کا بی بیاد تھی دوسرا حال یہ بات قابل غور ہے۔

غریب مگر شریف خاتون :-۔۔۔۔۔ یہ اتم معبود ایک غریب اور شریف عورت تھیں اور اپنے نیچے کے دالان

میں بیٹھی رہتی تھیں، انہوں نے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کی کھانے پینے سے قواضی کی مگر ان کو نہیں معلوم تھا کہ ان کے مساجد کوئی ہیں۔ (ی) مسلمانوں نے ان سے گوشت اور کھجوروں کی درخواست کی اور ایک روایت کے مطابق دور دور کی درخواست کی کہ وہ قیمت دے کر خریدنا چاہتے ہیں، اس پر معبد نے کہا:

”تو اکی قسم اگر ہند سے پاس کوئی چیز ہوئی تو ہم قیمت لے کر دیتے کے بجائے بلا قیمت ہی آپ کو دے دیتے۔“

ایک اور معجزہ :- ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ہم آپ حضرات کو کسی چیز کی تکلیف عین دیتے۔ (ی) لکھو کہ یہ حضرات مسکین اور غلیظ ہاتھ تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اُمّ معبد سے فرمایا:

”اُمّ معبد! کیا تم دے پاس دور ہے؟“

انہوں نے کہا نہیں! اس وقت آپ ﷺ کی نظر وہاں ایک بکری پر پڑی جو اُمّ معبد کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی یہ اتنی کڑور اور دلی خمی کہ گتے کے ساتھ بھی نہیں جا سکتی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس کے خنوں میں دور ہے؟ اُمّ معبد نے کہا کہ اس کڑور بکری کے خنوں میں دور کھانا سے آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”کیا تم مجھے اس کو روکنے کی اجازت دے گی؟“

اُمّ معبد نے کہا:

”تو اکی قسم اس کو کسی زبردستی نے مجھ کو بھی نہیں، اس لئے خود سوچ لیجئے۔“

شیک خنوں سے دور دور کی دھڑکیں :- یعنی اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے دور کھال نکلے ہیں تو ضرور کھال نکلے میری طرف سے اجازت ہے۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنے قریب منگایا اور اس کی کمر باندھ بھرا، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُمّ معبد کے بیٹے معبد سے کہا جو اس وقت کمر تھا کہ یہ بکری بوجھ لادو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ لڑکے کی بکریاں لے کر آؤ، پھر آپ ﷺ نے ان کی کمر باندھ بھرا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے خنوں اور کمر باندھا پھر اور اللہ کا نام لیا۔ یعنی آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی اَللّٰهُمَّ مَلِكُ نَفْسٍ نَبِيٍّ، یعنی اے اللہ! ابدی اس بکری میں ابد سے لئے رکھ عطا فرما۔ آپ ﷺ کا دروازہ تھا کہ ان کے خنوں بھر گئے اور ان سے دور چلے گئے۔ یعنی ان کی ہاتھوں کے درمیان ہاتھ بھر گیا، پھر آپ ﷺ نے ایک برتن منگایا جو ان کا دروازہ تھا کہ اس سے آٹھ دس کوئی سیراب ہو سکیں۔ یعنی جس میں ان کا دور دور آجائے کہ آٹھ دس کوئی کرام سے سیر ہو کر خشک اور سوجائیں۔ یہاں دھکا کا لفظ استعمال ہوا ہے جو نہیں سے دس آدمیوں تک آدمیوں کی جماعت کے لئے لیا جاتا ہے۔ ایک قول ہے کہ تو سے چار آدمیوں تک پر لیا جاتا ہے۔

فرض آپ ﷺ نے قوت صرف کر کے بکری کا دور دور نکالا کیونکہ خنوں میں دور بہت زیادہ بھر گیا تھا اور اس میں دیر تک بھاگ اٹھ گئے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ ﷺ نے اُمّ معبد کو بھی دور دور فاش کیا اور انہوں نے سیر ہو کر پیا، اس کے بعد آپ ﷺ کے ساتھیوں نے دور دور سیر ہو کر پیا اور پھر طود آنحضرت ﷺ نے نوش فرمایا۔

یعنی آپ ﷺ نے سب کے بعد میں پیا، آپ نے آخر میں دور دور پیتے ہوئے فرمایا:

”قوم کا سانی خود سب کے بعد میں پیتا ہے۔“

اس کے بعد آپ ﷺ نے بھر دودھ نکالا اور اسے اُمّ معبد کے پاس بھجوز کر آپ ﷺ وہاں سے آگے روانہ ہو گئے

لام نکی نے اس واقعہ کی طرف اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

مَسَحَتْ عَيْنِي شَاةً لَدُنِي اُمِّ مَعْبَدٍ
بِجَنَّةٍ فَكَلَفْتُهَا اَنْزَوْا حُلُوْبَهَا

ترجمہ۔ اُمّ معبد کے پاس جو بکری تھی اس پر ہاتھ بھیرے جانے کی وجہ سے اس کی گزروی و لاغری دور ہو گئی اور اس کے حنوں سے دودھ بننے لگا۔

اس سفر میں آنحضرت ﷺ کی مہلک و ننگی کی تزیین میں قصیدہ معزیہ کے شاعر نے یہ شعر لکھا ہے۔

فَرَّثَتْ هَلْهَلًا جِيْنًا تَوَثَّ عَظْمًا
فَلَهَا قَرْدًا يَهَا ذَا بَنَاءَ

ترجمہ۔ جب آنحضرت ﷺ کی مہلک سولہوی اس بکری کے پاس سے گزری تو بکری کے خشک حنوں میں دودھ بھر گیا اور اس سولہوی کی وجہ سے اُمّ معبد کو مال و دولت میں بڑکتہ و کثرت حاصل ہوئی۔

سالانہ دواؤں تک اس بکری کی طویل عمر تھی۔۔۔۔۔ اُمّ معبد سے روایت ہے کہ بھر یہ بکری حضرت عمر فاروق کی خلافت کے زمانے تک زندہ رہی یعنی ۸۰ سال تک۔ اس کے مطابق ۷۰ سال تک اس سال کو سال دواؤں تکلیف دہ کرنا کہا جاتا ہے کہ تو اس سال میں سخت قحط و غور زمین سوکھ کر بھر ہو گئی تھی، یہاں تک کہ واقعی درخت سے بھی ٹھکر کر انسانی ہمتیوں میں آنے لگے یہاں تک کہ اگر کوئی اپنی بکری ذبح کر جاتا تو اس کا گوشت کھائے بغیر بڑی ہی پیمکہ پتا کہ تو خشک سالی کی وجہ سے جانوروں کا گوشت بھی سوکھ کر بڑا زائقہ ہو گیا تھا، جب وہاں چلتی تو انھ کی طرح مٹی لڑھکی، اسی وجہ سے اس سال کو ہی سال دواؤں کہا جانے لگا، اس صورت حال کی وجہ سے حضرت عمر فاروق نے عہد کیا کہ وہ اس وقت تک نہ دواؤں بخشے گا جو نہ کھجور نہ کھجور کا گوشت کھائیں گے جب تک کہ بادشائیں نہیں ہوتی، انہوں نے کہا

”ہمیں مصائب اور پریشانیوں کا شکار غلام ہو رہے ہیں اگر میں اس سے ہواقت رہا تو میں کیسے حق کا شکر ادا کر سکتا ہوں؟“

اس گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس بکری کا دودھ نکالا تھا، اُمّ معبد کے پاس ایک ہی بکری تھی۔ مگر شاد جنداری بخاری بخاری میں یہ لکھنے سے ایک روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُمّ معبد کی بکریوں میں سے ایک بکری کو اس کے حنوں پر اپنا ہاتھ بھیر کر انھ سے دعا فرمائی، اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک بڑے برتن میں دودھ نکالا جو بھر نہ ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے اُمّ معبد سے فرمایا کہ دودھ پی لو، اُمّ معبد نے کمال۔

”آپ پیچھے، آپ پیچھے، آپ کو زیادہ ضرورت ہے۔“

مگر آپ نے پالہ اُمّ معبد کی طرف ہی بڑھا دیا، جس پر انہوں نے دودھ پی لیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے اُمّ معبد کی دوسری ہاتھ بکری بکری کو اس کے ساتھ بھی دی کیا اور اس کا دودھ آپ ﷺ نے خود پیا، پھر آپ ﷺ نے تیسری بکری بکری کو اس کے حنوں سے بھی اسی طرح دودھ نکالا اور اس کا دودھ اپنے زہیر کو پیا، پھر آپ ﷺ نے چوتھی بکری بکری کو اسی طرح اس کا دودھ نکالا کہ حاضرین لہر و لہو پھیلے۔

اور قرین آنحضرت ﷺ کی عیاشی میں گھومتے گھومتے اُمّ معبد تک پہنچ گئے، یہاں انہوں نے اُمّ معبد سے آنحضرت ﷺ کے بارے میں تحقیق کی اور آپ ﷺ کا طبعہ نظر ایا اُمّ معبد نے یہ طبعہ سن کر کہلا "میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں، آپ ایک بالغہ بکری کا دودھ دودھ دینے والا شخص میرا صہبان ہو گا۔"

اس پر ان لوگوں نے کہلا

"ہم اسی شخص کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔"

سالِ نبی کی تشریح :-..... (گفتہ شدہ سطروں میں ایک روایت گزری ہے کہ اُمّ معبد کی یہ بکری حضرت عمرؓ کی حفاظت کے زمانے کا ایک نر اور یہ کہ عاتق کا سالِ سالِ نبیؐ کہلاتا ہے کیونکہ اس برس وہاں زبردست قحط پڑا تھا، اس کے مسئلے میں روایت کا بقیہ حصہ شاید طباعت اور کپیڈنگ کی غلطی کی وجہ سے اس روایت کے ساتھ بیان ہونے کے بجائے دورِ میمان سے درگیا اور چند سطروں کے بعد بیان ہوا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے)

جب حضرت عمرؓ نے خود بھی ۱۱۰ھ تک وہ غیرت کھائے کا عند کیا تو حضرت کعبہؓ نے ان سے کہلا "امیر المؤمنین اپنی سرانگیں کو اگر اس قسم کی مصیبت پیش آتی تھی تو وہ نبیوں کے رشتہ داروں کے زریعہ ہدایت کی دعا کر لیا کرتے تھے۔"

حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کی طرف اشارہ کر کے کہلا

تو میرے رسول اللہ ﷺ کے بچا موجود ہیں جو آنحضرت ﷺ کے والد کے بھائی ہیں اور بنی ہاشم یعنی خاندانِ رسول ﷺ کے سردار ہیں۔"

چنانچہ اس کے بعد حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ کے پاس گئے اور ان سے لوگوں کی اس مصیبت کی فریاد کی اس کے بعد حضرت عمرؓ خبر پڑنے سے ان کے ساتھ حضرت عباسؓ بھی تھے۔ جس پر کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ نے دعا کی۔

"اے اللہ! ہم اپنے نبی کے چچا اور آنحضرت ﷺ کے والد کے ہاں جانے کے ساتھ میرے سامنے حاضر ہوئے ہیں تو ہمیں ہمدردی سے تیرے اور ہمیں ہمدردی کا اجر مت دے۔"

خانوادر سول ﷺ کی دعا اور دینے کی سیر علی :-..... اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے کہا

اے ابو الفضل! کھڑے ہو کر دعا پڑھو۔"

چنانچہ حضرت عباسؓ نے کھڑے ہو کر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور جو دعا گئی اس کا ایک حصہ یہ

"اے اللہ! اے اے اور اے اے اور اے اے گمراہوں کے حال پر کرم فرما اے اللہ! ہم تمام بھوک سے بد حال لوگوں کی طرف سے تجھ سے فریاد کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیرے سوا کسی سے کوئی امید نہیں ہمارے لئے۔ تیرے سوا کسی سے مانگتے ہیں اور نہ تیرے سوا کسی کی طرف جھکتے ہیں۔"

حضرت عباسؓ کی اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ لوگوں کے اپنے گمراہی میں پہنچنے سے بھی پہلے ہدایت شروع

ہو گئی اور اس قدر پہلی برسا کہ زمین میں سر بھونگی اور لوگوں کو ذرہ کی سی لگتی ہے۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا،

”خدا کی قسم! یہ اس کے پہلے کا نتیجہ ہے جو ہم نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا۔“

لوگ عقیدت کی وجہ سے حضرت عباسؓ کا جسم جھونے لگے اور کہتے،

”آپؓ کو مبارک ہو کہ آپؓ کی وجہ سے ہمیں عرین میں سیر ملی ملی۔“

علاءؓ سکھنے لگے تھا کہ ہے کہ اسی دن ایک جماعت مدینہ منورہ گری تھی، انہوں نے اچانک بارشوں میں سے آتی ہوئی ایک آواز سنی۔

”اے ابو حفص! تمہارے لئے سیر ملی آگئی۔ اے ابو حفص! تمہارے لئے سیر ملی آگئی!“

علاءؓ بھی نے اپنی کتاب موصوفین من جہنم و مشق میں لکھا ہے کہ سال زندہ یعنی ۷۰ھ میں لوگوں نے بار بار بارش کی دعا کی مگر بارش نہ آئی۔ جب ایک روز حضرت عمرؓ نے لوگوں سے کہا،

”میں اس شخص کے ذریعہ بارش کی دعا کرتا ہوں گا جس کے ذریعہ ہمیں اللہ تعالیٰ سیر ملی عطا فرماتا ہے۔“

انگے دن وہ حضرت عباسؓ کے پاس گئے اور ان کے مکان کے دروازے پر دو ٹک دی، انہوں نے پوچھا کون ہے، امیر المومنین نے فرمایا، انہوں نے پوچھا کیا بات ہے، تو حضرت عمرؓ نے کہا،

”بابر تشریف لائے تاکہ آپؓ کے ذریعہ سے ہم اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگیں۔“

حضرت عباسؓ نے کہا، پھانسیجئے، اس کے بعد انہوں نے بنی ہاشم کو بلانے کے لئے قومی بھیجا اور ان سے کہا، یا کہ وہ پاک صاف ہو کر اچھے سے اچھے کپڑے پہن کر آئیں، وہ سب آکر کھڑے ہو گئے تو حضرت عباسؓ نے خوشبو نکال کر خود بھی لگائی اور ان سب آئے دلوں کے بھی لگائی، اس کے بعد وہ مگر سے اس محل میں روانہ ہوئے کہ حضرت عثمانؓ کے آگے تھے اور ان کے دائیں طرف حضرت مسننؓ اور بائیں طرف حضرت حسینؓ تھے اور ان کی پشت پر بنی ہاشم کے لوگ تھے۔ پھر حضرت عباسؓ نے امیر المومنین سے کہا،

”اے عمر! ہم (یعنی بنی ہاشم) میں کسی غیر کو شامل نہ ہونے دے!“

پھر حضرت عباسؓ عید گاہ میں آکر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء پان کر کے انہوں نے یہ دعا مانگی۔

”اے اللہ! اتنے ہمیں پیارے فرمایا اور ہم پر کسی دوسرے کو لو پھا نہیں کیا، ہمیں پیار کرنے سے بھی پہلے تو جان تھا کہ ہم کیا عمل کر لے، دالے ہیں اس لئے ہمارے اہل کے ہمارے میں حیرانم تجھے ہم کو رزق پہنچانے سے نہیں، دے کے جگہ اے اللہ! جس طرح تو نے ہم پر اللہ میں فضل اکر کم فرمایا، اسی طرح آخر میں بھی ہم پر فضل فرما۔“

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم وہاں سے بچے بھی نہ پائے تھے کہ آسمان پر بدل منڈالنے لگے اور محسوس کتنا چھانکی اور پھر ابھی پہنچے مگر وہاں میں پہنچے بھی نہیں تھے کہ بارش برسنی شروع ہو گئی۔

حضرت عباسؓ اسی لئے کہتے ہیں کہ میں ابن اسلمی (یعنی سیر ملی والے) کا بیٹا ہوں، اس سے ابن کا شہدہ اپنے باپ یعنی ابن اسلمی، ابن اسلمی یعنی پانچ مرتبہ سیر ملی والے کا بیٹا ہوں۔ اس سے ابن کا شہدہ اپنے باپ یعنی عبدالمطلب کی طرف تھا کہ انہوں نے پانچ مرتبہ سیر ملی کی دعا کی اور پانچوں مرتبہ قبول ہوئی، یہاں تک

عاصہ سبکی کا کام ہے اور دونوں روایتوں کا اختلاف کامل نہیں ہے۔

عظمیٰ رسول ﷺ کی عظمت و احرام :-..... ابن شہاب کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ حضرت عباسؓ کے سر پر اور فضیلت کو جانتے تھے اسی لئے وہ ہر معاملے میں ان کو آگے رکھتے تھے۔ بطورہ پختہ طور ان کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں اور حضرت عثمانؓ اپنی خلافت کے دور میں اگر گھوڑے وغیرہ پر سوار نہیں سے گزرتے تھے اور وہاں راہ میں انہیں حضرت عباسؓ نظر آجاتے تو وہ فوراً اپنی سواری سے اتر کر ان کے احرام میں پیو ل پٹتے یہاں تک کہ حضرت عباسؓ وہاں سے گزر جاتے مگر کبھی یہاں تاک طیفہ ان کے اعزاز و احرام کی وجہ سے راستے میں اپنی سواری سے اتر کر ان کے گھر تک ان کے ساتھ ساتھ جاتے۔ اس احرام کی وجہ آنحضرت ﷺ کا یہ فرض تھا کہ عباسؓ کو دیکھ دیکھ کر میری یاد تازہ کیا کرو کیونکہ وہ میرے بچے اور میرے والد کے بھائی جیسے ہیں۔ ایک روایت میں آپ ﷺ کے یہ لفظ ہیں کہ اس لئے کہ وہ میرے آباء و اجداد کی نسلانی ہیں (یعنی خاندانی رسول میں وہی پائی ہیں)۔

فرض اس کے بعد اتم معبود کے واسطے کی طرف آتے ہیں، اتم معبود نے اپنی اس بکری کے بدلے میں کہا ہے کہ ہم اس کے بعد مسمیٰ شام اس کا دودھ نکالتے رہے حالانکہ چائے انہوں میں تموزیلا بہت کچھ بھی چلا نہیں تھا جس سے موٹا ہوتا تھا۔ مگر کہتے۔

ابو معبود کو واقعہ کی اطلاع :-..... شام کو اتم معبود کے شوہر ابو معبود آئے۔ علامہ سبکی کہتے ہیں کہ ان کا کام معلوم نہیں ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کا کام اتم تھا جیسا کہ گزرا ایک قول یہ ہے کہ محض قہار ایک قول کے مطابق مہدائے قہار یہ شام ہونے کے بعد بھوک کی کھریاں کو چکاتے ہوئے آئے تو انہوں نے وہاں دودھ رکھا اور بکھا جو آنحضرت ﷺ نے اس بکری سے نکالا تھا۔ نہیں دودھ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی اور کہنے لگے۔

”اے اتم معبود ایہ دودھ کیسے کھا ہوا ہے؟“ مگر میں تو کوئی دودھ دینے والی بکری بھی نہیں ہے؟“
یعنی مگر میں جو بکری تھی وہ تو ہے نہیں کتنی کیونکہ اس کو تو کسی نے نہ جھوا بھی نہیں ہے وہاں اس بکری کو عذاب کیا گیا ہے جس کے سنی یہ کئے گئے ہیں کہ جسے نہ نہ جھوا ہو۔ مگر کتاب قور میں عذاب کی تصریح نہ کی چنانچہ اس کی گئی ہے جس سے جانور ات کو گھر واپس نہ آسکے۔ صحابہ میں عذاب کے معنی یہ دیئے گئے ہیں کہ وہ گھاس جو بہت دور دور پران ہلکہ ہو کہ نہ اسے جانور کھا سکی اور نہ وہ بیچوں سکتے اور نہ اچا بنا ہو

فرض اپنے شوہر کی حیرت دیکھ کر اتم معبود نے ان سے کہا

”آج وہاں سے اس ایک بہت مہلک شخص کا گزر ہوا تھا۔“

شوہر سے مہلک مسلمان کا جاننا نہ قہار :-..... ابو معبود نے کہا اس کی پہچان تو تو ہی اتم معبود نے کیا
”میں نے ایک ایسا شخص دیکھا جن کا چہرہ اور اپنی قہار ان کی آنکھیں ان کی لائی پکوں کے نیچے چمکتی تھیں ان کی آنکھیں مری یہ یاد مری سفید تھیں۔“

مگر اس روایت میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی آنکھوں کی سفیدی مری سفیدی نہیں تھی بلکہ آپ کو داخل آنکھیں کیا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ آنکھوں کی سفیدی میں سرخی بھی شامل ہو یہ انسان کی بلندی کا نشان ہوتی ہے اور قدیم آسمانی کتابوں میں اس کو آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نشاندہی میں سے ایک علامہ کیا ہے جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

غرض ان کے بعد ام سعد نے کہا،

”اُن کی کوتاہی نہی تھی اور وہ اور پہلا قد کے تھے یعنی نہ لیے تھے اور نہ پتہ قد تھے، مطلب یہ ہے کہ نہ تو اسے لیے تھے کہ ایسی لمبائی کو دیکھ کر یا کوئی عسوس ہو اور نہ ایسے پتہ قد تھے کہ جسے دیکھ کر حاکمیت پیدا ہو، نہ تو بھاری اور بڑے پیٹ کے تھے، نہ ان کا سر بہت بڑا تھا اور نہ گردن پھوٹی تھی جو بد نما معلوم ہوں، جب وہ خاموش ہوتے تھے تو ان پر بادِ گارِ شہید کی ہوتی تھی، ان کا کام ایسا حرب تھا جیسے کسی لڑائی میں موتی پروئے ہوئے ہوں، اپنے ساتھیوں میں وہ سب سے زیادہ خوبصورت اور حسین تھے، ان کے ساتھی ان کے اٹلے کے متحرک رہتے تھے، اگر وہ کسی بات کا علم دیتے تھے تو ان کے ساتھی جلد سے جلد اس کو پورا کرنا چاہتے تھے اور اس اگر کسی بات سے روکتے تھے تو اسی گمزی دک جاتے تھے۔“

(قول) ایک روایت میں ہے کہ ام سعد نے یہ کہا تھا اس روایت میں عربی اصطلاح کے فرق سے وہی صفات بیان کی گئی ہیں البتہ اس میں یہ بھی ہے کہ جو اختائی خوش الحان تھے ان کی گردن سے دور کی کریمیں پھوٹی تھیں اور ان کی داڑھی نہ زیادہ لمبی تھی اور نہ غیر معمولی تھنی تھی، ان کی داڑھوں آہروں کی ہوتی تھیں، ہال نہایت سیاہ تھے جب خاموش ہوتے تو وہ گارِ ظاہر ہو جاتا اور گفتگو کرتے تو ایسی بلندی اور عظمت ظاہر ہوتی جس سے سننے والے حائر ہو جائیں اور سے دیکھنے میں بے حد شاعرانہ اور قریب سے دیکھنے میں نہایت حسین و جمیل۔ نہایت شگنی بات کرنے والے۔ اس کے بعد وہی قصبات ہیں جو گذشتہ روایت میں بیان ہو گئیں، ان پر نظر ڈالنے کے بعد پھر دوسری طرف نہیں بنتی۔ اپنے ساتھیوں میں وہ سب سے زیادہ جبر اور صبر و جمیل تھے اور سب سے زیادہ بلند مرتبہ تھے، ان کے ساتھی ان کے چشمہ آہروں کا اشارہ دیکھتے تھے اگر وہ کہتے خاموش ہو جاتا تو وہ سب اسی کو چپ ہو جاتے، اور اگر کوئی علم دیتے تو ان کے ساتھی اسی کن اس کو کرتے اور خود ہر محترم تھے اور ہر شخص ان کی خدمت کے لئے پیش رہتا تھا، نہ وہ تنگ مزاج تھے اور نہ غصہ اور بھڑکنے والے۔“

غرض یہ تفصیل اور اجنبی مسلمان کی یہ تفریفہ توصیف سننے کے بعد ابو سعد نے کہا،

”خدا کی قسم! یہ طبع اور صفات تو ان ہی قریشی بزرگ کی ہیں، اگر میں ان کو دیکھتا تو ان کی بیرونی اختیار کر لیتا اور میں آپس کی کوشش کروں گا۔“

ابو سعد کے گھرانے کا اسلام :-..... کتاب احسان میں ہے کہ ام سعد نے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے لئے ایک بکری ذبح کر کے پکاؤ، حتیٰ آپ ﷺ نے وہ کھائی، پھر باقی گوشت میں سے ام سعد نے آنحضرت ﷺ کے ذرا رو کے لئے اٹھا ساتھ کر دیا جو اس سفر میں کافی ہو سکے، اس کے بعد بھی کافی گوشت ام سعد کے پاس بچا رہا۔

کتاب خصائص کبریٰ میں ہے کہ ام سعد (آنحضرت ﷺ کی بلندی و عظمت دیکھ کر اس قدر حائر ہو گئی تھیں کہ وہ) آپ ﷺ کی دعا کی سے پہلے ہی مسلمان ہو گئیں اور پھر آنحضرت ﷺ نے ان سے بیعت لی۔ علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ ام سعد نے ہجرت کی اور مسلمان ہو گئیں، نیز اسی طرح ان کے شوہر نے بھی ہجرت کی اور مسلمان ہو گئے تھے۔

اقول۔ سو حلف کہتے ہیں: علامہ ابن جوزی کی کتاب شرح مسند میں یہ ہے کہ ام سعد اور ان کے شوہر ہجرت

کر کے مچھتا چھتا گئے تھے۔ یزاعام معبد کے یہاں فیصل میں نصف بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ اور چمک کے دان شہید ہوئے تھے۔ ام معبد کے گھر والوں (کے نزدیک ان کے یہاں آنحضرت ﷺ کی قبر ہے) کو ریا کا واقعہ اتنا اہم ہوا کہ اس کے بعد انہوں نے اسی دن کو اپنے سال کو رجا یعنی کھنڈر چاہا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو سعید اکثر اگر جب آنحضرت ﷺ کے تشریف لائے اور چلے جانے کی خبر ہوئی تو وہ فوراً آپ ﷺ سے ملنے کے لئے آپ ﷺ کے پیچھے گئے یہاں تک کہ آخر انہوں نے آپ ﷺ کو پایادہ بھر نہیں انہوں نے (مسلمان ہو کر) آپ ﷺ سے بیعت کی اور واپس نہ گئے۔

انہی عنوان کی کتاب ابھر رہی ہے۔ مسئلہ میں ایک قول یہ ہے کہ اسم معبود سے کسی نے کہا،

”یہ کیا بات ہے کہ تم نے آنحضرت ﷺ کو علیہ اور عادات و فضائل بیان کیں وہ آپ ﷺ کے علیہ اور صفات کے سب سے زیادہ معانی یعنی ۸۸ ہیں۔“

12-10-2014

تجسس معلوم نہیں کہ مرد کے لئے عورت کی فکر مرد کے لئے مرد کی فکر سے زیادہ مہم کی اور صحیح

Figure 1

[illegible]

ایک روز ہم سب کو اپنے قہم سے نکال کر درخت کے سب چل کرے پڑے ہیں اور اس کی پتیلی بند ہو چکی ہیں۔ یہ کہہ کر ہم کھیر گئے، ابھی کہہ ہی رہے تھے کہ آگھڑت سے لڑنے کی حالت کی خبر آگئی۔

(قال) مگر تعجب کی بات ہے کہ جس طرح بکری کا سہارا مشہور ہو اسی طرح اسی واقعہ کی شہرت

Wang, Y. and J. Wang, 2005, 'The Effect of the Internet on the Demand for Financial Services', *Journal of Financial Services Research* 28: 1-14.

حضرت ام سعد سے روایت ہے کہ میرے خیر پر ایک مرتبہ سیکل ایسی مراد کے غلام کا گزر ہوا اس کے پاس دو کچھ الہاں تھیں، میں نے پوچھا کہ کسے؟ تو اس نے کہا:

”یہی کریم اللہ نے میرے آقا سیلانی مراد کو کھانا کہ آپ ﷺ کو حرام کا کچا پانی دے یہ میں بھیج دوں۔ آپ میں بہت تیزی سے اس لئے چلے جاؤں کہ کہیں یہ گھڑی پانی کو چوس نہ لیں۔“

(۱) انیہ کہ آنحضرت ﷺ نے سبیل کو یہ کھٹا خاکہ کر میرا یہ دعا حبسہ دات کو طے قوبر کو صبح تک

لونت پر یہ گھڑیاں سے کیوں رک دیں۔
 بکے میں فن دیکھے شخص کی پکار :- فرض (اور تو آنحضرت ﷺ ام عبد کے پاس سے ہوتے
 ہوئے حوالہ رسول مدینہ منورہ کی طرف جہاد سے تھے اور ہر گز کے میں اب تک قریش کو یہ قسمی میں معلوم
 ہو سکا تھا کہ آپ ﷺ اور صدیق اکبرؓ کسی طرف ہر کوئی تحریف لے گئے ہیں۔ اہلک نہیں ایک پکارنے والے
 کی آواز سنائی دی جو خود تو فکر نہیں کیا البتہ اس کی آواز سب نے سنی، وہ کچھ شعر پڑھ رہا تھا جن میں
 آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ کو ام عبد کا ذکر کیا گیا تھا جن شعر وہاں سے وہ شعر یہ ہیں۔

خزنی اللہ ذاب القوم خیراً
 دلیقن قاتل عتقین قوماً

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے ان دونوں مہاجرین کو جڑے جنوں نے ام عبد کے پیچھے ہٹھ کر کرام کیا۔

فینا قولا بلیغاً نطقاً قریحاً
 فاطح بن انس دلیقن عتقین

ترجمہ : دونوں خیر اور ہدایت لے کر وہاں پہنچے اور پھر آگے چلے گئے بلکہ وہاں کا پیادہ کا سر ہاں ہو گیا جس نے
 آنحضرت ﷺ کی سر ہاں اقتدار کی۔

اس طرح قریش کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ کی طرف تحریف لے گئے ہیں۔ یمن کے راستے
 میں بھی ایک مقام ہے جس کو مہاجر غرام عبد یعنی ام عبد کا کوئی ناما جاتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس
 سے یہ ام عبد مراد نہیں ہیں جن کے یہاں مدینہ جاتے ہوئے آنحضرت ﷺ ٹھہرے تھے۔

جہاں تک اس خبر کا تعلق ہے جو کفار قریش کو آنحضرت ﷺ کے ہار سے دلا دینے کے لئے ان کے
 لی تھی تو ممکن ہے وہ یہی کہی گئی دیکھے پکارنے والے کی صدا ہو۔ پھر ممکن ہے کہ ان شعر وہاں کے سنائی دینے
 کے بعد کسی اور شخص نے قریش سے اس کا ذکر کیا ہو جسے لوگوں نے دیکھا بھی ہو۔

اسی پکارنے والے کے حقیقی قصیدہ ہزیرہ کے شاعر نے اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

واعتدلت اعراباً اوشش ونداً
 یبذون الیہن قاتلاً خیراً

مطلب :-..... بیتات نے آنحضرت ﷺ کے ہزیرہ بوصاف کو ایک نوحہ کی صورت میں بیان کیا جس سے
 دل خوش ہوتے ہیں چنانچہ جب انہوں نے اس نوحے کو سنا تو ان کے دلوں میں طرب و شادمانی پیدا ہوئی۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ کفار قریش کو ایک فن دیکھے پکارنے والے کے اس شعر سے آنحضرت ﷺ
 کے مدینہ جاتے کا علم ہوا تھا۔

فان یسلم الشقیق یصلح یصلح
 من الاثم لا یصلح یصلح یصلح

ترجمہ : مگر وہ لوگوں سے مسلمان ہو گئے تو حضرت محمد ﷺ کو کسی بھی معاملے میں کسی خلاف کی حالت کا خوف نہیں
 رہے گا۔

لوگوں نے اس جگہ صحت اور سدا سے مراد لیتے ہوئے کہا کہ یہ سدا بھی فرض نکال دیا ہوا تھا جس
 پر اسی پکارنے والے کی آواز آئی جو یہ شعر پڑھا تھا۔

قَدْ سَعَى سَعْدٌ الْاَوَّلُ ثُمَّ قَتَلَ حَبِيبًا
وَقَدْ سَعَى سَعْدٌ الْاَوَّلُ ثُمَّ قَتَلَ حَبِيبًا

ترجمہ: پہلے اسے لوس کے سعد اور اسے قبیلہ خزرج کے تمہاروں آنحضرت ﷺ کے محافظ بن جاؤ۔

اب لوگوں نے کہا کہ لوس کے سعد حضرت سعد بن سعد ہیں اور خزرج کے سعد سعد ابن عبادہ ہیں، مگر اس بات میں شبہ ہے کیونکہ یہ دونوں سعد اس سے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے لہذا یہ کہنا مناسب نہیں رہتا کہ اگر یہ دونوں سعد مسلمان ہو گئے!

اقول۔ سائل کہتے ہیں: مگر یہ ممکن ہے کہ یہاں اس شعر میں ان کے معنی دے کے ہوں، یعنی آنحضرت ﷺ کا سامان ہو یا اور کسی مخالفت کی مخالفت سے محفوظ رہیں۔ دونوں سعد کے اسلام کی وجہ سے قہراً یہ بھی ممکن ہے کہ مراد ان دونوں کا اسلام پر ہوا، یعنی اگر یہ دونوں اسلام پر ہوتے تو آپ ﷺ کے سامان ہیں، اس امکان کی وجہ یہ ہے کہ اصل یعنی کتاب میں لکھا تھا کہ ان دونوں شعر میں ان کی تائید کا اور ان کے سامان کا سامان سعد ابن سعد کے اسلام لانے سے پہلے کی بات ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ سعد نام کے لوگ کل سات تھے جن میں چار تو قبیلہ لوس کے تھے جو یہ ہیں سعد ابن سعد، سعد ابن عقیق، سعد ابن عیدہ اور سعد ابن زید۔ اور تین قبیلہ خزرج میں تھے جو یہ ہیں۔ سعد ابن عبادہ، سعد ابن زید اور سعد ابن عثمان جو عیدہ وائلہ اطم۔

یہاں سراقہ کا قصہ پہلے بیان کیا گیا ہے اور ام سعد کا واقعہ بعد میں بیان ہوا ہے، یہ اصل یعنی کتاب میں لکھا ہے کہ مطابق ترتیب ہے مانتوں نے واقعات کی ترتیب کا بہت زیادہ خیال نہ کیا ہے اگرچہ قرآنی لحاظ سے ام سعد کا واقعہ سراقہ کے واقعہ سے پہلے کا ہے جیسا کہ ایک بڑی جماعت نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔

اقول سائل کہتے ہیں: اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب قریش کے لوگوں کو اس واقعہ کے پکارنے والے کی قولا کرنے سے پہلے یہ معلوم نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ کس طرف تشریف لے گئے ہیں اور اس پکارنے والے نے ام سعد کا ذکر کیا تھا اور اس کا ذکر نہیں کیا تھا لہذا سراقہ کا واقعہ اس وقت تک قریش میں نہیں گیا ہو گا۔

مگر میں حضرت اسحاق پر ابو جہل کا قصہ :-..... حضرت اسحاق بنت ابو بکر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ (غار کے لئے) تشریف لے گئے تو بعد سے اس قریش کے کچھ لوگ آنے جن میں ابو جہل بھی تھا، لوگ اگر دروازے پر ٹھہر گئے، اسی باہر نکل کر آئی تو انہوں نے کہا کہ تمہارے باپ یعنی ابو بکر کہاں ہیں، میں نے کہا تھا کہ تم مجھے معلوم نہیں، ابو جہل نے اس پر ہاتھ اٹھایا اور چوڑی قوت سے میرے سر پر تھپکڑا جس سے میرے کان کی بالی ٹوٹ کر گر گئی۔

حضرت اسحاق کہتی ہیں کہ اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے اور تین داعی گزر گئیں، ہمیں میں معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ کہاں تشریف لے گئے ہیں، یہاں تک کہ اہل مکہ کے کلام میں مجھ سے ایک جن کو یہ کہہ کر شرم نہ رہا تھا لوگوں اس کے پیچھے پیچھے چلے اور اس کی قولا سننے گئے وہ شخص اسی طرح چلے ہوئے بالائی کہ کی طرف جا کر قاتل ہو گیا۔ یہ شرم نہ رہا تھا (جو پیچھے رہا ہو چکا ہے) یعنی جو اللہ رب العزت (کتاب اصل میں اسی طرح ہے۔

”ہمارے معاملہ (دشمنوں کے حق میں) اٹھنا اور ٹھیک ہو گیا۔“

پھر آپ ﷺ نے پوچھا تم کس قوم سے ہو؟ انہوں نے کہا۔

”مئی قسم کے ان لوگوں میں سے جو مسلمان ہو گئے ہیں۔“

”تم جبر کو کہتے ہیں، آپ ﷺ نے قسم اور مسلمان کے لفظوں کی حمایت سے فرمایا۔“

”ہمیں سلامتی حاصل ہو گئی اور جو بکر تمہارا تیرا ٹھکانہ بن گیا۔“

ان باتوں کی بنیاد یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ اہل لے لیا کرتے تھے مگر بد فکری کی ابتداء نہ دیتے تھے

جیسا کہ اس بارے میں تحصیلِ گزشتہ کی قطع میں گزشتہ ہے۔

بریدہ و معہ ساتھیوں کے آغوشِ اسلام میں :- اس کے بعد بریدہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا

”آپ ﷺ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔“

”میں اللہ کا رسول محمد ابن عبد اللہ عبد المطلب ہوں۔“

یہ سنتے ہی بریدہ نے گھر چھوڑا اور مسلمان ہو گئے۔ نیز ان کے ساتھ جو دوسرے لوگ تھے وہ بھی

مسلمان ہو گئے۔ (یہ اور اس کے بعد بریدہ اور ان کے ساتھیوں نے آنحضرت ﷺ کے پیچھے مٹھا کی تھڑ

پڑھی اس کے بعد بریدہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

”یہ رسول اللہ آپ ﷺ دینے میں داخل ہوں تو آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہونا چاہیے۔“

پھر حضرت بریدہ نے اپنا ہاتھ کھول کر اسے ایک ٹبرے میں باندھا اور آپ ﷺ کے آگے آگے

جھنڈا اٹھا کر چلے، پھر جیسا کہ کتابِ وقایع میں ہے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے نبی

آپ ﷺ کس کے یہاں جا کر آ رہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا۔

”سیری و تنقی اللہ کی طرف سے سامور ہے۔“

(یعنی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی حکم ملا ہوا ہے اور یہ اپنی ہر خودی ار کے کی وہیں میں

نصر و اہل گاہ پھر بریدہ نے کہا۔

”اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ نئی قسم یعنی ان کی قوم کے لوگ بغیر کسی کی زبردستی کے خود اپنی خوشی سے

مسلمان ہوئے۔“

منزلِ مرادہینہ میں قدمِ رنجہ

ہینہ میں آمد آمد کا غلط فہم :- اور جب دینے کے مسلمانوں کو ان کے یہاں آنے کے لئے

آنحضرت ﷺ کی کئے سے روانگی کی خبر ہوئی تو وہ آپ ﷺ کے استقبال میں ایک ایک پہن گئے اور آپ ﷺ کی

دعاؤں کیلئے دعاؤں کا کھنڈن دینے سے باہر نکل کر حقہ کے مقام پر آجائے اور جب وہاں پہنچے تو وہاں کی بخاری

نا قابلِ برداشت ہو جاتی تو انہیں بد چہلے چلے جاتے۔

استقبال کے لئے شہر سے باہر آنے والوں کی بے تالی :- اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مقامِ ہینہ

والے تین دن تک آکر جو ایسا اس لئے وہاں وجہ سے کہ کئے سے روانہ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کو بخاری

دست میں رہنے کا پختہ چاہتے تھے اس سے آپ ﷺ کو تین دن ڈاکو لگے کہ کہ آپ ﷺ تین دن عمار میں ٹھہرے تھے (بعد ازاں اپنے والے جب پہلے دن آپ ﷺ کے استقبال کے لئے آئے تو ان کے اندازے کے مطابق وہ آپ ﷺ کی کسے سے روانگی کے لحاظ سے مدینے پہنچنے کا صحیح دن تھا۔ مگر اس دن آپ ﷺ نہ آئے تو وہ ان کے دور تیسرے دن آئے کیونکہ ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کس سے روانگی کے بعد آپ ﷺ تین دن عمار میں بھی ٹھہرے ہیں۔)

غبارِ بلو میں سے قافلہ رسول ﷺ کی جھلک :-..... ایک دن مدینے والوں کو شہر سے باہر آپ ﷺ کے انتقال میں آئے ہوئے کافی دیر ہو چکی تھی۔ جب سورج کی گرمی خیز ہو گئی اور وہ پھر اس ہو کر لوٹے لگے تو اچانک ایک یہودی شخص سامنے پھیلے ہوئے ٹیلوں میں سے ایک نیلے پرچہ کرکھو دیکھنے لگا اس کو رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ سفید لباسوں میں نظر آئے، کیونکہ راستے میں آنحضرت ﷺ کو حضرت ذہیرؓ نے جو ایک تہذیبی قافلے کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے انہوں نے آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ کو سفید پرچے پہنے کے لئے دیے تھے جیسا کہ بخاری میں ہے۔ مگر ایک قول یہ ہے کہ آپ دونوں کو حضرت طلحہ ابن عبید اللہؓ نے یہ لباس پہنا دیے تھے۔

مگر یہ ہے کہ آپ ﷺ کو یہ دونوں حضرت اعدائے میں کیے بعد دیگرے ملے ہوں اور انہوں نے آپ ﷺ کو صدیق اکبرؓ کو یہ لباس پہنے کے ہوں۔ حافظہ دماغی نے اگرچہ اس دوسرے قول کو ترجیح دی ہے مگر اس طرح ایک قول کو ترجیح دینے کے مقابلے میں دونوں روایتوں کے درمیان یہ مطابقت زیادہ بہتر ہے۔ اسی لئے علامہ ابن جریرؒ نے کہا ہے کہ اگرچہ یہ دوسرا قول محض میرت کی کتابوں میں ہے جبکہ پہلی حدیث بخاری کی ہے مگر حافظہ دماغی نے اپنی روایت کے مطابق صحاح کی روایت کے مقابلے میں ایک میر کے قول کو ترجیح دے دی۔ مگر علامہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ حافظہ دماغی کی یہ روایت ابتدائی دور میں ہی تھی، جب صحیح حدیث پر ان کی نظر گری ہوتی تھی تو انہوں نے ایسی بہت سی حدیث سے دھجرا کو مناسب سمجھا جن کو میرت نگاروں نے صحیح حدیث کی مخالفت کر کے مختلف طور پر قبول کر لیا تھا۔

فرض جب اس یہودی نے آنحضرت ﷺ کے قافلے کو گردے ٹھل کر ہاتھ صاف طور پر دیکھ لیا تو وہ ایک دم ہلکا ہوا تو اسے پکارا تھا۔

”اے گروہ عرب! جن کا تمہیں انتظار تھا، وہ آگئے۔“

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ کا قافلہ مدینے کے قریب پہنچ گیا تو اس نے ایک دیہاتی کو اپنی لار اور ان کے انصاری ساتھیوں کے پاس اطلاع دے کر بھیجا، ان دونوں باتوں کے پیش کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس اطلاع پر مسلمان جلدی جلدی تھپڑ لگا کر دوڑے اور قرعہ کے مقام پر آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب وہ لوگ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ اس وقت ایک درخت کے سائے میں ٹھہریں فرما تھے یہ درخت قرعہ کے قریب تھا لہذا ان باتوں میں کوئی مخالفت نہیں رہتی۔

خوش آمدید :-..... آپ ﷺ کے پاس پہنچ کر ان انصاری مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ اور صدیق اکبرؓ سے عرض کیا۔

”طہیانی اور اس زمان کے ساتھ آپ ﷺ نے اپنے میں داخل ہو جائے گا“

قباء میں قیام ایک روایت میں ہے کہ پانچ سو سے کچھ زائد انصاروں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا اور عرض کیا کہ آئیے اس زمانہ اور ملازمت احرام کے ساتھ سوار ہو کر خریف لائے مگر آپ ﷺ وہاں سے واپس جا کر آئے اور بنی مرہہ بنی عوف کے یہاں قبا کے مقام پر آپ ﷺ اترے یہ بنی کاہل تھا اور ریح الدول کی بدولت تھی۔ آپ ﷺ نے بنی مرہہ میں کلوم ابن حاتم کے مگر قیام فرمایا۔ بنی مرہہ کے ایک بزرگ تھے بنی مرہہ کا نام بن قیلہ اس میں سے تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس وقت تک یہ کلوم مشرک تھے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے اور خود بخود سے پہلے ہی ہجر کے مقام پر ان کا استقبال ہو گیا تھا ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی یہ مسلمان ہو گئے تھے، جس وقت آنحضرت ﷺ ان کے یہاں پہنچے تو کلوم نے اپنے ایک خادم کو کوردی جس کا نام نبیع تھا (ب) کے سامنے کامیاب ہونے کے لیے (ب) آنحضرت ﷺ نے اس دم سے ایک قال لینے ہوئے صدیق اکبر سے فرمایا۔

”جو بکرا تم کا میاب ہو گئے گا“

یہاں قباء میں آپ ﷺ نے قیام تو حضرت کلوم کے یہاں فرمایا مگر آپ ﷺ اپنی مجلس اور صحابہ کے ساتھ نشست سدا بن فیل کے مکان پر فرماتے کہ کھانا یہاں اکیلا دیتے تھے ان کے گھر والے نہیں تھے اس کو اس روایت میں عرب کہا گیا ہے عرب اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پی پی بچتے ہوں وہ ان کے گھر کو منزل عرب کہا جاتا تھا، مگر اس خط سے اعزب کا خطا نہیں ہوا، اگرچہ ایک قول یہ ہے کہ یہ خط تو درست ہے مگر یہ پستور ہے کاہل غیر فصیح خط ہے۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے قیام سدا بن فیل کے یہاں ہوا تھا، مگر اس دوسری روایت سے ان دونوں باتوں میں موافقت پیدا ہو جاتی ہے کہ آپ ﷺ کا قیام تو کلوم کے مکان پر ہوا اور مجلس سدا کے یہاں ہوئی (جس کو بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ ﷺ کا قیام ہی سدا کے یہاں ہوا) حافظہ سہمی نے بھی اسی موافقت کی طرف اشارہ کیا ہے واللہ اعلم۔

حضرت علیؑ کی کہنے سے روا آئی :- حضرت علیؑ جب مدینہ آئے تھے تو قباء میں وہ بھی کلوم کے گھر ہی اترے تھے وہ آنحضرت ﷺ کی کہنے سے روا آئی کے تین رات بعد تک وہیں ٹھہرے تھے وہاں تین دنوں میں وہ آنحضرت ﷺ کے حکم مطابق بنی ناعل کو ان کے مالکوں کے پاس پہنچا دے جو آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گھس بیٹھا کہ یہاں ہوا جب آنحضرت ﷺ مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے تو حضرت علیؑ نے کہ میں ریح کے مقام پر کھڑے ہو کر اطلاع کیا کہ جس کی کوئی امتداد رسول اللہ ﷺ کے پاس رہی ہو، ان کو اپنی امتداد لے لے جب یہ کام پورا ہو گیا تو ان کے پاس آنحضرت ﷺ کا خط آیا کہ وہ آپ ﷺ کے پاس آجائیں چنانچہ حضرت علیؑ نے سواروں کو خریدیں اور مدینہ آگئے ان کے ساتھ طاہر بن جہش، یزید بن کے ساتھ آہا بن بن کے بیٹے ابیہن اور کزاد مسلمانوں کی ایک جماعت بھی تھی۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: آگے ایک روایت آ رہی ہے جو اس روایت کے خلاف ہے وہ یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر اترے تو آپ ﷺ نے زید ابن حارثہ اور ابو ریح

کو لے لیگا، آپ نے ان کے ساتھ پانچ سو درہم اور دو اونٹ بھی بھیجے کہ میں یہ حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم جو آپ ﷺ کی بیٹی تھیں، آپ ﷺ کی اہلیہ حضرت سوہامہ انہی دنوں کے بیٹے اور اسامہ کو لے آئیں۔

اب اس بار سے میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ کو لانے کے لئے روانہ کیا تھا وہ حضرت ذی ابیہ اور ابیہ کے ساتھ بھیجا اور وہ دونوں حضرت علیؑ کے ساتھ آئے ہوں۔ یہ روایت اس گذشتہ روایت کے خلاف نہیں ہوتی کہ حضرت علیؑ آنحضرت ﷺ کے جانے کے بعد انہوں کی وادہی کے لئے تھیں رات کے میں صبر سے تھے کیونکہ لڑائیوں کی وادہی میں اتنی ہی مدت تھی اس کے بعد وہ آپ ﷺ کا کھانا آئے تک صبر سے، اب کہنا حضرت علیؑ قبائلیہ میں کلثوم کے یہاں صبر کرنے کے بعد دینے میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے بلکہ ایسا کوئی شہ نہیں دیکھا جانتا۔

مگر سیرت ابن ہشام میں یہ ہے کہ حضرت علیؑ آنحضرت ﷺ کے ساتھ قبائلیہ کلثوم کے یہاں صبر سے تھے (یعنی حضرت علیؑ قبائلیہ میں اس دور میں تھے جبکہ آپ ﷺ بھی وہاں صبر سے ہوئے تھے) اب یہ بات اسی صورت میں درست ہو سکتی ہے جب کہ آنحضرت ﷺ قبائلیہ آنحضرت ﷺ کے یہاں رہے ہوں، جیسا کہ آگے بیان کر رہا ہوں، مگر اس صورت میں یہ بات اس روایت کے خلاف ہو جانے کی جس میں ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس کے میں ذی ابیہ اور ابیہ آنحضرت ﷺ کا کھانا لے کر پہنچے تھے کیونکہ اس میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو قبائلیہ دینے دینے کے بعد بھیجا تھا۔

روایت دیگر عشق میں آپؐ پائی :..... کتب احسن میں ہے کہ جب حضرت علیؑ کے سے حضرت کر کے روانہ ہوئے تو وہ رات میں ستر کرتے اور دن میں گھس جھپدے تھے :- یہاں تک کہ چلتے چلتے ان کے بیڑا ٹھک ہو گئے۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپ ﷺ نے ان کو کھانا لایا اور ان کے ہر دل پر درہم دو کچہ کر آپ ﷺ کو دے گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں پر اپنا سلاہ ان کا کہ ان کو حضرت علیؑ کے ہر دل پر بھیج دیا جس کے بعد ان کے ہر دل میں بھی تکلیف نہیں ہوئی۔

حضرت علیؑ کے ہر دل میں چھالے پڑ جانے کی یہ بات ان کے پاس سولوی ہونے کے بعد جو درست ہو سکتی ہے، کیونکہ ممکن ہے وہ اپنے پاس سولوی ہونے کے بعد جو کھانا ایسی ج سے پیدل ہی روانہ ہوئے ہوں تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب ملے۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت علیؑ قبائلیہ ایک بار وہ رات صبر سے تھے، وہاں انہوں نے ایک مسلمان عورت دیکھی جس کے شوہر نہیں تھا اس عورت کے پاس کو میں رات میں ایک شخص آیا اور وہ وہاں پر دھک دیتا عورت کل کر باہر آئی تو وہ آئے والا اپنے پاس سے ان کو کوئی چیز دیتا جس سے عورت نے لٹی، حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے یہ عجیب اور دیکھا تو اس سے اس کے حلق میں چھال دیا جس نے کٹ۔

”یہ شخص مسل بن حنیف ہے، اس کو یہ معلوم ہو گیا کہ میں نے سلاہ عورت ہوں، چنانچہ اب یہ شام کو اپنی قوم کے جوان کو جا کر قزاقے میں اور ان کی گولی لاکر مجھے یہی کہ میں ان کو جلاؤں۔“

چنانچہ حضرت علیؑ مسل بن حنیف کی اس ٹھکی سے واقف تھے۔ واللہ اعلم
(قال حضرت ابی بکرؓ یہاں تک کہ صیب ابن اسامہ کے یہاں صبر سے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ خالد بن ولیدؓ کے یہاں صبر سے تھے۔

تاریخ اسلام میں ہجر کے دن کی اہم حیثیت :- حضرت ابن مہاشن سے روایت ہے کہ تمنا ہے کہ ہجر کے دن پیدا ہوئے، ہجر ہی کے دن ابن کی والدہ کو ان کا حمل ہوا تھا ہر ہی کے دن آپ ﷺ کے یعنی عارفہ سے مدینے کے لئے روانہ ہوئے اور ہر ہی کے دن آپ ﷺ مدینے میں داخل ہوئے۔

حاکم کہتے ہیں اس بارے میں روایات متواتر ہیں کہ آپ ﷺ کی رواجی بھی ہجر کے دن ہوئی اور آپ ﷺ کا مدینے میں داخلہ بھی ہجر کے دن ہی ہوا۔ بعض علماء نے اس بارے میں مزید یہ بھی لکھا ہے کہ مکہ بھی ہجر کے دن ہی رخصت ہو اور حرم میں رکن پائی گئی ہجر کے دن ہی رکن پایا۔

بعض علماء نے رخصت گئی سے ایک عیب غریب واقعہ نقل کیا ہے یہ مصر میں رہتے تھے اور عیب بات یہ تھی کہ ہجر کے دن جب یہ سوتے تھے تو صرف ان کی آنکھیں سوتی تھیں ان کا دل نہیں سوتا تھا۔

ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجر کے لئے جس دن روانہ ہوئے وہ ہجرت کا دن تھا اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ ﷺ ہجر کی شب، سحری کی شب اور اتوار کی شب میں ہجرا رہے اور اس طرح آپ ﷺ تیسری رات کے بعد کو اتوار کی صبح میں مکہ سے روانہ ہوئے۔ کیوں اتوار کی شب ہے کہ تیسری رات کی صبح میں آپ ﷺ کے پاس آپ ﷺ کا امیر سولہویں لے کر پہنچا تھا مگر پیچھے یہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر سے مکہ کے لئے آپ ﷺ دونوں کی رواجی رات کے وقت میں ہوئی تھی اور حضرت ابو بکرؓ کا ایک قول گزرا ہے کہ ہم تمام رات چلے یہاں تک کہ اگلے دن دوپہر کا وقت ہو گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ مکہ سے ہجرت ہی میں تھیں بلکہ شرم رات میں روانہ ہوئے تھے، کیونکہ تمام رات کے وقت کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ رات کے باقی حصے میں چلتے رہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ پوری رات چلتے رہے۔

نور بخاری کے حوالے سے یہ بات گزری ہے کہ بلکہ یعنی امیر تیسری رات کی صبح میں آپ ﷺ دونوں کی سولہویں لے کر پہنچا گیا اس کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ رات کے آخری حصے میں آپ ﷺ ہجرت فریب کا وقت ہوتا ہے (اس لئے اس کو صحیح کہہ دیا گیا بلکہ یہ تمام کافی غور ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ میں رات کے وقت میں داخل ہوئے تھے جیسا کہ مسلم کی روایت ہے جافا ابن جریر نے ان دونوں باتوں میں اس طرح موافقت پیدا کی ہے کہ آپ ﷺ آخر شب میں مدینہ شریک پہنچے اور دن کے وقت شہر میں داخل ہوئے۔

اقول۔ موافق کہتے ہیں: غالباً مکہ میں ہجرت کی سولہویں ہے کہ آپ ﷺ رات کے وقت مدینے کے قریب پہنچے اور دن کی روشنی پہنچنے تک آپ ﷺ نے اسی جگہ قیام فرمایا۔ پھر آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے تو دوپہر کے وقت مدینہ شہر میں داخل ہوئے آپ اس روایت کو گزشتہ روایت میں کوئی اختلاف نہیں دیکھتا ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ مدینے میں جمعہ کے دن داخل ہوئے تھے۔ علامہ ابن جریر نے اس قول کو مثلاً یعنی کم لکھا ہے۔ والدہ اعظم

مدینہ میں خوشی کے روضہ :- آنحضرت ﷺ کے مدینہ منورہ پہنچنے پر لوگوں کے دلوں میں خوشی کی زبردست لہر دوڑ گئی، چنانچہ حضرت برہہؓ سے روایت ہے کہ میں نے مدینہ والوں کو آنحضرت ﷺ کی آمد پر جتنا خوش اور مسرور دیکھا، کبھی کسی موقع پر نہیں دیکھا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب وہ دن آیا جس میں آنحضرت ﷺ مدینے میں داخل ہوئے تو

لوٹے، سرست کی وجہ سے گویا سداشیر جھگڑنے لگا، عورتیں چھوٹی پر چڑھ کر آنحضرت ﷺ کی تشریف گزشتی کوری کا فرحتاک مٹھو رکھنے لگیں اور بلند گوناز سے گونے لگا کر آپ ﷺ کو خوشی کو کہنے لگیں۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو عورتیں اپنے گھر اور گھر کے یہ نور گاہا کر آپ ﷺ کو خوشی کو کہہ کر رہے تھے۔

هَلْ يَخْلُقُ الْفَتَىٰ عِلْمًا
وَجَبَّ الشُّكْرُ غِلْدًا
مِنْ قِيَابَةِ الْوُجَاهِ
وَمِنْ حَذْوِ غِلْدًا حَادِثًا

ترجمہ :- "خیاات عورتوں کی طرف سے جو عورتوں کی جانب سے ہم پر طعن ہوا ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کو پکارتے والا اس سر زمین پر آتی ہے ہم پر اس نعمت کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔"

لَيْسَ الْمَعْتَبَرُ بِنَدْوِ جَنَّتْ بِالْأَنْبِيَاءِ

ترجمہ :- "اے مہدک آنے والے جو ہم میں تشریف رکھ کر بیٹھے ہیں آپ ﷺ ایسے انعام لے کر آئے ہیں جن کی بڑی اور لطافت واجب ہے۔"

(قال) یہاں ایک اشکال یہ کیا گیا ہے کہ خیاات عورتوں اس سمت میں نہیں ہے جو کہے سے مدینہ کو آتی ہے بلکہ یہ شام سے کہے کو آنے والی سمت میں ہے چنانچہ حافظ ابن قیمؒ نے کتاب حدیث میں غزوہ تبوک کے داخل میں لکھا ہے کہ عید عورتوں شام کی سمت سے مدینہ کی طرف ہے کہے سے آنے والا اس جگہ سے نہیں گزرتا۔ مگر حافظ ابن قیمؒ نے ان ہی سے اس کے مختلف بات نقل کی ہے مگر غزوہ تبوک کے یہاں میں نہیں۔

اس شب کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ قہارے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ خیاات عورتوں کی طرف سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ بعض علماء نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ مدینہ آنے والا شخص پیش اسی راستے سے شہر میں داخل ہو تا تھا اور جو شخص اس راستے سے داخل ہوئے گا اجتماع نہیں کر تا تھا اور مگر مدینہ سے زائد وہاں نہیں جاتا تھا بلکہ کسی نہ کسی دہاکا شکر ہو کر مر جاتا تھا جیسا کہ مسود یوں کا عقیدہ تھا۔

اس جگہ کو خیاات عورتوں کہنے کا سبب یہ تھا کہ سفر میں جانے والا اس نگرے پر آکر ٹھہرتا تھا اور رخصت کرنے والے نہیں اس کو رخصت یعنی عورتوں کرتے تھے اسی لئے اس جگہ کو عید عورتوں کہا جانے لگا۔ ایک قول یہ ہے کہ عورتوں کرنے والے لوگ چونکہ ایہ تک مسافر کو پہچانے جاتے تھے اس لئے اس جگہ کا یہ نام پڑ گیا، اور یہ کہ یہ نام بہت پرانا اور جاہلیت کے زمانے کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اسلامی دور کا نام ہے اور اسی وجہ سے اس مقام کو یہ نام دیا گیا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں صحابہ نے ان عورتوں کو رخصت کیا تھا جن سے انہوں نے غیر میں فائدہ اٹھایا تھا اور ان کی بغیر سے انہوں نے ان کے وقت انہوں نے ان کو نہیں پر رخصت کیا تھا، یا ممکن ہے یہاں ان لوگوں کو رخصت کیا گیا ہو جو غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تھے، یہاں شاید کچھ مسافروں کو خود آنحضرت ﷺ نے اس جگہ رخصت فرمایا ہو، غرض اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر آنحضرت ﷺ کے مدینہ میں داخل ہونے کے موقع پر پڑھے گئے تھے قیابہ پہنچنے پر نہیں۔ بعض روایتوں کی تفصیل سے یہی معلوم ہو رہا ہے مگر بعض دوسری روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر قیابہ میں داخل ہونے پر پڑھے گئے تھے۔

اب اگر یہ شعر قیابہ داخلے کے وقت پڑھے گئے تو اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ مدینہ شریف تک کو شامل

ہے اور مدینہ ہجری کی قبا تک کا علاقہ سر لایا جاتا ہے، چنانچہ پیچھے یہ لفظ گزرتے ہیں کہ ”آنحضرت ﷺ کے مدینہ پہنچنے پر لوگوں میں خوشی کی زبردست لہر دوڑ گئی چنانچہ حضرت برافقہ سے روایت ہے کہ ۱۰ غیرہ غیرہ کہ گویا کلمہ روایت میں قبائش آپ ﷺ کے پہنچنے کا ذکر ہے۔

لہذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبائلی مدینہ ہی کھاتا تھا، آپ ﷺ کے ہجر کے دن مدینہ پہنچنے سے یہی مراد ہے اس بنیاد پر جو پیچھے بیان ہوئی کہ مدینہ شہر قبا تک کو شامل ہے اور قبول کر بھی مدینہ سر لایا جاتا ہے چنانچہ حضرت انس کا جو یہ قول گزرا ہے کہ ”جب وہاں کیا جس میں آنحضرت ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے، اس سے بھی یہی مراد ہوئی، اور غالباً اس روایت سے بھی یہی مراد ہے جو پیچھے گزری ہے کہ آپ ﷺ ہجرت کے دن مدینہ پہنچے اور جیسا کہ بیان ہوا ہے اس روایت کو علامہ ابن کثیر نے خلا کہا ہے۔

لوگوں کی غلطی اور صدیق اکبرؐ کی بروقت تدبیر :-..... غرض جب آنحضرت ﷺ مدینہ گئے تو حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ کے پاس گئے اور کئے حضرت ابو بکرؓ سے جسے یعنی ان کے ہرے سے بڑھایا ظاہر ہونے لگا تھا، اور آنحضرت ﷺ جو ہیں جسے، یعنی آپ ﷺ کی ولایت کی ہل سیدھے اگرچہ آپ عمرؓ میں ابو بکرؓ سے بڑے تھے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں لوگوں نے ہجرت کی قسمی ان میں حضرت ابو بکرؓ سے زیادہ بھڑکی ہالوں والا کوئی اور نہیں تھا، چنانچہ ائمہ اربعہ میں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ابھی تک نہیں دیکھا تھا، حضرت ابو بکرؓ کے پاس آجور ان کو رسول اللہؐ کچھ بیٹھا، اسی وقت آنحضرت ﷺ پر دو صحابہؓ نے بھی قسمی حضرت ابو بکرؓ نے جلدی سے گھر سے ہو کر آپ ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کر لیا جس کی وجہ سے اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو بچانے میں لوگوں سے غلطی نہیں ہوئی۔ (ی) یعنی آنحضرت ﷺ کے حضور سے پہلے آپ ﷺ کو دو صحابہؓ سے بچانے کے لئے ایک بدلی سایہ کرتی قسمی جو نبوت سے پہلے کے جاہلیت میں سے ایک قسمی جیسا کہ پیچھے بیان ہوا۔

جن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبائش آپ ﷺ ہجرت کے دن روانہ ہوئے تھے ان میں سے بعض علماء کا یہ قول ہے کہ قبائش پہنچنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے میرا ان حوالہ کے یہاں ہر کا اپنی دن اور منگل بدھ اور جمعرات کا دن گھر سے اور ہجر ہجرت کے دن آپ ﷺ وہاں سے روانہ ہوئے ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ قبائش آنحضرت ﷺ کے دن سے یہ نام بخاری سے نقل کیا گیا ہے، ایسی خبر سے یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ میں ولادت گھر سے اور کتاب حدیثی میں یہ ہے کہ آپ ﷺ چودھویں گھر سے اور یہی صحیح مسلم میں بھی ہے، لہذا یہ اختلاف قابل غور ہے۔

قبائش مسجد تنقویٰ کی بنیاد :-..... قبائش آنحضرت ﷺ نے ایک مسجد قائم فرمائی جس کی بنیاد تنقویٰ پر رکھی گئی، یعنی جس کے حلقہ قرآن پاک کی آیت بھی نازل ہوئی، آپ ﷺ نے اس مسجد میں لہذا اور فرمائی۔ کتاب حدیثی میں ہے کہ اس مسجد کو مسجد تنقویٰ کہنا آنحضرت ﷺ کے دوسرے ارشاد کے خلاف نہیں ہے جو یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ وہ مسجد کو ان ہی ہے جس کے بارے میں قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی بنیاد تنقویٰ پر رکھی گئی ہے تو آپ ﷺ نے مدینہ کی اپنی مسجد نبویؐ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تمہاری یہ مسجد، ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک کھڑکی اٹھا کر زمین پر مدیٰ ہجرت فرمایا کہ

نصاری یہ مسجد۔ یعنی دینے کی مسجد۔ اس دورِ باطل میں اختلاف اس لئے پیدا نہیں ہوا تاکہ دونوں ہی مسجدیں تقویٰ پر قائم ہوئی ہیں۔ یہاں تک کتاب حدیث کا حوالہ ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ ان کی رائے میں دینے کی تمام مسجدیں جن میں قبا بھی شامل ہے تقویٰ کی بنیاد پر اٹھائی گئی ہیں۔ (ای باب) یہ طبعاً بات ہے کہ جس مسجد کے بارے میں قرآن پاک میں تقویٰ کی اہمیت نازل ہوئی وہ قباء کی مسجد ہے۔

قباء سے جو کے دن آنحضرت ﷺ اس وقت روانہ ہوئے جبکہ سورج بلند ہو چکا تھا (قول) ایک قول یہ ہے کہ مسجد قبا میں جبکہ بنائی گئی وہ جبکہ وہ تھی وہاں علومِ ابنِ ہریم کے بحوالے سے کھائے جاتے تھے۔ یہ اسلام کی پہلی مسجد ہے جو عام مسلمانوں کے لئے بنائی گئی، لہذا یہ بات اس کے خلاف نہیں ہے کہ اس سے پہلے ہی کچھ مسجدیں بن چکی تھیں کہ کچھ وہ مسجدیں خصوصاً ان مسلمانوں کے لئے تھیں جنہیں جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے منہ میں اپنے مکان کے کھن میں اپنے لئے مسجد بنا رکھی تھی جیسا کہ بیان ہوا کہ ان میں جو ذاتی نے لکھا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جس شخص نے مسجد بنائی وہ عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔

سیرت ابنِ ہشام میں حکم ابنِ عوف سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے خضرِ یافا لائے تو آپ ﷺ نے یہاں قیام فرمایا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ کیوں نہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک ایسا مکان بنا دیا جائے جس میں آپ ﷺ سایہ حاصل کیا کریں اور اسی میں نماز پڑھا کریں چنانچہ انہوں نے حجرِ بنِ عوفؓ کے اور مسجد بنادی۔ (ای) یعنی جب انہوں نے حجرِ بنِ عوفؓ کو لے کر آپ ﷺ کے لئے مسجد کی بنیاد رکھی اور حضرت عوفؓ نے اس کی تعمیر مکمل کی لہذا حضرت عوفؓ سے پہلے انہوں نے عام مسلمانوں کے لئے مسجد بنائی۔

(قول) اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے آنے سے پہلے بہت سال مدینہ میں رہے جہاں ہم نے مسجدیں آباد کیں اور ان میں نمازیں قائم کیں۔ روایت میں عمر الساجد کا لفظ ہے اس کو ہم پر تنبیہ کے بغیر چھوڑ دیتے ہیں کہ اس کا مطلب وہی ہو گا کہ ہم نے لکھا ہے کہ ہم نے مسجدیں آباد کیں اور ہر ایک کی تعمیر اور تشریف ہے کہ نمازیں قائم کر کے مسجدوں کو آباد کیا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عمر کو ہم پر تنبیہ کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے مسجدیں تعمیر کیں، گویا آنحضرت ﷺ کے دینے آنے سے پہلے مدینہ میں کئی مسجدیں بن چکی تھیں۔

مگر اس روایت میں ایک شبہ ہے کہ حانقاہ میں ہجرت کرنے عام مسلمانوں کو ہجرت اور آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے دورِ مہمان کی مدت تقریباً چھ ماہ تک رہی تھی لہذا یہ جیسا کہ بیان ہوا کہ جبکہ حضرت جابرؓ کی اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان بارہ انصاری مسلمانوں کی آنحضرت ﷺ سے (کے) میں عقد کے مقام پر آخری ملاقات اور ہجران کی دینے کو وہاں اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی دینے کو ہجرت کے دورِ مہمان دور سال کا واسطہ ہے۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ حضرت جابرؓ کی عمر اس وقت سے نہیں ہے جبکہ عقد کے مقام پر بارہ انصاری مسلمانوں کی آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہوئی تھی یعنی عقد کی تیسری بیعت کے وقت سے یہ مدت شمار نہیں ہوگی بلکہ عقد کے مقام پر آنحضرت ﷺ سے ملاقات شروع ہوئی ہے جس میں چھ انصاری مسلمانوں نے آپ ﷺ سے ملاقات کی تھی اور جن میں سے ایک خود حضرت جابرؓ بھی تھے مگر اس صورت میں یہ مدت دور سال

سے گئی تاکہ ہو جاتی ہے لہذا یہ بات ناقصی خود ہے۔ (مگر اس میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ حضرت جابرؓ کے ۱۰ سال کھنے سے پوری ہو رہی تھی ۱۰ سال کی مدت ہی ہو بلکہ یہ تحقیق مدت بھی ہو سکتی ہے جو کہ پیش ہو سکتی ہے۔) تعمیر مسجد میں اپنے ہاتھ سے مشقت و محنت۔۔۔۔۔ یہ مسجد قبا وہ پہلی مسجد ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ کھیلے عام نور ہذا خوف اور دار کے حفاظت سے نماز پڑھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مسجد قبا انصاری اور ساجر مسلمانوں نے مل کر بنائی تھی جس میں وہ نماز پڑھا کرتے تھے جب آنحضرت ﷺ حضرت کر کے راستے میں قبا میں ٹھہرے تو آپ نے اسی مسجد میں نماز پڑھی اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی، مگر یہ بات سیرت ابن ہشام کے گزارشہ حوالے کے بھی خلاف ہے اور اس روایت کے بھی خلاف ہے جو طبرانی میں مضبوط سند کے ساتھ شمس بنت نعمان سے بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا میں اس وقت آنحضرت ﷺ کو دیکھ رہی تھی جب قبا میں بیٹھے، آپ ﷺ نے وہاں قیام فرمایا اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی میں نے آپ ﷺ کو چھوئے بڑے جگر افاتے دیکھا جس سے کپ ﷺ پر حلق کے آثار ظاہر ہوتے، ایسے میں آپ کے کوئی صحابی آگے نہ جتنے اور آپ ﷺ سے عرض کرتے،

”یا رسول اللہ! آپ ﷺ پر میرے لہا باپ قرباں ہوں، یہ حجر آپ ﷺ مجھے دے دیجئے انہیں میں رکھ دوں گا۔“

آپ ﷺ فرماتے۔

”نہیں، تمہارا حجر افلاک تاکہ میں یہاں عادت کی بنیاد رکھوں۔“

ایک حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے اس مسجد کو بنانے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا

”اے قبیلوں! حق سے میرے پاس حجر لے کر آنا۔“

مبارک سنگ بنیاد:۔۔۔۔۔ چنانچہ صحابہ نے آپ ﷺ کے پاس مدت مدیدے حجر لاکر ڈھیر کر دیے، آپ ﷺ نے قبلہ کا رخ متعین فرمایا اور ایک حجر افلاک رکھا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔

”اے ابو بکر! اب ایک حجر افلاک میرے حجر کے پاس تم اپنے ہاتھ سے رکھ دو۔“

(جب انہوں نے رکھ دیا تھا) پھر آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ ابو بکرؓ کے حجر کے پاس ایک حجر تم اپنے ہاتھ سے رکھ دو، پھر آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ ایک حجر اب تم افلاک اپنے ہاتھ سے عمرؓ کے حجر کے پاس رکھ دو۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس طرح گویا آپ ﷺ نے خلافت کے لئے ان حضرات کی ترقیب کی طرف اسی وقت اشارہ فرمایا تھا کہ آگے مدینے میں مسجد نبویؐ کی بنیاد کے بیان میں بھی ایسی روایت آ رہی ہے۔

میر حال مسجد قبا کے سلسلے میں ان خلفہ و ائمہ کے درمیان مواصلت کی ضرورت ہے (جو آئین میں ایک دوسری روایت کے خلاف ہیں) اگر سب رواہوں کو درست مانا جائے تو ان میں مواصلت کی ضرورت ہو گی اور اگر یہ سب روایتیں صحیح نہیں ہیں تو اس کی ضرورت نہیں رہتی۔

مسجد قبا کا بلند و بالا رتبہ۔۔۔۔۔ قبا سے مدینہ منورہ جانے کے بعد آنحضرت ﷺ ہر سنیچر کے دن بھی پیدل اور بھی سواری پر یہاں اس مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے نیز اس مسجد کی صلیب کے سلسلے میں

view

”جس شخص نے مکمل اور صحیح طور پر خصوصی اور بھرپور مسودہ قیامیں آکر تیار کر دیں تو اس کو ایک عرب کا ثواب ملے گا۔“

عام ترہی اور حاکم نے ایک روایت بیان کی ہے جس کو ان دونوں نے صحیح کہا ہے۔ یہ روایت حضرت اسید ابن حنیس سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد قبا میں پڑھی جانے والی عشاء ایک عمرہ کے برابر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے فجر اور جمعرات کے دن مسجد قبا میں نماز پڑھی اس کو عمرہ کا ثواب حاصل ہوا۔ تیسری روایت عمر فاروق سے ہے کہ جس نے فجر اور جمعرات کے دن مسجد قبا میں نماز پڑھی اس کو عمرہ کا ثواب حاصل ہوا۔

”ہاں ہے یہ کسی بھی جگہ ہوتی رہے اور ایک روایت میں یہ نقل ہیں کہ، ”ہاں ہے یہ مسجد دنیا کے کسی کونے میں ہوتی میں اپنے نونت کے کمرہوں کو گھیرتا ہوا یہیں آتا کہ جو۔“

حاکم نے حضرت امین عمرؓ کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اکثر و بیشتر مسجد نبوی تشریف لایا کرتے تھے کبھی پیدل چل کر اور کبھی کسی سواری پر۔ حضرت ابو سعید خدریؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان کے والد آنحضرت ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی گیا تھا اسی طرح حضرت امین عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی اکثر تشریف لایا کرتے تھے اور وہاں اور کئی نماز پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ سے یہ روایت ہے کہ ایک وفد ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ مسجد قبا میں آئے آپ ﷺ وہاں نماز پڑھنے لگے مابقی وقت وہاں انسلی مسلمان اگر آنحضرت ﷺ کو سلام کر لے گئے، میں نے حضرت بلالؓ سے کہل۔

”تمہارے خیال میں آنحضرت ﷺ کیسے ان کے سامنے جواب دیں گے؟“

100

”آپ بچہ لہذا نہ کی حالت میں اپنے باپ سے ان کا شکوہ کریں گے۔“

یعنی انجیل پہنے کر کے ہاتھ کی پشت لوہ کر دیں گے۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ جب آپ ﷺ کی صاحبزادی جبر سے بیٹے تھریف لائیں تو اس وقت آپ ﷺ نماز چار رہے تھے انہوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیا۔

کتاب حدیثی میں ہے کہ جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے کہ جس شخص نے نماز میں کوئی ایسا اٹکار کیا جس سے کوئی بات کہی جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے نماز کو ختم کرے، تو یہ حدیث باطل ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ بات صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص ایسے میں آنحضرت ﷺ کو سلام کرنا تھا جب آپ ﷺ نماز میں مشغول ہوتے تو آپ ﷺ سر کے اشارے سے سلام کا جواب دیتے، اس حدیث کے متعلق صرف ایک حدیث ہے جو بحوالہ ہے اور وہی ہے جو صحیح بخاری میں ہے، لہذا یہ بحوالہ حدیث ان صحیح احادیث کی مخالفت میں نہیں پیش کی جاسکتی۔

انصاری با کیزگی پر دین خود کو بخاری :- غرض جب اسی مسجد قبلہ کی حالت میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(15) *Q* (1999) 100

ترجمہ:۔ ایک مرتبہ جس مسجد کی بنیاد اولاد ان سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے (عمر و مسجد قبلہ و حجازی) اس میں ملتا ہے کہ آپ ﷺ اس میں نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ اس میں ایسے کوئی ہیں کہ وہ خوب پاک ہوئے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہوئے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے معلوم کر لیا کہ وہ کون سی پاک ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تہمدی تہریف فرمائی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا:

”یاد رسول اللہ! ہم میں سے کوئی مرد یا عورت جب بھی بیت الخلاء جاتا ہے تو ہمیشہ اپنی شرمگاہ کو پانی سے دھو تا ہے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں وہاں کیڑی ہے۔ ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ مسجد قہاشی صحابہ کے پاس تشریف لائے۔ فقیر کشف میں ہے کہ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ مسلمان بھی تھے، عرض آپ مسجد قہاشی کے دروازے پر آکر ٹھہر گئے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ مسجد میں انصاری مسلمان بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

”کیا تم لوگ مؤمن ہو؟“

اس پر وہ سب خاموش رہے، آپ ﷺ نے پھر اپنا سوال ہر ایک سے تہمدی تہریف فرماتے عرض کیا:

”یاد رسول اللہ! ہے کہ یہ لوگ مؤمن ہیں اور میں بھی ان ہی میں سے ایک ہوں!“

اب آپ ﷺ نے سوال فرمایا:

”کیا تم تقدیر پر ایمان رکھتے ہو؟“

انہوں نے عرض کیا ہاں، پھر آپ ﷺ نے پوچھا:

”کیا تم مسیحیوں پر مبر کرتے ہو؟“

انہوں نے عرض کیا ہاں، پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

”کیا تم کشادگی اور آسودگی کی حالت میں شکر لو کرتے ہو؟“

انہوں نے عرض کیا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا:

”ترب کعبہ کی قسم تم مؤمن ہو۔“

اس کے بعد آپ ﷺ بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے کرہ انصاف! اللہ عزوجل نے تہمدی تہریف کی ہے، وہ کیا بات جس کا تم خود اور بیت الخلاء کے وقت اہتمام کرتے ہو؟“

یعنی وہ کون سی پاک ہے؟ (جس پر حق تعالیٰ نے تہمدی تہریف فرمائی ہے) انہوں نے عرض کیا:

”یاد رسول اللہ! ہم تمہارے حاجت کے بعد تمہیں داخلے استعمال کرتے ہیں اور اہل بیت کے بعد پانی سے استحباب پاک کرتے ہیں!“

اس پر آنحضرت ﷺ نے یہ آیت چڑھ کر سنائی۔ قَدْ رَجَعْنَا لَیْسَ لَکُمْ فِیْہِ حَافِظٌ وَرَدَّ

یہاں تک کہ کتب حدیث کا حوالہ ہے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب یہ سوال فرمایا تو انصار یوں نے عرض کیا:

”ہم اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتے کہ وہ اسے خودی یہودی میں جو قصائے حاجت کے بعد اپنی پشت پانی سے دھوئے ہیں بلکہ ہم بھی ان ہی کی طرح غسل کرنے لگے۔“

ایک روایت کے قصہ اس طرح ہیں کہ۔ ”جاہلیت کے زمانے میں ہم پانی سے استحباب کیا کرتے تھے جب اسلام آیا تو بھی ہم نے اس عادت کو نہیں چھوڑا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا اس عادت کو اب بھی مت چھوڑنا۔ ایک روایت میں صحابہ کا یہ جواب ہے کہ :
”ہم جس پانی کا حجام کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ نماز سے پہلے ہمہ وضو کرتے ہیں اور پانی کی حالت میں غسل کرتے ہیں۔“ آپ ﷺ نے ہم چلے

”کیا اس کے سوا بھی کوئی اور عادت ہے؟“

صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں سوائے اس کے کہ قصہ حاجت کے بعد پانی سے استحباب کرتے ہیں۔ ایک روایت میں پانچواں اور چھٹا باب دونوں کے بعد پانی سے استحباب کا ذکر ہے۔

غزائیکہ روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ”ہم پانی کی حالت میں پوری رات نہیں گزرتے، آپ ﷺ نے فرمایا وہ بھی پاکیزگی ہے اس لئے اس کو بیٹھ لازم رکھو۔“ منہ ہذا میں ابن عباس کی روایت میں آنحضرت ﷺ کے سوال پر ابن کا جواب صرف یہ ہے کہ ہم اذیعتوں کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں۔
ابن قدام وادھوں سے جن میں اذیعتوں کا ذکر ہے نام لودتی کے قول کی تردید ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اسی طرح یعنی قبائض اذیعتوں کی حدیث میں پانی کے ساتھ اذیعتوں کے ذکر کو فقہاء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے مگر حدیث کی کتابوں میں اس بات کی کوئی اصل نہیں ملتی، بلکہ حدیث میں اذیعتوں کے صرف یہ الفاظ ہیں کہ ہم پانی سے استحباب کرتے ہیں، اذیعتوں میں اذیعت کے علاوہ کے الفاظ نہیں ہیں۔ (ی) لیکن جن حدیثوں میں اذیعت کا ذکر نہیں ہے وہ بھی اس لئے نہیں ہے کہ اس کا استعمال سب کو معلوم تھا کیونکہ یہ عادت تھی کہ

کتاب نصاب صغریٰ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی امت اور شریعت کے سلسلے میں جو خصوصیت دی گئی وہ اذیعتوں سے استحباب اور پانی اذیعتوں دونوں کا استعمال بھی ہے (یعنی اس امت اور شریعت کی امت سی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے۔

تبا کے درجہ اول میں ایک مقرر ابن مسعود بھی تھے جن کے مطلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”اللہ کے رسول میں ایک مقرر ابن مسعود اور جنت کا مقرر مقرر ابن مسعود ہے۔“

(ی) کیونکہ وہ پہلے تو ہی ہیں جنہوں نے پانی سے استحباب کیا جیسا کہ ایک قول ہے۔ (ی) چنانچہ ایک حدیث میں اس پاکیزگی کے مطلق خاص طور پر ابن عباس سے سوال کیا گیا ہے۔ چنانچہ جنتی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مقرر ابن مسعود کے پاس پیغام بھیجا کہ ان سے اس پاکیزگی کے مطلق سوال فرمایا تھا۔ اس پر انہوں نے وہ جواب دیا تھا کہ ”کیا روایت میں وہاں ہوا۔“

اب اس تفصیل سے معلوم ہو گا ہے کہ پانی سے استحباب اس آیت کے ذیل ہونے سے پہلے تھا کہ سوا دوسری جگہوں پر عام نہیں تھا۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ پانی سے استحباب کرنے والے پہلے جنس حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

صحابہ میں سے ایک صحابی ایسے تھے جو (بجواب کے بعد اپنی) سے استخاء کرنے کو ہاند کرتے تھے یہ حضرت حذیفہؓ تھے، شاید یہ اس کو اس لئے ہاند کرتے تھے کہ اس طرح شریعت کی دی ہوئی رخصت اور رعایت سے گریز ہو جائے۔ حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں بھی ایک روایت ہے کہ وہ اپنی سے استخاء نہیں کیا کرتے تھے۔ غالباً اس کی وجہ یہی ہو گی جو ہم نے وہاں کی۔ اسی طرح حضرت امیہ ذہیرؓ سے بھی روایت ہے کہ ہم ایسا نہیں کرتے تھے۔

امام احمد سے روایت ہے کہ پانی سے استخاء کرنے کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ علامہ مفتاحی قزاقا آگے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے اس حدیث کو رد کیا ہے۔ امام مالکؒ نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ آپ ﷺ (بجواب کے بعد اپنی) سے استخاء کیا کرتے تھے، مگر غالباً یہاں انکار سے مراد یہ ہے کہ امام مالکؒ اس حدیث کی صحت سے انکار کرتے ہیں، ہر حال یہ قابل غور ہے۔

بعض روایتوں میں (بجلیے کا ذکر بھی گزرا ہے۔ ہن، روایتوں کے ظاہر سے امام شافعیؒ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے جو انہوں نے کتاب الاثم میں ذکر کیا ہے کہ (بجلیے اور پانی دونوں استعمال کرنے کی سنت اس بات پر موقوف ہے کہ صرف (بجلیے سے استخاء کرنا بھی کافی ہو اگر صرف ای ہی پر بس کی جائے، امام شافعیؒ نے لکھا ہے کہ صرف (بجلیے سے استخاء کرنا کافی ہے لیکن اگر کوئی شخص اس کافی استخاء کے بعد پھر پانی سے بھی دھوئے تو یہ عمل زیادہ محبوب ہو گا۔

یہاں روایت کے ظاہر کا حتمی اس لئے کیا گیا ہے کہ صرف استخاء کی طرف بھی ضمیر کے لوٹنے کا امکان ہے مگر کافی کی قید کے ساتھ نہیں، بعد کے شافعی علماء نے جس مسلک کو قبول کیا ہے وہ یہ ہے کہ (بجلیے اور پانی دونوں استعمال کرنے کی صورت میں صرف اصل نہایت کا زائل کر دینا کافی ہے چاہے وہ ایک ہی (بجلیے سے ہو چاہے اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ بات محبوب ہے مگر امام شافعیؒ نے جس بات کا ذکر کیا ہے اس کو بہت زیادہ محبوب قرار دیا ہے۔

واضح رہے کہ اصحابوں کی اس حدیث میں (بجلیے اور پانی دونوں کے استعمال کی بات فقہائے حجاز کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ قتال نے اپنی کتاب میں اس بشریت و اکملہ م میں کتاب الاثم کی ابتدا پر یہی بات کہی ہے مگر کتاب الاثم کی جو عبارت یہاں نقل کی گئی ہے اس سے یہ کچھ میں آتا ہے کہ یہ بات صرف فقہائے حجاز کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ (بجلیے کے بعد بھی (بجلیے اور پانی دونوں کا استعمال بہت زیادہ محبوب ہے۔

قیاس سے کو بیچ اور دینے میں روایتی فرمائی: — فرض قیامی ذکر و مدت تک قیام کرنے کے بعد آپ ﷺ وہاں سے روانگی کے لئے اپنی اونٹنی (بجلیے پر سوار ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ اپنی اونٹنی (بجلیے پر سوار ہوئے اور ایک قول ہے کہ (بجلیے پر سوار ہوئے، یہاں سے آپ ﷺ کی حوالہ دینے لگے۔

جہاں تک (بجلیے کا تعلق ہے قیاس کے معنی جس کی چوری ناک کی ہوئی ہو یا کان کٹا ہوا ہو۔ قصود اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے کان کا کچھ حصہ کٹا ہوا ہو اور (بجلیے اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کا کان پٹا ہوا ہو بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ صرف اونٹنیوں کے انتخاب تھے۔ درحقیقت اونٹنیوں میں سے کسی میں بھی قیاس سے کوئی عیب نہیں تھا، آگے اصل یعنی کتاب میں ان اثر کے حوالے سے بیان ہو گا کہ یہ تینوں انتخاب ایک ہی اونٹنی کے تھے۔

پروانہ پائے نبوت کے جلو میں کوچ :-..... جب آنحضرت ﷺ سوار ہو کر قبائے لکھے لوہہ پہننے کی طرف چلے تو آپ ﷺ کے ساتھ بہت سے کوئی بھی تھے جن میں سوار بھی تھے اور پیادل بھی تھے، ان میں ہر شخص دوسرے سے اچھڑا ہوا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی ہوائی کی کام بکا کر چلنے کی سعادت اسے حاصل ہو، یہاں تک کہ اسی حالت میں آپ ﷺ درید منورہ میں داخل ہو گئے۔

(قال) بچے کے سہاگ اور بچے بڑے اس وقت ہی کہتے ہیں۔

”اے اکبر! رسول اللہ ﷺ کو یہ لے آئے اور بیچ دیجئے۔“

صوفیوں نے آپ ﷺ کی طوٹتی ہوئی غزوہ بدری کے کھالے تار کو تہہ بکھلے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ

یاد رسول اللہؐ کیا آپ ﷺ کو گناہ سے اتار کر پہلے آگے تقریباً لے جا رہے ہیں یا بعد سے گمروں سے پھر کوئی گمراہ ہے؟“

view

”مجھے ایک ایسی بہت سی عمر دے کہ قلم کا کام ہے جو دوسری بہت سیوں کو کھالے گی۔“

یعنی دوسری بیٹیوں پر غالب آجائے گی، مرنے والے دوسری بیٹیوں کے لوگوں پر اثر انداز ہو جائے گی، یعنی دوسری بیٹیوں کو فتح کرنے کی نواہز ان بیٹیوں کے دلچسپ دعووں کا بال بال کے حصہ میں آئے گا اور ان کے باشندے جنگوں میں قید ہو کر غلام بن جائیں گے۔

اس پر ان لوگوں نے کپ چھانکے کی اونٹنی کھراست چھوڑ دی (ی) حضرت اسحاق سے روایت ہے کہ یہ یسعی مدینہ منورہ ہے۔ یسعی نے اس روایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ، مجھے ایک ایسی یسعی کا حکم دیا گیا ہے جو شرب کی بستیوں (یعنی نواح) کو کھالے کی وہ یسعی مدینہ ہے۔ گویا قلعہ مدینہ اپنی ممتاز حیثیت میں ان بستیوں کا مشترک نام ہے جیسا کہ قلعہ شریعت سے کو عام اصطلاح میں بھیجا استد کہ دیا جاتا ہے۔ مراد وہی ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسری یسعی مراد ہوتی ہے تو مدینہ کے باشندے کی نسبت مدنی کہ کر ظاہر کی جاتی ہے اور کسی دوسرے شہر کے باشندے کو مدنی کہا جاتا ہے جس سے مراد شہر کا رہنے والا ہوتا ہے، تاکہ دونوں میں فرق پائی رہے (کیونکہ مدینہ کے مدنی ہیں شہر اور مدنی کے مدنی ہیں شہر کا رہنے والا، شرب مدنی کے مدنی مدینہ منورہ کا باشندہ ہوتے ہیں اور شہر کے رہنے والے کو مدنی کہا جاتا ہے)۔

عُثْرَب :- جہاں تک لفظ عُثْرَب کا تعلق ہے تو اصل میں یہ مدینہ شریف ایک خاص جگہ کا نام تھا مگر پھر پورے شہر کا نام ہی عُثْرَب پڑ گیا تھا یہ عُثْرَب ایک شخص کا نام تھا جو نوع کی اولاد میں سے تھا چنانچہ اس جگہ کا نام عُثْرَب ہی لگنے لگا کہ عُثْرَب نے آخر اس جگہ کو آباد کیا۔

ہرینہ کے فضائل اور برکات :- ایک حدیث میں ہے کہ ہرید منورہ ہے گو میوں کو اسی طرح دور کرو جتا ہے جس طرح کوہداری بجلی کو بے کے میل کو دور کر دیتی ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اس حدیث تک قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ ہرید منورہ اپنے میوں کے برے لوگوں کو ٹٹھہ نہیں کر دے گا ایک قول یہ ہے کہ یہ صورت حال آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تھی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ صورت حال دہلی کے زمانے میں ظاہر ہو گی، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ وہاں رہنے کے باشندوں میں ایک بھوخیل سا بھلا اگر

دے گا۔ چنانچہ ہر منافق اور کافر وہاں سے نکل کر اس کے پاس پہنچ جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ وہاں شیجر میں آکر قرعے کا جس سے دہن میں تھیں زبردست جھٹکے گئیں گے جن کے تیز میں اللہ تعالیٰ وہاں سے ہر منافق اور کافر کو نکال دے گا۔ چنانچہ اسی بنا پر بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس بات کا کہ مدینہ سے آویں کو اپنے یہاں سے ٹیچہ کر دے گا، یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمانے میں اور ہر شخص کے لئے عام ہے۔ (بلکہ ایک خاص زمانے کے لئے ہے اور خاص لوگوں کے لئے ہے) کیونکہ وہاں منافق بھی تھے، اور دوسری طرف وہاں سے امت سے اچھے اور بلند مرتبہ لوگ بھی نکلے ہیں جیسے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ، مہاجر، حضرت سلمانؓ، جناب اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ وغیرہ۔ اگرچہ علامہ ابن جوزیؒ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ ان کا انتقال مدینہ میں ہی ہوا ہے۔

صحابہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس کی سر زمین میں بھی میرے کسی صحابی کا انتقال ہوا تو قیامت کے دن وہاں کے درختوں کا کانہ اور ان کے لئے روکنی کا درود پڑے گا۔ ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ وہ وہاں کے تمام باشندوں کا شفاعت کرنے والا ہے گا۔

جہاں تک آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا تعلق ہے کہ اگر لوگ جانتے ہوں تو مدینہ عیان کے لئے سب سے زیادہ کشادگی اور سولتوں کا شر ہے، تو اس حدیث کے پہلے حصہ کی بنا پر مراد یہ ہے کہ کشادگی اور سولتوں والے شہروں کے مقابلے میں مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔ (یعنی خود مدینہ کشادگی اور سولتوں کا شر تو نہیں مگر اپنے شہروں کے مقابلے میں مدینہ بہتر ہے اس حدیث کا مکمل متن یہ ہے کہ، لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آنے کا کہ کوئی اپنے چاروں طرف کوئی اور دوسرے درختوں والوں سے کہے گا کہ کد کشادگی اور زندگی کی سولتوں کی جگہ پر چل کر رہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ لوگ اگر جانتے تو مدینہ عیان کے لئے زیادہ بہتر جگہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جو شخص بھی اس شہر سے اٹاکر یہاں سے جائے گا، یعنی اس سے بڑھ کر ہو کر کسی سولت اور کشادگی والے شہر میں جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر کوئی کو اس کی جگہ یہاں بھیج دے گا۔ اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے مدینہ کا کہنے سے افضل ہونا ثابت ہو، (یعنی یہ کہ مدینہ کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص کے چلا جائے۔)

مدینہ کے ناموں میں سے ایک نام امانۃ الہیہ بھی ہے۔ اسی طرح ایک نام بلاد بھی ہے۔ اس کو ماحو یعنی د سوار کرنے والا کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے، یعنی اگر کوئی اس شہر میں رہے، اگر کوئی چیز چھپائے تو اللہ تعالیٰ اس کو علی الاعلان کھول کر سوا کر دیتا ہے، یعنی مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کسی برائی کو چھپا رہے ہوئے چھپا رہا ہے تو وہ چھپ نہیں سکتا۔

شراب پینے کی ممانعت :-..... آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے اب مدینہ کو شرب کھلا دیا تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے یہ طاب ہے شام کی طرح (یعنی جیسے شام کو خوشبو کی وجہ سے شام کا جانا ہے) یہ طاب ہے یہ طاب ہے، اب ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا۔ ایک روایت میں یہاں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ فرمایا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، بلکہ تین مرتبہ فرمایا کہ یہ طیب ہے جیسے صبح یہ طاب ہے جیسے

کاتب!

طیبہ کے معنی ہیں صاف، لطیف اور پاکیزہ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کو طیبہ اس لئے کہا گیا کہ اس میں رہنے کی وجہ سے ایک پاکیزہ خوشبو پیدا ہو جاتی ہے اور اس میں پاکیزہ خوشبو نہیں نکلتی۔ حقیقی ہیں، اس شہر میں نہ طاعون کی پٹاری داخل ہو سکتی ہے اور نہ وہاں عورتیں یاں کوڑھی ہوتے ہیں، کیونکہ اس کی سر زمین پاک کوڑھ کے مرضی کو قلعہ کر دیتی ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس کو قرآن پاک میں بھی حُثُوب کے نام سے یاد کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ منافقوں کے قول کی تکلیف کے طور پر کہا گیا ہے لیکن ان کو حُثُوب کہنے کی ممانعت ہو جانے کے بعد بھی جہاں کا قول تھا اس کی حکایت جہاں کی گئی ہے۔

ایک ارشاد خود آنحضرت ﷺ کا ہے کہ میں اس کو حزب کے سوا کچھ نہیں پاتا، باسی طرف سے جہاں جہاں بھی آپ ﷺ نے مدینے کے بجائے اس شہر کو حزب کے لفظ سے یاد کیا ہے وہاں ہم کی مسماخت سے پہلے کی بات ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایمان اسی طرح رہنے کی طرف مستعد ہے جیسے ماپ اپنے بھٹ میں سمٹ جاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اسلام اپنی ابتدا میں بھی غریب تھا اور اس کے جاکر اپنے کھانا کی طرح پھر غریب ہو جائے گا اور اسی طرح مسکٹ جائے گا جیسے ماپ اپنے بھٹ میں سمٹ جاتا ہے۔
 رہنے کو بڑب کا نام دیا جس لئے ماپ کو کیا گیا ہے کہ بڑب کا کھانا غریب سے نکلا ہے جس کے معنی میں محمدؐ اور موانقہ اور گرفت جیسا کہ لڑکھواری ہے۔

لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ يَوْمَئِذٍ الْغَنَىٰ ۚ

زیر دستے فریاد کرتے آج کوئی حرام نہیں۔

یا پھر یہ عقد و رب سے نکلتا ہے جس کے معنی خدا کے ہیں (لہذا ہر آدمی کو ان صورتوں میں ایسے مہلک شر اور پاک معنی کا نام لےنا اور اسنا سب نہیں ہے جس کی اصل میں گناہوں پر کرایا نکلتا و خدا موجود ہو چنانچہ اسی لئے جیسے کہ عرب کہنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے)۔

قاسم ابن محمد سے روایت ہے کہ میں نے سنا ہے کہ قودیت میں دینے کے چالیس نامہ ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک قول کے مطابق گیارہ نام بتائے گئے ہیں جن میں سے ایک نیکہہ بھی ہے۔ نیز ان حاصل میں جاہلہ یعنی ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا نیز اس کے نام خدا اور مر حومہ بھی ذکر کئے گئے ہیں۔

مدینے کے جام :..... بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس شر کے مقرر یا سوگم ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں اور چار و دہرا المیر، دہرا الامین، دہرا مسیح، دہرا السلام نور دہرا الفلاح امام قودی کہتے ہیں کہ کئے اور مدینے کے عالم دنیا میں اور کوئی ایسا شہر نہیں ہے جس کے اسی نام پر جام ہوں۔

حدیث میں جہود کی پہلی نماز :-..... بعض علماء کا قول ہے کہ جہود عید خود کیلئے آنحضرت ﷺ کی روایتی جہود کے دن پہلی مسجد چنانچہ ایک قول ہے کہ دینے کو روایتی میں جہود کی نماز کا وقت آگیا اس وقت آپ ﷺ دینے کے گھنٹی سالم اہل عرف میں تھے چنانچہ وہاں دہلی کے وسط جو مسجد تھی آنحضرت ﷺ نے اس میں اپنے تمام صحابہ کے ساتھ جہود کی نماز پڑھائی، ان مسلمانوں کی تعداد سو تھی، انکے بعد آپ ﷺ نے جب عید میں جہود پڑھا تو آپ ﷺ کے ساتھ چالیس آدمی تھے چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے اسی طرح روایت ہے کہ

آپ ﷺ نے مدینہ میں چالیس آدمیوں کے ساتھ جوہر کی نماز پڑھی۔ (ی) مکر وہ کہتے ہیں کہ اس سے کم نمازوں کی تعداد میں نے نہیں دیکھی۔

مدینہ میں پہلا خطبہ :- جس وقت سے آنحضرت ﷺ نے نبی سالم کی اس مسجد میں جوہر کی نماز پڑھی اس مسجد کو مسجد جوہر کہا جانے لگا۔ یہ قبا کی طرف جانے والے راستے کے دائیں جانب ہے اس طرح یہ جوہر کی پہلی نماز تھی جو آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں پڑھی۔ (ی) اس نماز سے پہلے آپ ﷺ نے خطبہ دیا تھا جو اسلام کا پہلا خطبہ جوہر ہے، آپ ﷺ کے اس خطبے کا ایک حصہ یہ ہے۔

”ہاں جو شخص اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائے تو ضرور یہاں چاہے وہ آٹھ مہینوں کے برابر ہی کیوں نہ ہو، جس کو کچھ بھی نہ آجیو تو وہ کل طیر کو لازم کر لے کیونکہ اس سے ملنے کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے، اور سلام ہو رسول اللہ ﷺ پر اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ ایک روایت میں آخری الفاظ یہ ہیں کہ، اور تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔“

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں اس خطبے کو نقل کیا ہے، نیز سواہب میں بھی یہ پورا ذکر ہے مگر اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں جو ہم نے یہاں نقل کئے ہیں۔

اقول۔ سواہب کہتے ہیں: اگر آپ ﷺ قبا میں جو، منگل، بدھ اور جمعرات کے دن ٹھہرے تو یہ گزشتہ روایت درست ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ میں جوہر کی نماز اور اپنی جیسا کہ یہاں ہوا، لیکن یہاں تک اس روایت کا تعلق ہے کہ آپ ﷺ قبا میں آئے، اس دن یا اس سے زیادہ ٹھہرے جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا تو پھر یہ بات قابل قبول نہیں ہو سکتی کہ اس مدت میں آپ ﷺ نے قبا میں کوئی جوہر پڑھا ہو لہذا یہ گناہ درست نہیں ہو سکتا کہ مدینہ میں پڑھا جانے والا خطبہ اسلام کا پہلا خطبہ ہے، چنانچہ بعض علماء نے صاف ہی لکھا ہے کہ قبا میں قیام کی مدت کے دوران آنحضرت ﷺ وہاں مسجد قبا میں جوہر کی نماز پڑھنے سے قبا میں باہر ہے پھر یہ بھی کچھ میں آنے والی بات نہیں کہ قبا میں پڑھی جانے والی جوہر کی نماز میں آپ ﷺ نے اخیر خطبے کے پڑھا نہیں۔

نور کتاب اعداد صغیر میں آنحضرت ﷺ کے خطبے میں یہ الفاظ بھی نقل کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ جہاں میں گزرا ہوں اس وقت اسی مقام پر ورازی سال سے قیامت تک کے لئے تم پر جوہر کی نماز فرض کی ہے، جس شخص نے بغیر کسی عذر کے حلال الہام یا جاہر الام کے ساتھ جوہر کی نماز چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے مستحق شیعہ ہے کہ اس کو جہنم میں کرے گا اور اس کے کاموں میں برکت باقی رہے گی سن لو کہ اس کی نماز درست ہو گی نہ اس کا حج ہو گا نہ اس کے لئے برکت رہے گی اور نہ اس کا صدقہ قبول ہو گا۔“

اب اگر آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ اپنے اس خطبے میں فرمائے ہیں جو خطبہ آپ ﷺ نے مدینہ کی مسجد جوہر میں دیا تھا جیسا کہ ظاہر بھی ملتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے پہلے خطبہ واجب ہی میں تھا، مگر یہ بات ثانی فقہاء کے قول کے خلاف ہے، جس میں ہے کہ جوہر کے ہی میں واجب ہو چکا تھا مگر وہاں جوہر اس لئے نہیں پڑھا جیسا کہ مسلمانوں کو کئے میں اتنی قوت اور شرکت ہی حاصل نہیں تھی کہ کئے عام جوہر دیا کر سکتے، کیونکہ روایت کی پانچوں نمازوں کے مقابلے میں اس کا اعتبار زیادہ قوی اور ناگزیر تھا۔

کتب التفتن میں یہ ہے کہ جوہر ان مقام میں سے ہے جن کی آیت ہد میں نازل ہوئی مگر ان کا حکم اس سے پہلے نازل ہو چکا تھا اس لئے یہ آیت مدنی ہے لیکن مدینہ میں نازل ہوئی جبکہ جوہر کے ہی میں فرض ہو چکا

تھا۔

نوحہ ای فرس کا قول ہے کہ کے کی زندگی میں کبھی جہد قائم نہیں ہوا ہے مگر ابن ماجہ نے ایک حدیث حضرت عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے نقل کی ہے جو کہتے ہیں کہ جب میرے والد کی آنکھیں پائی رہیں تو میں ابن کا ہاتھ پکڑ کر انہیں لے جایا کرتا تھا پتا چڑھتا تھا کہ میں نے کہا جاتا تھا وہ جہد کی لڑائی سننے تو ابوالہریرہؓ اور ابن زبیرؓ کے لئے مغفرت کی دعا کرتے تھے، آخر ایک روز میں نے ان سے کہا:

”بابہ کیا آپ کی نماز اسد ابن زبیرؓ کے لئے ہوتی ہے کہ جب بھی آپ جہد کی لڑائی سننے میں ان کے لئے مغفرت مانگتے ہیں، آخر کیوں؟“

انہوں نے کہا

”جیسے وہ پہلے تو ہی ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے لئے سے یہاں تشریف لانے سے بھی پہلے ہمیں جہد کی نماز پڑھائی تھی۔“

یہاں تک ابن ماجہ کا قول ہے، مگر یہ بات قابل غور ہے کہ اس حدیث سے ابن فرس کے اس دعویٰ کی تردید کسی طرح ہوتی ہے کہ کے شہس کبھی جہد کی نماز نہیں پڑھیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ دینے میں جہد کی نماز کا ثواب ایسا ہے جیسے یہاں کے تمام ساری جنگوں بڑوں لڑائیں پڑھنا، اسی طرح دینے میں رمضان کے روزے رکھنا ایسا ہے جیسے دوسری جگہ پر ایک بڑا مہینوں کے روزے رکھنا۔ یہ حدیث کتاب فاضل ابن عمر سے بیان کی گئی ہے۔

دجہ کلبی کے حسن کی تاثیر اور خطبہ جہد میں خرابی :۔۔۔۔۔ دینے کے بعد جس بہت میں سب سے پہلے جہد کی نماز پڑھی گئی وہ خیر کا شرف عبداللہؓ ہے، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کیا جہد کا خطبہ نماز سے پہلے تھا یا بعد میں تو اس کے متعلق کتاب اللہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ جہد کا خطبہ عیدین کی طرح نماز کے بعد دیا کرتے تھے، ایک روز آپ ﷺ کھڑے ہوئے جہد کا خطبہ دے رہے تھے کہ وجہ کلبی کا قتل دینے پہنچا وہ جب آتا تھا تو اس کے گروہ والے اس کے استقبال کے لئے گاتے بھاتے باہر نکلتا کرتے تھے، دوسرے لوگ لوگوں بھی اس قافلے میں نکلتا خریدتے اور اسے دل بھانے کے لئے وہاں جایا کرتے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ لوگ وجہ کے حسین چہرے سے دل بھانے کے لئے یعنی اسے دیکھ کر ہی خوش کرنے کے لئے جایا کرتے تھے۔ کیونکہ کہاں جاتا ہے کہ وہاں قدر حسین و جمیل اور خوبصورت شخص تھا کہ جب وہ آتا تو کوئی عورت ایسی نہیں ہوتی تھی جو اس کو دیکھنے کے لئے باہر نہ نکل آتی ہو اس لئے ممکن ہے کہ لوگ اس گاتے بھاتے سے لطف اندوز ہونے نیز وجہ کے چہرے کو ایک نگاہ بھر کر دیکھنے کے لئے وہاں جاتے ہوں۔

فرس اس وقت آنحضرت ﷺ جہد کا خطبہ دے رہے تھے کہ ابوبکر وجہ کا قتل دینے پہنچنے کا شور مچا ہوا، نتیجہ یہ ہوا کہ تمام لوگ اٹھ اٹھ کر قافلے کی طرف بھاگ گئے اور آنحضرت ﷺ کے پاس قریب آباد کوئی بیٹھے روکے۔ عاصم بن ہاشم نے اپنی قمیص میں تقریباً کے بھانے پر دھری کوئی رو جانے کا ذکر کیا ہے، اب ابن لوگوں کے علاوہ باقی تو میوں کا اٹھ کر چلے جانا ممکن ہے خطبہ کے دوران اس کے لوگوں پر سے ہونے سے پہلے وہاں ہو یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے بعد کے ہوں۔ پہلی صورت میں ممکن ہے بھاگنے والے لوگوں میں سے آئے وہاں آگئے ہوں جن سے چالیس کو میوں کی تعداد پوری ہو گئی ہو اور اس درمیان میں لہا

وقت بھی نہ گزرا ہو، پھر بھاگنے کی وجہ سے انہوں نے غلبہ کے جولوکاراں نہیں سنے تھے، آنحضرت ﷺ نے دوبارہ ان کو خط لکھا، اب یہ بات امام شافعی کے اس مسک کے خلاف نہیں ہوتی ہے، جس میں انہوں نے چالیس آدمیوں کے غلبہ کے لوکاراں سننے کو ضروری قرار دیا ہے۔

مقابلہ کرتے ہیں کہ وہ لوگ غلبہ کے دوران تیسری مرتبہ اٹھ کر بھاگے جس پر اٹھ تھائی نے یہ کہتے
جزل فرمایا۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْحَقُّ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝

ترجمہ: سطور اچھے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ لوگ جب کسی تبدیلی یا مشغلی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف دل لگانے کے لئے ٹھہر جاتے ہیں اور آپ ﷺ کو کھڑا ہوا ہوا دیکھ جاتے ہیں۔

نماز سے پہلے خطبہ کا معمول :-..... اس کے بعد آنحضرت ﷺ نماز جمعہ سے پہلے خطبہ دیتے تھے تاکہ لوگ ایسے سو قدیم نماز کی وجہ سے اٹھ کر نہ جا سکیں، اسی بات پر اہل علم منتظر ہو چکا ہے لہذا احسن بصری کی حفاظت کی وجہ سے اس میں کوئی شبہ نہیں پیدا ہوتا بلکہ اب بعض علماء نے یعنی شافعی فقہاء کا قول یہ ہے جو جمعہ کی نماز کا دونوں خطبوں کے بعد واجب ہونا بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے جمعہ کی نماز کا دونوں خطبوں کے بعد ثابت ہے یعنی یہ بات متعین ہو چکی ہے۔

زہری سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ خطبہ دیتے، یعنی گزشتہ خطبے کے علاوہ قرآن میں یہ

فرماتے۔

”ہر چیز میں آنے والی ہے اور سب قریب ہے، مگر آنے والی چیز تم سے دور نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جلد بازی کی وجہ سے جلدی نہیں کرتا، اور نہ لوگوں کی وجہ سے کاموں کی رفتار سست کرتا ہے لوگ ایک بات کی خواہش کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ دوسری بات کا ارادہ فرماتا ہے، اور چونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے لوگوں کا چاہنا نہیں ہو سکتا اور چونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ ضرور ہو کر رہتا ہے خواہ لوگوں کی خواہش کے کتنا ہی خلاف کیوں نہ ہو، ہر چیز اللہ کے نزدیک قریب ہے اس کو دور کرنے والا کوئی نہیں اور ہر چیز اللہ کے نزدیک دور ہے اس کو قریب کرنے والا کوئی نہیں اور کوئی بات اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ہو کر نہیں ہو سکتی۔“ تاہذا اعلم

آنحضرت ﷺ کی میرپانی کے لئے شوق و تگ و دو..... غرض ملا جملہ چار مہینے کے بعد آنحضرت ﷺ دوبارہ مدینہ کی طرف جانے کے لئے اپنی نونگلی پر سوار ہوئے۔ (ی) آپ ﷺ نے اس کی تمام اچھلی بھڑولی اور اس کو کوئی حرکت نہ دی۔ نونگلی ہاتھ بائیں (اس طرح لہا کیجئے گی) جیسے، چلنے کے لئے سست ہو اور نہ کا فیصلہ کر رہی ہے بلکہ دیکھ کر نبی سالم کے لوگوں نے (یعنی جن کے ہاتھ میں آپ ﷺ نے جملہ کی لہر چڑھی تھی، آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ جن میں جہان (میں) کے زور کے ساتھ ان ملک نونگلی اپنی عید اللہ ان ملک اور عید باہن صامت بھی تھے ہاتھوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

نبی سالم کی دور خواست :-..... "یار رسول اللہ! ہمارے یہاں قیام فرمائیے جہاں لوگوں کی تعداد بھی زیادہ ہے اور عزت و حفاظت بھی پوری حاصل ہوگی۔ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ، جہاں دولت و ثروت بھی ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ، "ہمارے قصبے میں تیرے ہم قعدوں میں بھی زیادہ ہیں اور ہمارے پاس تحصیل بھی ہیں، نیز ہمارے پاس باغات اور ذخیرہ بھی ہیں یار رسول اللہ! جب کوئی خوف و ہول نہ ہوگا اور ہمارے پاس

علاقہ میں آجائے تو وہ اہل سے ہی رہاں اگر پہلا موقع ملے۔

آپ ﷺ کا جواب :- آپ ﷺ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور شکر اکر فرمایا۔

اس کا معنی لوغنی کا راستہ پھوڑو یعنی یہ جہاں پہلا پہا ہے اس کو جانے دو کیونکہ یہ مامور ہے۔

یعنی یہ اہل حقانی کے حکم کے تحت خود چلے گی اور اس کو اپنی منزل معلوم ہے، ہاں یکے بعد آپ ﷺ نے ان کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت عطا فرمائے۔

بنی یمن اور بنی ساعدہ کی درخواست :- فرض اس کے بعد لوغنی چل چلی رہاں تک کہ بنی یمن کا خطرہ آیا، مردہ بنی یمن کا قبیلہ، یہاں بنی یمن سے آپ ﷺ سے درخواست کی ان میں زیادہ کن قبیلہ اور فروہ ابن عمرو بھی تھے انہوں نے بھی آنحضرت ﷺ سے وہی درخواست کی جو بنی سالم نے کی تھی، آپ ﷺ نے ان کو بھی وہی جواب دیا کہ یہ لوغنی مامور ہے اس کا راستہ پھوڑو، ہاں کے لوغنی آگے بن چکی اور بنی ساعدہ کے خطرہ میں پڑ گئی، بنی ساعدہ کے لوگوں میں سعد ابن عبادہ، منذر ابن عمرو اور ابو وہاب شامل تھے، بنی ساعدہ کے لوگوں نے بھی آنحضرت ﷺ سے وہاں آنے اور قیام کرنے کی درخواست کی مگر آپ ﷺ نے ان کو بھی یہی جواب دیا کہ یہ مامور ہے اس کا راستہ پھوڑو۔

بنی نجار کی درخواست :- اس کے بعد لوغنی آگے بن چکی اور آخر بنی ہدی ابن تہار کے محلے میں داخل ہوئی، یہ آنحضرت ﷺ کے دوا عبدالمطلب کی نامہاں تھی، جوں ہی اس محلے کے شروع کے حصے میں لوغنی داخل ہوئی تو بنی ہدی کے لوگوں نے بھی آپ ﷺ سے وہی درخواست کی جو پہلے ذکر ہوئی، ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ سے کہا۔

”ہم آپ کے نامہاں، یعنی آپ ﷺ کے دوا کی نامہاں، اے میں ہاں لئے جگہ سے یہاں قیام فرمائیے جہاں شیعہ دوا کے علاوہ حضرات اہل حق بھی ہے اور ہم خود لوہیں بھی بہت ہیں اور آپ ﷺ کی حفاظت میں بھی بیش بیش ہوں گے، یہاں رسول اللہ ﷺ ہمیں پھوڑ کر رکھی اور کے یہاں نہ جائیے۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ، کیونکہ اپنی قوم میں ہی آپ ﷺ کے سب سے زیادہ حضور ہیں اس لئے کہ ہم آپ ﷺ کے دشمنے دوا ہیں۔“

بنی نجار کی خوش نصیبی :- آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی وہی جواب دیا کہ یہ لوغنی مامور ہے، چنانچہ لوغنی چلتی رہی یہاں تک کہ کچھ آگے جا کر بنی ہمد کے اسی محلے میں ایک جگہ بیٹھ گئی، یہاں اب مسجد نبوی کی جگہ ہے۔ یعنی اب مسجد نبوی کے دروازے یا بھری جو جگہ ہے وہاں لوغنی بیٹھ گئی، یہ جگہ بنی مالک ابن نبہذ کے مکان کے دروازے کے پاس تھی اور حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر کے دروازے کے قریب تھی۔

حضرت ابو ایوب کی بختاوری :- حضرت ابو ایوب انصاری کا کام خالد ابن زید تہار انصاری تھا جو قبیلہ خزرج کے تھے، یہ صف کے مقام پر بھی اور دوسری تمام جگہوں پر بھی آنحضرت کے ساتھ رہے تھے، یہ حضرت علی کے ساتھ بھی رہے اور خاص طور پر یہ جنگ جمل، جنگ صفین اور عمروان کی لڑائی میں ان کے ساتھ تھے، حضرت معاویہ کے زمانے میں یہ زیادہ ابن معاویہ کے ساتھ ۵۰ یا ۵۱ھ میں شام کے علاقہ میں لڑے، ان کی وفات قطیفہ شمر کے قریب ہوئی اور وہیں ان کو دفن کیا گیا، زیادہ نے ان کے دفن کے بعد حکم دیا کہ ان کی قبر پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں تاکہ قبر کا نشان بالکل نہ رہے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس نے ایسا سٹلے کیا کہ کہیں کھار ان

کی قبر کھود کر نقش نہ نکال لیں۔ کیونکہ مشرکوں کو اگر قبر کا پتہ مل جاتا تو وہ ان کی قبر کھود ڈالتے اور نقش کی سہرا ستی کرتے۔

غرض نبی تہجد کے محلہ میں اس جگہ آکر لوٹتی خود بخود بیٹھ گئی مگر آنحضرت ﷺ فوراً اس پر سے نہ اترے تو زوی ہی دیر بعد لوٹتی یہاں تک پہنچاں کر کھڑی ہوئی اور محل چڑی اور چند ہی قدم مل کر گھر گئی آنحضرت ﷺ نے اسکی لگام چھوڑ رکھی تھی اس کے بعد لوٹتی پھر اسی جگہ واپس ہوئی جہاں پہلے بیٹھی تھی اور وہ بدو وہیں بیٹھ گئی۔ پھر اس نے اپنی گردن زمین پر رکھ دی اور بغیر منہ کھولے اس نے آواز نکالی، اسی وقت آنحضرت ﷺ لوٹتی ہی سے فرما کر آپ ﷺ نے فرمایا۔

”اے میرے پروردگار! مجھے مبارک جگہ پر ایسا طور تو ہی بہترین جگہ نصرا دے گا ہے۔“
 آپ ﷺ نے یہ جملہ پاد مرتبہ فرمایا، اس وقت آنحضرت ﷺ پر وہی کیفیت جاری ہو گئی تھی جو وہی کے چل رہے تھے اس وقت ہو چکا کرتی تھی، وہی کیفیت ختم ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔
 ”انشاء اللہ یہی قیام گاہ ہو گی۔“

اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنا سامان اندر لے کا حکم فرمایا۔
 ایک روایت کے لحاظ یہ ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔
 ”مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ ﷺ کا سامان اندر کر اپنے یہاں لے جاؤں۔“
 چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ سامان اندر کر اپنے گھر لے گئے۔ اسی وقت حضرت اسعد بن زدرہؓ آئے اور انہوں نے لوٹتی ہی مہرا اپنے ہاتھ میں لی اور پلے گئے، چنانچہ وہ لوٹتی ہی کے پاس رہتی تھی۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ سامان اندر لے گئے تو انہوں نے لوٹتی کو اپنے گھر میں لے جا کر اٹھایا، مگر ممکن ہے کہ اسعد بن زدرہؓ اس کے بعد لوٹتی کی لگام پکڑ کر لے گئے ہوں اور پھر وہ ان کے پاس ہی رہی ہو۔

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو انصار یوں نے قرعہ ڈالا کہ آپ ﷺ کسی کے یہاں آکر قریبی کے، اس قرعہ اندازی میں میرا ہی نام نکلا تھا، اس ہدے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں انصار یوں سے اس محلے یعنی نبی تہجد کے انصاری مسلمان سرو ہیں جن کے یہاں لوٹتی بیٹھی تھی۔

علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ جب نبی تہجد کے محلے میں اس جگہ لوٹتی نے بیٹھ کر اپنی گردن زمین پر ڈال دی تو نبی سلمہ کے ایک شخص جن کا نام جبار بنی صفر تھا اور جو بہت صالح مسلمانوں میں سے ایک تھے، لوٹتی کے پہلو میں جگہ کے دے کر اسے اٹھانے کی کوشش کرنے لگے، وہ ایسا کوشش کر رہے تھے کہ شاید لوٹتی کھڑی ہو جائے اور پھر نبی سلمہ کے محلے میں جا کر بیٹھ جائے (۴) کہ آنحضرت ﷺ کے قیام کی سعادت انہیں حاصل ہو، مگر اس کے باوجود بھی لوٹتی اپنی جگہ سے نہ اٹھی۔

انصار میں خیر و سعادت کی ترتیب :- ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔
 ”انصار یوں کے گھروں میں بہترین گھر نبی تہجد کا ہے۔ اس کے بعد نبی عبد اللہ اشمل کا، اس کے بعد نبی

حادث کا دور بھرنی سادہ کا دور انصاریوں کے سب ہی مگر ضرور کتہہ دے ہیں۔“

سعد ابنی عباد کے مجروح احساسات اور رد عمل :- جب حضرت سعد ابن عباد کو یہ بات معلوم ہوئی تو ان کے دل میں اس کی کچھ کھٹک ہوئی (کیونکہ وہ بنی سادہ کے قبیلے سے تھے) دیکھتے تھے لہذا انہوں نے کہا:

”ہمارے تمام ان چاروں میں سب کے بعد آتا ہے، میرا گھوڑا دشمن رسول اللہ ﷺ سے جا کر طوں گا۔“

مگر اسی وقت ان کے بھانجے سل نے ان سے بات کی اور کہا۔

بھانجے کی تمناؤں پر غلطی کا احساس :- ”..... کیا آپ رسول اللہ ﷺ کو جواب دینے اور آپ ﷺ کی

بات آپ ﷺ پر لوہانے کے لئے چاہے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ آپ سے زیادہ جانتے ہیں! کیا آپ کے لئے

یہی بات کافی نہیں ہے کہ آپ ان چار بھتر قبیلوں میں سے ایک تو ہیں چاہے چوتھے ہی کیوں نہ ہوں۔“

”بے شک اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔“

پھر انہوں نے گدھا انہیں لے جانے کا غم دیا اور اس بکھر سارا رو لیا۔

ایک دہائی تک ایسا ہی رہا کہ سل نے سعد سے یہ کہا۔

”دیکھ جاؤ، کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ آنحضرت ﷺ نے جن چار خانہ دلوں کا نام لیا ان میں ایک

تمہارا نام بھی ہے! جن خانہ دلوں کو آپ ﷺ نے پھوڑا پھوڑا کر قمیص فرمایا ان کی تعداد تو ان سے کس زیادہ

ہے جن کا آپ ﷺ نے نام لیا ہے۔“

اس پر حضرت سعد خاموش ہو گئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے گھٹکوں کا خیال پھوڑا دیا۔

بنی نجر میں خوشی کے شادیانے

جس وقت آنحضرت ﷺ مدینہ پہنچ کر بنی نجر کے یہاں اتارے اور آپ ﷺ نے ان کے خانہ داری کو عزت بخشی تو ان کی یہ ہدف ہاتھوں میں لئے خوشی سے سرشار باہر نکل آئیں اور یہ نغمہ گانے لگے۔

عن جندب بن عبد اللہ
عن محمد بن جندب

ترجمہ: ہم بنی نجر کے ہاؤسیوں میں سے ہیں اے خوشابخت کہ تمہارے ﷺ ہمارے ہاؤسی ہیں۔

یہ کوئی نئی کہ آنحضرت ﷺ باہر نکلے اور ان کے پاس آئے۔ پھر آپ نے ان لوگوں سے فرمایا، تم کیا تم مجھ سے محبت رکھتی ہو؟

انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا،

اللہ جانتا ہے کہ میرے دل میں بھی تمہارے لئے محبت ہی محبت ہے۔

مسئلہ: صحابہ کے متعلق احادیث..... ایک روایت میں کہ آپ ﷺ کے یہ لفظ ہیں کہ خدا کی قسم میں بھی تم سے محبت رکھتا ہوں۔ ایک روایت میں لفظوں کے تھوڑے فرق سے آپ ﷺ نے یہی بات تین مرتبہ فرمائی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بنی نجر ہی بنی نجر سے وہ ہدف پر گانا سننا جائز ہے۔ اسی کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی اس مرفوع حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لڑکی وہاں آئی جس کا نام سیرین تھا اس کے ہاتھ میں ایک دانوں کا جوس کوٹے ہوئے وہ لوگوں کے درمیان کھونٹے اور یہ نغمہ گانے لگی،

ہَلْ
اَبَا
نَبُوتٌ
عَلَيْكَ
وَرَبُّكَ
مُحَمَّدٌ

ترجمہ: ہاں میں تمہارے سامنے اس طرح نکلا ہوں تو آخر اس میں کیا حرج ہے۔

اس پر رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور آپ ﷺ نے فرمایا،

مکتا واللہ! اس میں کوئی حرج نہ ہو گا۔

اس بارے میں احقر خرم آگے کچھ تفصیل پیش کرے گا اس سلسلے میں یہاں محدود حدیثیں اور علماء کے اقوال نقل کئے گئے ہیں تاکہ دیکھنا اور سمجھنا آگے کے قارئین کو دیا جائے گا۔

عید کے دن حضرت عائشہؓ کا صحابہ..... اسی طرح حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، اس وقت میرے پاس دھندلی لڑکیاں بیٹھی ہوئی گا رہی تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ عبا بن جراحؓ کی تھیں، آنحضرت ﷺ ان پر ہنس پڑے اور آپ ﷺ نے اس طرف سے رخ سوا لیا۔ اسی وقت حضرت ابو بکرؓ وہاں آئے اور انہوں نے مجھے واللہ! آنحضرت ﷺ فوراً ان کی طرف مڑے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں سنئے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے ذات کر فرمایا،

”یہ شیطان ہی ہے اور رسول اللہ ﷺ کے مکان میں؟“

حضرت ابو کزنہ نے مجھے ارشاد فرمائے یہ جلد دوم مرتب فرمائی اس وقت آنحضرت ﷺ چادر سے منہ ڈھکے ہوئے لیٹے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے اچھروں کو اور فرمایا،

”اے میں ان کے حال پر چھوڑ دو اور کہہ یہ عید کے دن ہیں“

کیونکہ یہ قربانی کی چیزوں میں سے ایک چیز تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ عید الفطر کا دن تھا اور ایک قول ہے کہ عید قربان کا دن تھا لیکن اگر دونوں عیدوں پر بھی یہ واقعہ پیش آیا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ربیع الثانی کی حدیث..... اقول۔ مخالف کہتے ہیں بخاری میں ربیع الثانی سے روایت کرتی ہیں کہ ان کی شب عروسی کی شام میں آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اس وقت ان کے پاس چھوٹی چھوٹی چایاں دف بجا کر ایک نذر بگاری تھیں اس میں وہ اپنے ان باپ دو لاکھ نوادہ کر رہی تھیں جو غزوہ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ آخر گاتے گاتے ایک لڑکی نے یہ مصرعہ چاھا کہ وہاں سے درمیان ایسے ہی موجود ہیں جو آنکھوں کی باتیں جانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سنا تو اس لڑکی سے فرمایا،

”یہ غلامت کوہ جس وی کو جو پہلے بگاری تھیں“

آپ ﷺ کی بخیر واپسی پر حبشی لڑکی کی نذر..... حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ ﷺ وہاں سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ کے پاس ایک حبشی لڑکی تھی اور اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

”یہ رسول اللہ! میں نے یہ سنتی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بخیریت اور ذمہ سلامت واپس واپس پہنچا دیا تو میں آپ ﷺ کے سامنے دف بجاؤں گی“

آپ ﷺ نے فرمایا،

”اگر تم نے یہ غلامی تھی تو بھلا“

چنانچہ اب وہ لڑکی دف بجانے لگی۔ اسی وقت وہاں حضرت ابو کزنہ آگئے مکہ و دف بجاتی رہی ان کے بعد وہاں حضرت عمر آگئے۔ لڑکی نے حضرت عمرؓ کی شکل دیکھتی ہی جلدی سے دف بزمین پر گر کر دیا اور اسے چھپانے کے لئے اس کے لوہے چھپ گئی۔ آنحضرت ﷺ نے لڑکی کا حضرت عمرؓ سے یہ خوف دیکھا تو فرمایا،

”اے عمر! شیطان بھی تم سے کاہتا ہے میں یہاں بیٹھا ہوا تھا اور دف بجاتی تھی پھر ابو کزنہ آئے اور وہ بھی بجاتی رہی مگر جیسے ہی تم آئے تو لڑکی نے اپنا دف پھینک دیا۔“

میں جب شیطان بھی تم سے پھانسا کرتا ہے تو اس کم عقل عورت کا تو شر ہی کیا ہے۔

حضرت امیرؓ اور باجے گائے کا سلع حرام ہے..... یہاں آنحضرت ﷺ کا ایک حدیث ہے کہ دف پر سلع سنانا اس کو شرعاً روایت کے خلاف نہیں جو آنحضرت ﷺ کے پیچھے میں آپ ﷺ کی منہاجت و اخلاص کے بیان میں گزری ہے کہ آپ ﷺ جاہلیت کی اس برائی سے بھولا رہے تھے جب آپ ﷺ قریش کی ایک گائے بجانے کی مجلس کی طرف پہلے اور راستے میں آپ ﷺ کو نیند آگئی تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ اس مجلس میں نہ پہنچ سکے تھے۔ کیونکہ یہاں صرف دف تھا جبکہ وہاں قریش کی ان مجلسوں میں دف کے ساتھ ڈامیر بھی ہوتا ہے اور ساز

جہاں تک گزشتہ حدیث میں مغفرت اور بکرم کا حرف کو حرماً کہنے کا قصص ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حرف کے سننے کو بھی حرام سمجھتے تھے اسی لئے اصول نے وہ حرف کو حرماً یعنی سداً اور باجاً سے تعبیر دی جس کا سننا حرام ہے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ علاج صوفیاء کے یہاں عام ہے اور اس کو محبت کی طرف سمجھنے والی چیزوں میں شہرہ بھی کیا گیا ہے اور اس سے موصوف کیا گیا ہے (مگر واضح رہے کہ اس قول میں صرف علاج کا لفظ ہے) بعض دوسرے علماء نے لکھا ہے کہ یہ علاج انھوں کے لئے سب سے زیادہ اہل ہے۔ (یہ اور ان چیزوں میں سے ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے نیز علاج کی تاثیر بے عقل جانوروں بلکہ درختوں تک پر محسوس اور مشاہد کی جاتی ہے جو بعض علاج سے بھی متاثر نہ ہونگے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کا مذاق خاصہ ہے اور اس کی طبیعت بالکل بے حس ہے۔

حضرت ابو بکر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر کا گزر جھٹی لڑکوں کے پاس سے ہوا تو کھیل رہے تھے اور ناچا پھاڑ کر چلنے لگا رہے تھے۔

قرآن مجید کے ہر حرف میں صوفیوں کی طرف سے ایسی ہیبت و شرم کی لہر تھی جتنی کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے وحی کی آواز تھی۔

ترجمہ: اگر تم وہابی سے گزرتے ہو تو ان کی میزبانی چاہتے تو وہ ہر قسم کی پریشانیوں اور تفتیشوں سے تمہاری حفاظت کرتے۔

(ی) آنحضرت ﷺ نے امن معینی لڑاکوں کی اس حرکت پر چاہے ہدیہ کی کا اعہدہ نہیں فرمایا۔ اسی سے ہندو نے اٹھائی علماء ہر قسم کے چارہ ہونے کی بدلیل پیش کرتے ہیں۔ جس میں غائی عربیت اور تصنیع نہ ہو کہ ہندو کو جو ذمہ دہر کہہ رہے تھے حلقہ کار کھل جائیں۔

سہارے کے سلسلے میں شافعی مسلک..... غرض ایسی مدت سی صحیح حد نہیں اور متواتر آہر ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سامنے نہ انصورت کو ازاد میں شعر پڑھے گئے جو ابھی دف کے ساتھ تھے اور ابھی بغیر دف کے تھے۔ چنانچہ ابن علی صادیٹ کی بنیاد پر اہلارے شافعی علماء نے دف بجانے کو جائز قرار دیا ہے چاہے اس میں کھو گھر و بھی ہوں جو سرور اور مسرت کے عقیدہ کے لئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اہلارے شافعی علماء نے ایسے شعر گائے اور ان کے سننے کو جائز قرار دیا ہے جن میں کسی کی تجویز برائی نہ دیان کی تھی ہو یا جس قسم کی کوئی عورت پر لڑنا ہو جیسے کسی عاشق کے فتن کا عقیدہ ہے یا کسی عورت ہمارے کے کے من و جوانی کی تعریف ہو۔ جہاں تک اس بارے میں اختلاف کا قصص ہے تو وہ مورد اسب کے سننے کی وجہ سے جیسے سالار اور ہاجے کا بے وقیمہ ہیں یا کسی عورت یا خوش شکل اور نور خیز لڑکی کی کنوارا جس کے سننے سے فتنہ پھیلنے کا ڈر ہوتا ہے۔

حضرت جنتی کا ایک قول..... حضرت حمید سے ایک قول منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ سزا گوارہ ہے مگر
 دالے لوگوں کی نہیں قسمیں ہیں (۱) سب سے پہلے تو عوام ہیں ان کے لئے یہ حرام ہے تاکہ وہ جہاں سے مخلوق

ہیں۔ (۲) دوسری قسم میں ذلیل و عاجز لوگ ہیں جن کے لئے جاننا ہے تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنے مجاہدات کو انہیں۔ اور (۳) تیسری قسم میں عارفین ہیں جن کے لئے یہ مستحب ہے تاکہ ان کے دل زاغہ نہ ہیں۔

اسی طرح کا ایک قول ابو طالب بھی ہے جس کو علامہ سروردی نے اپنی کتاب عوارف المعارف میں صحیح قرار دیا ہے۔ بعض دوسرے حواصی نے کھلم کھلا کہ تمام حکمرانوں تک کہ بے محمل جفاور بھی یہ فقرہ ہر بہت سے گریہ اہل بیت ہیں کہ وہ انہی آواز کو سننے کے محتاج ہوتے ہیں چنانچہ حضرت ذوالکمال علیہ السلام کے نئے من کر کے ایک وقت آئے حکمرانوں کے سر پر منڈانے لگتے تھے۔

سارے کے برخلاف صفوان کی حدیث۔۔۔ نگرانی میں شہر نے صفوان کو اپنی اس سے ایک روایت پیش کی ہے جس سے اس بارے میں اہل اہل پند کو تا ہے یہ صفوان ان صحابہ میں سے ہیں جن کی والدہ لاری فرماتی تھی ہے یعنی مواہد قلوب میں سے ایک ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ وہاں عمر ابن قراء آئے اور انہوں نے کب تکھلف سے عرض کیا،

پرسوں اللہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ عظیم مسئلہ فرمادی ہے کہ دف بجانے کے سوا کسی اور طریقہ سے روزی نہیں کا سکتا اس لئے جس کانوں کے سوا دوسرے نملوں کے لئے مجھے پہلا یہ عطا یہ فرما دیجئے۔
 کہہ بیٹے نے فرمایا۔

”تمہیں اس کی پہچانت نہیں مل سکتی کیونکہ عزت و نفعت کی۔ اسے خدا کے دشمن! (ص ۷۲) ہے۔ وہ خدا کی قسم اٹھاتی ہے کہ جب وہ پاک و نازیہ بھی دی تو قرآن اس میں سے دور و زنی پسند کرتی جس کو اللہ تعالیٰ نے تیرے اوپر ترجیح کر دیا تھا۔ اس فرق کو چھوڑ دیا جو حق تعالیٰ نے تیرے لئے حلال کیا تھا۔ اگر آج کے بعد تو نے اس طرح کی بات کہی تو میں تجھے ذرہ دوست بلادوں گا۔“

اب اس بارے میں یہ کہ جاسکتا ہے کہ یہ ممانعت اس صورت میں ہے جب کہ کوئی شخص ناف بجائے کو بھرا ہوا دے گا۔ اختیار کرے جو عمر و عمر کی ہے۔ جہاں تک آنحضرت ﷺ کے اس فقرے کا تعلق ہے کہ تو نے اس چیز کو اختیار کر لیا جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حرام کی تھی۔ تو یہ آپ ﷺ نے بطور مبالغہ کر فرمایا تھا کہ اس حرکت سے غرت پیدا کر دی جائے۔

سراج کے سلسلے میں صحیح مسلک فخریہ سراج کے سلسلے میں علماء نے متعدد احادیث قرآنی کی ہیں جن سے اس کے جائز ہونے کو ثابت کیا ہے۔ سراج میں انہوں نے صرف شعر کا لفظ اور ترجمہ سے گائے کو ہی شہر نہیں یہ بلکہ اس کے ساتھ دوق بہانے کو بھی لیا ہے۔ اور یزلام ثانی کے مسلک کے مطابق اس ہ قص کو بھی جائز قرار دیا ہے جس میں جسم کو قتل دینے ہزار انداز اور فانی و عریات کا دخل نہ ہو اس بارے میں جیسا کہ واقعہ معروف حرمہ نے گزارشہ سطرہ میں لکھا کچھ تفصیلات ہیں جو حالات و احوال کے تحت ہیں چنانچہ اس سلسلے میں کچھ تفصیلات یہاں قرآنی کی جاتی ہیں جو علماء و محدث کے مسلک کے مطابق ہیں اور اسے لکھ کر یہ قرآنی کی رو سے قرآنی میں جان کی جادہ ہیں۔

سلاٹ کے بارے میں ایک مختصر بات یہ ذہن میں رکھنی چاہئے کہ اسلام میں مسافر اور عمارتیں نے مختلف طریقوں سے اپنے حقوق کی تحفظ اور اطمینان کے متعلق کے لئے جدوجہد کی، جن کا مقصد عمارتیں اپنی عمارتوں اور ماحول میں زندگی میں قیام تک پہنچنا تھا۔ ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ایسے اعداد و شمار کو تلاش کرنا جو قیام کے

ساتھ سے ہائیں جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد، شکیبائی کی کئی ہے اور جو مشوقِ حق تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے دلوں میں ایک تازہ دلولہ لہرائی گئی ہے اور اس کی مدد سے حق تعالیٰ کی حقیقت میں ان ہی مدفن اور ذہن اور فہم کا صبر و قیام کے عجب حریف کو پائیدار کرتے ہوئے ایک سچے راستے پر مضبوط ہو رہے تھے کہ ان جیسے بزرگ اور بڑے فطرت پرستوں کے لئے قلمِ حقیق کا سامان نہیں بنتے تھے بلکہ تزکیہ نفس اور صفائی باطن کا درجہ بنتے تھے۔ اس سے اتنی بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ سماع کا حلقہ انسان کے احوال سے بہت لڑتی ہے کیا نکدہ اگر سنیے والا قہب کے ان خاص احوال سے سہرا نہیں ہے تو یہ وہ اس کے لئے حدود و ثغیر ہی محدود ہے۔

جہاں تک اس بات کا حقیق ہے کہ چاروں ائمہ میں سے کسی نے سماع کو جائز قرار دیا ہے تو اس بارے میں حضرت قنونی نے امام غزالی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ان ائمہ کی رائے یہی ہے کہ سماع حرام ہے۔ جہاں تک امام ابو حنیفہ کا حقیق ہے تو وہ سب حنفی کی اہم کتابوں سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک سماع جائز نہیں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے امام ابو حنیفہ کی رائے اس کے جائز ہونے کے متعلق نقل کی ہے۔ خود امام غزالی نے سماع کو مشروط طور پر جائز قرار دیا ہے کہ اگر وہ شرطیں پائی جاتی ہوں تو سماع جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔ علامہ حلی نے اس مسئلے میں کچھ روایتیں نقل کی ہیں جن کی بنا پر سماع کا جواز ثابت ہو سکتا ہے ان میں ایک تو حضرت عائشہ کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس وہ لڑکیاں گادری تھیں اور وہ عید کا دن تھا دوسرا واقعہ حبش لڑکی کا ہے جس نے آنحضرت ﷺ کی خبر سے واپس کے لئے خدو بانی تھی۔ تیسرا واقعہ دریغ بہت مسعود کا ہے۔ ان تین روایتوں کے جواب میں حضرت قنونی نے لکھا ہے کہ ان روایتوں میں غلطی سے مراد حویٰ قنور ترخم مراد ہے۔ جبکہ غلط صرف اس کام میں کہ کسی شعر کو رات آواز کر اور اگر چاہا جائے بلکہ غن مو سبتی کے قاعدوں کے مطابق قنور کے خصوصیات پر وہم اور صوتی حرکتوں کا کام ہے اور ان تین روایتوں میں اس خاص غلطی کو سبتی کا نہیں نام نہیں ہے۔ یہ تین غلطی روایتیں ہیں یعنی ان میں آنحضرت ﷺ کا نقل ظاہر کیا گیا ہے جبکہ اس خصوصیت کو سبتی کے دور میں آنحضرت ﷺ کے ارشاد موجود ہیں لہذا وہ خاص مو سبتی ان روایات کے باوجود جائز قرار نہیں دی جاسکتی جس کا سماع حرام ہے۔

اس تفصیل سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ غنای مختلف قسمیں ہیں۔ وہ غن جس میں مدحی ہو اور جو عروایت و فانی سے پاک ہو نہ ہے۔ مگر جیسا کہ کثر شدہ سطروں میں بیان کیا گیا یہ راستہ چاہے کتنا ہی سادہ ہو بڑے فطرت اور حدود و ثغیر کے دور ان ہی لوگوں کے لئے اس پر چلنا ممکن ہے جو اس راستے کے تمام فطرت سے باری طرح واقف ہوں اور ان سے بڑھ کر پورا سامان کر چکے ہوں۔ ظاہر ہے ان کا خلاصہ یہی لگتا ہے کہ ان کا حقیق غنصی احوال اور کیفیات و دلچسپی سے ہے۔

حضرت قنونی کہتے ہیں کہ جن روایات سے سماع کا ثبوت اور جواز ملتا ہے یہ غنابو سبتی کے جائز ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اصل میں شعر تو ایک معلوم کلام کا نام ہے جو نثر کے مقابلے میں ہوتا ہے۔ اگر مضمون اچھا ہے تو شعر بھی اچھا ہے اور اگر مضمون برا ہے تو شعر بھی برا ہے۔ جبکہ غن خاص فن اور غن کا نام ہے۔ آج کل سماع کی محفلوں میں جس طرح موسیقار اور قنور اور ان کے ساتھ بزم ساز کی بیٹھتے ہیں ظاہر ہے آنحضرت ﷺ کے دور میں بھی ایسا نہیں ہوا لہذا سماع کرنے والوں کو اس روشنی میں اپنے عمل کا جائزہ لینا چاہئے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ سے ایک مرتبہ سماع کے متعلق فتویٰ لیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اصل میں سماع کی مختلف قسمیں ہیں ان میں فرق کیا جاتا چاہئے ایک سماع وہ ہے جس سے دین میں نفع ہوتا ہے اور ایک وہ ہے جس سے تکلیف و غمگینی دور کرنے کے لئے رخصت ہے، حق تعالیٰ کا قرب چاہئے اور لوگوں کا بھی ایک سماع ہے اور امور دنیویہ پسند کرنے اور لوگوں کا بھی ایک سماع ہے جو لوگ مطہق سماع کو یعنی سر سبز سماع اور ناکا کو جائز قرار دیتے ہیں انہوں نے اس بارے میں بہت حد تک غلطی بھی گزرا لی ہے جو بے سہارا ہیں۔

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ ہاں مثالی وغیرہ میں آپ ﷺ نے ضرورتوں کو دفعہ بجانے کی اجازت دی ہے جہاں تک مردوں کا متعلق ہے تو آپ کے زمانے میں نہ کوئی مرد و احوال بجا تھا نہ عورت و دفعہ دی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ عید کے دن وہ لڑکیوں سے کہتیں کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اس قسم کی چیز میں باطل نہیں فرمایا اس بات کی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے لئے اس قسم کی چیزیں باطل تھیں اور وہ امت کے عادی نہیں تھے مگر اس لئے حدیثی اکابر نے اس کو شیطانی اور قرآن و حدیث آنحضرت ﷺ نے اس سے اس لئے چشم پوشی فرمائی کہ یہ عید کا دن تھا جس میں بچیاں کھیل کود سے دل بہلاتی ہیں اور یہ بات معلوم ہی ہے کہ حضرت عائشہ کس قسم تھیں لہذا آنحضرت ﷺ نے دین میں اسلامی کے پیش نظر اس پچھلے کھیل پر چشم پوشی فرمائی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ہی فرماتے ہیں کہ بعد کے جن علماء نے بحث کی ہے وہ اس لئے کہ وہ گانے بجانے کو تفریق علی اللہ کا ذریعہ ثابت کریں اور اصل کا شوق انہوں میں پیدا کیا جائے۔ ان کے خیال میں خدا اس سے خوش ہوتا ہے بلکہ بعض نے تو یہاں تک دعویٰ کر دیا ہے کہ خواص کے لئے یہ سماع قرآن کے سماع سے بھی افضل ہے کیونکہ اس سماع سے نفس خدا کی محبت سے سرشار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے لوگ اس سماع کے عادی ہو جاتے ہیں اور قرآن پاک اور اس کی تعلیم سے انہیں کبھی اور شغف پاتی نہیں رہتا کیونکہ قرآن کی تعلیم سے ان کے دلوں میں وہ گری و حرارت پیدا نہیں ہوتی جو ہنگ و دھب پر فوٹیکس سنتے ہوئے تالی گڑ کی گونجوں سے پیدا ہوتی ہے۔

لہذا ظاہر ہے کہ جو شخص اس قسم کے سماع اور اس گانے میں فرق نہیں کرتا جو عید وغیرہ کے خوشی کے موقعوں پر ضرور نہیں ملے گی اسے گانے لگتی ہیں تو یہ اس شخص کی غلطی ہے۔

یہاں امام شافعی کا مسلک سماع کو جائز قرار دینے کا بیان کیا گیا ہے مگر ابن تیمیہ نے ہی امام شافعی کا مسلک یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں اپنے لوگوں میں ایک ایسی چیز محمود کرتا ہوں جسے وہ براں سمجھتے ہیں اور یہاں ہے کہ انہوں نے اس کے ذریعہ انہوں نے لوگوں سے قرآن پاک پھل دیا۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل نے اس کو بدعت کہا ہے اور اپنے بعد کیا ہے۔

فرض حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ملت میں شامل اور خدا اور رسول پر ایمان رکھنے والے لوگوں میں سے کوئی بھی اس قسم کے سماع کا قائل نہیں ہے۔

لہذا اس میں کوہیٹ یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے امت کے سامنے وہ تمام باتیں کھول کر بیان فرمادی ہیں جو جنت کے قریب لے جاسکتی ہیں اور جہنم سے دور کر دینے والی ہیں۔ اگر اس ترویج سماع میں کوئی ایسی غلطی اور اچھلتی ہوئی قوائد اور اس کے رسول لوگوں کو اس سے آتشبار گزندہ دیکھتے۔

اس بارے میں اصل یہ ہے کہ پہلے ہر چیز کی حقیقت اور حقیقت پر غور کرنا چاہئے اور اس کے بعد اس کے حلال یا حرام یا مکروہ ہونے کے متعلق فیصلہ کرنا چاہئے۔ لفظ اٹھایا کا ایک نام ہے جس کی بہت سی قسمیں اور نوعیتیں ہیں مثلاً ایک وہ کام ہے جسے چاہے چاہے مگر حلالی کعبہ درجہ میں یا غیرہ کی بدولت کر دیتے ہیں۔ یعنی اس قسم کے اٹھانے کے ساتھ یہ جانتے ہیں کہ اسی طرح جلیبیجہ درجہ میں گانے گا کر لیا اور دوسروں کا شوق شدت سے کرتے ہیں۔ اسی طرح بعدی خزانوں کا گانا سننے کا گارہہ خزانوں کو حزنوں کی طرف ہٹاتے ہیں یہ سب گانے جانتے ہیں اور انہیں آنحضرت ﷺ نے بھی سنا ہے۔ یا مثلاً چھپے ذکر ہو کہ لام خزانوں نے سنا کہ بہت سی شرطوں کے ساتھ باوجود ا

ہے۔ اس لئے ہر حال میں اس کی سوجہ و حل کو درمستق یا جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پھر جہاں تک خاص سزا ہے جو کہ اس سے بھی اکثر و علمی یا کم قسمی کی وجہ سے اللہ عز و جل کی ہر اٹھانے کا نام آجاتی ہے اس لئے میں کا حکم نہ اللہ نے دیا اس کے در سوال نے صورت مثلاً اور سلف صالحین نے۔

جہاں تک قص کا تعلق ہے تو اس بارے میں امام ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ رقص کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی ابتداء نہ خدا اور نہ رسول نے دی بلکہ کسی امام نے۔ یہ ایک عام جملہ ہے جس میں تمام اماموں کے متعلق کہا گیا ہے کہ رقص مختلف طور پر سب کے نزدیک ناچنا ہے۔ علامہ علیؒ نے شافعی علماء کے مسلک میں ایسے رقص کو ناجائز قرار دیا ہے جو بغیر بے حیائی کے ہو اور جس میں جسم کو توڑا اور مختلف حالت ہوں اور اس کو مستحق فی حقیقت دی جائیں۔ ظاہر ہے ان شرائط کے بعد وہ پھر رقص ہی نہیں کہلانے کا بلکہ ایک عینا گانا ہو جائے گا جسے چل پھر کر گایا گیا ہو یا محض گول گول کر گایا گیا ہو کیونکہ رقص اور ناچ ایک مستقل فن ہے جس میں رقص اپنے جسم کی حرکتوں سے پوری پوری کیفیات کا اظہار، مظہر کئی اور بعض اوقات پوری پوری کہانوں اور واقعات کو پیش کرتے ہیں۔ لہذا جسم کی ایک سادہ حرکت کو جو بغیر کسی خاص مقصد کے ہو رقص سے تعبیر ہی نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ علیؒ خود شافعی عالم ہیں اور اپنے دور کے متقدم علماء اور مشہور ائمہ اور بزرگوں میں سے ہیں۔ لہذا اس بارے میں رائے کافی کرنا ہے۔ علیؒ اور غیر ضروری ہے۔

جہاں تک اسے مسلک اور تبار کی روش کا تعلق ہے، تفصیل سے پیش کر دی گئی ہے موقوفہ کے صاحب قسمی تاکہ لوگ کسی لفظ قسمی کا فہم نہ ہوں۔ یہ تفصیلات حضرت عبداللہ بن ابی طالبؓ اور امام ابن قیمؒ کی آراء کی روشنی میں درج کی گئی ہیں جو حضرت اس بارے میں تفصیلی لکھتی اور مملکت کے خواہشمند ہیں وہ حق المسلمین اور وجدہ مسلم کا معاملہ کر سکتے ہیں۔ (آخر تا ختم مر جب)

فرض آنحضرت ﷺ نبیؐ بنیاد میں حضرت ابویوب انصاریؓ کے گھر میں آئے کہ اس جگہ کو نئی کے چھپنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔

”ہمارے لوگوں، یعنی بنی ہاشم کے اس محلہ کے لوگوں میں یہاں سے سب سے زیادہ قریب مکان کوئی

ساتھ ہے۔“

حضرت ابویوبؓ نے عرض کیا،

”سیر لیا گھر سب سے قریب ہے اور ہم نے وہاں آپ ﷺ کا مکان بھی بنوایا ہے۔“

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا،

العراء مع رجله یعنی کوئی اپنے سالن کے ساتھ ہو جائے۔“

مطلب یہ ہے کہ جہاں سالن رکھا گیا وہاں سالن والا بھی رہے گا اس کے بعد سے ہی آنحضرت ﷺ کا یہ جملہ عرب کی ایک کلدت بن گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ابویہؓ سے فرمایا۔
”ہذا ہمارے سونے کی جگہ کا انتظام کرو۔“

حضرت ابویہؓ نے فوراً ہا کر انتظام کیا اور پھر آپ ﷺ سے اگر عرض کیا۔
”آپ ﷺ کے قیام کی جگہ کا انتظام کر دیا گیا ہے یا نہ ابوالفضلؓ کی برکتوں کے ساتھ تشریف لے چکے؟“

آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی حضرت ذیابن ماریؓ بھی ہیں مگر۔۔۔
اقول۔۔۔ موزن کہتے ہیں: ایک روایت میں ہے کہ (آپ ﷺ کے آنے سے پہلے ہی لوگوں میں یہ بخیر اعلان دیا تھا کہ آپ ﷺ کس کے یہاں ٹھہریں گے نہ کہ ہر شخص کی یہ طواعت تھی کہ آپ ﷺ کی قیام گاہ میرا گھر یا میرا مکان یا میرا محل ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔
”آبادات میں بنی نہاد کے یہاں قیام کروں گا جو عبدالمطلب کی بنائیل کے لوگ ہیں۔“
یہ بات آپ ﷺ نے ان کا اعتراف کرنے کے لئے فرمائی تھی چنانچہ صحابہؓ آپ ﷺ کو میرے علی دہاں چلے گئے۔

اب آنحضرت ﷺ کا جو ارشاد گزر رہا ہے کہ آبادات بنی نہاد کے یہاں اتروں گا۔ اس کا مطلب ہو گا کہ آبادات کے بعد آئے مالی کل میں۔ اب اس روایت کی بدولت میں بنی نہاد کے اس گزشتہ قول سے کوئی شبہ نہیں ہو گا چاہے جس میں انہوں نے آپ ﷺ سے کہا تھا کہ ہمارے یہاں تشریف لے چلے۔ یزید کو آنحضرت ﷺ کے اس جواب سے بھی کوئی شبہ نہیں ہو گا چاہے کہ یہ لوٹنے کا سوچ رہے۔ کیونکہ ممکن ہے آپ ﷺ کو بنی نہاد کے یہاں قیام کرنے کا کسی عزم یا باجہا نہ ہو۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ خصوصیت اس خاص جگہ اور مقام کی تھی جو بنی نہاد کے محلے میں تھی اور جہاں آپ ﷺ کو اترنا تھا وہ جگہ تھی جہاں آپ ﷺ کی لونگ تھی یعنی تھی۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ خود ہی پہلے یہ فرمایا تھا تھے کہ آپ ﷺ بنی نہاد کے یہاں اتریں گے تو دوسرے خاندانوں نے آپ ﷺ سے یہ درخواست کیوں کی، اس بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ شاید ان لوگوں کو آنحضرت ﷺ کی یہ بات معلوم نہیں ہوئی تھی یا انہوں نے یہ سمجھا کہ ممکن ہے اس بارے میں آنحضرت ﷺ کو اپنی رائے استعمال کرنے کا بھی حق ہو۔

بنی نہاد کے یہاں آنحضرت ﷺ کے قیام کرنے کے بارے میں لام نہایت نے اپنے قصیدہ ہجریہ میں ان شعروں میں اشارہ کیا ہے،

قَوِّتْ عَلَى قَوْمٍ بَدِئَتْ بِكَ
وَالْمَقَامُ

ترجمہ: آپ ﷺ ایک مہلک مہمان کی حیثیت سے اس قوم میں قیام فرما ہوئے اور آپ ﷺ خود انتہائی بلند شان اور اعلیٰ طبیعت کے مالک ہیں۔

قِيَامُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَرَفِ مَعْرُوفَةٍ
بَعْدَ أَنْ يَأْتِيَ الْبُكَاءَ وَالْحَنَنَ وَالشَّرَفَ

ترجمہ: اللہ انبی نبی کو آپ ﷺ کے اس قیام فرمانے سے اس قدر افراس حاصل ہوا کہ وہ اپنے اعضاء و
شرف کے واسطے کوٹھختے ہیں۔

اس گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے انہیں میں بھڑکنے اور آنحضرت ﷺ کے حق
سے یہ فرمانے کا وعدہ اللہ کے انجمن میں پیش کیا جبکہ آپ ﷺ قیام میں تھے (اور انگدانہ دین کے لئے روانہ
ہونے والے تھے) اس سے ان حضرات کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ یہاں معلوم ہوتا ہے کہ یہ
وعدہ آنحضرت ﷺ کے مکہ سے آنے کے فوراً بعد اور قہار میں قیام کرنے سے پہلے کا ہے، مگر یہ خبر میں کئی
جاننے کے بعد کا نہیں ہے لہذا مزید دلائل (کے بھڑکنے) سے مراد قہار والے لوگ ہیں۔

اسی طرح علامہ ابن جوزی کے اس قول کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ شاید آپ ﷺ نے ولایت میں نبی
نبی کے یہاں قیام کیا (ی) یعنی اس ولایت اور پھر نبی عمرہ میں حوف کے یہاں چلے گئے یعنی قہار میں (یعنی مکہ سے
آنے کے بعد آپ ﷺ نے پہلے نبی نبی کے یہاں قیام فرمایا اور ولایت میں گزاری، اس کے بعد آپ ﷺ کو قہار
میں خریف لے گئے جہاں آپ ﷺ نے گزشتہ تفصیل کے مطابق نبی عمرہ میں حوف کے یہاں قیام فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ ہلالی
مدینہ کے ایک محلے میں اتارے جس میں رہنے والوں کو نبی عمرہ میں حوف کہا جاتا ہے، آپ ﷺ نے اگلے یہاں
چودہ ولایت قیام فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے نبی نبی کے ایک گچ کو بلایا، وہ سب لوگ تھکے اور کھڑے ہو کر
آئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت بھی گریہ و غصہ میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ آنحضرت ﷺ
اپنی ساری پر سوار تھے اور حضرت ابو بکرؓ آپ ﷺ کے سر کا پتہ دے رہے تھے اور نبی نبی کے لوگوں کا گچ آپ ﷺ کے
گردن پر تھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی داغ بیل ابوبکرؓ کے گمر کے آگے آکر بیٹھ گئی۔

اس روایت میں بہت زیادہ انتقاد ہے جو ظاہر ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ عہد اللہ ابن
ابی ابن سلول کے پاس رہے، وہ کچھ ایسے بیچارے تھے کہ آپ ﷺ کا لہو اس کے یہاں اترنے کا قہار عہد اللہ ابن ابی
لے گا۔

”آپ ﷺ ان ہی لوگوں کے پاس چلے جائے جنہوں نے آپ ﷺ کو بلایا ہے اور ان ہی کے یہاں
ترہنے۔“

اس پر حضرت سعد ابن عبادہ نے عرض کیا،

”یہ رسول اللہ آپ ﷺ اس کی بات کا کوئی خیال نہ کیجئے آپ ﷺ ہند سے یہاں آئے ہیں اور غریب
دلوں کی یہ فتنہ ہے کہ وہ یہ سعادت حاصل کریں۔“

سردار منافقین عبد اللہ ابن ابی ابن سلول

ابن ابی کی بجائے اس..... ایک مرتبہ یہ ہوا کہ کسی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

”یا رسول اللہ! اگر آپ ﷺ عہد اللہ ابن ابی ابن سلول کے پاس جاتے (یعنی اس کا دل بڑھانے کے لئے) تو اس کے نتیجہ میں اس کی قوم کے دو لوگ بھی مسلمان ہو سکتے ہیں جو اب تک اسلام نہیں لائے اور خود اس کے دل میں جو خفا ہے وہ بھی دور ہو سکتا ہے۔“

چنانچہ آنحضرت ﷺ ایک گھر پر سوار ہو کر اسی وقت درج ہوئے اور آپ ﷺ کے چپے چپے ایک بڑا مجمع پیدل چلا۔ مگر جب آنحضرت ﷺ اس کے پاس پہلے تو اس نے کہا،

”میں تجھ سے دور رہ رہا ہوں، مجھے آپ ﷺ کے گھر سے کی بڑھت بڑی لگ رہی ہے۔“

اس پر ایک انصاری مسلمان نے اس سے کہا،

”تو اکی قوم پر رسول اللہ ﷺ کے گھر سے میں بھی تجھ سے بہتر خوشبو ہے۔“

اس جواب پر عہد اللہ ابن ابی کی قوم کے ایک شخص کو خضر آیا اور اس نے اس مسلمان کو گالیاں دیں۔ اس پر اس انصاری کی طرف سے مسلمان فتنے میں کھڑے ہو گئے اور عہد اللہ کی طرف سے اس کی قوم کے لوگ غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں گروہوں میں محرموں جو قتل اور ہاتھوں پر طرح سے لڑائی شروع ہو گئی اس سلسلہ پر حق تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی،

وَابْتَغِ الْفَقَارَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَلْيُؤَاغِتْهُمُ اللَّهُ (سورہ ہجرات پ ۶ ص ۹ آیت ۶)

ترجمہ: اگر مسلمانوں میں دھرم کرو، انہیں میں توہین کرو، میان اصلاح کرو۔

بجاری میں یہ واقعہ اسی طرح ہے۔ اسی شب یہ جویت بھی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کا عہد اللہ ابن ابی ابن سلول کے پاس سے گزر ہوا، اس وقت کچھ لوگوں کے پاس بیٹھا ہوا تھا ابن ابی نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر فرمایا،

”اے ابن ابی کبشہ نے اس سر زمین میں زبردست فساد پھیلا دیا ہے۔“

ابن ابی کے بیٹے کا عشق رسول۔۔۔ یہ بات عہد اللہ ابن ابی کے بیٹے حضرت عہد اللہ ابن عہد اللہ نے سن لی (یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ یہ دونوں باپ بیٹے ایک ہی نام کے تھے، یعنی باپ کا نام عہد اللہ ابن ابی ابن سلول تھا اور بیٹے کا نام عہد اللہ ابن عہد اللہ ابن ابی تھا باپ زبردست فریب کار اور منافقوں کا سردار تھا جبکہ اس کے بیٹے حضرت عہد اللہ ابن عہد اللہ صاحبِ عقل اور سچے مسلمان تھے اور رسول اللہ ﷺ کے پرانے دشمن ابی تھے)۔

ماں باپ کا اسلام میں جلتے درجہ..... غرض حضرت عہد اللہ نے باپ کا یہ جملہ سن لیا انہوں نے آنحضرت ﷺ سے جا کر کہا کہ اگر آپ ﷺ عہد اللہ ابن ابی کی قوم کے لوگوں کو اس کا سرکات کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں؟ آپ ﷺ نے حضرت عہد اللہ کے اس بندے کے جواب میں فرمایا،

”نہیں، بلکہ اپنے باپ کے ساتھ عزت و احترام کا معاملہ کرو۔“

منافق کا حسن ظاہر..... یہ ابن ابی نہایت خوبصورت اور چیلے بدن کا کوئی فساد ساتھ ہی اس کی منگھو بھی بہت صحت بھری تھی۔ چنانچہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی شخص کی طرف اشارہ ہے۔

وَابْتَغِ الْفَقَارَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَلْيُؤَاغِتْهُمُ اللَّهُ (سورہ ہجرات پ ۶ ص ۹ آیت ۶)

ترجمہ: اگر مسلمانوں میں دھرم کرو، انہیں میں توہین کرو، میان اصلاح کرو۔

خوشنما معلوم ہوں کہ اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ﷺ کی باتوں ہی میں کیا یہ ٹکڑیاں ہیں جو دہرے کے سداے لگائی ہوئی کھڑی ہیں۔

یہاں سارا قوانین الٹی ہے لیکن آیت میں منع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ (یعنی اس کو دیکھیں۔ کے بجائے۔ اس کو نہ دیکھیں۔) گناہ کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اس الٹی اپنی قوم کا یہ غور معزز آدمی تھا جس کو ساری قوم کے نمائندے کی حیثیت سے منع کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

ابن ابی کی بیہوشی اور قہر۔۔۔ زہری نے عمرو ابن اسامہ ابن زید سے روایت کیا ہے کہ فرجہ بدر سے پہلے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کو دس یا سولہ سو کر پہلے جس پر بالان بھی تھا، آپ ﷺ کے پیچھے اسامہ تھے۔ آپ ﷺ سعد ابن عبادہ کی یاد پر ہی کے لئے نبی حرث ابن عروج میں جا رہے تھے راہ میں آپ ﷺ عبادہ ابن ابی اسلمہ سلول کی ایک مجلس سے گزرے۔ یہ ایک لی علی مجلس تھی جس میں مسلمان بھی تھے یہت پرست مشرکین بھی تھے اور یہودی بھی تھے۔ مسلمانوں میں عبداللہ ابن رواحہ بھی تھے اس وقت تک خود عبادہ ابن ابی مسلمان نہیں ہوا تھا۔ فرض جب آنحضرت ﷺ وہاں پہنچے تو کوکے کے چلنے سے گرد و غبار اٹا ابن ابی نے جلدی سے ابی جہار ابی ناک پر دو کوئی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ سے کہنے لگا،

”ہم برادرانہ سے ملاؤ“

1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 2680, 26

آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو سلام کیا اور اس کے بعد آپ ﷺ وہیں حاضر ہو کر آپ ﷺ نے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلايا اور ان کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ اس کے جواب میں عبداللہ ابن ابی بکر سلول نے آنحضرت ﷺ سے کہا:

میں نے انھیں آگے بڑھنے سے روکا۔ انھیں کہہ دیا کہ یہاں سے ہٹ جائیں۔ انھیں کہہ دیا کہ یہاں سے ہٹ جائیں۔ انھیں کہہ دیا کہ یہاں سے ہٹ جائیں۔

اس وقت کے پاکستانیوں کے لیے

”یہ شک بارِ سوال تھا! آپ ﷺ ہمیں نصیحت فرمائیے اور خدا پاکے خوف سے ڈرائیے کیونکہ ہم اسے

ابن ابی کی آحضرت سے غصہ اور بیزاری کا سبب..... اس پر مسلمان، مشرک اور یہودی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے جس سے قرانی کائنات ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ پر ایمان کو غصہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان لوگوں کا طعنے فرد ہوا اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو کر یہاں سے حضرت سعد ابن عبادہؓ کیس پاس تھیں لے گئے آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا،

اے سعد اتم نے فیض علیہ حبیب بھیجی اس کی طرف سے کہا کہ، اس نے یہ کیا کیا۔“

مدرسہ اسلامیہ عربیہ اسلامیہ

تو رسول اللہؐ اس کو مخالف قرار دیتے ہوئے اس سے درگزر فرمایا ہے، کہ اگر قسم ہے اس خدا کی، جس نے آپؐ پر اپنی کتاب قرآن فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر جو کچھ نازل فرمایا اس کے ذریعہ حق سمجھ لیا ہے اس سے پہلے اس خلاف کے لوگ اس کو اپنا ہتھیار بنالے اور نتائج پرستانہ پر با حق ہو گئے تھے مگر بالآخر آپؐ اپنا

سچا پیچ لے کر آئے تو اس وجہ سے اس اچھی کی بدشاہی گھنٹی میں چمکی تو وہ جھٹلا اٹھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی یہ حرکت بھی ایسی وجہ ہے۔

چنانچہ یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے اس کو معاف فرمایا۔ واللہ اعلم

ابو ایوبؓ کے یہاں قیام کی مدت..... آنحضرت ﷺ اس وقت تک حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان ہی میں ٹھہرے جب تک کہ مسجد نبویؐ اور آپ ﷺ کا ایک نبردہ نہیں ہو گیا۔ آپ ﷺ کے قیام کا یہ عرصہ رجب الاول سے اگلے سال کے صفر کے مہینے تک کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ حضرت ابو ایوبؓ کے یہاں سات مہینے ٹھہرے۔

انصار کا جذبہ میزبانی۔۔۔ (قال ایوبؓ) آنحضرت ﷺ قباء میں عمار ابن حوف کے یہاں سے وفعت ہو کر مدینہ تشریف لائے تو اکثر صحابہؓ میں بھی وہاں سے مدینہ ہی آگئے جیسا کہ آگے آنے والی روایت سے معلوم ہو رہا ہے۔ اس وقت انصار یوں کے اور یہاں اس بارے میں دست کشی ہوئی کیونکہ ان میں سے ہر ایک خانہ دان کی خود بخش تھی کہ صحابہؓ اور سے یہاں ٹھہریں۔ آخر انصار یوں نے قیام صحابہؓ کے لئے دو تجربوں سے قرعہ اندازی کی اور ہر دم صحابہؓ قرعہ ہی کے ذریعہ انصار یوں میں سے کسی کے یہاں ٹھہرا اس طرح صحابہؓ میں انصار یوں کے گھروں میں ٹھہرے اور انصار یوں نے اپنا بدلہ دیا۔ امت ابن ابی نجران کیا۔

مسجد نبویؐ کی جگہ۔ مسجد نبویؐ کی جگہ میں وہ جگہ بھی آگئی تھی جہاں ابوالدار اسعد ابن زرارہؓ کی مسجد تھی۔ حضرت ابوالدار یہاں ان مسلمانوں کے ساتھ دعا کرتے کیا کرتے تھے جو ان کے پاس ہوتے تھے۔ یہ جگہ پہلے سہل اور سہیل کی تھی جہاں وہ گجوریوں کو شک کیا کرتے تھے اسکی جگہ کو عربیہ، عربی، قسطنطنیہ اور یہ کہاجاتا ہے شنیہ کہ جہاں خدا گجوریوں کو شک کرنے کے لئے بھیلائی جائیں اس کو اور وہاں میں فرمنے والے گھاناں کہا جاتا ہے۔ مدینہ آنے کے بعد آنحضرت ﷺ بھی اسی مسجد ابوالدار میں نماز پڑھتے تھے۔ حضرت ام زیدہ ابن ثابتؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ آنے سے پہلے میں اسعد ابن زرارہؓ کو کہاجاتے تھے کہ تم لوگوں کو پانچ روزہ کی نماز پڑھاؤ تھے اور سہل اور سہیل کے فرمنے میں انہوں نے جو مسجد بنائی تھی اس میں شامت کیا کرتے تھے۔ پھر آتم زیدہ کہتی ہیں کہ مجھے لب تک یاد ہے جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے بھی اسی مسجد میں نماز پڑھائی اور پھر یہی مسجد نبویؐ بنائی۔ یعنی فرمنے کے بعد جسے کو بھی شامل کر کے مسجد نبویؐ بنائی۔

چنانچہ اس تفصیل کے بعد اب مانعہ و مہالی کے اس قول سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہو گا جو انہوں نے زہری سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دائمی مسجد نبویؐ کی جگہ پر پہنچ کر چند تھی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی تشریف تھوری سے پہلے بھی اس جگہ پر مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے جو سہل اور سہیل کا فرمنے تھا یہاں صرف داع لریس بنی ہوئی تھیں مگر ہمت نہیں تھی اور اس مسجد کا قبلہ یعنی رخ بیت المقدس کی طرف تھا۔ یہ مسجد اسعد ابن زرارہؓ نے بنائی تھی اسی میں وہ پانچوں وقت کی نمازیں اور جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ بھی اسی مسجد میں نماز پڑھتے رہے۔

کتاب اجتماع میں ہے کہ اس مسجد میں قبلہ کی داع لریس اسعد ابن زرارہؓ نے بنائی تھی جس کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا۔ وہ ان مسلمانوں کے ساتھ اسی رخ میں نماز پڑھا کرتے تھے جو حضرت مصعب ابن عمیرؓ

کے مدینہ آنے سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ پھر حضرت مصعبؓ بھی یہاں آنے کے بعد بیت المقدس کی طرف دھا کر کے بنی نمونی چڑھتے رہے۔ یہاں تک کتاب احتیاج کا حوالہ ہے۔ مگر حضرت مصعبؓ کے مدینہ آنے کے سلسلے میں پیچھے جو تفصیل بیان ہوئی ہے اس کی وجہ سے اس بات میں شبہ ہے۔

مگر اٹھادی میں یہ ہے کہ مسجد نبویؐ کی تعمیر سے پہلے آنحضرت ﷺ مراہض طہن میں ملا چڑھا کرتے تھے۔ مگر ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کبھی مراہض میں بھی ملا چڑھی ہو کیونکہ آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ ملا کھوت ہو جائے تو آپ ﷺ جہاں بھی ہوتے وہیں ملاوا فرمایا کرتے تھے۔

جگہ کی خرید لاری اور قیمت غرض مدینہ پہنچنے کے بعد جلد ہی آنحضرت ﷺ نے حضرت اسد ابن زدرہ سے فرمایا کہ وہ پورا قلعہ زمین فروخت کر دیں جس کے ایک حصے میں مسجد بھی بنی ہوئی تھی تاکہ آپ وہاں مسجد بناسکیں۔ یہ جگہ حضرت اسد کی مگرانی میں تھی اور اصل میں وہ عتیم لڑکوں سل اور سبیل کی تھی جو حضرت اسد کی سرپرستی میں تھے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ دونوں لڑکے حضرت معاذ ابن عمروؓ کی تربیت و مگرانی میں تھے۔ اصل یعنی کتاب بیون الاثر میں ہے کہ یہی دوسرا قول زیادہ مشہور ہے۔ کتاب مواہب میں بھی یہی بات اس طرح کہی گئی ہے کہ پہلا قول مرہوناً تین کزد ہے۔ دونوں عتیم لڑکے بنی مالک ابن نبہار میں سے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سل اور سبیل حضرت ابوجاہؓ کی تربیت و مگرانی میں تھے۔ بعض معزز نے اس اختلاف کی روشنی میں کہا ہے کہ بظاہر یہ تینوں ہی کو بنی اسد ابن زدرہ، معاذ ابن عمروؓ اور ابوجاہؓ نے تصدیقاً عتیم لڑکوں کے دیکھ کر لے لیا تھا۔ ان کی طرف سے معاملات کرتے تھے کیونکہ یہ لڑکے ان کے چچا کی اولاد میں سے تھے۔ اسی وجہ سے ان کی سرپرستی کو ان تینوں ہی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوجاہؓ نے آنحضرت ﷺ کو پیش کش کی کہ آپ ﷺ یہ زمین لے لیں اور اس کی قیمت دہ اپنے پاس سے ان عتیم لڑکوں کو لو کر دیں گے مگر آپ ﷺ نے اس سے انکار فرمایا اور دس دینار میں آپ ﷺ نے زمین کا یہ قلعہ خرید فرمایا۔ یہ قیمت حضرت ابو کلا کے مال میں سے لائی گئی۔

ایک روایت میں یہاں ہے کہ (یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ زمین سل اور سبیل کی ہے) آپ ﷺ نے ان دونوں عتیم لڑکوں کو بلا پاد اور زمین کی خرید لاری کے سلسلے میں ان سے معاملہ کی کھٹکر فرمائی۔ ان دونوں نے عرض کیا کہ

”یا رسول اللہ! ہم یہ زمین آپ کو بیہ کر رہے ہیں۔“

مگر آپ ﷺ نے ان قبول کا یہ اور پہلو قبول کرنے سے انکار فرمایا یہاں تک کہ پھر آپ ﷺ نے دس دینار میں اس کو خرید فرمایا اور حضرت ابو کلا کو عتیم دیا کہ وہ ان دونوں کو قیمت لو کر دیں۔ اب گویا ان دونوں کو حقیقت کے اعتبار سے ہی عتیم کہا گیا ہے۔

ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنی نبہار کے لوگوں کو بلا پاد یہ غامباری نہیں ہے جن کا پیچھے ذکر ہوا یعنی اسد، معاذ اور ابوجاہؓ رضی اللہ عنہم! ہمیں ان کے ساتھ سل اور سبیل بھی ہے آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں سے فرمایا۔

”تم لوگ اپنی اس زمین کی قیمت لے کر مجھے فروخت کر دو۔“

المجلة

نہیں یہ سوال اٹھانے کے لیے ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے بلکہ اٹھ گئے گئے ہوئے ہیں۔"

مگر تب چنگل نے قیمت کے بغیر اپنے سے انکار کر دیا۔ (قال) ایک حدیث میں ہے کہ مسلمانین زولہ
نے ان دونوں تھیوں کو اس کے بدلے میں ایک بارہویہ یا تھاہوین خود ان کا تھاہوین یا ہنہ میں تھاہوین کہا ہے کہ
اس کے لئے ان کو جو بیاب نہ راضی کیا تھاہوین ایک قول کے مطابق مولا ابن عمرؓ نے جہاد کیا تھاہوین مختلف
روایوں میں موافقت پیدا کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ شاید ان تھیوں حضرت نے ہی ان لڑکوں کو کچھ نہ کچھ
مولا نے دیا تھاہوین اس پر یہ قیمت کے علاوہ تھاہوین (جو آنحضرت ﷺ نے دیئے تھے) ان تھیوں کی طرف اس بات
کی نسبت کر دی کہ ان کی اولاد ہی کے لئے اس قیمت کے علاوہ ان تھیوں نے حرم کچھ نہ کچھ کیا تھاہوین

[illegible]

یہودیوں کا ایک دور سخت طور اس کی تاریخ... اس دور سخت کو یہودیوں کا دور سخت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ بہ قریب ہو گا تو وہ وہاں طور اس کے یہودی لشکر کو قتل کریں گے تو اس وقت جو یہودی اس دور سخت کے پیچھے آکر پیچھے ہٹے وہ سخت اس یہودی کی غلطی تھیں کھائے گا تو اس کا پتہ نہیں چائے گا اس کے بعد اور پیشہ بھی دور سخت ہوں گے اگر ان کے پیچھے کوئی یہودی جان بچانے کے لئے پیچھے گا تو وہ دور سخت فوراً ٹکرا جائے گا۔

”اے رسول اللہ! کھٹی طرح اسلام کا قبہ نہیں ایک بیوی کی چھوڑا ہے“

وہ خود لوہاں آکر یہودی کے سامنے کھڑے ہو جائیں گے اور پھر انہیں تو اس کو لکھ دیجیں گے کہ یہ تو
 کر دیں گے۔ مگر یہ خود تو یہودی کی نشان دہی نہیں کرے گا بلکہ ان کو پتا دے گا۔ چنانچہ اسی وجہ سے
 اس کو یہودیوں کی نگاہوں سے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔

مسجد نبوی کا مہارک سنگ بنیاد۔۔۔ زمین کی خریداری کے بعد آنحضرت ﷺ نے مسجد کی تعمیر کا ارادہ فرمایا اور فقیہین کے مابین کا حکم دیا۔ مگر وہ چار ہونے کے بعد مسجد کی تعمیر شروع ہو گئی۔ حدیث میں آتا ہے کہ تعمیر شروع ہونے کے وقت آپ ﷺ نے اپنے دست مہارک سے پہلی اخبہ کی۔ مگر آپ ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا اور انہوں نے آپ کی اخبہ کے برابر ایک اخبہ کی۔ پھر حضرت عمرؓ آئے اور ایک اخبہ انہوں نے حضرت عمرؓ کی اخبہ کے برابر اخبہ کے پاس اخبہ کی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے اور ایک اخبہ انہوں نے حضرت عمرؓ کی اخبہ کے برابر

سنگ بنیاد رکھنے کی ترتیب اور خلافت..... انجی وہاں نے جو حدیث پیش کی ہے اس میں اس نے کہ قبر
خراب ہونے کے بعد پہلا حجر آپ ﷺ نے رکھا اور پھر اسی ترتیب سے ان تینوں متضاد کو ایک ایک حجر رکھنے کا
عہد یا جب وہ حجر رکھ چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا:
”میرے بعد کی خلیفہ ہوں گے۔“

ابو زرارہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کی سند بری نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کو حاکم نے مسترد کر میں
پیش کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔ ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ میرے بعد کی حضرات با حقید ہوں گے۔ مگر
علامہ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اس سند کے ساتھ یہ حدیث درست زیادہ غریب ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان سے یہ جو فرمایا کہ اپنا حجر عمر کے حجر کے
پاس رکھ دو اس سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان حضرات کے لئے آنحضرت
ﷺ کا یہ عہد واصل اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ ان تینوں کی قبریں اسی جگہ نہیں گی کہ اگر اس میں قبروں
ہی کی طرف اشارہ ہو تا تو اسی جگہ حضرت عثمان بھی دفن ہوتے جیسے حضرت ابو بکر کے برابر حضرت عمر دفن
ہوئے۔ اس لئے حقیقت میں یہ ان کی قبروں کی طرف نہیں بلکہ ان حضرات کی خلافت کی ترتیب کی طرف اشارہ
تھا۔ کیونکہ اس کے بعد آپ ﷺ کا جو یہ جملہ ہے کہ میرے بعد کی خلیفہ ہوں گے اس سے خلافت کی ترتیب
ہی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ اس کے بعد سنگ بنیاد رکھوانے کے اس واقعہ کے سلسلے
میں آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ میرے بعد خلافت کا معاملہ ہے۔

حاکم کے اس حدیث کی صحیح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ حضرات کے نزدیک اس بارے میں سوال
ہے کہ یہ قول کسی صحیح میں نہیں آیا ہے یا میرے ہو سکتا ہے کہ شیخین کی صحیح مراد ہے۔ جہاں تک حاکم کے اس
قول کا تعلق ہے کہ علامہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ انجی وہاں کی اس حدیث کو وہ حدیث کی مصداقت نہیں ہوتی
کیونکہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عثمانؓ نے آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد کہا تھا کہ آنحضرت ﷺ
نے کسی کو اپنا خلیفہ یا جانشین نہیں بنایا تھا۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ان تینوں کی بات کا مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت اپنی جائیگی کے
سلسلے میں آنحضرت ﷺ نے اس قسم کی کوئی بات نہ فرمائی۔ اب ظاہر ہے اس سے خلافت کے سلسلے
میں آنحضرت ﷺ کے اس اشارے کا انکار ثابت نہیں ہو جاتا۔ اس سے آنحضرت ﷺ کے اس سلسلے میں کوئی
شبہ پیدا نہیں ہوتا ہے کہ میرے بعد کی خلیفہ ہوں گے کیونکہ خلافت سے صرف انتظام حکومت ہی مراد نہیں ہوتی
بلکہ یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ علم میں آپ ﷺ کے خلیفہ ہوں گے۔

علامہ ابن جریر شافعی نے بھی اس سلسلے میں اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں کہتا ہوں اس بات میں
یعنی حجر رکھوانے اور آپ ﷺ کے یہ فرمانے میں کہ میرے بعد کی خلیفہ ہوں گے یہ اہل ہے کہ اس میں علم
و ہدایت کی خلافت مراد ہو کہ جہاں تک انتظامی خلافت کے لفظ کا تعلق ہے تو وہ عام طور پر موت کے
قریب ہو کر آتا ہے بلکہ اگر اس کے مقابلے میں کوئی ایسی روایت ہو گی جو اس کے خلاف ہو تو اس سے مضبوط اور
مستحکم خاص دلیل ملے نہیں ہوگی۔ یہاں تک علامہ شافعی کا کام ہے۔

تیسرے مسجد کا آغاز..... غرض اس کے بعد آپ ﷺ نے عام مسلمانوں سے فرمایا کہ اب حجر رکھنے شروع

کر دو۔ مسلمانوں نے جہروں سے فیوہری بحرئی شروع نہیں جو تقریباً تین ہاتھ گہری تھیں۔ اس کے بعد انہوں کی قبیلہ اٹھائی گئی۔ دونوں پہنچ جہروں کی پہلے لڑیں تاکہ گہورے کی گہورے کی پھٹ جاتی تھی اور گہورے کے تھوں کے ستون بنائے گئے۔ دیواروں کی اونچائی تھ تو کم تھی۔

مسجد کی نوعیت قرآن عظیم سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد بنانے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا،

”میرے لئے چھوٹے اور بڑے کا ایک ایسا نمونہ بنو جیسا سوئی طیبہ السلام کا قہار اور ایک ایسا ہی عمارت یعنی سامان بنو جیسا ان کا سامان تھا مگر یہ کام جلد ہو جانا چاہئے۔“

آپ ﷺ سے یہ چھوٹا کیا کہ سوئی طیبہ السلام کا سامان یا پھر کیا تھا؟ آپ نے فرمایا،

”وہ ایسا تھا کہ جب وہ اس میں کھڑے ہوتے تو ان کا سر پست سے ٹک جاتا تھا۔“

اب گویا مراد یہ ہے کہ میرے لئے جو پھر دلوں کی اونچائی بھی اتنی ہی ہو کہ میں کھڑا ہوں تو پست سے ٹک جائے یا تھ اٹھائیں تو پست کو پہنچ جائیں۔ اب ان دونوں باتوں میں موافقت کی صورت یہ ہے کہ ایسا پھر دلوں کو اس تحصیل کے قریب قریب ہو یعنی اس کی پست سے زیادہ اونچائی نہ ہو۔ اب آگے آئے والی اس روایت سے کوئی شبہ پیدا نہیں ہو گا جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے پست کی اونچائی سات ہاتھ رکھنے کا حکم فرمایا۔ ہر حال یہ اختلاف قائل خود ہے۔

حافظہ سہیلی کی سیرت میں ہے کہ آپ ﷺ سے یہ چھوٹا کیا کہ اس میں پست نہ ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں چھوٹے اور بڑے کا ایک ایسا نمونہ بنو جیسا سوئی طیبہ السلام کے نمونے میں تھا۔ حضرت حسن بحرئی سے کہی گئی ہے یہ چھوٹا کہ سوئی طیبہ السلام کا نمونہ یا کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا ایسا کہ جب وہ اس میں ہاتھ اٹھاتے تو وہ پست سے جاتھا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مسجد بنانی بنانے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ نئی نگر نکل طیبہ السلام نے کہا ہے کہ اپنے بھائی سوئی طیبہ السلام کے نمونے سے جیسا پھر دلوں کو اونچائی میں سات ہاتھ اونچائی دلائی اور وہ سات ہاتھ اپنے تھے کہ پست تک ان کا سر پہنچا تھا اور اس میں کراہت نہ ہو۔ ”مگر اس کام میں جلدی ہونی چاہئے۔“

اب یہاں یہ اشکال ہو چکا ہے کہ اس کا مطلب ہے سوئی طیبہ السلام کا قہ سات ہاتھ لمبا تھا مگر یہ بات اس مشہور قول کے خلاف ہے جس میں ہے کہ سوئی طیبہ السلام کا قہ چالیس ہاتھ لمبا تھا اور ان کی لمبائی کا معیار تھا اور اتنی ہی لمبائی کی ایک تھی۔

مسجدوں کی گورائش ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا،

”مجھے مسجدوں کو جانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے شاید یہ بات اس وقت فرمائی جبکہ انصاری مسلمانوں نے آپس میں بہت ساہل و دلت اٹھا کیا اور اس کو آپ ﷺ کے پاس لے کر آئے۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

”یہ رسول اللہ! یہ مسجد بنائے اور اس کو کراہت کراہت ہم اس کو پھر کے نیچے کب تک نواز رہیں گے؟“

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حبیب لوگ مسجد میں آئے اور ان کی وضو کرتے تھے کہ جب ہی قیامت قائم ہوگی۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ قیامت قائم ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہی نکلتی ہے کہ حبیب لوگ مسجد میں اپنے ہی اثرات و فرائض کرنے لگیں گے جیسے یسویٰ اور خضر علی اپنے تخلصوں اور گرجاؤں میں ازب و زحمت کرتے ہیں۔

فرض مسجد کی رحمت سمجھ کر پھل اور پتیوں کی قحطی اور اس پر تھوڑی سی مٹی تھی۔ اس لئے حبیب پادشہ جی تو انہوں پر ہاتھ نہ دیا۔ مٹی سے ملا ہوا حور کہ لاہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسجد کے اندر کچھ نہ پائی تھی یہ دیکھ کر مسلمانوں نے کب تک سے عرض کیا،

”یاد سولی اندھ و اگر آپ تکھے غم میں تو رحمت پر زیادہ مٹی بچھادی جائے تاکہ اس میں سے پانی برس کر اندر نہ پئے۔“

مگر آپ تکھے نے فرمایا، نہیں ایک ایسا ہی پھیر جیسا مٹی میں اسلام کا پھیر تھا۔ چنانچہ آنحضرت تکھے کی وفات تک یہ رحمت ایسی رہی۔

تغییر کے کام میں آنحضرت تکھے کی شرکت ... مسجد کی تغیر کے وقت تغیر کے کام میں تمام مسلمان صحابہ اور اصحابوں نے حصہ لیا۔ یہاں تک کہ خود آنحضرت تکھے نے بھی۔ نہیں نہیں اور اپنے ہاتھ سے کام کیا تاکہ سب مسلمانوں کو کام کی ترقیب ہو۔

(قال) چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت تکھے اپنے پناہوں میں، بحر بحر کر و تیش و صومے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اپنی پیادہ میں بحر بحر کر و تیش لار ہے تھے یہاں تک کہ آپ کا سینہ مہلک لہذا کہو ہو گیا اس وقت کہ تکھے یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

هَذَا هَذَا هَذَا هَذَا هَذَا هَذَا
هَذَا هَذَا هَذَا هَذَا هَذَا هَذَا

ترجمہ: یہ پوچھو غیر کی سمجھو کہ پوچھو نہیں ہے بلکہ پوچھو دیکھو ایک پوچھو سب سے زیادہ حمد و ثناء پوچھو ہے۔
ان شعروں میں صلی (پوچھو) محمول کے معنی میں ہے ایک روایت میں اس کو حمل کہ کیا ہے جو حمل کی جمع ہے جس کے معنی ہیں اس کی یہ صورت بھی ہو سکتی ہے۔ کبھی تو صاف ہے مگر یہ دوسری مناسب حال نہیں ہے کہ کہہ دو حبیب ہی مناسب ہو سکتی ہے حبیب کہ غیر کے لغت۔

بھی آپ تکھے یہ شعر پڑھتے تھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْاَمْنُ وَالْاَمْنُ وَالْاَمْنُ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْاَمْنُ وَالْاَمْنُ وَالْاَمْنُ

ترجمہ: اے اللہ! اصل اور حقیقت میں اگرچہ کہو ہے وہ آخرت ہی کا اجر ہے اس لئے تو انصار اور صحابہ پر رحمت فرما کہ وہ اسی اجر کی اس اور تمنا کرتے ہیں۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ یہ شعر ایک انصاری عورت کا ہے اس کا دوسرا شعر یہاں قلمی کا آخری

یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْاَمْنُ وَالْاَمْنُ وَالْاَمْنُ
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْاَمْنُ وَالْاَمْنُ وَالْاَمْنُ

فرمے ہمارے آپ ﷺ مسلمانوں کو جنم کی ہولناکی آگ سے چھانپے گا کہ وہ آگ کس کس اور کس کس کی لئے ہے۔

آنحضرت ﷺ اور شعر ۔۔ بخدی شریف میں اس مصرعہ کے الفاظ اس طرح ہیں۔ فَاتَّخَذُوا نَصْرًا
وَالْمُهَاجِرَاتِ خُورًا آنحضرت ﷺ نے ہی اس شعر کو وزن سے نکال کر پڑھا تھا جبکہ شعر پڑھتے ہیں یہ
تپ ﷺ کی حالت تھی کہ آپ شعر کو پڑھ کر کے پڑھا کرتے تھے اس کی تفصیل آگے کی ہے۔

اسی طرح ایک روایت کے الفاظ میں آپ ﷺ نے فلو جنم کے لئے فَاتَّخَذُوا نَصْرًا اور ایک روایت کے
مطابق فَاتَّخَذُوا نَصْرًا ایک روایت میں یہ شعر ہی اس طرح کر ہے۔

فَلَقَّيْنِ الْفُلَّيْنِ
فَلَقَّيْنِ الْفُلَّيْنِ
فَلَقَّيْنِ الْفُلَّيْنِ
فَلَقَّيْنِ الْفُلَّيْنِ

ترجمہ اسے اندازاً آخرت کی بھائی اور خیر کے سوا کوئی خیر نہیں ہے بلکہ تو صابریں اور انصاریں پر اپنی رحمت فرما
ایک روایت میں فَلَقَّيْنِ الْفُلَّيْنِ وَالْمُهَاجِرَاتِ خُورًا ہے۔ علامہ ذہری سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس شعر
کو اس طرح پڑھا تھا کہ پہلا مصرعہ فَلَقَّيْنِ الْفُلَّيْنِ لایحہ اور دوسرا مصرعہ فَوَجَّعَ شَيْبَةَ بَعْرَيْنِ وَالْانْصَارِ اس کی وجہ یہ تھی
کہ آپ ﷺ اگر کبھی کسی مثال کے لئے بھی شعر پڑھتے تو اس کو شعر کی وزن پر ہائی نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ یہاں
دوسرا مصرعہ بالکل وزن سے ہٹا ہوا ہے مگر خواہ پختہ مصرعہ بھی وزن سے گرا ہوا ہے۔ کیونکہ اگر اللَّهُمَّ میں سے
الف لام نکال کر اس کو لا فوج پڑھا جائے تب شعر کا وزن درست ہو گا اسی طرح فَوَجَّعَ کے ج کے لئے فَوَجَّعَ کہا
ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ یہ شعر میں انصاری عورت کے ہیں اس لئے ان کو اسی طرح یعنی لایحہ اور قارہہ کی
صورت میں پڑھا ہو گا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس کو بدل کر وزن سے گرایا۔

علامہ ذہری سے یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مثال کے لئے بھی کوئی شعر موزوں حالت
میں نہیں پڑھا سوائے اس شعر کے ہذا اللعان ہذا اللعان میں شعر ہذا اللعان کا قصہ ہے تو اس کے شاعر کا
نام ابھی معلوم نہیں ہے۔ آگے علامہ ذہری کا ایک قول کر رہا ہے کہ یہ شعر خواہ آنحضرت ﷺ کی کا ہے مگر اس
بارہ میں شبہ ہے وہ بھی آگے آئے گا۔

کیا آپ ﷺ بھی شعر پڑھتے تھے؟ ۔۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ انی شاپ منی ذہری کا قول ہے کہ
بہمک کی حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ ان شعروں کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے بھی کوئی عمل یعنی موزوں
شعر مثال میں استعمال کیا ہو۔ انی مانڈکتے ہیں یعنی وہ شعر جو آپ ﷺ مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت دینیوں
ذمے لے کر پڑھ رہے تھے۔

مگر یہ بات علامہ ذہری کے ان گزشتہ قول کے خلاف ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے مثال کے
لئے سوائے ہذا اللعان کے بھی کوئی شعر موزوں حالت میں نہیں پڑھا (کیونکہ علامہ ذہری سے قول کا مطلب
یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے علاوہ بھی کوئی شعر وزن کے ساتھ نہیں پڑھا ہے کہ بعض علماء نے کہا۔
کے قول کو ایک دوسرے ہی انداز میں نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اس شعر کے سوا بھی کوئی اور موزوں شعر
مثال میں نہیں پڑھا۔ یہ بات ذہری کے مطلب کے بھی خلاف ہے کیونکہ ان کے قول کی یہ تفسیر اس حدیث پر بھی
مناسب نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کے علاوہ بھی عمل اور موزوں حالت میں مثال کے لئے شعر کا استعمال

فرمایا ہے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ غزوہ بدر کے متکلمین کے درمیان گھوم رہے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

يُغَيِّرُ عِلْمًا وَفَعْلًا
وَيُجَالِدُ غِيَا وَنَفْسًا
وَيُكَلِّمُ كَلْبًا وَنَجْمًا

ترجمہ: وہ علم اور فعل کی کو چٹائی توڑتے ہیں جو بھی بدلے لئے معزز تھے۔ یہ لوگ بلائے باطنی اور
دشمنہ اولیٰ کے حقوق سے غفلت کرنے والے لوگ تھے۔

کیا آپ ﷺ کے لئے شعر کرنا ممکن تھا؟..... کتاب مہلب میں ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے شعر کرنا غیر ممکن تھا شعر پڑھنا نہیں (یعنی آپ ﷺ نے چونکہ کبھی شعر نہیں کہا اس لئے یہ آپ ﷺ کے لئے ایسا کام نہیں تھا مگر جہاں تک شعر کو صحیح طور پر سمجھنے کی بات ہے وہ آپ ﷺ کے لئے مشکل نہیں تھا جیسا کہ اکثر وہ لوگ جو شعر و شاعری سے دلچسپی نہیں رکھتے شعر کو صحیح وزن اور اس کے مناسب زہدیم کے ساتھ پڑھ بھی نہیں سکتے بلکہ شعر کو غری طرح پڑھتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے سلسلے میں ایسی بات کا اندھ کرنا مقصود ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ میں اگر اپنی طرف سے شعر پڑھوں تو میں اس کی پروا نہیں کرتا کہ میں نے کس طرح کہا ہے۔

تفسیر کشاف میں ہے یہ صحیح ہے کہ ظہیر شعر کہنے سے معصوم ہوتے ہیں مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ شعر کو صحیح طور پر پڑھ بھی نہیں سکتے یعنی اس طرح کہ اس کا وزن اور بحر و قافیہ درست ہو۔

اقول۔ موافق کہتے ہیں: حافظہ میانی نے ہمارے ذہنی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا سوائے اس شعر کے جو جیسے ابھی گزرا ہے یعنی هذا الصعلان آگیا یہ شعر خود آنحضرت ﷺ کا ہے مگر یہ بات خود ہمارے ذہنی کے کوشش سے کہ وہ اس شعر کے خلاف ہے۔ غالباً یہاں ہمارے ذہنی کی عبارت میں کلمہ حصہ نقل ہونے سے وہ کیا ہے وہ اصل میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کوئی شعر نہیں کہا سوائے اس کے اور اس سے پہلے بھی آپ ﷺ نے کوئی شعر بھی نقل اور سوزاں حالت میں نہیں پڑھا تھا البتہ یہ بات ان کے کوشش سے قول کے خلاف نہیں رہتی۔

شعر پڑھنا ہی کام..... ہمارا تک اس بات کا تصدیق ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی شعر کو اس کے وزن پر باقی رکھا کہ نہیں پڑھا۔

یعنی اگر مثال کے لئے بھی شعر پڑھتے تو اس کا وزن سے گرا کر پڑھتے تھے۔ تو یہ بات حضرت مالک سے منقول ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا،

”کیا رسول اللہ ﷺ کبھی کوئی شعر بھی پڑھتے تھے؟“

انوں نے فرمایا،

آنحضرت ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ برا حکام شعر قلم سوائے اس کے کہ آپ ﷺ کبھی شعر کے اور یہ مثال سے دیا کرتے تھے مگر اس میں بھی آپ ﷺ شعر کے پہلے حصے کو آڑ میں اور آخر کے حصے کو بعد میں کر دیا کرتے تھے۔ یعنی اکثر آپ ﷺ اسی طرح پڑھتے تھے (مثلاً یہ مصرعہ آپ ﷺ یوں پڑھتے)۔

وہاں تک کہ ہم کرود ملاحیہ یعنی اس مصرعہ کی صحیح صورت آگے اکر جو رہی ہے ایسے ہی آپ اس مصرعہ کو اس طریق پر لکھا کریں۔

تكملي بالانجليزية واللب اللغوي بالهايا

جس کی اس قسم کی سب سے بڑا اسناد ہے اور جو حلقہ کوئی گورنمنٹ لے سکتا ہے وہ اس کے لئے ہے۔

قرآن سے ثبوت :۔۔۔ یہ مصرعہ حکیم عبد بنی نسمان کا ہے جو مشہور معروف شاعر ہے اور اصل میں اس کا مصرعہ اس طرح ہے کھن کھن والاعاصیل للعلو، ناعادہ اب آپ ﷺ نے اس مصرعہ کو اس طرح بدل کر چھاتو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ شاعر نے اسے اس طرح کہا ہے اور انہوں نے مصرعہ کو صحیح حالت میں چاہ کر چھاتو آنحضرت ﷺ نے دوبارہ اس کو اسی طرح چھاتو جس طرح پہلے ذائق سے کرنا کہ انا قادیب حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔

”میں کوئی دیکھوں کہ آپ ﷺ کے رسول ہیں (پھر انہوں نے آیت کا یہ حصہ پڑھا) وَمَا عَلَّمَهُ الْكِتَابُ ۖ یعنی ہم نے ان کو شعر و شاعری نہیں سکھائی ہے۔“

حضرت ابو بکرؓ کا یہ جملہ جس میں انہوں نے **وَمَا عَلَّمَهُ الْكِتَابُ** کا ثبوت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر کوئی غیر الہی مومنوں کی حالت میں جاری نہیں ہوتا تھا جب آنحضرت ﷺ نے تمہارے شعر پڑھے۔

المؤمنين الذين آمنوا بالله ورسوله أولئك هم الصالحون

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لئے یہ تمام قربانیاں ہیں جو تم کو بھی نہ فتنہ ہو نہ دلی ہیں کیونکہ اللہ اس کے احسانات بھی سمجھتی نہ فتنہ ہو نہ دلی ہے۔ تم آپ ﷺ نے فرمایا کہ طلب کمال اور کمال ایک امر ہے۔ آپ ﷺ سے پوچھا کہ سب سے

مشرق میں شاعر کون ہے تو آپ بتانے فرمائیے گے کہ،

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّهْدِي اللَّهُ سَبِيلَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّضَلُّ اللَّهُ سَبِيلَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ ذُو الْقُوَّةِ الْعَظِيمِ

قریباً ایک تہہ دریاں، جیسے نہیں کہ میں جب کبھی اپنی محبوبہ کے پاس گیا تو میں ہمیشہ اس کے پاس جا کر مغموم ہو گیا۔
چاہے اس نے فریب نہیں کی۔ نگاہ نہ کی۔

یہ اصل میں اس طرح ہے وحدت بها علیا وان لم یصلب مغفرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
آنحضرت ﷺ سے فرماتے ہیں،

”پادشاه! آپ پہنچے شاعر نہیں ہیں اور نہ ہی آپ پہنچے شعروں کی رویت کرنے والے یعنی دوسروں کے شعر سناتے والے ہیں۔“

(کیونکہ آپ ﷺ شعر کو موزوں حالت میں نہیں پڑھتے تھے) پیچھے حضرت عائشہؓ کی حدیث میں گزرا ہے کہ شعر آپ ﷺ کے نزدیک بدترین کام تھا اس سے مراد ہے شعر خود موزوں کرنا آپ ﷺ کے نزدیک بدترین عقیدہ ہے جیسا کہ پیچھے گزرا آپ ﷺ شعر سنا بھی کرتے تھے اور دوسروں سے پڑھوا بھی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ ﷺ حضرت کیسی شریک بن خضہ سے شعر پڑھا کر جا کرتے تھے اور اس کے شعر پڑھتے فرماتے تھے۔ جب وہیں شعر سنائی تو آپ ﷺ اولاً بے طور ہاتھ سے اٹھ کر فرماتے،

بعض موزن نہیں نے لکھا ہے، اس بات پر عالم کا اتفاق ہے کہ غزلیں میں اس سے بہتر شاعر نہ اس سے پہلے ہوئی اور نہ اس کے بعد ہوئی۔ اپنے اسی بھائی یعنی صمد کے حلقے اس نے جو شعر لکھے ہیں وہ شعر یہ ہیں،

تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ
تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ
تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ

ترجمہ: اس کی جگہ توں اور فیضوں نے مجھے عاجز کر دیا میرے عدم کیا نام اس شخص کے لئے آئندہ نہیں بجاتے

تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ
تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ
تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ

ترجمہ: اس کی تکرار کا ہر حال لیا قبول صمد لاری کی کثرت کی وجہ سے اس کے برابر کھ کے ذخیرہ رہتے تھے اور کم مری میں اپنے قبیلہ کا سردار ہو گیا تھا۔

حاصلہ جہاں الدین سیاحتی نے خضراء کی شاعری سے حلقے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام نورۃ العسلہ فی اشعار الخسراء ہے جو اس صورت کی شاعری صمدیوں اور حضرت کو ظاہر کرتی ہے۔

مجھے حضرت ہاشم کی حدیث میں گزرا ہے کہ آپ ﷺ بھی شعر کے ذریعہ مثال دیا کرتے تھے۔ اس میں بھی آپ ﷺ پہلے سے کو بعد میں اور بعد کے سے کو پہلے کر دیا کرتے تھے۔ یعنی اکثر آپ ﷺ اسی طریقہ پر کرتے تھے۔ یہی حال اکثر کی وجہ سے حضرت ہاشم کی اس حدیث میں کوئی مثال پیدا نہیں ہو سکتی جس میں انہوں نے کہا ہے کہ آپ ﷺ اس دو کو کے شعر سے بھی مثال دیا کرتے تھے۔

وَالْحَلِکَ بِالْأَصُولِ مَنْ لَمْ تَرَوْهُ

یا مثلاً حضرت ہاشم کی کاف کا قول ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو بھی شعر پر جتنے میں حاضرات ایک شعر کے،

تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ
تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ
تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ تَجَنَّبَ

ترجمہ: ہم میں جڑ کی طرف سے اس کے حلقے ایک قال کو یہ کہتے ہوئے کہ یہ چیز ضرور ہو جائے گی۔ جس چیز کو اس طریقہ سے کہا جائے وہ اکثر نہیں ہوتی۔

آپ ﷺ شعر کو موزوں حالت میں نہیں پڑھتے تھے..... کتب خضراء میں مندرجہ میں ہے کہ عاصم غزلی نے کہا ہے کہ مجھ تک ایسی کوئی حدیث نہیں ملتی کہ آنحضرت ﷺ نے بھی کوئی پورا شعر دوست و دشمن کے ساتھ پڑھا ہو، بلکہ یا تو آپ ﷺ پہلے صمد پڑھتے تھے اور بعد کا یہ صمد ہے، یا تو کل شمس ماحلا اللہ باطل یعنی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جڑ باطل ہے، یا آپ ﷺ شعر کا صرف دوسرا صمد پڑھتے تھے جیسے طرف کا یہ صمد ہے، وَالْحَلِکَ بِالْأَصُولِ مَنْ لَمْ تَرَوْهُ اس میں یہ شہ ہے کہ حضرت ہاشم کی گزشتہ حدیث میں اس کو اپنی روایت کا شعر کہا گیا ہے یا مثلاً شمس بن ہاشم نے غزلیں کی برائی میں چند شعر پڑھے تھے جو طرف ہی کے تھے ان کا آخری صمد ہے: وَفَتْحٌ مِنْ خَرَفٍ فَلْيَنْزِلْ فَلْيَنْزِلْ یعنی جو شخص ان کے شر میں پھنس جائے اس کے لئے وہ ذرہ دست شریں۔ اس صمد کو آپ ﷺ پڑھتے پڑھتے، وَفَتْحٌ مِنْ خَرَفٍ فَلْيَنْزِلْ فَلْيَنْزِلْ لیکن اگر آپ ﷺ بھی پورا شعر پڑھتے تو اس کو بدل دیتے یعنی اسے وزن سے کر لیتے۔ یعنی اکثر ایسا کرتے تھے جیسے عباس ابن مرداس کا شعر

لہذا جن میں ان میں سے کوئی نہ کوئی کچھ کلام آیتوں میں پائی جاتی ہے۔ اسی آیتوں کو عامہ جہلی سمجھتی ہے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً انکی آیات پاک میں سے ایک یہ ہے۔

فَنَقُضُوا عَهْدَهُمْ فَبَدَّلُوا (سورہ اہل عمران، پ ۳، آیت ۶۴)

یا مثلاً ایک دوسری آیت ہے

وَجَلَدُوا نَكَاحُوبَ وَقَتْلُوا زَيْنَبَ (سورہ سہاب، پ ۲۳، ص ۲)

اسی طرح ایک اور آیت ہے

نَحْنُ نَحْنُ اللَّهُ وَفَعْلُ نَحْنُ (سورہ صف، پ ۲۸، ص ۲ آیت ۳)

آحضرت ﷺ کی زبان سے جاری ہونے والے رجز یہ کلمات۔۔۔ ایت ہی مثلاً آحضرت ﷺ کے کچھ کلمات ہیں جن میں اتنی طور پر شعری وزن پیدا ہو گیا جس میں کسی لفظ کو مد مل نہیں تھا جیسا کہ آحضرت ﷺ کا یہ لفظ ہے۔

يَلِّ قَتَلَ لَا يَسْمَعُ رُفِيتَ
وَلِي سَبِيلَ اللَّهِ سَبِيْلَتِ

یعنی یہ بات اسی صورت میں ہے جبکہ اس کلام کو آحضرت ﷺ کا کلام مانا جائے کیونکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ ابن رواحہ کا شعر ہے اس لئے کہ یہ شعر ان اشعار میں سے ہے جو ان رواہ نے غزوہ بدر کے سلسلے میں کہے تھے یہاں ان کی اتنی زخمی ہو گئی تھی اور ان سے خون بہنے لگا تھا کہ ان شعر کے دوسرے مصرعہ میں ہی سبیل اللہ کے بجائے ہی بھگت اللہ ہونے کی جگہ رواہ ہے۔ مگر یہ ممکن ہے کہ کلمہ آحضرت ﷺ کا ہی ہو اور ان رواہ نے اس کو اپنی نظم میں شامل کر لیا ہو جیسا کہ بیان ہوا۔

ابن ابی نے لکھا ہے کہ رجز یہ یعنی جنگی اشعار کی قسموں میں آحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر صرف یہ ۱۱ قسمیں ہی جاری ہوئی تھیں ایک مہو کہ لہذا دوسرے مخطوطہ (یہ دونوں رجز یہ لہذا دوسرے شاعری کی اصطلاح میں ہیں۔

مہو کہ۔ یعنی ایسے رجز یہ مصرعہ کو کہتے ہیں جس کے دو حتمی حصے کو چھوڑ دیا نکال دیا گیا ہو۔ یعنی باقی حصے کو مہو کہ کہتے ہیں۔

مخطوطہ۔ ایسے رجز یہ مصرعہ کو کہتے ہیں جس کے چھ جڑوں میں سے تین جڑ کو حذف کر دیا گیا ہو۔

چنانچہ آحضرت ﷺ کی زبان مبارک پر ان ہی دو قسموں کے مصرعے آتے تھے مثلاً مہو کہ رجز یہ مصرعہ جو آپ ﷺ کی زبان سے نکلا ہے ہے، اَنَا الْقَبِيْلُ لَا تَكْثِبُ بَنِيَّ مَنِّي هُوَ اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔

اسی طرح مخطوطہ رجز یہ مصرعہ جو آپ ﷺ کی زبان پر آیا ہے ہے قُلْ قَتَلَ لَا يَسْمَعُ صَدَّتْ

کیا رجز یہ کلمات شاعری میں شامل ہیں؟..... ایک قول یہ ہے کہ ایک مصرعہ شعر یعنی شاعری کا جز نہیں ہو چاہے اس قول کی بنیاد یہ ہے کہ مشہور شاعر الفضل کے نزدیک رجز یہ کلمات سرے سے شاعری یا شعر کی جنس میں ہی شامل نہیں ہیں۔ مگر چہ شاعر فضیل اس بات کو نہیں مانتا۔ حقیقت میں الفضل نے رجز یہ کلمات کو فضیل کے نظریے کی تردید میں ہی شاعری سے خارج قرار دیا ہے کیونکہ فضیل اور اس کے ہم اثر شعراء کو شاعری ہی کی ایک قسم مانتے ہیں۔

شعر گوئی مبالغہ اور تخیل آرائی کا نام ہے..... بعض حکماء نے لکھا ہے کہ اگرچہ قرآن پاک کے کلام میں دوسری تمام کتابوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ سوز و گیت ہے مگر اس کو شاعری سے بری طرح پاک سمجھنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک حق و صداقت اور حقائقوں کا قرائن ہے جبکہ شاعری کی ہر بات اور بیانیہ یہ ہوتی ہے کہ اس میں تخیلات اور باطل تصورات کو حق و صداقت کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے جن کو ظاہر کرنے کے بجائے اس میں خود بخود دلورہندی، دوسری دنیا کی برائیوں میں مبالغہ اور لیلہ و سالی کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے اسی لئے حق تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو بھی شعر و شاعری سے پاک کر رکھا۔

چونکہ شاعری کی شہرت بھٹ کر مبالغہ آرائی ہی کے ساتھ ہے اس لئے اہل علم اور اہل عقل میں قیامت اور اندازوں کو بھی شاعری کا نام دیتے ہیں جو اکثر و بیشتر بھٹ کر لفظی جہت ہوتے ہیں۔

مسجدوں میں شعر گوئی کی ممانعت ۔۔۔ ایک حدیث میں مسجدوں میں بیٹھ کر شعر پڑھنے کو انتہائی ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ آنحضرت علیہ السلام کا ارشاد ہے،

”میں شخص کو تم مسجد میں شعر جاتے ہوئے دیکھو اس سے نفی مرتبہ یہ کہو اللہ تعالیٰ میرا اندر موز دے گا“

جیسا کہ ظاہر ہے یہاں بلا تفسیر ہر شعر کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے جو اس حدیث میں سختی اور اعلیٰ ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

کتاب فرائض میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں شخص سے یہ دعویٰ کیا کہ آدمؑ یہ اسلام نے بھی شعر کہا ہے اس نے لفظ اور اس کے رسول کو چھٹا اور آدم علیہ السلام پر گناہ کا بہتان باندھا۔ محمد علیہ السلام تمام شعر و شاعر اسلام، شعر و شاعری سے کمال نفرت کے معاملے میں برابر ہیں۔

شیخ ابی نعیم ابن عربیؒ فرماتا: ”وَمَا عَلَّمْنَا الْقَبْرَ مَا يَنْتَفِیْ لَهُ“ کی تفسیر میں لکھا ہے،

”یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ شعر ایک ایسا کلام ہے جس میں انتہائی ہوتا ہے (یعنی تفصیل نہیں ہوتی) مشکوں کا بھر بھیر ہوتا ہے اور لفظی دھوکہ ہوتا ہے (یعنی کیا کہہ جاتا ہے اور مراد کچھ ہوتی ہے) (ی) جبکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ہم نے محمد علیہ السلام کے لئے نہ تو کوئی چیز اشاروں کتابوں میں کی نہ لفظی بھر بھیر کیا اور نہ لفظی دھوکہ کیا کہ کیا کہہ مراد کچھ نہ ہی ہم نے ان سے کسی گھٹک انداز میں خطاب کیا۔“ شیخ نے اس موضوع پر بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

اب اس تفسیر کی روشنی میں کیا ان حروف مقلد (جیسے ہم سمجھتے ہیں) غیر وہ غیر وہ سے شبہ پیدا ہو سکتا ہے جو کسی سورتوں کے شروع میں ہیں؟“

اس کا جواب یہ ہے کہ شاید شیخ ابن عربیؒ ان حروف مقلد کو ان باتوں میں شہ نہیں کرتے جو کتاب کہلاتی ہیں یا یہ کہ کتاب سے وہ چیزیں مراد نہیں ہوتیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص کر لیا ہے یعنی صرف اپنے تک ہی رکھا ہے۔ (یعنی ان حروف مقلد کا علم اللہ تعالیٰ نے کچھ انسانوں کو بھی دیا ہے جیسا کہ نام شافعی کا قول بھی یہی ہے) واللہ اعلم۔

تفسیر میں صحابہ کی جانفشانی۔۔۔ (غرض اس تفصیل کے بعد وہ بدامصل واقعہ کی طرف آتے ہیں جو مسجد

ایک چارہ لے کر آیا جو حضرت اُمّہ نے پی لیا۔ پھر انہوں نے کہا:

”ملائکہ اور اس کے رسول نے حج کیا تھا آج میں محمد ﷺ اور ان کی جماعت کی محبت لکھو اور چیز بھڑو رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ دنیا میں جو چیز آخری نبی آخری خدا تیرے ساتھ جانے کی ہمارا ہمارا ہو گا۔“

”خدا کی قسم! انہوں نے یعنی دشمنوں نے ہمیں شکست دی یہی اور وہ ہلاک کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں کامیاب ہو گئے تو ہم کچھ نہیں گے کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔“

یہ تک آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہیں باتیں اور سرکشوں کی ایک جماعت قتل کرے گی۔ فرض اس کے بعد حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کے مقام پر حضرت علیؓ کا ساتھ دیتے ہوئے قتل ہو گئے اور وہیں ان کو دفن کیا گیا یہ واقعہ ۳۷ھ کا ہے اس وقت ان کی عمر تیرہ گویا ۹۳ یا ۹۴ سال کی تھی۔ وہابی اور سرکش جماعت شاہدوں کی تھی جو حضرت معاویہ کے ساتھی تھے۔

امام بخاری نے اپنے ایک کلمے میں اور مسلمہ ترمذی وغیرہ نے مرفوعہ طور پر روایت بیان کی ہے کہ اُمّہؓ پر اطمینان ہے ان کو سرکشوں کی ایک جماعت قتل کرے گی وہ ان کو جنت کی طرف جائیں گے اور وہ جماعت ان کو جہنم کی طرف جائے گی۔ مروجہ یہ ہے کہ انکی حج اور سب کی طرف جائیں گے جو جہنم کی طرف لے جائے والا ہو گا۔

اس بارے میں ایک شبہ کیا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ (خود بھی صحابی تھے اور ان کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی) خدا ہی کہے کیا جاسکتا ہے کہ وہ جہنم کی طرف جانے والے ہوں گے۔

حاضر امن خیر ہے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ جہنم کی طرف جانے والے یہ کچھ کر نہیں جائیں گے کہ وہ جہنم کی طرف جادار ہے جس بلکہ وہ اپنی جگہ پر یہ سمجھیں گے کہ ہم جنت کی طرف جادار ہے جس۔ اب جہاں تک ان کے ایسا کھینے کی بات ہے تو وہ جہاد تھے اس لئے اس تصور اور سمجھنے کی وجہ سے ان پر کوئی ملامت نہیں ہے چاہے حقیقت میں بات ان کے خیال کے خلاف ہی ہو۔ بات کے برخلاف وہ نے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت داعیہ الامامت حضرت علیؓ تھے یعنی امیر المومنین تھے اور تمام مسلمانوں پر ان کی امامت واجب تھی اور حضرت عثمانؓ ہی کی امامت کی طرف جادار ہے تھے جو جنت میں جانے کا سبب تھا۔ مختصر یہ کہ۔

(اعمال شریعہ رضائی علیہ السلام جلد ۱ ص ۳۹۹ مطبوعہ مکتبہ مدنیہ مصر)۔ اس تفصیل سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مستقل طور پر دشمنی نہیں کی تھی بلکہ کسی کسی وقت آپ ﷺ بھی سب کام کرتے تھے ان کے ساتھ شریک ہوتے۔ اور حضرت عمرؓ کے متعلق ہی مسلم میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ مجھے ایک ایسے آدمی نے دکھایا جو مجھ سے بہتر ہے کہ جب حضرت عمرؓ غزوہ خندق کے وقت خندق کھودنے میں مصروف تھے تو آنحضرت ﷺ کی نظر ان پر پڑی آپ ﷺ حضرت عمرؓ کے سر سے مٹی بھڑونے لگے اور فرمایا کہ اے ابنِ نضیب! تمہیں ایک سرکش جماعت مل کرے گی۔ ایک دن سری روایت میں اس حدیث کے حکائے والے کا نام بھی ظاہر کر دیا گیا ہے جس کو حضرت ابو سعیدؓ نے یہاں ظاہر نہیں کیا (بلکہ اپنے سے بہتر آدمی کہہ کر روایت بیان کر دی کہ وہ شخص حضرت ابو قتادہؓ ہیں۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ خندق کھود رہے تھے اور لوگ چرواہوں سے

1000

آنحضرت ﷺ کی بارگاہِ افضلی۔ ان کے ہاتھ میں اس وقت ایک عوامی قائد ایک روایت شریاویں ہے کہ خدا کی قسم میں یہ اچھی تمہاری ناک پر باروں گا۔ اس روایت کے مطابق ان کے ہاتھ میں ایک خطا تھا جس کی طرف انہوں نے اشارہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے یہ بات کہی۔ آپ ﷺ یہ سن کر ہراس ہوئے اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمایا۔

”میں نے یہ سب کچھ لکھا ہے“

روک کر لوگوں نے حضرت علیؑ سے کہا

ترسوں اپنے پیچھے رہا جس سے کہیں نہ رہے کہ ہمارے بارے میں کوئی بھی خبر نہ ہو۔"

حضرت غلام نے کہا کہ میں آنحضرت ﷺ کو راضی کر دیں گا۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کے پاس آکر

”بدول خواتین کے ساتھ کہہ دے کہ جو بولے؟“

آپ ﷺ نے جو صحابہ ہوں گے، وہ میان کلمات ہو گئے، حضرت علیؓ نے عرض کیا: ﷺ

تو مجھے فکر نہ ہوتی تھی کہ میں بڑا بک اسٹور بن جائوں گا۔

اور سے بہت اکر بات کی ہے کہ مجھے ۱۹۵۷ء کو کوئی لکھنا اور ہے ہی۔

خانا بھی اکی صغرت ملائے تھیں انہیں بھی اٹھنی ہوں گی۔ (جیسا کہ نذر کلی میں ہے صغرت ملائے تھیں یہ بات انہی حوالے کے اور آنحضرت ﷺ کا قصہ اور کرنے کے لئے کی تھی یہی سن کر آنحضرت ﷺ نے ملائے کا حق پکا ہوا ان کو ملے کہ تمام مسجد میں کوئے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ ان کے سر کے چھپلے سے چہاتھ پھیر کر ملی صاف کرتے جاتے تھے اور ان سے فرماتے تھے،

مک اپنی نسبت اہل لوگ جنہیں عقل نہیں کہہ سکتے بلکہ جنہیں ہر مشوں کی ایک جماعت عقل کہے

کبھی آپ ﷺ یہ فرماتے، افسوس! اور ابو نعیرہ، تم ان کو جنت کی طرف بردے کے یعنی جنت میں سے جانے والے دانتے کی طرف اور وہ راستہ سچا نام کی چوڑی اور احاطت کا ہے، کیونکہ حضرت ابراہیمؑ لوگوں کو حضرت عیسیٰؑ کی چوڑی کی طرف بردے تھے جو اس وقت اب احاطت کا نام ہے۔ جب کہ مخالف فریق کے لوگ جہنم کے راستے کی طرف بردے تھے اور وہ راستہ یہ تھا کہ حضرت علیؑ کی احاطت نہ کریں بلکہ امیر معاویہؓ کی احاطت کریں۔

اس میں یہ اذکار ہر مکتبہ ہے کہ حضرت علیؑ کی قائل جماعت میں جو صحابہ تھے وہ ہر شخص کیسے سنا سکتے ہیں کیونکہ وہ تو معذور تھے اس لئے کہ ان کے نزدیک حضرت حقؑ کی مخالفت کی جواز کو وہ سمجھ رہے تھے اور وہ اس کو حق سمجھتے تھے اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؑ کے اعتقاد کے مطابق تو وہ جنہم کی جماعت تھے (کیونکہ وہ امام حقؑ کی مخالفت کی طرف جا رہے تھے) لہذا اسی اعتبار سے ان کو بائیسوں کی جماعت کا کیا ہے بعض جہاد سے کہا ہے کہ جہاں تک امیر معاویہؓ کی جماعت کا تعلق سے وہ باطنی جماعت تو تھی مگر فاسق جماعت نہیں تھی کیونکہ ان حضرات کے ذہن میں جو فکر تھا اور جو عمل تھی اس کی وجہ سے یہ معذور تھے۔

بعض روایوں نے گزشتہ حدیث میں جس میں آنحضرت ﷺ کی دشمنین کوئی کار کا رہے آپ ﷺ کا یہ جملہ بھی ذکر کیا ہے کہ قیامت کے دن میں ان کی عقابت نہیں کریں گا۔

علامہ ابن کثیر نے کہا ہے کہ جس روای نے یہ جملہ ذکر کیا ہے اس نے اس اضافہ سے اللہ اور اس کے رسول پر بہتان باندھا جو کہ آنحضرت ﷺ نے یہ جملہ نہیں فرمایا تھا اور کسی معتبر روای نے اس کو نقل نہیں کیا ہے۔

امام ابو العباس اہلبیہ نے کہا ہے کہ یہ جھوٹ ہے جو حدیث میں بڑھا دیا گیا ہے کسی حدیث کا علم رکھنے والے نے کسی معروف سند سے اس کو ذکر نہیں کیا اسی طرح حضرت لڑکے کے حلقے یہ جملہ ہے کہ وہ میری آنکھوں کا نور ہیں۔ اس لفظ کی بھی کوئی سند نہیں ہے کجی میں صرف اتنا ہے کہ عمار کو باقیوں کی ایک جماعت قتل کرے گا۔

حضرت عمار کے قاعل ... ابو عالیہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ عمار کا قتل جہنم میں جائے گا۔ اس بارے میں یہ بات عجیب اور حیرت ناک ہے کہ یہی ابو عالیہ جنہوں نے یہ حدیث بیان کی ہے خود حضرت عمار کے قاتل ہیں جنگ صفین میں یہ حضرت معاویہ کے ساتھ تھے اور انہوں نے حضرت عمار کو قتل کیا جو حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔ (ابو ہریرہ کہتے تھے کہ جب حضرت عمار میدان جنگ میں اترے تو انہوں نے کہا،

”اے اللہ! اگر میں جانتا کہ میری خوشنودی اس میں ہے کہ میں آج جاؤں اور پھر اس میں کو جاؤں تو میں ایسا ہی کرتا ہے آپ کو پہلی میں غرق کروں تو میں یہی کہ جو میں ان لوگوں کے خلاف جنگ کرتا نہیں چاہتا بلکہ صرف جبر سے ہی لے کر رہا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ تو مجھے سوا سورہ ناسیل نہیں فرمائے گا۔“

اس وقت حضرت عمار کے ہاتھ میں ان کا تھیلہ کا پربا تھا کیونکہ اس وقت ان کی عمر کمتر سال کی تھی اس وقت ان کے لئے دودھ کا ایک چال باندھا گیا جسے دیر کر وہ پینے لگے تو انہوں نے ان سے پینے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا،

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مرنے کے وقت آخری چیز جو تم پر کے دودھ ہو گا۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ دیا ہے درخت ہوتے وقت تمہاری آخری غذا دودھ کے چند ٹکڑے ہوں گے۔“

”کن بشت کو بھاریا کیا اور خوبصورت حوریں کو آواز دیا گیا۔ کن ہم اپنے محبوب محمد ﷺ اور ان کی جماعت سے جا کر ملیں گے۔“

جب حضرت لڑکے قتل ہوئے تو حضرت عمر و ابن عباسؓ گھبراہٹ ہوئے امیر معاویہ کے پاس پہنچے اور بولے کہ عمار قتل ہو گئے ہیں امیر معاویہ نے کہا،

”تم اپنے بیٹا کو بھلا کر لیا تم نے ان کو قتل کیا ہے۔ ان کے قتل کے وقت دودھ انوکھ ہیں جو انہیں لے کر آئے تھے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ خاموش رہو۔ تم اپنے ہی بیٹا کو بھلا کر ان کے قتل کے بعد اعلیٰ اور ان کے ساتھی ہیں جو انہیں یہاں لے کر آئے اور ہمارے سامنے لا کر ڈال دیا۔“

کہا جاتا ہے کہ جب اس بات پر حضرت علیؑ نے امیر معاویہ سے احتجاج کیا اور وہ اپنے اس کلمے سے انکار

کہ کہ ایک دم کھسک کر کہنے لگی کہ قتل کی ذمہ داری اسی شخص پر ہے جس کی وجہ سے ہزاروں لوگوں کے گھر سے بچل کر سیدھا جنگ میں لیا تھا۔ ان کی سربراہ حضرت علیؓ تھے۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا:

اس کا مطلب ہے کہ حضرت حمزہؓ کو آنحضرت ﷺ نے قتل کیا تھا کہ اگر آپ ﷺ ہی ان کو میدان جنگ میں لائے تھے۔

علاء کی عظمت اور شہادت کا عندیہ تھا۔ جب حضرت علیؓ نے حضرت ابراہیمؑ کے پاس پہنچے تو انہوں نے انہیں گھر میں لے کر آئے اور انہیں اپنے گھر میں رکھ دیا۔ انہیں کھانا پکانے کے لئے کہا گیا۔ انہوں نے کھانا پکا کر رکھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "میں نے کھانا نہیں کھا، میں نے اپنے گھر میں کھانا کھا"۔

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قتل کو ایک سرکشی گروہ قتل کرے گا، چنانچہ اب معاویہ نے جنگ کی یہاں تک کہ قتل کو قتل کر دیا۔“

حضرت اذکار کا ”اس جنگ میں امیر معاویہ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ایک دن امیر معاویہ کو حضرت عمر فاروق عاصی سے کہا، ”آلایم حضرت علی اور عبداللہ بن ابی بکر سے کچے لڑیں گے۔“ ان دونوں نے کہا،

”قہر تو میرے ساتھ آکر مل جائیگی مگر اور چاروں طرف سے ملنے کے ساتھ ہنگ کریں گے۔“
 یہ حضرت ذوالکراعؓ کی عظمت کا راز ہے پہلے ہی قہر مل گئے تھے جب حضرت ذوالکراعؓ نے قہر
 سونپنے کی انکس راستہ ذوالکراعؓ نے نہ ہوتے قہر سے تو گئے آرمیوں کے ساتھ نئے سے جانتے۔“

عبداللہ کے قتل پر ایمان بدیل کا جوش و غضب..... ان کے اس رویے کی وجہ بھی شک نہیں تھی کیونکہ حضرت ابو طلحہؓ کے اترتے ہی ان کے ساتھ ان کے چار بڑے اور ایک قول کے مطابق اس بڑے کو لے گئے تھے۔ حضرت علیؓ کی طرف حضرت عبداللہؓ کی بدلی امن و آقا تھے۔ جب حضرت عبداللہؓ قتل ہوئے تو انہوں نے جوش میں آکر وہ کھڑکیوں سے نکل کر رو دی نہ ہیں۔ انہیں لوہا پٹی کھول دیں جس سے کہ پے صاف کرتے ہوئے حضرت امیر مصلوب تک پہنچ گئے۔ وہ ان قدر بیمار ہو کر دیوانہ کی حالت میں تھے کہ انہوں نے حضرت عبداللہؓ کے خاصہ دستے کو اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ جانے پر مجبور ہو کر چار چار بھر حضرت عبداللہؓ کے منہ میں میداں دنگ میں کھڑے ہو کر غلبہ و دباثر میں کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور آنحضرت ﷺ پر درود بھیجا اور پھر کہا۔

لوگوں کو اسودہ اسباغ سے، اور عود لڑائی کرکڑ سے ہونے ہیں جس کے وہ حقدار نہیں ہیں۔ وہ خلافت کے حقدار سے، جتنا کہ وہ ہے ہیں۔ وہ ایک باطل بات کے لئے لڑ رہے ہیں تاکہ اس باطل سے حق کو خارج کر دیں۔ وہ تم پر ایمان چاہتے ہیں، مگر ان کے ذریعہ ذرا بھی کر رہے ہیں انمول نے ان لوگوں کے سامنے مگر اسی کو چاہا کہ جو عین کیا ہے اور ان کے دلوں میں فکر و اندیشہ کی عین پیدا کر دی ہے۔ وہ ان کو فریب دے رہے ہیں جہاں تک تم یعنی عام لوگوں کی بات ہے تو تم نہ ان کی قسم حق اور سچائی کی پچائے والے ہو اور تمہیں قسم دے چ رہا وہ کہ تم دھرم اور کلمہ اور کلیں دی ہیں۔ اس لئے ان سرکش و بدعنوانوں سے کہ وہ ان سے لڑ تاکہ انہیں خلافت سے ہی

باتوں میں کو انہام تک پہنچائے ان کو ذلیل اور سوا کرے۔ قصص میں ہر فتح و نصرت عطا فرمائے اور مسلمانوں کے دلوں کو شگافتہ فرمائے۔ اس سرکش گروہ سے جنگ کرنا جو خود اپنے ہی لوگوں سے سفارت کے لئے لڑ رہے ہیں چلو اٹھو اور آگے بڑھو اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت فرمائے۔“

جب حضرت علامہ شہید ہو گئے تو اس وقت حضرت عمر فاروقؓ کے صاحبزادے اس بات پر ہنسیاں ہونے لگیں کہ انہوں نے حضرت علیؓ کی مدد و اور ان کی طرف سے جنگ کیوں نہیں کی۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت کہا۔

”مجھے کسی بات کا افسوس نہیں سوائے اس کے کہ میں سرکشوں کے مقابلے میں کیلئے نہ لڑا۔“
 بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ مضیق کے مقام رونو سوائے صحابہ ساتھ گئے تھے جو رحمت و رضوان میں شریک ہونے والے لوگ تھے ان میں سے تڑیاٹھ آدمی قتل ہوئے جن میں حضرت عبداللہ ابن باجرؓ بھی تھے حضرت خزیمہ ابن عتیبہؓ جن کی تمام شہادت کو رسول اللہ ﷺ نے دو تومیلوں کی شہادت کے برابر قرار دیا تھا وہ بھی مگر چھ حضرت علیؓ کے ساتھ تھے مگر انہوں نے اپنے پیچیدہوں کو روک رکھا تھا (یعنی از شہید ہے تھا مگر جب حضرت علیؓ قتل ہو گئے تو انہوں نے اپنی تلواریں میدان سے نکال لی اور آخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے تو کوئی لڑنے سے پہلے وہ کیا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فریاد سنایا ہے کہ خدا کو ایک سرکش گروہ قتل کرے گا۔

عبارت **ابن باجر کا مقام**۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس نے خدا سے دشمنی رکھی اس نے اللہ تعالیٰ سے دشمنی رکھی اور جس نے خدا سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ خدا حق کے ساتھ ہیں یہاں حق ہو گا، میں وہ ہوں گے۔ خدا گوشت پرست کے ساتھ ایمان میں رہن میں چکا ہے۔ خدا کے سامنے جب بھی دو ٹکٹ یا ٹکس آئیں گی تو وہ ایمان میں سے بیٹھ اس بات کو قبول کریں گے جس میں زیادہ سچائی اور براہ راست ہو گی۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خدا ﷺ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کا استقبال ان الفاظ سے فرمایا۔

”خوش آمدید ہو اس شخص کو جو پاک و صاف ہے۔ خدا اسی واسطہ شخص ہے جو از سر تا پدم ایمان میں ڈوبا ہو اسے ایک دایہ میں یہ خطا ہیں کہ خدا سر سے ہر ٹکٹ ایمان سے لبریز ہے اور ایمان اس کے گوشت اور خون میں رچا ہوا ہو اسے۔“

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ایک سر پہ ردا عطا فرمایا (سر پہ صحابہ کا وہ نظیر لشکر یا فوجی دست ہو تا تھا جس کو آنحضرت ﷺ دشمن کی سرکوبی کے لئے بھیجتے تھے خود بخوبی نہیں لے جاتے تھے اس دست کے امیر حضرت خالد ابن ولید مقرر ہوتے تھے۔ حضرت علامہ کا حضرت خالد سے کسی بات پر اختلاف ہو گیا جب یہ حضرت آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا مگر حضرت خالدؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

”یا رسول اللہ! کیا آپ اس بات سے خوش ہیں کہ یہ عیب و لہو عام مجھے کاٹ لیا ہے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا۔

”اے خالد! خدا کو برا مت کہو کیونکہ جس نے خدا کو برا کہا اللہ نے اس کو برا کہا، جس نے خدا سے

دشمن رکھی اللہ نے اس کے ساتھ دشمن رکھی اور جس نے عداوت کی اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔
اس کے بعد حضرت عدا خضر میں وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اسی وقت حضرت خالد بھی اٹھ کر عدا کے پیچھے پیچھے چلے یہاں تک کہ حضرت خالد نے ان کی ہمار کا پتہ پڑ لیا اور اس کے بعد ان سے معافی مانگی جس پر حضرت عدا ان سے راضی ہو گئے۔

نبوت کی ایک نجاتی اور وسیلہ ... حضرت محمد بن عبد کاسم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حق اور سچائی تمہارے ساتھ ساتھ ہے جب تک کہ کبر تمہارے گھر سے نکلے کر اے۔"

یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ
 اپنی خلافت کے دور میں کچھ، طغیانی پیدا ہو گئی (یہ بات حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے کی ہے) اس
 زمانے میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو تخت خلافت سے ہٹا دیا جاتے ہیں۔ اس وقت حضرت
 سعد ابن ابی وقاصؓ نے جو اس زمانے میں چہرے حضرت علیؓ کو اپنے بھائی بنو ہار کہا،

براہ راست یہ عقائد! آپ ہم میں مل نہیں سکتے اور بہترین لوگوں میں سے تھے آپ کے حلقہ میں کیا بات
 ملنے میں آ رہی ہے کہ آپ مسلمانوں کے درمیان غم و غصہ برپا کرنا چاہتے ہیں اور صبر الومنین کے خلاف
 لوگوں کو برکشتہ کر رہے ہیں۔ آپ کے پاس حلقہ ہے یا نہیں؟

حضرت علیؓ نے یہ سن کر غصہ ہو گئے اور انہوں نے اپنے سر سے ایلٹا ایلٹا کر کہا،
 ”یہیں تو سمجھو، جو جس طرح (یعنی جتنی آسانی سے آپس نے یہ بگڑی سر سے ایلٹا دی اسی طرح حکام کو
 بھی تخت طاووس سے ایلٹا دے۔“

[illegible]

اسی وقت سے کہ جسے میں سمجھتا ہوں کہ وہ میری طرف سے ایک نیا آغاز ہے،

”میں سدا ہی اللہِ تعالیٰ کے فضل سے اپنے پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں۔“

اس موقع پر خطرات سے محفوظ رہنے کے لیے ہمیں کئی چیزیں یاد رکھنی ہوں گی۔

”خدا کے رسول کو اس جانتا ہے کہ وہ علیہ السلام۔“

حضرت امام نے اپنی قوم کے لوگوں کو یہ واقعہ اور محنتیں یاد

مسجد نبوی کا قبیلہ اور اس کے دروازے۔۔۔ (قل) غرض اس تفصیل کے بعد اصل بیان کی طرف آتے ہیں کہ مسجد نبوی کا قبیلہ بیت المقدس کی طرف دکھایا اور اس کے تین دروازے بتائے گئے، ایک دروازہ صہرہ کے آخری حصے میں، ایک دروازہ جس کو باب جاحد اور باب الرحمت کہا جاتا ہے، اور تیسرا دروازہ جس کو اب باب جبرئیل کہا جاتا ہے۔ یہی دروازہ ہے جس سے آنحضرت ﷺ مسجد میں داخل ہو کر تھے اس کو باب عثمان بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ دروازہ حضرت عثمان کے گھر کے دروازے کے پاس تھا یہی دروازہ ہے جس سے اب قبرستان بقیع کی طرف جاتے ہیں۔

اقول۔ موقوف کہتے ہیں: آنحضرت ﷺ کا قبلہ بیت المقدس کی طرف تھا پھر اس کے بعد جب قبلہ کی تبدیلی ہوئی تو قبلہ کعبہ کی طرف ہوا پھر آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ میری اس مسجد کا قبلہ جب متعین ہوا تو کعبہ کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا گیا اور میں نے اس کا رخ ایذا لب کو پاس حدیث سے دوسری مرتبہ چلے گا متعین ہوا ہے۔ ایک روایت کے لحاظ سے جس کہ میری اس مسجد کا قبلہ متعین ہوا تو اس وقت میرے سر کعبہ کے درمیان کے پورے پڑا دیئے گئے۔ واللہ اعلم

مسجد نبوی کا قطعہ۔ بعض علماء نے مسجد نبوی کے حلقہ نامہ حیرت واک تعلیمات مدرسہ اسلامی کے واسطے سے ذکر کی ہیں کہ مسجد نبوی کی جڑ زمین ہے اس کو آنحضرت ﷺ کے عہد سے بھی ایک ہزار سال پہلے یمن کے بادشاہ حج نے آنحضرت ﷺ کے لئے خرید لیا تھا اور یہ زمین آنحضرت ﷺ کی ملکیت تھی۔ یعنی آنحضرت ﷺ سے ہی حلقہ اور آپ ﷺ ہی کی ملک تھی کہ اگر اس کا حلقہ شادی کے خط سے دو تہے ہو تا ہے جو اس نے ایک ہزار سال پہلے زمین خریدنے کے بعد اس مکان میں رہتے رہنے کو آنحضرت ﷺ کے نام لکھ کر دیا تھا (کہ اگر تمہیں نبی کا زمانہ یاد تو ہے خدا میری طرف سے اس کو حق کر دیا اور اگر وہ نبی تسلیم نہ کرے گا میں ظاہر ہوں تو اپنی اور کو یہ نصیحت کرنا کہ یہ خدا کا ہے پورا کر دیں)۔

اقول۔ مبالغہ کہتے ہیں: آگے تفصیل کرتی ہے کہ حج بادشاہ نے آنحضرت ﷺ کے لئے اس جگہ مکان بنوایا تھا کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائیں تو آپ ﷺ اس مکان میں ٹھہریں گے، کہا جاتا ہے کہ وہ مکان ہی حضرت ابوباب کا مکان تھا جو اسی شخص کی لڑائی میں سے تھے جس کو حج نے اس مکان میں پہنچا تھا اور یہاں پر اس نے اپنے شب کو اور کرنے کے لئے کہ جاتا ہے کہ شاید وہ زمین جو حج نے آنحضرت ﷺ کے لئے وقف کی تھی اس عرصہ میں ابوباب کے مکان دونوں کو لے کر تھی۔ یعنی یہ چار علاقہ حج نے آنحضرت ﷺ کے لئے خرید کر وقف کیا تھا پھر بعد میں یہ علاقہ تقسیم ہو گیا اور ایک حصہ میں حضرت ابوباب کا مکان ہو گیا اور باقی حصہ میں دو فرسنگیں لکھ پھر اسی طرح یہ مکان نویں دروازہ ایک سے دوسرے کے پاس آتے آتے حضرت ابوبابؑ کے پاس پہنچا۔ چنانچہ اس مکان کے حضرت ابوبابؑ تک پہنچنے کے حلقہ میں یہی بات سوا سب نے بھی کہی ہے۔

مگر یہاں ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ اگر اس علاقہ کا کر حج کے احوال میں تھا تو آنحضرت ﷺ کے علم میں یہ بات ضرور ہوتی کہ کعبہ جیسا کہ آگے بیان ہوا کہ یہ خدا آنحضرت ﷺ کے عہد کے ابتدائی زمانہ میں ہی مکہ میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جا چکا تھا۔ جبکہ مکہ میں آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری اور حضرت ابوبابؑ کے مکان پر قیام کرمانے کی جو تفصیل گزری ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اس زمین کے بارے میں اس تفصیل کی خبر نہیں تھی۔ واللہ اعلم

پانچ ماہ تک قبلہ لول کی طرف نمازیں..... (قال) مسجد کی قبر کے بعد آنحضرت ﷺ اس میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پہنچے تاکہ نماز پڑھتے رہے پھر جب قبلہ کا رخ بدل گیا تو آپ ﷺ نے مسجد کا دروازہ بند کر دیا جو مسجد کے آخری حصے میں تھا

بعض علماء نے لکھا ہے کہ جبکہ کی تبدیلی کے بعد سوائے باب جبرئیل کے باقی وہ تمام دروازے بند کر دیئے گئے جن سے آنحضرت ﷺ مسجد میں داخل ہو کرتے تھے (ی) یعنی صرف یہ دروازہ اپنی جگہ پر باقی رکھا

کید، جہاں تک بابہ موت کا تعلق ہے، اس کو باب نہ منہ بھی کہا جاتا تھا اس کو اس کی جگہ سے بنا کر چلا گیا۔
 مسجد میں کنگریوں کا فرش مسجد نبوی میں کنگریاں بچانے کا سبب یہ ہوا تھا کہ ایک دفعہ بادشہ ہوا
 جس سے تمام فرش ایک کیا چنانچہ جو شخص بھی آتا وہ اپنے پرانے کنگریاں بھر کر لا تا اور اپنی جگہ پر بیٹھ کر
 جگہ پر ہی کو بچھ جتا اس وقت آنحضرت ﷺ نماز چاہ رہے تھے، جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا،
 ”یہ فرش (یعنی کنگریوں کا فرش) رازہ بچا ہے“

ایک روایت اس حدیث کے خلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود عزم دیا تھا کہ مسجد میں کنگریاں
 بچھ دی جائیں مگر اس عزم کی تعمیل سے پہلے ہی آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے
 اپنی خلافت میں کنگریاں بچھوائیں۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں، یہ اختلاف دور کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ شاید جب کچھ صحابہ نے اپنے
 سے وہاں کنگریاں بچھائی تھیں تو آپ کو یہ بات اچھی پسند آئی کہ آپ نے پوری مسجد میں کنگریاں بچھانے کا حکم
 فرمایا تھا کہ کچھ عرصے میں تو بچھ ہی چلی تھیں۔ مگر بعض عداوت نے لکھا ہے کہ مسجدوں میں فرش بچھنا یہ موت
 یعنی نئی بات ہے۔ اب اس بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ شاید من عداوت کی مراد چٹائی کے فرش سے ہے کیونکہ
 آنحضرت ﷺ کے زمانے میں چٹائیوں کا فرش نہیں ہو سکتا تھا اور ہی آپ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا تھا۔ دوسرے
 بعض حضرات نے اس بات کو صاف ہی لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے مسجدوں میں چٹائیوں کے فرش
 بچھائے وہ حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔ بعد ازاں سے پہلے مسجدوں میں کنگریوں کا فرش تھا یعنی خود آنحضرت ﷺ کے
 زمانے میں۔ جیسا کہ یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے۔

قرآن اولیٰ کا اہتمام پسند عزرائج۔۔۔ کتاب ایہا میں ہے کہ اس زمانہ میں مسیحی عام طور پر کی جاتے اور
 باغی حضرات مسجد کے گرنے میں سگر اور چاندیہ کی جاتی تھیں جیسے بعد کے زمانے میں مسجدوں کے اندر
 چٹائی اور پڑاوت وغیرہ کے فرش بچھنا مسیحی عام اور چاندیہ روایت ہے جبکہ مسجدوں میں چٹائیوں کے فرش بچھنا
 مسیحی کے زمانہ میں یہ موت کی بات تھی کیونکہ من عداوت کی مراد چٹائی کے فرش اور فرش زمین کے درمیان کوئی چیز
 حال اور رکاوٹ نہ ہونی چاہئے۔ یہاں تک ایہا کا حوالہ ہے۔ (ی) مگر کنگریاں ظاہر ہے لہذا یہ روایتیں کے
 درمیان مماکی نہیں لگائی گئیں (کیونکہ کنگریوں کا فرش خود بھی ٹھک فرش ہو جاتا ہے)

حضرت عثمانؓ کی طرف سے حریر زمین کا پیر۔۔۔۔ آگے ایک روایت آئی ہے کہ مسجد نبوی قلعہ خیمہ
 کی گاہ کے بعد عثمانؓ کی تھی۔ چنانچہ شاید حضرت عمارؓ کے اس قول سے لگیا مگر لوہے کہ جب لوگ یعنی مسلمان
 زیادہ ہو گئے تو ایک روز رسولؐ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اگر اس میں اضافہ کر دیا جائے تو بہتر ہے۔
 آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا اور ایسا کر دیا گیا۔ غالباً یہ اضافہ ہے جس کے تحت آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں
 دو زمین بھی شامل فرمادی جس کو حضرت عثمانؓ نے ایک انصاری مسلمان سے دس ہزار درہم میں خرید لی تھی۔
 اس خریداری کے بعد حضرت عثمانؓ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا،

”یا رسول اللہ! کیا آپ ﷺ مجھ سے دو قلعہ خریدنا چاہیں گے جو میں نے انصاریوں سے خریدا ہے؟“
 یہ زمین مسجد نبوی سے ملی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس قلعہ کو خرید لیا اور حضرت عثمانؓ نے
 اس کی قیمت جنت میں اپنے لئے ایک مکان کو چلا۔

حضرت عثمانؓ کی مظلومیت کی داستان..... ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عثمانؓ مکی مکہ ان کی ملاقات کے زمانے میں دوسری مرتبہ حضور کیا گیا یعنی ان کو اپنے مکان میں بند ہو جانے پر مجبور کر دیا گیا تو وہ اپنے مکان کی پھٹ پر چڑھ کر کہا کہ لوگوں کے سامنے آئے اس وقت وہ پیاس سے بے چین تھے، پھٹ پر سے سونے لوگوں سے پکار کر کہا کیا یہاں علی موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کیا علیؓ موجود ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ جب حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں سے یہ فرمایا،

”میں تم سے اس خدائے برتر کی قسم، اے کر پوچھتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں کہ یا جنہیں یہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ نبی خدا کا طرفین یعنی جو مسجد نبوی کے برابر میں تھا و شخص خریدے گا اور اس کو مسجد نبوی میں شامل کر دے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے گا۔ اس پر میں نے میں یا آپؐ کیسے بڑا دردمند میں، وہ طرفین خرید لیا۔“

حضرت عثمانؓ کو صحیح قیمت پر نہیں دی تھی۔ مگر پیچھے بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اسے دس ہزار درہم کی خرید لیا۔ اس نے اس بات کا قائل نہیں ہے، و غرض اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے لوگوں سے کہا،

”اس خریداری کے بعد میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آپ ﷺ کو بتایا کہ میں نے وہ طرفین خرید لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو بدلی مسجد بنادو اس کا زیروستہ اور قباب تعمیر حاصل ہو گا۔“

لوگوں نے حضرت عثمانؓ کی اس بات کی تصدیق کی اور کہا کہ آپ ﷺ ایسا ہی ہوا ایک روایت میں حضرت عثمانؓ کی یہی بات تھوڑے سے فرق کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ مثلاً کیا جنہیں یہ ہے کہ جب مسجد نبوی تک نہ ہو گی تھی تو آنحضرت ﷺ نے ایسا ہی فرمایا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ جو شخص اس نقد کو خریدے کہ مسجد میں شامل کر دے گا اس کو اس نیک کے برابر اجر ملے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کو اسی کے بعد خبر جنت میں ملے گی۔ پھر میں نے اس کو خرید کر مسجد میں شامل کر دیا اور اب تم تک اس مسجد میں وہ کعبہ نماز پڑھنے سے گنبد رکھتے ہو۔

مسجد نبوی سے متعلق عثمانؓ یعنی ”کی خدمات..... حضرت عثمانؓ مکی مکہ ان کی ملاقات کے زمانے میں مسجد نبوی میں بہت کافی اخراجات کرائے تھے۔ نیز انہوں نے مسجد کی دیواریں، حصار، چمنوں سے جوانیں۔ اسی طرح مسجد کے ستون بھی نقشین چمنوں کے جوانے مسجد کی پھٹ انہوں نے سال کی نگرانی کی دلوائی جیسا کہ بخاری میں ہے۔

غرض حضرت عثمانؓ نے اپنی ان خدمات میں سے بہت سی اس وقت لوگوں کے سامنے کوائیں۔ مثلاً انہوں نے کہا،

”میں خدا کی قسم اے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا جنہیں یہ نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہ تشریف دے تو یہاں سوائے غزوہ کے جیسے پہلی کانوں کوئی نہ تھا اور ہر شخص قیمت دے کر اس کا پی لیا کرتا تھا۔ اب آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ کوئی ہے جو چاہدہم کو خرید کر عام مسلمانوں کے استعمال کے لئے وقف کر دے اور اس کا صلہ جنت میں حاصل کرے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اور جنت میں اپنے لئے یہ لپا کا صلہ حاصل کرے۔ اب میں نے اپنی پکار مکی مکہ کی خرید کر کے اسے خرید لیا اور اسے خرید لیا اور مسافر ہر ایک کے استعمال کے لئے اس کو بہ قیمت عام اور وقف کر دیا۔“

ایک گھونٹ پانی کے لئے الجھا۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ بے شک ہمیں یہ سب یہ ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بے قراریا،

”مگر حق تم ہی لوگ مجھے اس میں سے پینے اور پانی لینے سے روک رہے ہو۔ کیا کوئی نہیں جو ہمیں پانی کے چند گھونٹ دے تاکہ میں تمہیں پانی ہی سے اپنا کافور توڑ سکوں۔“

ایک روایت میں یہ لکھا ہے کہ تم میں سے کوئی اتنی ہی مری پانی کر دے کہ میری پیاس اور تنگی کا حال غلیظ ہو جائے۔ جب حضرت علیؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے عین منگے پانی کے بھر دیا کہ حضرت عثمانؓ کے پاس دھن سے خیرات میں سے ایک کچی حضرت عثمانؓ کے پاس نہ تھی بلکہ اس پانی کو امیر المؤمنین کے پاس دیکھنے چلے گئے تھے اس لیے امیر کے خادمین بنی ہاشم کے کلاموں سے الجھ پڑے جس کے نتیجہ میں بہت سے لوگ زخمی ہو گئے تھے۔

چارہ روزہ اور حضرت عثمانؓ۔ بعد میں جو چارہ روزہ تھا اس کو ایک یہودی نے کھدوایا تھا جس کا نام روزہ تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ یہ اس کنوئیں کا پانی مسلمانوں کو پیم کر چکا تھا کہ کنوئیں شیش کے ستام پر تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کنوئیں میں اپنا حالب بھی ڈال دیا تھا جس سے اس کا پانی حلال ہو گیا تھا۔

جب آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا کہ کون ہے جو اس کنوئیں کو خرید کر عام مسلمانوں کے استعمال کے لئے وقف کر دے اور جنت میں اپنے سے یہ اہل کا تحفہ حاصل کرے۔ تو حضرت عثمانؓ اس کنوئیں کا سودا کرنے کے لئے روزہ کے پاس پہنچے مگر اس نے پورے کنوئیں کو فروخت کرنے سے انکار کر دیا حضرت عثمانؓ نے کوفہ خوالہ پادوہ پر زور دیا کہ وہ اس کو خرید لیا اور اس کو عام مسلمانوں کے استعمال کے لئے کھول دیا۔ انہوں نے پونہ تھو آدھا کھانا خرید لیا تھا جس کے ایک دن حضرت عثمانؓ کے استعمال کا ہو تا تھا اور ایک دن اس یہودی کے استعمال کا ہو تا تھا یعنی حضرت عثمانؓ والے دن میں عام مسلمان پانی سے مفت پانی پھرتے تھے اور یہودی والے دن میں مفت پانی لینے کی اہلیت نہیں ہوتی تھی۔ اب مسلمانوں نے یہ کیا کہ حضرت عثمانؓ والے دن میں کنوئیں سے ۱۰ دان کا پانی نکال لیتے تھے۔ اس یہودی نے جب یہ معاملہ دیکھا تو اس نے حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ سے کہا،

آپ نے میرے خوالہ اور اس کی آٹنی پر بد کر دی۔ اس لئے باقی تو حاصہ بھی آپ ہی آٹھ جزو پر جو میں خرید لیجئے ایک قول یہ ہے کہ چارہ روزہ بخیر کے لئے حضرت عثمانؓ نے جو رقم لوہائی وہ بخشش جزو پر بھی

حضرت عثمانؓ کا یہ قول کہ میں نے اس کنوئیں کو امیر و غریب اور مسافر و سب کے لئے عام کر دیا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ اس کنوئیں میں میرا کئی شنگ کا ڈال بھی عام مسلمانوں کے ڈال کی طرح پڑے گا (یعنی ہر گز شہیت سے نہیں بلکہ ایک مشترک چیز کی طرح میں بھی اسے استعمال کر دوں گا۔ تو اپنے ڈال یعنی اپنے استعمال کے بارے میں اس کا یہ کہنا شرط کے طور پر نہیں تھا بلکہ اس سے مراد یہ تھی کہ کنوئیں پر شخص کے لئے برابر کے درجہ میں عام ہو گا۔ لہذا اس مسئلے سے یہ مسئلہ نہیں پیدا ہوا تاکہ وقف کرنے والے کو یہ شرط رکھنے کا حق حاصل ہے کہ وہ وقف شدہ چیز سے خود بھی فائدہ اٹھا کر ہے بلکہ اگرچہ بعض علماء نے اس سے بھی مسئلہ نکالا ہے۔

خلیفہ سوم کا محاصرہ..... حضرت عثمانؓ کا یہ محاصرہ یعنی گھر میں نظر بندی وہ مہینے ہیں دن تک رخصہ ملا۔ سہا اہل جزائی نے لکھا ہے کہ ان کا پہلا محاصرہ میں دن تک رہا تھا اور دوسرا محاصرہ چالیس دن رہا۔ محاصرہ کے ان

یہ نول میں ایک روز حضرت عثمان نے کہا،

”کاش کوئی سچا کوئی مجھے ان پریشان حالات کی وجہ بتا سکتا“

یعنی میں ان پریشانوں میں کیوں گمراہ ہوا ہوں۔ آپ کی انصاری کفر اور کفر کے لئے لگا،

ابوہریرہ میں اس کی وجہ میں تھا تاہوں۔ آپ ان لوگوں کے سامنے آجے جھک گئے کہ یہ آپ پر سوار

ہی ہو گئے۔ آپ پر یہ غمگنہ قسم کرنے کی جرأت انہیں آپ کی حد سے بڑھی ہوئی بدولاری اور شرافت کی وجہ سے ہوئی ہے۔

حضرت عثمان نے فرمایا تم تک کہتے ہو جہ ہاؤ۔

حضرت عثمان کا یہ اور جہانہ نقل۔۔۔ اس کا صبر میں سب سے پہلے ان کے گھر میں جو گھسے وہ گھراہیں ابوہریرہ

تھے۔ یہ لوگوں کے سامنے حضرت عمر و ابن حزم کے مکان کی دیوار پھٹک کر حضرت عثمان کے گھر میں کودے۔

گھراہیں ابوہریرہ نے مکان میں گھس کر حضرت عثمان کی دڑھی پکڑ کر کھینچی۔ حضرت عثمان نے اس پر انہیں ابوہریرہ سے فرمایا،

”بھئیے اس دڑھی کو چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ ای قسم تمہارے آپ بھی اس دڑھی کا احترام کرتے تھے“

یہ سن کر گھراہیں ابوہریرہ کو شرمندگی ہوئی اور گھر سے باہر نکل آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ گھراہیں ابوہریرہ نے حضرت عثمان کی دڑھی پکڑ کر اسے جھٹکا پھرا کر کہا،

”اس وقت نہ مولا یہ تمہیں چھانکے اور نہ ابی اسے سر پہ چھانکے گا“

حضرت عثمان نے فرمایا،

بھئیے میری دڑھی چھوڑ دو! خدا کی قسم تم اس دڑھی کو کھینچتے ہو۔ جس کی قسم سے آپ بھی عزت

کرتے تھے۔ قسم سے آپ میرے ساتھ قسم سے اس مولا کو ہرگز پہنچتے نہ کرتے“

اس پر گھراہیں ابوہریرہ نے دڑھی چھوڑ دی اور وہاں سے چلے گئے۔ ایک قول ہے کہ گھراہیں ابوہریرہ نے ان کی دڑھی پکڑ کر کہا،

”میں جس کو دے سے آیا ہوں وہ قسم داری دڑھی پکڑنے سے کہیں لپکا رہے ہے۔“

حضرت عثمان نے فرمایا،

میں قسم سے مقابلے میں اٹھتا توئی سے بددولت نصرت مانگتا ہوں۔“

اس کے بعد گھراہیں ابوہریرہ نے پھری طیف کی چوٹالی میں دی جہاں کے ہاتھ میں تھی۔ پھر ان میں

سے کسی نے ان کے گھراہیں ابوہریرہ اسی وقت وہاں حضرت عثمان کی دیوی کا لکھ آگئیں تو انہوں نے ان کے ہاتھ کی بانجوں یا لکھیاں کاٹ ڈالیں۔

قصص کی بے حرمتی۔۔۔ ان ماحولوں نے مالک سے روایت کیا ہے کہ قتل کے بعد حضرت عثمان کی نعش تین دن تک پڑی ہی چڑی رہی۔

ایک قول ہے کہ ان کے قتل کے بعد ان کی لاش تین دن تک گھر میں پڑی رہی کسی کو لاش اٹھانے

کی اجازت نہ تھی اس لئے تین دن تک اسے دفن نہ کیا جاسکا۔ آخر تیسرے دن کے بعد جبہ دات آئی تو وہاں پادہ

کوئی آئے جن میں عبداللہ ابن عبدالعزیٰ، عکیمہ بن جرم اور عبداللہ بن زہر بھی شامل تھے۔ ایک قول یہ ہے

کہ چار آدمیوں نے ان کی لہذا جگہ پر بھی اور یہ کہ حضرت امینؓ حضرت عثمانؓ کے قتل کے وقت موجود نہیں تھے اس کے بعد ان لوگوں نے خلیفہ کی راشی اٹھائی۔ جب یہ جگہ لے کر قبرستان میں پہلے تو خلیفہ کے حاکمین نے ان لوگوں کو روک دیا۔

خدا کی قسم اس راشی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہیں کرنے دیا جائے گا۔

قبرستان طبع میں خلیفہ مد ظہلین۔ آخر ان لوگوں نے راشی اس جگہ دفن کر دی جہاں لوگ اپنے مردوں کو دفن کرنے سے پرہیز کرتے تھے چنانچہ حضرت عثمانؓ اپنی زندگی میں جب یہاں سے گزرا کرتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ یہاں ایک سالہ انسان دفن ہو گا جس کے بعد وہ مردے لوگ یہاں اپنے مردوں کو دفن کر کے مطمئن ہوا کریں گے۔

یہ جگہ پہلے ایک باغ تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اس کو خرید کر قبرستان طبع میں شامل کر دیا تھا۔ چنانچہ خود حضرت عثمانؓ ہی وہ سب سے پہلے آدمی ہیں جن کو یہاں دفن کیا گیا لایکہ نگہ پہلے اس جگہ پر لوگ اپنے مردوں کو دفن کرنا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ قبرستان طبع کے اسی اصل حصے میں دفن کرتے تھے جو پہلے سے چار اہل قلعہ حاکمین کا خوف۔۔۔ جگہ لے جانے والے حاکمین کے زاریہ سے بڑی تیزی سے چل رہے تھے چنانچہ جب وہ ایک دروازے سے جگہ لے کر چلی سے نکلے تو راشی کا سر دروازے سے ٹکرا گیا۔ جب انہوں نے حضرت عثمانؓ کو دفن کر دیا تو ساتھ ہی اس در سے قبروں سے برابر کر دی کہ کہیں حاکمین قبر کو دفن کر راشی نہ کال لیں۔ حضرت عثمانؓ کے ساتھ ان کے دونوں خادم بھی تھے جو مکے تھے ان کی راشی کو یہ حضرت بلدی سے ہاتھوں سے پکڑ کر کھینچے ہوئے ایک ٹکڑے پر ڈال گئے جہاں انہیں کتوں نے کھا لیا۔

حضرت عثمانؓ کی مخالفت کا سبب۔ اس سارے قتلے اور لوگوں کے حضرت عثمانؓ کے دشمنی میں جانے کا سبب یہ ہوا تھا کہ حضرت عثمانؓ نے نہایت سنبھلے کے بعد ان تمام بڑے بڑے صحابہ کرام کے بعد ان سے مسودہ اور جگہ راشی کر دیا تھا جن کو رسول اللہ ﷺ نے حقیقین فرمایا تھا۔ ان میں کچھ حضرت عثمانؓ تھے جن کے حقائق ائمہ نے غزائے یہ وصیت فرمائی تھی کہ ان کو ان کے بعد ان پر برقرار رکھا جائے جیسے مصر کے کورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تھے کہ ان کے متعلق حضرت عمر فاروقؓ نے خاص طور پر وصیت فرمائی تھی کہ ان کو ان کے بعد سے چھپائی نہ رکھا جائے۔ مگر حضرت عثمانؓ نے ان کو یہ طرف کر کے ان کی جگہ اپنے ماموں ابو بکرؓ عبد اللہ ابن عامر کو اور زید اسی طرح انہوں نے مصر کی گورنری سے حضرت مروان ماس کو یہ طرف کر کے ان کو اس طرح کو عقرب کر دیا۔ مگر کوئی سے انہوں نے حضرت صفیہؓ ابن شہید کو جگہ راشی کر دیا۔ نیز حضرت ابن مسعودؓ کو بھی یہ طرف کر دیا گیا اور مدینہ طلب کر لیا گیا۔ کوفہ ہی سے انہوں نے حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کو بھی جگہ راشی کر کے ان کی جگہ اپنے ماموں شریک بھائی لید ابن عبد اللہ ابن مسعودؓ کو حقیقین کر دیا۔ یہ وہی شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں قاسم فرمایا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔

قَسَمَ لَكَ تَوْحِيدًا فَكُنْ لَكَ وَبِغَا فَتَسْوَدُ (سورۃ محمدہ پ ۲۱ آیت ۲۳)

ترجمہ: تو کیا جو شخص سو من ہو گیا وہ اس شخص جیسا ہو جائے گا جو بے علم (یعنی نافرمان) ہو اور آجیں میں برابر نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ ولید کے عقربہ پر لوگ کہنے لگے کہ حضرت عثمانؓ نے بہت برا کیا کہ ایسے آدمی کو تو یہ طرف

کر دیا جو نرم دل، نیک طبع، پرہیزگار اور عیسائی جس کی دعا میں مقبول تھیں اور ان کی جگہ اپنے اس بھائی کو مقرر کر دیا جو بددیانت، فاسق اور شرابی ہے (ان تمام الزامات اور بدنامیوں کے جوابات خود حضرت عثمان نے اپنے چہرے پر لے لیے۔)

گایا لوگوں نے یہ بڑا بڑا اور دلید کے فقر پر یہ غزوات آنحضرت ﷺ کے اس لشکر کی جگہ پر تھی جس کو حاکم نے اپنی جنگ میں پیش کیا ہے۔ وہ لشکر یہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کا لشکر۔ جس میں نے لوگوں کی ایک جماعت پر کسی کمزور کے کوئی کو عدو سے دیا جبکہ اس جماعت میں وہ لوگ بھی ہوں جن سے اللہ تعالیٰ اس شخص کے مقابلہ میں راضی اور خوش ہے تو اس میر نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو سب مسلمانوں کے ساتھ دیانت کی۔

اس فتنہ میں علم امین ابو العاص کی ذات۔ حضرت عثمان کی ان باتوں میں سے جن پر لوگ ان کے دشمن بن گئے ایک یہ بھی تھی کہ انہوں نے اپنے چچا علم امین ابو العاص کو عدیہ میں بلا لیا۔ یہ شخص مروان کا باپ تھا جس کو آنحضرت ﷺ کا راند ہار دیا، کہا ہو اور کب ﷺ کا راند ہار دیا، انھیں کہا جاتا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو طائف کی طرف جلا وطن کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی حیات پاک اور پھر حضرت ابو بکر کی خلافت کے زمانے میں یہ طائف میں ہی رہا۔ حضرت ابو بکر کی خلافت کے زمانے میں حضرت عثمان نے صدیق اکبر سے درخواست کی تھی کہ حکم امین ابو العاص کو عدیہ میں داخل ہونے کی مجازت دیدیں مگر صدیق اکبر نے انکار فرمادیا۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میرا حال میرے چچا میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”تمہارا چچا بھلی ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں آنحضرت ﷺ کے کسی فیصلے کو ہرگز نہیں بدلوں گا، خدا کی قسم میں اس کو ہرگز پیش نہیں آئے ہوں۔“

پھر جب حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق کی خلافت کا دور آیا تو حضرت عثمان نے فاروق اعظم سے اس بارے میں درخواست کی۔ حضرت فاروق اعظم نے فہرے سے فرمایا۔

تمہارا ابو عثمان کیا تم اس شخص کے بارے میں بات کر رہے ہو جو رسول اللہ ﷺ کا راند ہار دیا، گداور آپ ﷺ کا راند ہار دیا ہے، جو خدا اور خدا کے رسول کا دشمن ہے۔

(حضرت عثمان پھر باجس ہو کر خاموش ہو گئے) پھر جب حضرت عثمان خود حلیہ بنے تو انہوں نے علم امین ابو العاص کو عدیہ بلا لیا۔ صحابہوں اور انصاروں نے اس کا زبردست اور شدید رد عمل ہوا (اور صحابہ نے حضرت عثمان پر اپنی ناخوشی کا اظہار کیا) مگر حضرت عثمان نے اس معاملہ میں بڑے بڑے صحابہ کی بات نہیں مانی۔ چنانچہ لوگوں کے حضرت عثمان کی مخالفت اور دشمنی میں اٹھ کھڑے ہوئے کاسب سے بلا سبب بھی تھا۔

حضرت عثمان نے اپنے اس اقدام کی وجہ بتلائے ہوئے کہا تھا کہ جب آنحضرت ﷺ مرض الموت میں جتنا تھے اس وقت آپ ﷺ نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ حکم کو اب میں دیدے گا۔ میں نے کہا کہ میں نے یہ بات حضرت ابو بکر کی خلافت کے زمانے میں ان سے کی تھی اور کہا تھا کہ آنحضرت ﷺ کے اس وعدہ کا میں گواہ ہوں۔ مگر صدیق اکبر نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ تم کہتے ہو کہ وہ (جبکہ گواہی میں کم از کم دو آدمی ہونے ضروری ہیں) پھر حضرت عمرؓ کی خلافت کے دور میں میں نے ان سے بھی یہی بات کہی مگر انہوں نے یہی کہہ دیا کہ ایک آدمی کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی۔ اس کے بعد اب جبکہ حکومت خلافت میرے ہاتھ میں آئی

تو میں نے اپنے طم کے مطابق فیصلہ کر دیا اور حکم کو دینے میں آنے کی اجازت دے دی کہ
گورنروں کی معزوری کے احکامات اور عوامی پٹرائٹنگ کی اجازت نامہ (یہاں حضرت ابو موسیٰ
اشعرنی کو ہنگویش کرنے کا حقیق ہے تو کیا جانا ہے کہ ان کے کارندوں نے شکایت پہنچائی کہ وہ تخیل اور تنگ
دل ہیں۔ اللہ انہوں نے قتل کرنا ہونے کے خوف سے انہیں ہر طرف کر دیا تھا۔

حضرت عثمان کے ان ہی اہل بیت میں سے جن کی بناء پر لوگ ان سے براہی ہو گئے ایک یہ تھا کہ ان
کے پاس مصر کے لوگ آئے اور انہوں نے حضرت عثمان سے اپنے گورنری شکایت کی یہ ابن ابی سراح تھے جن کو
حضرت عثمان نے ہی مصر کا گورنر مقرر کیا تھا۔ مصریوں نے ابن ابی سراح کی شکایت کرتے ہوئے کہا،
”آپ نے ایک ایسے شخص کو نیچے مسئلوں کا مال بینی گورنر دیا جس کا خون آنحضرت ﷺ نے حج
مکہ کے دن جائز قرار دیا تھا۔ آپ نے اس کو گورنر دیا اور ہم وہاں ماس کو ہر طرف کر دیا۔“
اس بات کے جواب میں کہا گیا ہے کہ حضرت عمرو کے خلاف مصریوں کی مسلسل شکایتوں کی وجہ سے
عمرو ابن ماس کو ہنگویش کیا گیا تھا۔

مصر کی گورنری اور خلیفہ کے خلاف خوفناک سازش جہاں تک ابن ابی سراح کا حقیق ہے تو یہ حج
مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور ان کے حالات اس کے بعد بہتر ہو گئے تھے اور چونکہ سیاسی معاملات میں
(خلیفہ کے خیال کے مطابق) ان کی سوج بوج حضرت عمرو ابن ماس کے مقابلے میں زیادہ تھی اس لئے ان کا
تقرر کر دیا گیا۔

جہاں تک حضرت صفور ابن شہر کو ہر طرف کرنے کا حقیق ہے تو ان کے حقیق حضرت عثمان کو
دکھاتے ہیں۔ پہلی قسم کے دو لوگوں سے دشمنی لینے میں ابن ابی سراح نے مسلمانوں میں بھیجی کہ ان کو ہنگویش
کر دیا جائے (یعنی انہیں ناپاک ہونے کے باوجود مسلمان بنی تھی کہ ان کو اس عہدہ سے الگ کر دیا جائے)
فرخ وہ مصری ہیں جس سے ماس ہوا کہ وہ بھی مصر چلے گئے۔ اسی دوران میں ابن ابی سراح نے ایک
مصری کو قتل کر دیا۔ یہ مصریوں کا یہ دفعہ پہلا دفعہ تھا اور انہوں نے بڑے بڑے صحابہ سے بات چیت
کی۔ ایسے حضرت علی اور حضرت طلحہ ابن عبید اللہ وغیرہ ان حضرات نے خلیفہ سے جا کر کہا،
”آپ ابن سراح کو فوراً ہنگویش کر دیجئے کیونکہ وہاں کے لوگ ان کی جگہ دوسرے کوئی کا آپ سے
مطالبہ کرتے ہیں۔“

حضرت عثمان نے کہا،

”وہ اپنے لئے کسی شخص کا عہدہ انتخب کر کے مجھے تھلا دیں میں اسی کو وہاں کا گورنر بنا دوں گا۔“

محمد ابن ابی بکر کو مصر کی گورنری کا حکم ملا۔ مصریوں نے اس پر محمد ابن ابی بکر کو منتخب کیا چنانچہ
حضرت عثمان نے محمد ابن ابی بکر کے نام تقرر کی کا حکم ملا۔ لکھو اور ان کو مصر کا گورنر بنا دیا۔ چنانچہ خلیفہ کا فرمان
لے کر محمد ابن ابی بکر مصر کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ صحابہ اور انصار کی مسئلوں کی ایک جماعت بھی
روانہ ہوئی اور تاجیین کی ایک جماعت بھی گئی تھی تاکہ مصر و احوال اور ابن ابی سراح کے درمیان معاملات اور صورت
حال کو دیکھیں۔ جب محمد ابن ابی بکر دینے سے تین دنوں کے قافلے پر پہنچے تو انہیں ایک حبشی غلام بونت
پر سوار بنا کر انظر آید یہ غلام خلیفہ کا تھا۔ انہوں نے غلام سے پوچھا کہ کس مقصد سے آئے ہو اس نے کہا،

میں امیر المؤمنین کا مقام ہوں۔ انہوں نے مصر کے گورنر یعنی ابن ابی مرہا کے پاس بھیجا ہے۔“
 سلاش کی بے نقاب..... اس واقعے میں سے ایک شخص نے محمد ابن ابی بکر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ مصر کے گورنر یہ ہیں۔ مقام نے کہا میں ان کے پاس نہیں بھیجا گیا ہوں۔ آخر محمد ابن ابی بکر کو اس معاملہ کی خبر ہوئی اور انہوں نے اس مقام کو اپنے پاس بلا دیا۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھ کے تمام صحابہ اور انصاری مسلمانوں کی موجودگی میں اس سے پوچھا کہ تو کس کا مقام ہے؟ اب وہ جھٹی بھٹی تو کہتا کہ امیر المؤمنین کا مقام ہوں اور کبھی کتا کہ میں مرہا کا مقام ہوں۔ آخر میں سے ایک شخص نے اس کو پہچان لیا اور اس نے کہا کہ یہ حضرت عثمان کا مقام ہے اب محمد ابن ابی بکر نے اس سے پوچھا۔
 ”تجھے کس کے پاس بھیجا گیا ہے؟“

اس نے کہا،

”مجھے ایک خط دے کر مصر کے گورنر کے پاس بھیجا گیا ہے۔“

ابن ابی بکر کی مدینہ کو واپسی..... ابن ابی بکر نے پوچھا کہ کیا میرے پاس وہ خط موجود ہے۔ اس نے انکار کیا کہ خط میرے پاس نہیں ہے اس پر بنی لوگوں نے اس کی حاشائی تو اس کے پاس سے حضرت عثمان کا خط لے لیا جو مصر کے گورنر ابن ابی مرہا کے نام تھا۔ یہ خط جسے کی ایک غلطی تھی کہ وہ خط ابی بکر کے نام تھا اور اس خط کو پڑھا گیا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا۔

”تمہارے پاس جب محمد اور عثمان ہوں تو کب تک نہیں تو انہیں کسی نہ کسی طرح قتل کر دینا ایک دہائی کے مطابق خط کے الفاظ یہ تھے۔ عثمان عثمان لوگوں کے کہنے کا خیال رکھنا جیسے یہ تمہارے پاس آج نہیں فوراً ان کی گردنیں مار دینا عثمان کو یہ سزا دینا عثمان کو یہ سزا دینا ان میں دھمکاواں ہے اور باوجود انہیں جیسا کہ دہائی کے مطابق خط کے الفاظ یہ تھے کہ محمد ابن ابی بکر کو ذبح کر کے اس کی کھال میں بھر دینا اور اپنے کام میں لگے رہو اور میرے خط کا انکار کرو۔“

حضرت عثمان سے برہم اور استغیث..... ابن لوگوں نے جیسے ہی یہ خط ہر حساب کے سب گھبرا گئے اور ان میں سے ابی بکر مدینہ آگئے۔ مدینہ پہنچ کر ان لوگوں نے یہ خط تمام صحابہ اور تابعین کو دکھایا۔ جس نے بھی یہ خط پڑھا اس نے اس پر غصہ دیا، انہوں کا عندیہ تھا کہ آخر حضرت عثمان کا خط اور اس خط کو لے کر حضرت عثمان کے پاس پہنچنے والے کے ساتھ موت سے وہ صحابہ بھی تھے جو غزوہ بدر میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت عثمان کے پاس پہنچ کر انہوں نے پہلے خلیفہ سے اس خط کے مصدق دریافت کیا۔
 ”کیا یہ شخص آپ کا مقام ہے؟“

انہوں نے کہا ہاں ابی مرہا انہوں نے فوت کے مصدق پوچھا کہ کیا یہ بھی آپ کا ہی ہے؟ انہوں نے کہا،

”ہاں!۔ اب انہوں نے کہا،

”تو یہ خط آپ ہی لے گیا ہے۔“

حضرت عثمان نے کہا،

”میں۔ میں اللہ کے نام پر صاف الفاظ کہتا ہوں کہ میں نے یہ خط کھولا نہ میں نے اس کے کھینے کا

کئی کو عظم دیانت میں اس کے بارے میں کچھ جانتا ہوں۔
حضرت علیؑ نے کہا،

”مگر اس خطا پر لگی ہوئی سر آپ ہی کی سر ہے۔“

حضرت عثمانؓ نے کہا میں اس حضرت علیؑ نے کہا،

پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کا نام آپ کا لوٹ لے کر اور آپ کا ایک ایسا خط لے کر روانہ ہو جس پر
آپ کی سر لگی ہوئی ہے اور آپ کو ان باتوں کا کچھ پتا نہ ہو؟“

حضرت عثمانؓ نے پھر کہا،

”میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ نہ میں نے اس خطا کے لکھنے کا حکم دیا اور نہ اس حکام کو مصر کے لئے روانہ

کیا۔“

حضرت عثمان کی برائت۔۔ اب ان حضرات کو یقین ہو گیا کہ یہ ساری کارروائی اور ساری اصل میں مروان
کی معلوم ہوئی ہے حضرت عثمان کی نہیں کیونکہ حضرت عثمان جو اس خط میں لے گئے (کیونکہ قاصد یہ تھا کہ
خلیفہ کا ایک خطی ہوتا تھا جو تمام حکم ماتے اور فرمان نکھاتا تھا۔ پھر یہ فرمان حضرت عثمان کو دیکھا کہ ان کی سر
لگائی جاتی تھی)۔

ایک روایت میں حضرت عثمان کے یہ لفظ ہیں کہ یہ خطا یقیناً میرے ہی لکھی کا نکھایا ہے اور اس پر میر
بھی سب سے ہی ہے (مگر مجھے اس کی کوئی خبر نہیں ہے)۔

ایک روایت میں ہے کہ۔ غلام میرے حکم کے بغیر کیا ہے اور میرے حکم اور اطاعت کے بغیر ہی لوٹ
لے جایا گیا ہے۔ تب حضرت عثمان وغیرہ نے کہا کہ پھر اس فرمان پر لگی ہوئی آپ کی سر کے معلق آپ کیا کہتے
ہیں؟ حضرت عثمان نے کہا،

”یہ سر غالباً مروان نے اس پر لگائی ہے۔“

مروان کو سپرد کرنے کا مطالبہ۔۔ اب ان حضرات نے خلیفہ سے مطالبہ کیا کہ مروان کو بدلے کے حوالے
کر دیں مروان خلیفہ کے ساتھ یمن میں ہی کے مکان میں رہتا تھا۔ مگر حضرت عثمان نے مروان کو ان کے حوالے
کرنے سے انکار کر دیا اس پر حضرت علیؑ مروان کے ساتھی غصہ ہو کر وہاں سے اٹھ گئے۔ وہ یہ کہتے ہوئے وہاں
سے نکلے،

”عثمان اس سازش سے اپنے آپ کو اس وقت تک بری نہیں کر سکتے جب تک کہ مروان کو بدلے
حوالہ نہ کریں تاکہ ہم اس خطا کے معلق حقیقتات اور معلومات کریں۔ اگر حقیقت کے بدلے یہ معلوم ہو کہ اس خط
کا حکم عثمان نے دیا تھا تو ہم ان کو خلافت کے عہدے سے معزول کر دیں گے اور اگر یہ خط حضرت عثمان کی طرف
سے مروان نے لکھا ہے تو ہم دیکھیں گے کہ مروان کے لئے کیا کیا جائے۔“

خلیفہ کا انکار اور ان پر حملہ۔۔ مگر حضرت عثمان نے مروان کو ان کے سامنے پیش کرنے سے انکار کر دیا
کیونکہ ان کو یہ تھا کہ اگر مروان مگر سے نکلا تو لوگ اس کو قتل کر دیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسی خط پر حضرت عثمان
کے مگر کا لوگوں نے عاصمہ کو لیا اور خلیفہ کو مگر میں نظر بند ہو جانا۔ ان لوگوں نے خلیفہ کے مگر کو ہر طرف سے
گھیر لیا۔ پہلی تک مگر میں پہنچنے پر پانی کی گاری۔ جس کی تحصیل پہچان ہوئی۔

ابن جوزی نے لکھا ہے کہ جب مصر میں نے خلیفہ کے گھر میں داخل ہوا اور حضرت عثمان کو قتل کرنے کے لئے گھر میں گھس گئے تو اس وقت حضرت عثمان کی گود میں قرآن پاک رکھا ہوا تھا اور وہ عجلت کر رہے تھے حملہ آور حضرت عثمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر چیخے اور وہ کیا حضرت عثمان نے ہاتھوں پر دلوں کا مس سے اس ہاتھ پر دم تیار ہوا تو ان کی دعا میں رخصت ہو کر قرآن پاک پر ایک قرآن پڑھا کہ حضرت عثمان کا خون قرآن کے کھلے ہوئے صفحے پر گرے اور جس آیت پر خون گرے وہ صحیح رہی۔

فَسَبِّحْهُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّابِّحُ الْعَلِيمُ (سورہ بقرہ، آیت ۱۹۱-۱۹۲)

ترجمہ: تو کچھ لو کہ تمہاری طرف سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جانے دیے ہیں۔

حضرت عثمان نے کہا،

”میرے ہاتھ وہ پہلا ہاتھ ہے جس نے قرآن پاک کی حفاظت یعنی طویل سورت نکلی۔“

یہاں تک کہ سارا ابن جوزی کا حوالہ ہے۔ یہ واقعہ بھی نبوت کی شانوں میں سے ایک ہے چنانچہ مائیکم ابن عباسؓ سے ایک حدیث قویٰ کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا،
 آنحضرت ﷺ کی ایک قدح کوئی اور اس کی تکمیل اے عثمان! تم اس حالت میں قتل ہو گئے کہ تم سورہ بقرہ کی عجلت کر رہے ہو کہ اور تمہارے خون کا ایک قطرہ آیت سَبِّحْهُمْ اللَّهُ پر گرے گا۔“
 مگر سارا یہی ہے اس حدیث کے آخری حصے کو موقوف کر دیا ہے۔

حضرت عثمانؓ کے اوصاف ... ایک روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ کے گھر کا سامرو کیا کا قاتلوں نے کہا تھا کہ تم میں سے نہ جاہلیت کے زمانے میں کبھی نہ کیا اور نہ اسلام قبول کرنے کے بعد اور جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دے کر اپنی صفائی میں نہ بھی نہیں سوچا کہ میرے لئے میرے دین کا کوئی بدل بھی ہو سکتا ہے۔
 نہ ہی کسی میں نہ کسی کو قتل کیا۔ پھر آخر تم مجھے کس لئے قتل کرنا چاہتے ہو۔“

پھر انہوں نے کہا،

”خدا ان لوگوں سے ہرگز مخالفت نہیں کہیں کسی ایسے ہی صحابہ کرام سے وہ چاروں کر دے جس سے قوم نور یا قوم نور یا قوم صالح یا قوم مسلم کو دو چار ہونا چاہو قوم نور بھی تم سے زیادہ نور نہیں ہے۔ اس لئے اسے میری قوم کے لوگوں کے قتل سے مت کر دو کہ اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو تمہاری ہی حالت ہو جائے گی۔“

اس کے ساتھ ہی حضرت عثمانؓ نے اپنی انگلیاں ایک دوسری میں پھنسا کر اشارہ کیا جس کے بعد انہوں نے اپنے دل پر اللہ تعالیٰ کے اسماء و احوال اور اس کی قسمیں لگا کر اسے ہونے کہا،

جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں اپنے ہاتھ دے کر آپ ﷺ سے بیعت کی تھی اس کے بعد سے آج تک میں نے ان ہاتھوں سے اپنی ترنگہ کو نہیں بھولا جب سے میں نے اسلام قبول کیا کوئی جھوٹا یہ ایسا نہیں گزرا جس میں میں نے اللہ کے نام پر ایک سلام قبول نہ کیا ہو۔ اور اگر کسی جھوٹے دن میں میرے پاس کوئی غلام نہیں ہو جو جہد میں جب میرا تھا ہے تو میں اس جھوٹے دن کا قرض چارہ کر کے لے آؤں گا۔“

شہادت سے پہلے حضرت عثمانؓ کا خواب چنانچہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جن غلاموں کو حضرت عثمانؓ نے آلو کیا ان کی تعداد تقریباً دو سو چار سو ہے۔

ایک روایت ہے کہ جس دن حضرت عثمان قتل ہوئے اس کی رات میں انہوں نے آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو خواب میں دیکھا تھا ان حضرات نے حضرت عثمان سے جو کئی باتیں کہیں وہ فرمایا،

”میر کر! آتے آتے اللہ رات میں تم ہمارے ساتھ کھڑی گئے“

شہادت کے لئے تیار تھی..... مجھے ہی حضرت عثمان نے قرآن پاک دیکھا، اسے اپنے سامنے کھول کر رکھ لیا اس روز انہوں نے چارہ پیمانہ پیا کہ اس سے پہلے جاہلیت یا اسلام کے زمانے میں انہوں نے کبھی پیمانہ استعمال نہیں کیا تھا (ایک لکھی بات ہے) اس وقت انہوں نے لکھی کے بجائے پیمانہ اس لئے پینا کہ کہیں قتل کے بعد ان کی شرمگاہ کسی کے سامنے نہ کھل جائے (کیونکہ حضرت عثمان کو اَفْتَقُفُ حَيَاتِهِ قَدْ اَخْبَاهُ فَمَنْ خَلَعَتْ فَرَمَا كَمَا يَكُونُ۔ یعنی حضرت عثمان اس امت کے سب سے زیادہ پابند اور شرمگاہ کے پختہ تھے)۔

حضرت عثمان پر الزامات..... حضرت عثمان کے خلاف جن الزامات کی وجہ سے لوگوں میں غیظ و غضب اور انکسار کا جذبہ پیدا ہوا ان میں سے ایک سبب بھی تھا کہ انہوں نے اپنے چچا کو جو بھائی مرثان بنی تھم کو اپنے چچا کو قید کر دیا تھا۔ اسی طرح مدینہ کے چچا مرثان میں جو مال رکھا تھا اس کا اس یھودی حرت کو دینا تھا۔ اسی طرح ایک دفعہ ان کے پاس حضرت ابو موسیٰ ایک کھال بھر کر سونالے جس کو حضرت عثمان نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اسی طرح انہوں نے بیت لیل کا دست بڑا حصہ اپنے مکانات کی تعمیر اور ان کی مزین کاری میں خرچ کر دیا تھا۔ اسی طرح انہوں نے سوائے ان تین کے صدقہ کی چیزیں حلال کر لی تھیں (جو سرسرقہ الزام اور ہتھیان ہے)۔

یہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کو قید تھائی میں ڈال دیا تھا۔ اسی طرح عطاء بن ابی ریحان کعبہ کو قید میں ڈال دیا تھا۔ یہ انہوں نے حضرت ابوذر غفاری کو جلا وطن کر کے مدینہ کے مقام پر پہنچا دیا تھا۔ انہوں نے عباد بن صامت کو مدینہ کی شکایت پر شام سے واپس بلا لیا کعب بن عباد اور عمار ابن یاسر کے بیٹے میں کوڑے لگوانے اور کعب کو جلا وطن کر کے پہاڑوں کی طرف نکال دیا۔ حضرت عمار بن ابی ریحان کعبہ کو کافروں کی صفائی ہو۔ اسی طرح انہوں نے بیت لیل کی اکثر زمینیں غلامت کر کے فروخت کر دیں اور عجم دیا کہ ان کے گماشتہ اور غلاموں سے پہلے زمینیں کسی کو نہ چلی جائیں۔ یہ ان کے سہم میں کوئی جملہ ان کے جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کسی اور کام کے لئے نہیں چل سکتا۔ اسی طرح انہوں نے کچھ ایسے صحیفے اور تحریریں جلا دیں جن میں قرآن پاک کی آیت بھی لکھی ہوئی تھیں۔ اسی طرح مدینہ سے ۱۰۰ چاکو گئے تو انہوں نے مٹی میں قند میں گھس گھس کی جگہ پوری قند پر مٹی۔ اسی طرح انہوں نے عبداللہ کے گھس کے پھیلے پر مٹی نہیں کر لیا حالانکہ اس نے ہر حرت کو قتل کیا تھا۔

حضرت عثمان فقیہ پر لوگوں نے یہ الزامات لگائے تھے جس پر عوام ان سے بد امنی تھے یہاں تک کہ لوگوں نے اسی بار اہل سنتی کے نتیجہ میں وہ شہید ہو گئے۔ مگر ان سب الزامات کا جواب جہاد کی کتابوں میں ملاحظہ ہے چنانچہ کتب سوانح نے ان تمام الزامات کا جواب دیا ہے لہذا اگر حضرات چاہیں وہ سوانح میں جوابات دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف الزامات کی حیثیت..... (تشریح حضرت عثمان فقیہ پر جو الزامات

ایک اعتراض یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو زمین دی ہیں، لہذا یہ ہے کہ کراچی منقوت میں حضرت
مہاجر بن ابی عبداللہؓ فرمایا تھے مگر میں حضرت نے ان منقوت حاکموں میں قیام فرمایا وہاں کے ساری لوگوں
تو ان کی وہی حیثیت ہو گئی جو وہاں کے باشندوں کی ہے ان کے وہی حقوق ہیں، اس لئے کہ اس کے دوسرے لوگوں
کے حقوق ہیں اور جن حضرات نے وہاں قیام نہیں فرمایا اور اپنے وطن واپس آ گئے تو ان سے ان کا وہ حق تو ضائع
نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان منقوت جانیدہوں میں ان کے لئے مقرر کیا ہے میں نے ایسے حضرات کے حصول کی
تفہین کرائی پھر میں نے ان کے ان حصول کو ان کی فرائض پر ان لوگوں کے ہاتھ فروخت کر دیا اور عرب میں
مہاجر جانیدہوں کو فروخت کرنے کے بعد یہ بتایا کہ ان کے تمام حقوق فروخت کر دیئے، وہ ان کے قبضے میں ہیں مگر
قبضے میں نہیں اور ان کے قبضے میں میری بخشش سے نہیں پہنچے بلکہ انہوں نے قیمت دلائی عرب میں کوٹے ہیں۔

(حوالہ خواجہ نقشبند ص ۹۴ تا ۹۵)

(اس شخص سے مراد سے حضرت اموات کا مہاجر بن ابی عبداللہؓ ہیں ان کے بیان سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دیگر
تمام اموات کے جواب بھی جان کی حضرت کتب میں محفوظ ہیں۔ نیز خواجہ خواجہ نقشبند حضرت عثمانؓ کی برکت پر ہی
مشتمل ہے ان کے تفصیلی حوالہ بات کے خواجہ خواجہ حضرت یہ کتاب مطالعہ فرمائیں۔ مرتبہ)

غرض مسجد نبویؐ کی تعمیر کا بیان بھی ہوا تھا اس حد تک میں ان پر کہ میں نے حضرت اس سے ایک روایت
نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت کے ہمارے سال کے بعد انہیں چار کر کے اور مسجد نبویؐ کی تعمیر کا حکم دیا
تو مہاجر بن ابی عبداللہؓ میں اس روایت کا انکار کیا کیا ہے اور کہا کیا ہے کہ حضرت نے اس سے جو روایت نقل کی تھی ہے
وہ وہی روایت ہے جس کا مضمون سمجھا نہیں گیا ہے کہ یہ کہ یہ بات مشہور قول کے خلاف ہے۔ (الحدیث)

مسجد نبویؐ میں توسیعات۔ حضرت مہاجر بن ابی عبداللہؓ نے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری یہ
مسجد منشاء کے مقام تک بھی نہیں جائے (یعنی مکمل جائے) تو یہ میری مسجد نبویؐ ہے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کی شاندار حدیث سے ہے کہ
آپ ﷺ نے مسجد نبویؐ کی عمارت کے دور تک پہنچنے کی پہلی اطلاع دیدی تھی کہ تم آپ ﷺ کے بعد مسجد
میں توسیع ہوتی رہی۔ سب سے پہلے عقیلہ صدیقہؓ نے اس میں توسیع کی۔ یہ توسیع ۶۰ھ میں کی گئی پھر ۲۰۴ھ
میں عقیلہ سون عباسیؓ نے مسجد نبویؐ میں کچھ اور توسیع کی۔

اس تفصیل سے ان لوگوں کے قول کی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مسجد نبویؐ کے توسیع اور
توسیع ہونے کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کا ذکر لڑتا ہے، اسی وقت کے لئے خاص ہے جب آپ ﷺ نے یہ
بات فرمائی تھی (یعنی اس وقت مسجد نبویؐ بھی توسیع ہو جائے) مسجد نبویؐ کی توسیع کی بعد میں ہونے والا
اضافہ اگرچہ مسجد نبویؐ کا صدیوں سے ہر گز وہاں کا اندرونی قبوہ نہیں ہو گا جو مسجد نبویؐ کا ہے۔ (ابن ابی نعیم
اس بحث سے علیحدہ ہو کر اپنی بات واضح ہے کہ مسجد نبویؐ کے اس حصے میں توسیع ہونے کی پابندی اور خیال رکھنا
زبردستی ہو جو حد رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا ہے۔

تعمیر مسجد کے ساتھ (۱) ازواج کے حجرہوں کی تعمیر۔ (قول) مسجد نبویؐ کے ساتھ ہی قرآن
مطہرات یعنی رسول اللہ ﷺ کی دیواریں میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّہؓ کے لئے حجرے بنائے گئے یہ
حجرے مسجد نبویؐ سے بالکل ملحق ہوئے ہوئے بنائے گئے۔ نیز مسجد ہی کے طرز پر انہوں نے تعمیر کئے گئے۔

مناجروں کی تہمتیں بھی ٹھکری ہو، کجگوری چھل سے چلے گی۔

مکہ کی تعمیر کے شروع ہی میں بیمار کے لوگوں میں سے ایک شخص مدینہ منورہ آئے تھے ان کا نام سلطان تھا اور یہ نئی صلیب میں سے تھے۔ نوروحی سے روایت ہے کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس مدینہ آیا تو اس وقت آپ ﷺ مکہ نہ کی تعمیر میں مصروف تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ سب مسلمان بھی کام کر رہے تھے میں نے غار اٹھولنے کے کام سے خوب واقف تھا اس لئے میں نے ایک سووار تک پر قنکر چڑھا اور غار اٹھولا شروع کر دیا۔ یہ وہی کچرہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا،

”اے کام میرا کیا ہے؟“

ان کے لیے آپ کو دعا ہے۔

تم جی کام کرو۔ میں دیکھتا ہوں تم اس کام میں بہت اچھی طرح اکتف ہو۔ ایک روایت میں یہ لفظ آیا کہ جی مخلص کا یہ نفس کھرا کھولنے کے کام سے طوبہ اکتف ہے۔ ایک روایت کے لفظ ہیں کہ کھرا کھولنے کا کام ایسی جی مخلص سے جو کہ اس کام میں وہ تم سب میں زیادہ باہر اور اکتف معلوم ہو تا ہے۔ ایک روایت کے نسخے میں جی مخلص کے اس نفس کو کھرا کھول دے۔ وہ جو کام تم سب سے زیادہ اچھی طرح کروا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے گھر والوں کی فکر سے آگاہ جب کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے آپ ﷺ نے حضرت زید ابن حارثہ اور زید بن راح کو کہہ دیا کہ آپ ﷺ سے ان دونوں کو رخصت کر دو اور انہیں دے دیے تاکہ وہ آپ ﷺ کے گھر والوں کو فائدہ سے یہاں نہ آئیں۔

(۱) ایمان بانیؑ اور ہم آپ ﷺ کے حضرت ابو بکرؓ سے لے کر ان دونوں کو دیتے تھے تاکہ اس رقم سے یہ ان کی ضروریات خرید سکیں۔ چنانچہ حضرت زیدؓ نے اس میں تین سو اونس خریدے۔ دو سو اونس کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ نے بھی دو سو تین سو اونس دے کر عبد اللہ ابن ابی بکرؓ کو ابیہر کے طور پر بھیج دیا چنانچہ یہ مکہ سے حضرت خالدؓ، حضرت ام کلثومؓ جو آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی تھیں اور ابن عباسؓ آنحضرت ﷺ کی اہلیہ حضرت سہیلہؓ کے نام سے، آپ ﷺ کی اہلیہ ام المومنینؓ جو زیدؓ کی بیوی تھیں اور ان کے بیٹے اسامہ ابن زیدؓ کو لے کر مدینہ آئے۔ مدینہ میں اسامہ ابنس کے ساتھ شریک بھائی تھے۔ ابی اسامہؓ خود بھی آنحضرت ﷺ کے پیچھے تھے اور تب کی ہوا کے تھے۔

اسامہ ابنی نویدؓ پر آپ ﷺ کی شفقت۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (بکبک ہمارے) لڑکے نے کھانے سے تھے اور وہ ان سے کہہ رہے تھے کہ تم کو کھانے سے روکتے ہیں اور ان کا چہرہ لال ہو گیا جس سے خون سے لگا۔ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

¹⁰ *Shen-Chi-Ni*

مجھے اس وقت گویا پیسے کی کمی نہ تھی۔ وہ پہلا رقم میری جینی بیک والے صاحبی سے رہا۔ اب چھٹا خود اپنے گھر کے خزانے سے ملے اور ان کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔

صاحبزادی حضرت زینبؓ..... غرض آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت فاطمہؓ کو حضرت ام کلثومؓ کو یہ آئیں۔ جہاں تک آپ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا تعلق ہے تو وہ شادی شدہ تھیں اور کہیں اسے شوہر کے پاس نہ جاتی تھیں بلکہ ان کی خالہ کے بیٹے بھی تھے۔ یہ اس وقت تک مسلمان

نہیں ہوئے تھے اس لئے انہوں نے حضرت ذہب کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا۔

آگے بیان آئے گا کہ اس کے بعد حضرت ذہب نے بھی اپنے شوہر سے پہلے مدینہ کو ہجرت کر لی تھی اور شوہر کو کفر کی حالت میں نہ چھوڑا تھی۔ ان کا نام ابو العاص ابن ربیعہ تھا۔ بعد میں یہ ابو العاص غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے مگر یحییٰ کو چھوڑ دیا گیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کو عظیم دیا کہ وہ اپنی بیوی حضرت ذہب سے دستبردار ہو جائیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور بیوی کو ساتھ رکھنے پر زور نہیں دیا۔ اس کے بعد ذہب یہ مسلمان ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے حضرت ذہب کو ان کے چچا و نواسہ

جہاں تک آنحضرت ﷺ کی چچا صاحبزادی حضرت رقیہ کا تعلق ہے تو اس بارے میں پیچھے بیان کر دینا ہے کہ وہ اپنے شوہر حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ ہجرت کر گئی تھیں۔

حضرت ابو بکرؓ کے گھر والوں کی آمد۔۔۔۔۔ غرض حضرت فاطمہؓ اور ان دوسرے لوگوں کے ساتھ جن کا پیچھے ذکر ہوا حضرت عبداللہؓ ابن ابی بکرؓ کے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے ان ابو بکر کے ساتھ دونوں کے یعنی حضرت ابو بکرؓ کے گھر والے بھی تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ کی بیوی آنہ وہاں حضرت عائشہؓ کی بیوی بھی تھیں۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ سے تھیں اور ان کے یہاں حضرت عبداللہؓ ابن ابی بکرؓ پیدا ہوئے والے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ وہ اور ان کی والدہ آنہؓ وہاں فوت ہو چکی تھیں۔ انہیں اب تک فوت ہوا کہ بزرگ احمدؒ میری والدہ ایک دم کھرا کر چائے نہیں کھاتے میری بیٹی۔ ہائے میری! نہیں۔ (ولمیں سے مراد آنہؓ) حضرت عائشہؓ ہی تھیں کیونکہ اس وقت ان کی رہائشی نہیں ہوئی تھی) غرض اس فریاد پر ایک دم فوت ہو گئیں۔ یہ سن کر اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں سزا سنائی کہ فرماؤ۔ ایک روایت میں حضرت عائشہؓ ہی کہتی ہیں کہ جب میری والدہ نے ہائے میری! نہیں۔ ہائے میری! بیٹی کہہ تو ایک آنہؓ یہ کہتے تھے بی بی کہ انہوں نے کام چھوڑ دیا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً کام چھوڑ دیا اور اللہ کے قسم سے فوت ہو گئیں۔ یہ سن کر میری سزا سنائی گئی۔

صدیق اکبرؓ کی اہلیہ آنہؓ وہاں کا مقام۔۔۔۔۔ آنہؓ وہاں کے چچا سے حضرت ابو بکرؓ کے یہاں حضرت عبدالرحمنؓ اور حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ سے پہلے آنہؓ وہاں کی شادی عبداللہؓ ابن ربیعہ سے ہوئی تھی جسکے نتیجہ میں انہیں پیدا ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے آنہؓ وہاں کے بارے میں فرمایا، "جس شخص کو ہمت کی ضرورت ہو اس سے کوئی ضرورت نہیں کی خواہش ہو وہ آنہؓ وہاں کو دے لیجئے۔" ان کی وفات آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی واقع ہو گئی تھی۔ آنحضرت ﷺ ان کی قبر میں خود ہی گھس نہیں آئے اور یہ دعا پڑھی،

"اے اللہ! تو غلبہ دیتا ہے کہ حجر سے اور حجر سے رسول کے لئے آنہؓ وہاں نے کیا کیا تکلیفیں جھیل

جبر۔"

اس بارے میں اختلاف ہے کہ ان کی وفات آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہوئی ہے۔ یہ اشکاف بخاری میں مسروق کے ایک قول سے پتا چلتا ہے۔ یہ مسروقؒ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں اور ان کا ایک قول ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ کی والدہ آنہؓ وہاں سے پوچھا وہ غیر وہ غیر وہ مسروق کے آنحضرت ﷺ

نیرواقت کے بعد پیدا ہوئے میں کسی کو انکار نہیں ہے۔ بخاری میں جو یہ حدیث ہے وہ صحیح حدیث ہے جو
خبر ہے کہ سیرت بخاری میں اس روایت کے مقابلے میں زیادہ مقدم اور قابل قبول ہے جس کے مطابق ائمہ
روایتی روایات آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہوئی ہے۔

حضرت اسامہ بن جریجؓ ابو بکرؓ ... غرض بخاری میں حضرت اسامہ سے روایت ہے کہ ہجرت کے اس سفر میں
میں قہار کے مقام پر ٹھہری جہاں میر سے یہاں عبداللہ ابن زہر پیدا ہوئے۔ اس کے بعد میں آنحضرت ﷺ کی
خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے اپنے بیٹے کو آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے ایک گجڑ مارا کر اسے
پنایا پھر آپ ﷺ نے اپنے کے منہ میں اپنا لعاب دیا اور اس طرح عبداللہ ابن زہرؓ کے منہ میں دیا میں
آنے کے بعد سب سے پہلے جو چیز آئی وہ آنحضرت ﷺ کا لعاب دینا تھا اس کے بعد آپ ﷺ نے وہ چھائی
ہوئی گجڑ اپنے کو کھلا کر تھیک کی۔ کتاب موصوف میں اسی طرح ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے کی تھیک کی اور اس
کے لئے خیر و برکت کی دعا دی۔ یہ پہلا بچہ ہے جو اسلام آنے کے بعد مہاجرین میں پیدا ہوا۔

مہاجرین میں پہلا بچہ۔ (اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسامہ کے یہاں پیدا ہونے کے وقت
آنحضرت ﷺ قہار ہی تھے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اپنے کی پیدائش کے فوراً بعد حضرت اسامہ سے آنحضرت
ﷺ کی خدمت میں آئی ہوں اس بارے میں شبہ ہوتا ہے کیونکہ حضرت اسامہ آنحضرت ﷺ کے قہار سے
وہ نہ تھے نہ آنے سے بعد قہار بن چکے ہیں کیونکہ ایک قول ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر والے سب مکہ سے
آئے تو اس وقت آنحضرت ﷺ مسجد نبویؐ کی قیہ میں مصروف تھے اور حضرت ابو بکرؓ نے گھر والوں کو رخ میں
نہرا دیا۔ اس بارے میں کہا جاتا ہے کہ شیعہ اس وقت آنحضرت ﷺ کو مدینہ سے قہار میں آنے ہوئے ہوں کے
(سب حضرت اسامہ وہاں آئے تھے)۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس تحصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ ابن زہرؓ وہاں پیدا ہوئے وہ اس
میں نہیں ہیں کہ وہ مدینہ کی روایت کے حقیقی قہار ہیں جو وہاں کا قول ہے۔ علامہ ابو نعیمؒ نے لکھا ہے کہ ابن زہرؓ
نی پیدائش کے وقت میں مدینہ ہو چکی اور مسلمان ہیں پیدائش پر اب اللہ خوش ہوئے کیونکہ یہودی یہ کہنے لگے
تھے کہ ہم نے ان مسلمانوں پر چارہ کر دیا ہے اس لئے ان کے منہ کو پی پیرا ہوا ہے اور یہ کہہ رہے تھے۔

اس تحصیل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ علامہ ابو نعیمؒ کا قول صحیح اور درست ہے۔ اب اس اختلاف کے حل کے
میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ شاید میں مدینہ کی مدت لکھا ابن زہرؓ کے چھٹے سال رہے (جس کی علامہ ابو نعیمؒ نے
یہ بات صریحاً کر دی تھی جہاں تک اپنے کے ہاں کے چھٹے سال میں خیر معمولی مدت لکھ دینے کا منہ ہے تو یہ
کوئی تعجب کی بات نہیں ہے) چونکہ کہا جاتا ہے کہ امام مالکؒ دو سال تک ہاں کے چھٹے سال رہے۔ اسی طرح
بخاری میں علامہ جریجؓ بھی دو سال تک ہاں کے چھٹے سال رہے۔ علامہ ابو نعیمؒ نے تو احادیث میں یہ لکھا ہے کہ
امام مالکؒ تین سال تک ہاں کے چھٹے سال رہے۔ خود امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ہماری چاروں کے بارہ سال میں چار بار
سال کے محل سے نکلے ہوئے۔

اب یہ بات ممکن ہے کہ حضرت اسامہ قہار بن چکے تھے حضرت عبداللہ ابن زہرؓ پیدا ہوئے اور اہل حق سے
اسی روز آنحضرت ﷺ بھی وہاں تھے صرف لائے ہوئے تھے۔ غرض آنحضرت ﷺ نے ہی ان کا کام عبداللہؓ رکھا
اور ان کے بار حضرت صدیق اکبرؓ کے عقب پر ان کا عقب ابو بکرؓ رکھا۔

ابن زبیرؓ کی کم عمری میں بیعت..... ایک روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی عمر سات یا آٹھ سال کی تھی تو ان کے والد حضرت زبیرؓ نے ان کو عہدہ دیا کہ جا کر آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کریں چنانچہ یہ بیعت کے لئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ ان کی درخواست پر مسکرائے اور ہر ایک ﷺ نے ان سے بیعت لی۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر والے عید آکر سچ کے مقام پر حاضر تھے تو اس سے اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ حضرت اماءؓ قبا کے مقام پر تھیں اور وہیں ان کے یہاں پیدائش ہوئی کیونکہ یہ بات ممکن ہے کہ عید میں کچھ سے پہلے حضرت اماءؓ کرام کی طرف سے قبا میں رک گئی ہوں کیونکہ وہ حاملہ تھیں اور اس حالت میں جبکہ پیدائش قریب ہو ان کے لئے مسلسل سفر چھینا ممکن کا باعث ہوا اور گاہ چنانچہ وہ قبا میں ٹھہری اور وہیں ان کے یہاں ولادت ہو گئی چنانچہ کوشش تفصیل سے بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے۔

میں طرح حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ وہ پہلا بچہ ہیں جو عید میں مبارک مسلمانوں کے یہاں پیدا ہوا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ابن ابی طالبؓ بھی وہ پہلا بچہ ہیں جو حبشہ کے مہاجرین کے یہاں پیدا ہوا۔ ان کو عبداللہؓ جو گایا ہے۔ حسن اطلاق سے۔ جس روز عبداللہ پیدا ہوئے اس روز خود نبیؐ باقی بادشاہ کے یہاں بھی بچہ پیدا ہوا، نبیؐ نے حضرت جعفرؓ کے پاس کوئی بھیج کر معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے؟ حضرت جعفرؓ نے کہا کہ میں نے اپنے کام عبداللہ رکھا ہے۔ چنانچہ نبیؐ نے بھی اپنے بیٹے کا نام عبداللہ ہی رکھ دیا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی والدہ حضرت اسماءؓ بیعت نہیں نے اپنے بیٹے کے ساتھ ساتھ شہزادہ عبداللہؓ کو بھی وہ وہ پلائیہ چنانچہ اسی رضائی دشتؓ سے کہ وہ ان دونوں میں علاوہ کتابت و تخیلی (کیونکہ جیسا کہ بیان ہو گا حضرت جعفرؓ عید تشریف لے آئے تھے۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ کے عید منجھنے کے بعد اخصاریوں میں جو سب سے پہلا بچہ پیدا ہوا وہ مسلمان ابن قحطہ تھا ایک قول یہ ہے کہ وہ بچہ نضال ابن جبر تھا۔

ایک قول ہے کہ حضرت اسماءؓ کی والدہ عید پہنچیں تو اس وقت تک وہ مشرکہ تھیں وہ حضرت اسماءؓ کے لئے ایک جہیز لے کر آئیں۔ حضرت اسماءؓ نے اپنی والدہ کو ایسی کرو یاوران کا جہیز بھی انہیں لوہا وید حضرت اسماءؓ نے اس جہیز میں آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت اسماءؓ کو عہد دیا کہ اپنی والدہ کو اپنے پاس ٹھہرائیں اور ان کا جہیز بھی قبول کر لیں (چنانچہ حضرت اسماءؓ نے اس کے بعد ایسا ہی کیا)۔

کافران باپ یا کفران والدہ کے حقوق کا ایک اور واقعہ بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ جب مکہ میں تھے اور کافر تھے تو انہوں نے عید میں اپنے والد حضرت ابو بکرؓ کے پاس درخواست کی تھی کہ میرے خراج و جغیرہ کے لئے کچھ بھیج رہا کریں۔ مگر حضرت ابو بکرؓ نے ان کے ہاں نقد کی ذمہ داری لینے سے انکار کر دیا (کیونکہ اس وقت تک حضرت عبدالرحمن مسلمان نہیں ہوئے تھے) چنانچہ ان دونوں واقعات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اسی نازل فرمائی جس میں کافران پر خراج کرنے کی اجازت دی گئی۔

بالائی مکان میں قیام کیلئے حضرت ابو ایوبؓ کی آنحضرت ﷺ سے درخواست..... حضرت ابو ایوبؓ احدیہ رضی اللہ عنہ تھے جس کو بعد رسول اللہ ﷺ میرے مکان پر آکر رہے تو آپ ﷺ نے مکان کی

ہنگی حوال میں قیام فرمایا جبکہ میں اور تمام اہل بیت علیہم السلام نے حضرت ابو ایوب کی بیوی اور کے حصے میں بٹے گئے (مگر مجھے اپنا اور دو حصہ صاحب نہ معلوم ہوا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

”یا رسول اللہ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، میرے لئے یہ بات بہت ہی گھری اور نامناسب ہے کہ میں تو پورے ہوں اور آپ ﷺ نیچے درج میں ماں لئے بہتر ہو گا کہ آپ ﷺ اور کے حصے میں جا کر رہیں اور میں اور تمام اہل بیت علیہم السلام بٹے حصے میں آکر رہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا،

”اے ابو ایوب! تمہیں بیٹھ ہی رہتے تھے اور میرے پاس آئے لوگوں کو اسی میں سولہ رہے کی۔“

(چنانچہ آپ کا قیام بٹے حصے میں ہی رہا اور حضرت ابو ایوب اور کے حصے میں رہے اور حضرت ابو ایوب کہتے ہیں کہ ہندی پانی کی ایک لڑائی ہوئی تھی جس میں اپنی بھراہیہ اہل بیت علیہم السلام میں اور تمام اہل بیت علیہم السلام نے اپنے خلاف سے وہ پانی تنگ کرنا شروع کر دیا اور اسے پاس یہ ایک ہی طرف تھا جس کے علاوہ کمر میں اور کوئی جگہ بھی نہیں تھا۔ ہم نے اس ذرا سے جلدی ہندی پانی تنگ کرنا شروع کیا کہ کہیں پھونس پر لی کی بہت میں سے پانی نکل کر آنحضرت ﷺ پر نہ گرے اور آپ ﷺ کو تکلیف ہو۔ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ سے مسلسل یہ درخواست کر رہا کہ آپ ﷺ اور کے حصے میں کھڑے رہے۔ آخر آپ ﷺ نے فرمایا،

ایک روایت میں حضرت ابو ایوب کہتے ہیں کہ عین چٹنے کے بعد جب آنحضرت ﷺ میرے یہاں آکر اسے قیام فرمایا کہ میں نے اپنے اہل بیت علیہم السلام کو اس کے پاس پہنچا تو میں نے اس سے کہا،

”یا رسول اللہ! ﷺ کا حق یہ ہے کہ آپ ﷺ اور رہیں کیونکہ جب ہم یہاں لوہے پٹے بھریں گے تو بہت سی مٹی آپ ﷺ کے اوپر گرے گی۔ بھریے کہ آپ ﷺ کے پاس یہ وقت فرشتے بڑی ہوتے ہیں کہ اور مٹی بڑی ہو کر رہے گی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوا کہ وہ کھڑے ہو کر رکھیں مگر آپ ﷺ کے پاس کیا کریں گے۔“

چنانچہ اس وقت بہلولی کے دیوال سے میں اور ام ایوب تمام اہل بیت علیہم السلام نے اس سے عرض کیا،

”یا رسول اللہ! تمام اہل بیت علیہم السلام میں لہذا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ رہیں۔“

آپ ﷺ نے پوچھا کیوں؟ میں نے عرض کیا،

”اس لئے کہ آپ ﷺ ہم سے اوپر رہنے کے زیادہ حق دار ہیں، آپ ﷺ پر مٹی اور فرشتے بڑی ہوتے ہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق اور سچائی دے کر بھیجا کہ میں اس بہت پر کھینچ کر چھوڑ دوں گا جس کے نیچے آپ ﷺ ہوں۔“

(۱) حضرت ابو ایوب کے کلام اللہ سے لگتا ہے کہ جب مدینہ آکر آنحضرت ﷺ حضرت ابو ایوب کے مکان کے چلے حصے میں ٹھہرے تو جب حضرت ابو ایوب کو اس کا احساس ہوا تو انہوں نے اور ان کی بیوی نے مکان کے ایک حصے میں رات گزار لی اور صبح کو آنحضرت ﷺ سے بات کی۔

ابن عباس اور ابن زبیر کے یہاں سے کہا۔ جب رسول اللہ ﷺ حضرت ابو ایوب کے یہاں آکر ٹھہرے تو وہ روزانہ آپ ﷺ کے یہاں حضرت سعد ابن عبادہ اور حضرت سعد ابن زبیر کے یہاں سے کھانے

کے پالے آتے تھے۔ حضرت سعد ابن عبادہؓ کے یہاں سے جو کھانا آتا وہ اس کے بعد آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی بیویوں کے یہاں جاتا۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سعد ابن عبادہؓ کے یہاں سے کھانے کا جو پیالہ آتا اس میں ٹریڈ ہوتا تھا جس کوشت پاروں کی ہڈیوں میں ہوتی یا شہد میں ہوتی یا سرکہ میں ہوتی یا زہن کے تھل میں ہوتی۔ یہ کھانا روزانہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی بیویوں کے یہاں بھی جاتا تھا جس میں بیوی کے یہاں آپ ﷺ ہوتے وہیں کھانا جاتا۔ آپ ﷺ کے ابو ابوبکرؓ کے یہاں قیام کے زمانے میں دوسرے صحابہؓ نے یہاں سے بھی کھانا آتا تھا چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ کوئی رات ایسی نہیں ہوئی تھی جس میں آنحضرت ﷺ کے دروازے پر تین تین چادر کوئی کھائے ہوئے آپ ﷺ کے انتظام میں موجود نہ ہوتے۔ یہاں تک کہ آخر آپ ﷺ ابو ابوبکرؓ کے یہاں سے مسجد نبویؐ میں منتقل ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبیؐ کو ہار کے لوگ ہادی ہادی ابو ابوبکرؓ کے یہاں آنحضرت ﷺ کی قیام گاہ پر کھانا لے دیتے تھے۔ یہاں آپ ﷺ کو جیسے تک ٹھہرے۔ وہ اپنے آنے کے بعد سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کے پاس جس کے یہاں سے کھانا آتا وہ وہاں ہی رہتے والدہ تھیں جنہوں نے ایک بڑے پیالہ میں کھانا بچھا تھا۔ چنانچہ حضرت زید ابن عتبہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ابوبکرؓ کے یہاں قیام کے دن انہوں نے سب سے پہلے جو چیز آپ ﷺ کے پاس پہنچا وہ میری والدہ کی طرف سے بچھا ہوا کھانا تھا۔ انہوں نے ایک پالے میں روٹی ڈال دی اور کھانے کا تریخ بچھا تھا۔ میری والدہ نے یہ کھانا میرے ہاتھ بچھوایا تھا چنانچہ میں نے پیالہ آپ ﷺ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور عرض کیا کہ

”یہ رسول اللہ آپ یہاں میری والدہ نے بچھوایا ہے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو برکت عطا فرمائے۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے خود زید کو برکت دی۔ بعد ازاں پھر آپ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو بلا کر سب نے مل کر کھانا زید لے لیا جس کے اس کے بعد انہی میں دواؤں سے لگا انہی نہیں تھا کہ حضرت سعد ابن عبادہؓ کے یہاں سے ایک پیالہ آتا جس میں ٹریڈ تھا اور گلیاں تھیں ایک حدیث میں آتا ہے کہ ٹریڈ آنحضرت ﷺ کا سب سے زیادہ محبوب اور پسنیدہ کھانا تھا۔ ٹریڈ کو شکل بھی کھانا تھا ہے۔

مسجد نبویؐ میں مقام مُنَدّ ... جب مسجد نبویؐ کی تعمیر ہو گئی تو اس میں ایک چھوٹا حصہ اور بچھا دیا اور اس پر ساتہاں ذیل دیا گیا جو کہ فریب اور مسکین صحابہؓ کی پناہ گاہ کے طور پر بچھا گیا اس جگہ کو مُنَدّ کہا جاتا تھا اور یہاں رہنے والے صحابہؓ کو اصحاب مُنَدّ کہا جاتا تھا روزوں رات کو عشاء کے وقت آنحضرت ﷺ ان اصحاب مُنَدّ کو (کھانے کے لئے) اپنے صحابہؓ میں تقسیم فرمادیتے تھے پھر بھی ان میں سے ایک جماعت آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی کھانا کھاتی تھی۔

اصحاب مُنَدّ کی تعریف (تخریج: یہ اصحاب مُنَدّ وہ درویش اور فقیر تھے جن صحابہؓ کی دعوت تھی جن کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا نہ حقانہ ان کے پاس کمزور تھا نہ کھانے کو روٹی اور پینے کو پانی نہ پڑے تھے یہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے عاشق اور رونا و آواز کے فدا گار تھے یہ اللہ پر توکل کرنے والوں کی جگہ اور انھیں ترین دعوت تھی ان کو نہ تھارت سے کوئی مطلب تھا نہ ملازمت یا زراعت سے سروکار نہ ان رات ان کا شغل اللہ اللہ کرنا اور کتاب و سنت کی روشنی اور تعلیم حاصل کرنا تھا ان میں بہت سے درویش بھی ہوتے جو آنحضرت ﷺ کے عشق و محبت

اور آپ ﷺ کی ہم نشینی کے شوق جذبہ میں بغیر کسی انتظام کے مدینہ منورہ پہنچے آئے اور یہاں پر گاہ نبوت میں اللہ کے نام پر ہمارے تھیں ہو جاتے۔ ان میں سے بہت سولے کے پاس ایک پڑا بھی پورا نہیں تھا جس سے یہ بدلتا زمبابہ تھیں۔ اس طریق کو یا یہ حضرات خانقاہ نبوت کے درویش اور قلندر تھے جنہوں نے اللہ اور رسول کے مشق میں اپنی زندگیوں کو اپنی جانوں کو اسلام اور قرآن کی خدمت اور نبوت کا فیضان حاصل کرنے کے لئے وقف کر دیا تھا۔ قرآن مجید مرتب۔

اصحابِ حق نے کامیاب۔ ... کہ تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ صفحہ کی جگہ مسجد نبوی کی تعمیر کے دوران ہی بنائی گئی تھی اور اسی وقت سے وہ مسجدیں صحابہ کا نمونہ تھیں۔ عمر رضی اللہ عنہما نے عثمان ابن عفان سے یہ روایت کیا ہے کہ جب مدینہ میں صحابہ کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی اور ان کے لئے کھانے اور قیام کرنے کا کوئی انتظام نہ رہا تو آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کو مسجد نبوی میں ٹھہرا دیا اور ان لوگوں کا نام اصحابِ صفحہ رکھا۔ آپ ﷺ ان کو اپنی مجلسوں میں بلاتے اور ان کی دلوری فرماتے۔ (۱) نیز جب آپ ﷺ غزوہ بدر سے جاتے تو ان کے پاس آکر کھڑے ہوتے اور فرماتے،

”اگر تم جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قصد اسلام کتنا بڑا ہے تو تم چاہئے کہ اور زیادہ حاجت مند اور فقیر بن جاؤ۔“

مسجد نبوی میں روشنی کا انتظام۔ اقول۔ مذکورہ کہتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ رات کو جب اندھیرا پھیل جاتا تو مسجد میں روشنی کرنے کے لئے گھر کی شیشیں جلائی جایا کرتی تھیں۔ مگر جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آئے تو وہ اپنے ساتھ کچھ شیشیں لے کر آیا اور ان کا نکلنے والے انہوں نے یہ قدمیں مسجد کے اندر لے کر انہوں میں لٹکائیں اور رات کو ان کو چار دیوے کی طرح استعمال کیا۔

”ہمارے مسجد نبوی میں روشنی کوئی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھی روشنی کا سامان فرمائے۔ اللہ کی قسم اگر میری کوئی اور بیٹی ہوتی تو میں اس کو تم سے پہلے بیٹا۔“

مگر بعض جہاد نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے مسجد نبوی میں چراغاں کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہوں سے مل کر اس قول سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے اور قول یہ ہے کہ مسجدوں میں کتب خانوں جاتوں میں مستحب بات ہے اور سب سے پہلے جس نے یہ بات کی وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں (مروانیہ ہے کہ کتب خانوں میں روشنی کرنے کی ہدایت انہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں کی) یعنی جب قرآن مجید کی تلاوت کے لئے لوگ حضرت ابی بن کعب کے پاس جمع ہوئے تو فاروق اعظم نے مسجد میں کتب خانوں کو لایے۔ حضرت عثمان نے جب یہ دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور کہا،

”آپ نے ہمدانی مسجدوں کو روشنی کر دیا ہے اب میں خطاب اللہ تعالیٰ تمہاری قبر کو روشنی فرمائے۔“

یہاں خانقاہ حضرت عمرؓ کے کتب خانوں میں جلائے سے مرویہ ہے کہ انہوں نے کثرت سے کتب خانوں کو مسجد نبوی اور قرآن مجید کے حلقوں پر روایت کر دی ہے اس میں اور اس قول میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

وآخر حمزہ رضی اللہ عنہ کے حکام سران کی ایک روایت کتاب السنۃ القلابہ میں ہے کہ ہم لوگ مدینہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم پانچ حکام تھے اور سب حمزہ رضی اللہ عنہ کے تھے اور اپنے آقا کے ساتھ مدینہ آئے

تھے کہ یہاں قہر دہری کے حکم پر میں نے مسجد نبوی میں قہر لی جہاں کہہ رہا تھا کہ اسے دروغن کیا ان قہروں میں زندگان کا نکل جلا گیا۔ اس سے پہلے سلطان مسجد نبوی میں صرف گہوار کی شاخیں جہاں کہہ رہا تھا دروغن کیا کرتے تھے آنحضرت ﷺ نے مسجد کو دروغن دیکھا تو فرمایا۔

”دہری مسجد کو کس نے دروغن کیا ہے؟“

قہر دہری نے کہا کہ میرے اس غلام نے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا جے ہے کہپ نے فرمایا۔

”تمہیں اس کا نام سنا ہے۔“

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے میرا نام سنا کہ وہ دیکھنا شروع ہے کہ عربی میں سرائے کے معنی چراغ کے ہیں۔

ایک عجیب واقعہ۔۔۔۔۔ ایک شخص کی روایت ہے کہ عقیذہ ماموں، شہد عباہی نے مجھے حکم دیا کہ میں مسجدوں میں زیادہ سے زیادہ چراغ جلائے گا حکم بارگاہ کر چاہی کہ وہ اب میں حیران تھا کہ حکم بار میں کیا نکھوں کیونکہ یہ ایک ایسی روایت اور حکم تھا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا کیونکہ حکم بار میں اس کی کوئی وجہ نہ تھی ضروری تھی (آخر میں نے خواب میں اپنے کہپ کو یہ لکھتے دیکھا۔ مسجدوں میں زیادہ سے زیادہ روشنی کرو کیونکہ اس روشنی کی وجہ سے جہر پڑھنے والوں کو مسجدوں میں انیسیت اور دل بستگی ہوگی اور اللہ کے گھروں سے اللہ میرے کی رحمت دور ہوگی۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور میں نے یہی لفظ عقیذہ کے حکم بار میں لکھ دیے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ مسجدوں میں زیادہ روشنی کرنا جیسا کہ چندہ شعبان کی جاتی ہے اور جس رات کو پہلے ہو تو اپنی شب خور کہتے ہیں اس کا حکم بھی ایسا ہی ہونا چاہئے جیسا مسجدوں میں چراغیں کرنے اور نقش و نگار بنانے کا ہے جس کو وہ علماء نے مکروہ سمجھا ہے۔ واللہ اعلم

شیخ جنیری کا واقعہ

ابن اسحاق نے کہپ مبداء و قسص الانبیاء میں لکھا ہے کہ شیخ ابن مسعود جنیری شیخ لول تھا جس کی حکومت مشرق سے لے کر مغرب تک ملتی تھی۔ یعنی زبان میں شیخ کے معنی ہیں جس کے سب تابع فرماں ہوں۔ شیخ کو انہیں بھی کہا جاتا تھا کیونکہ یہ بادشاہ اپنی راہ و راہ اور پھلش میں دوسرے تمام امیر و کبیر لوگوں کا سردار یعنی ان سے زیادہ اعلیٰ یہ پہلا شخص ہے جس نے مال قیمت حاصل کیا۔

کہپ پر حملے کا رولہ اور اس کا انجام۔۔۔۔۔ جب اس نے بیت اللہ شریف کوڑھانے کے رولہ سے کہہ جانے کا قصد کیا تو آپ تک اس کے سر میں چھوڑا تھا جس میں بھپ اور مولو پیدا ہو گیا اور اس کی وجہ سے سر میں شدید درد پیدا ہو گیا۔ ساتھ ہی وہ غم سزا گیا اور اس میں اتنی زبردست درد پہنچا کہ اس کی کوئی شخص اس سے دو تھیں گز کے فاصلے پر بھی گزرا نہیں ہو سکتا تھا جیسا کہ پیچھے بھی گزرا ہے۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ پھر اس نے کعبے کا مٹاف چڑھایا تھا۔

شاہد قیام دیتے ہیں۔ نبی آخر الزماں کی اطلاع اس کے بعد شیخ نے مدیدہ منورہ کا رخ کیا۔ اس سفر میں اس کے ساتھ ایک لاکھ تیس ہزار سو اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیدل فوج تھی۔ مدیدہ منورہ کے بعد اس کو معصوم ہوا کہ اس کے ساتھ جو دانشور علماء ہیں ان میں سے چار سو تو میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب وہ شرب سے واپس نہیں جائیں گے۔ شیخ نے ان علماء کو کہہ کر چھا کر ان کے اس فیصلے میں کیا سخت و دھاتی ہے انہوں نے کہا: "اٹھ کے گھر کی عزت کو ایک شخص بلند کرے گا جو آئندہ زمانے میں کلمہ برہان سنانے والا ہے اس کا نام محمد ہو گا۔" شر اس نبی کی ہجرت کا دور قیام ہو گا اور وہ یہاں سے واپس نہیں جائے گا۔

علماء کو شرب میں قیام کی اجازت اور نبی کے نام خط (یعنی اس دور میں مدیدہ منورہ سے یہ خواہش ہے کہ ہم اسی مہد کے شہر میں رہیں اور یہاں سے واپس نہ جائیں۔ چنانچہ شیخ نے ان علماء کو اس کی اجازت دے دی اور ان میں سے ہر ایک کے لئے اس نے شرب میں ایک ایک گھر اور ایک کچھ بڑا مکان بنا دیا۔ ہر ایک کے لئے ایک ایک ہتھری خریدی گئی کہ آگ لگا کر ان کو کھانے کے ساتھ چلا دیا۔ ساتھ ہی ہر مکان کے ان سب کو بہت کچھ انعام و اکرام دے کر مہمان کیا نیز اس نے ایک لاکھ اس بی بی خنی آنحضرت علیہ السلام کے نام لکھا اس پر اپنی مرگائی اور اس کو کفن ہاتھوں میں سے سب سے بڑے ہلم کے حوالے کر کے اس سے کہا کہ اگر وہ اس نبی کا زمانہ پائے تو یہ لکھیری طرف سے ان کی خدمت میں پیش کر دے۔ اس خط میں شیخ نے لکھا تھا کہ میں آپ علیہ السلام پر ایمان لے آیا ہوں اور آپ کے دین کو قبول کر رہا ہوں۔

آنحضرت علیہ السلام کے لئے مکان ساتھ ہی شیخ نے آنحضرت علیہ السلام کے لئے یہاں ایک مکان بنوایا کہ جب آپ علیہ السلام شہر میں تشریف لائیں تو اس مکان میں قیام فرمائیں جیسا کہ چٹکے بیان ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مکان ہی حضرت ابوجہب انصاری کا مکان تھا جہاں رسول اللہ علیہ السلام کی کوٹھلی آکر بیٹھی تھی۔ نیز کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوجہب انصاری نے عالم کی اولاد میں سے تھے جس کو شیخ نے وہ خط دیا تھا جس کا مطلب یہ تھا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام مدینہ میں آکر خود اپنے ہی مکان میں رہنے سے کسی دوسرے کے مکان میں نہیں (کیونکہ اس خط کی رو سے اس مکان میں رہنے والے صرف آنحضرت علیہ السلام کے انتظار میں یہاں ٹھہرے ہوئے تھے تاکہ جب آپ یہاں پہنچیں تو آپ علیہ السلام کی اہل آپ علیہ السلام کے پیرا کر دیں گے۔

ایک ہزار سو سال بعد شیخ کا خط بارگاہ نبوت میں جب آنحضرت علیہ السلام کا حضور ہو اور آپ علیہ السلام کے میں اسلام کی تبلیغ شروع فرمائی تو شرب وادیوں نے یعنی اس عالم کی اولاد نے وہ خط ایک شخص کے ہاتھ آپ علیہ السلام کے پاس رکھ دیا تھا اس شخص کا نام ابو لعلی تھا۔ عربیہ قحب کی بات یہ ہے کہ جیسے ہی آنحضرت علیہ السلام اس شخص کو دیکھا تو اس کے ہاتھ پکڑنے سے پہلے آپ علیہ السلام نے خود ہی اس سے فرمایا:

"کیا تمہاری ابو لعلی نامی شخص ہو جس کے پاس شیخ قول کا خط ہے؟"

ابو لعلی نے آنحضرت علیہ السلام سے یہ چھا کر آپ کوں ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"میں محمد ہوں۔ لاؤ وہ خط مجھے۔"

پھر آنحضرت علیہ السلام نے وہ خط چھو کر سنا بعض علماء نے اس خط کا مضمون یہ بیان کیا ہے،
خط کا مضمون (تجدد اسے محمد علیہ السلام میں آپ علیہ السلام پر اور آپ علیہ السلام کے اس دور و کار پر جو ہر چیز کا پورا دور و کار ہے ایمان لائے ہوں آپ علیہ السلام اور اسلام کی جو شریعت اور طریقہ اپنے پروردگار کی طرف سے لے کر ظاہر

ہوئے ہیں ان پر بھی ایمان لائے ہیں اور میں ان الفاظ کو اپنی زبان سے نہ کر چکا ہوں اب اگر خوش قسمتی سے مجھے آپ ﷺ کا تذکرہ مل گیا جتنی میری زندگی میں آپ ﷺ ظاہر ہو گئے تو اس سے بہتر بات اور اس سے بڑی نعمت میرے لئے نہ ہو سکتی ہوگی۔ لیکن اگر جیسے آپ ﷺ کا تذکرہ نہ مل سکے تو آپ ﷺ مجھے فراموش نہ فرمائیں اور قیامت کے دن حق تعالیٰ کے حضور میں میری شفاعت و سفارش فرمائیں اس لئے کہ میں اولین لوگوں میں کاہوں۔ میں آپ ﷺ کے دیباچے آنے سے بھی پہلے اور اللہ تعالیٰ کے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجے سے بھی پہلے آپ ﷺ سے رحمت کر چکا ہوں۔ اب میں آپ ﷺ کی اور میرا حکم چاہے السلام کی ملت پر ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی خط تمام ہو گیا۔ مگر یہ آیت پڑھی۔

بَقُولِهِمْ أَفَرَأَيْتُمْ إِيَّاهُ يَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ (سورہ روم، آیت ۱۶)

ترجمہ: "پہلے بھی عقیدہ اللہ ہی کا تھا اور پیچھے بھی اور اس روز سلطان اللہ تعالیٰ کی اس بات پر خوش ہوں گے" گویا یہ آیت آپ ﷺ کے بارگاہ میں پہلے عطا کی گئی۔ اس کا کلام انوار اللہ تعالیٰ اس طرح تھا "محمد بن عبد اللہ خاتم النبیین و المرسلین اور خلیفہ رب العالمین کے نام تجاویز کی طرف سے۔ جس شخص کے ہاتھوں یہ خط پہنچے وہ اس کو امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کرے اور جس کے نام عطا ہے ان تک پہنچائے۔"

نتیجہ یہ ہوا کہ عہد میں جو سب سے بڑا عالم تھا اس کے حوالے کیا تھا۔ اس کے بعد یہ خط اسی عالم کی اولاد میں سے کسی شخص کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو اس وقت موصول ہوا جب کہ آپ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے روانہ ہو چکے تھے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے۔

مگر گزشتہ روایت کی تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ خط حضور کے شروعی میں موصول ہو گیا تھا۔ غرض یہ خط پڑھنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"نیک اور صالح بھائی بیچ کو ہر جاہلو"

آپ ﷺ نے یہ جملہ نہیں فرمایا۔ نتیجہ نے جس وقت یہ الفاظ کہے تھے کہ میں تمہارے ﷺ اور ان کی شریعت پر ایمان لائے ہوں اس وقت سے آنحضرت ﷺ کی پیدائش تک ہر ایک بزرگ سال کا واسطہ ہے۔ (یہاں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ نتیجہ نے شب میں آنحضرت ﷺ کے حضور سے (پیدائش سے نہیں) ایک بزرگ سال پہلے مسجد نبوی کی جگہ خرید کر وہاں آپ ﷺ کے لئے مکان دلوا دیا تھا۔ (یعنی ایک روایت میں پیدائش سے اس وقت تک ایک بزرگ سال کا واسطہ نہ کرے اور دوسری روایت میں حضور سے اس وقت تک ایک بزرگ سال کا کہے جبکہ پیدائش اور حضور میں چالیس سال کا فرق ہے) اس لئے یہ بات قابل غور ہے۔

گواہاتا ہے کہ اس اور خروج انبیاء و انبیا و اولاد کے عالموں کی اولاد میں سے ہیں جو عرب میں اگر قیام پزیر ہو گئے تھے۔

اقول۔ موصوف کہتے ہیں: یہ بات گوارہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کس طرح حضرت ابوہریرہ کے مکان میں اگر ٹھہرے تھے اور یہ کہ آپ ﷺ نے وہ خرمن جہاں مسجد نبوی بنائی گئی کس طرح خرید لیا تھا جب کہ آپ ﷺ کو قبیحہ کے شروعی میں ایک اور مدینہ کے درمیان ہجرت کے وقت مل چکا تھا۔ چنانچہ اس تفصیل میں شبہ پیدا ہوتا ہے جس کی طرف گزشتہ سطر میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

مدینہ کی تاریخی کاروائی اور ایک دانشمند کی نصیحت..... اس سلسلے میں ایک شبہ اور ہے جس کو انہی

دعہ نے اپنی کتاب تحریر میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ بادشاہ قبیح القیاس نہیں تھا بلکہ قبیح القیاس تھا اور یہ قبیح القیاس تھا۔ اس نے بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھایا تھا جبکہ اس سے پہلے وہ بیت اللہ ہی پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ نیز اسی نے مزب پر چڑھائی کی تھی اور اس کو بدراج کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مزب نے اسے معلوم ہوا کہ یہ شرعی آخر الزماں کی ہجرت کا ہے۔ جن کا نام محمد ﷺ ہے تو وہ مدینہ کو تھکانے پہلے وہاں سے واپس ہو گیا۔ قتل چنانچہ بعض عوام نے کھلبے کے چٹانے مدینہ کو بدراج کرنے اور یہودیوں کو نیست و نابود کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت قبیح کے ساتھ ایک برآمدہ شخص قیاس کی عمر دعائی سو سال ہو چکی تھی اس پر اسے نے کہا، "بادشاہ کی محفل و افش بہت ہے اور فسر یہ قبیح غضب اہل کوئی غلط کام کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتا اور جہاں چاہی شایع اور شہر میں اپنی اتالی زبردست ہے کہ وہ ہمارے لئے نہ کبھی قسم ہو سکتی ہے اور نہ ہم آپ کی دعائی اور درگزر سے کبھی غمزدہ ہو سکتے ہیں۔ ہاں یہ ہے کہ یہ شر ایک نبی کی ہجرت کا ہے جو ہر ایمان مالہ اسلام کاویں لے کر ظاہر ہو گا۔"

اس شخص سے یہ خبر سن کر بادشاہ نے (مدینہ کو بدراج کرنے کا ارادہ) ختم کر دیا اور ایک خدا کھانا جس میں چار شہر بھی تھے، کار وہاں بسنے والے ماحول میں سے وہ خط ایک کے حوالے کیا، اس کے بعد وہ پشت در پشت ان کی فتوں میں ایک سے دوسرے کے پاس پہنچتا رہا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے اور ان لوگوں نے وہ وقت ہمہ جہت و جزو سال اہانت آپ ﷺ کے سپرد کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ خط معجزاتِ اربعہ میں ایک ہے اور یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے سات سو سال پہلے کا ہے۔

قیح کی بیٹیوں کی قبر۔۔۔ کتاب تحریر میں یہ بھی ہے کہ ابن ابی ہانہ نے کہا ہے کہ انہوں نے اسلحہ سے پستے صندل کے مقام پر ایک قبر کھودی تو اس میں دو عورتوں کی! شیشیں بھی جو بالکل تڑپاڑھ تھیں۔ ان کے سروں پر چاندی کی ایک تختی رکھی تھی جس پر لکھا ہوا تھا،

"یہ فدا عورت اور فدا عورت کی قبر ہے جو دونوں قبیح کی بیٹیاں تھیں، جنہوں نے یہ شہادت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کرتی تھیں اور ان سے پہلے بھی تمام ایک اور صائب لوگ اسی اقرار پر مرسے ہیں۔"

ایک حدیث میں آتا ہے کہ قبیح کو براست کو کیا کہہ دو سو من قند ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ قبیح منیری کو براست کو کیا کہہ دو سو من شخص ہے جس نے کچھ پر غلاف چڑھایا۔"

حاصلہ یہ کہ قبیح نے کہا ہے کہ یہی حال قبیح القیاس کا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا۔ اس نے کچھ شہر بھی کے تھے جن میں اس نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خبر بھی دی تھی۔ واقعہ اہم

مدینہ سے بدراجوں کا اخراج۔۔۔ جاہلیت کے زمانے میں مدینہ منورہ چاروں طرف کھلا تھا جہاں آئے دن لڑائی لڑائی کی جاتی رہتی تھی۔ اس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ مدینہ جاہلیت والا اس دای کے سامنے کھنکھ کر آکر گدھے کی کواڑ میں رہنے لگا تھا اس پر مدینہ کی وہاں اور چاروں طرف کھلا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی اجنبی آدمی مدینہ کی دہلی میں داخل ہوا تو اس سے کہا جاتا کہ اگر تم مدینہ کی وہاں سے سلامتی اور حفاظت چاہتے ہو تو کہہ دے کہ تو میں، رنگ۔ چنانچہ اگر وہ یہ کہتا تو محفوظ رہتا تھا۔

کتاب حیاتِ اہل بیت میں ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں جب لوگ شہر کی کسی دہلی سے دہشت زدہ

چنانچہ حضرت مائتہ نے یہ دعا پڑھی جس کی برکت سے ان کا علاج جاتا رہا۔

اسی طرح حضرت عقی سے روایت ہے کہ جب مدینہ پہنچے تو ہم نے یہاں کے محل کھائے جس کے نتیجہ میں ہمیں علاج نہ آ سکا۔ مدینہ آنے کے بعد بھی صحابہ کو نہ انہیں میں حضرت ابو بکرؓ کے خادم ہامہ انہیں ٹھہرے اور حضرت جلال بھی شامل تھے۔ جب حضرت ابو بکرؓ کو علاج آیا تو وہ یہ شعر پڑھتے تھے۔

کل ضروری مصبح علی اعلیٰ
والصوت یعنی من شرک اعلیٰ

ترجمہ: ہر شخص کو اپنے اعلیٰ محل اور مگر انہوں کے پاس نہ رہا ہے کہ نہ اس کے اتنی قریب ہے جتنا اس کے جوتے کا تھم۔

(ایسا یہ شعر حضرت ابن ہشام کے شعر میں ہے ایک ہے جو اس صحیح قول کی تقلید ہے کہ وہ مذہب کے شاعری میں شامل ہوتے ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ یہ شعر خود حضرت ابو بکرؓ کا اپنا شعر نہیں ہے چنانچہ حضرت مائتہ سے روایت ہے کہ اسلام کے دور میں حضرت ابو بکرؓ نے بھی شعر نہیں کہا (یہ روایت ہی انہوں نے جاہلیت کے دور میں کہی تھی) شاعر شاعری کی جیسا کہ خود حضرت مائتہ سے یہ روایت ہے کہ خدا کی قسم حضرت ابو بکرؓ نے جاہلیت کے یہ اسلام کے کسی دور میں بھی شعر نہیں کہا یعنی بھی شاعری نہیں کی یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔

مگر یہ بات سبب غور کے قول کے خلاف ہے اس میں ہے کہ شعر و شاعری کوئی پست اور ذلیل مشغلہ نہیں ہے بلکہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم شعر کہا کرتے تھے ان میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے مقابلے میں حضرت عقیؓ نے شعر زیادہ بلند اور بے کے ہو کر تھے اور حضرت مائتہؓ کی جو روایت پہنچے گزری ہے وہ بظاہر حضرت انسؓ کی اس روایت کے خلاف ہے جس میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ آنحضرت ﷺ کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھا کرتے تھے،

ابن مصطفیٰ بالبحر بدو
کعبہ کعبہ بالبحر زجلہ

ترجمہ: آنحضرت ﷺ اور میراثی کی طرف جاتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ایسا ہے جیسا کہ چاند کی روشنی کو جہراں کو سنا کر رکھ دیتی ہے۔

اب اس سلسلے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مائتہؓ نے صدیق اکبرؓ سے کوئی شعر بھی نہیں سنا یعنی ایسا شعر جو خود حضرت ابو بکرؓ نے ہی موزون کیا ہو۔

مدینہ عقیؓ کہ حضرت بدلیؓ بھی یہاں پہنچے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔ جب بھی ان کا علاج ہوتا تو وہ کہہ کر کرتے ہوئے اپنی کوتاہی کرتے اور یہ شعر پڑھتے۔

الاکت شعری علی ابن لیلۃ
علا وحولی الامور جلیل

ترجمہ: کاش میں جانتا کہ کیا بھی میں اس بدلیؓ میں بلکہ اس میں گزرا سکوں گا جہاں میرے گرد و پیش میں وہاں کی خصوصیت کہ اس ٹھہری ہوئی ہوگی۔

وعلی نرون یوما مہا معجۃ
وعلی بدون لی شامۃ وحصل

ترجمہ یہ ہے کہ آپ بھی پھر اس جگہ نئی سنان گویاں کاپانی شیریں ہے اور جوں شاہ اور غفلت پہلے
میری لگاؤں کے سامنے آئیں۔
ساتھ ہی دیتے۔

”اے اللہ! شہید امی و بیچہ اور امیہ امی عطف پر منت فرما کہ انہوں نے ہمیں وطن سے نکال کر اس
پہاڑوں کی سر زمین میں آنے پر مجبور کر دیا۔“

ایک روایت میں یہ تھا مصر نہ اس طرح ہے کہ وہاں بدوہ لی عامر و غلیل یہ عامر بھی مکہ کے
پہاڑوں میں ہے ایک پہاڑ کا نام ہے آخر ثریہ بخاری میں غلطی نے لکھا ہے کہ میں شاہ اور غفلت کو مکہ کے وہ
پہاڑوں کے نام سمجھتا تھا مگر پھر پ میں نے خود وہاں جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ وہاں وہاں کے نقشے ہیں۔
یہاں تک غلطی کا کام ہے۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ممکن ہے یہ پانی کے نقشے ہی وہاں پہاڑوں کے قریب ہوں اور ای
لئے ان کو بھی ای نام سے پکارا جاتا ہو۔

جہاں تک حضرت بدل کی طرف سے شیر اور امیہ پر منت بھیجے کا قصہ ہے تو شاید یہ واقعہ اس کی
مرحمت آنے سے پہلے کا ہے کہ حسین عود پر کسی شخص پر منت بھیجی جاتے کیونکہ صحیح قول کے مطابق کسی
شخص کا نام لے کر اس پر منت بھیجنا جائز نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ بات صحیح طور پر اور تحقیق سے معلوم ہو
کہ وہ کفر پر ہی مر رہے تھے اور جن اور ابو سب ہیں (کہ ان کا کفر پر مرنا تحقیق سے معلوم ہے) مگر کسی زائد کا کفر پر
منت بھیجنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے ساتھ اس کا احتمال ہے کہ اس کا خاتمہ درست ہو جائے اور وہ اسلام پر
مرے۔ اس لئے کہ منت کا مطلب ہے اللہ کی رحمت سے دستکار دیا جائے جس کے بعد توبہ رحمت خداوندی سے
مکمل رہی ہو جاتی ہے۔

جہاں تک کسی شخص کی کسی بدی حادثہ پر یا اس حادثہ کے ساتھ موصوف کر کے اس پر منت بھیجے کا
قصہ ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ منت اصل میں اس شخص کی توبہ کا سبب اور شریعت کا مقام سے دستکار نہ کے
لئے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ رحمت سے دستکار نہ کے لئے نہیں ہوتی جو رحمت کی اصل حقیقت ہے۔

حضرت عائشہؓ اپنے والد و خیر و کی مزاج پڑی کو۔۔۔ عید میں حضرت ابو بکر حضرت عامر ابن فہرہ
اور حضرت بدل رضی اللہ عنہم ایک ہی مکان میں رہتے تھے اور رہتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے وہ سوال
اللہ جلّ جلالہ سے ان تینوں کی مزاج پڑی کے لئے جانے کی اجازت لی اور پھر ان کے پاس پہنچی۔ یہ واقعہ ہم مورخوں
کے لئے پرہے کا غم آنے سے پہلے کا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ان تینوں کو بے حد شہ و عدا ہے میں نے ان کو
سلام کیا۔ (ی اور اپنے والد سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟) اس پر انہوں نے وہی شعر پڑھا جو پہلے گزرا ہے۔ حضرت
عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے ان کے منہ سے شعر ہی کر لیا۔

بِأَلْفٍ وَبِحَمْدٍ سَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ بِأَيِّهَا بُولَدِي هِيَ جَرِيدٌ۔“

اس کے بعد میں نے عامر ابن فہرہ سے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اس نے جواب دیا،

لَمْ يَحْدَثْ الْمَوْتُ قَبْلَ ذَوْقِ
أَنْتَ الْحَيَاتِ حَقَّقَهُ مِنْ فَرْقِ

زیر: میں نے موت سے پہلے ہی موت کا کچھ ایسا رب کہ بدول انور کا موت کے خوف سے ہمیشہ دم ٹھنڈا رہتا ہے۔
میں نے اس کی زبان سے بھی شعر سن کر کما۔
”تو اکی قسم اس کو خود بھی خبر نہیں کہ کیا کہہ رہا ہے۔“

اس کے بعد میں نے حضرت بدیلؑ سے پوچھا کہ آپ کا آئی کیا بل رہا؟ غرض میں نے وہ جاکر وہ غازی شدت کی وجہ سے بات کچھ ہی نہیں دے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اب بکرؓ نے حضرت عائشہؓ کے جواب میں وہ شعر پڑھے تھے۔ غرض حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ یہاں سے وہاں جا کر میں نے ان تینوں کی کیفیت رسول اللہ ﷺ سے جان کی اور کہا۔

”انکار کی شدت کی وجہ سے وہ سب باوجود ایمان دار رہے ہیں اور بات ہی نہیں کہتے۔“

مگر سیرت ابن ہشام کی روایت اس تفصیل کے خلاف ہے۔ اس میں ہے کہ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ و عامر ابن فہرؓ و عمارؓ حضرت بدیلؓ رضی اللہ عنہم غلام میں کر قدم لگائے (یعنی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مدینہ پہنچنے کے فوراً بعد پیش کیا چند چھپے گزرنے والی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مدینہ پہنچنے کے فوراً بعد نہیں بلکہ اس وقت پیش کیا تھا جبکہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھی پہنچی تھی)۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ شاید ایک اور تواریخ کو مدینہ آتے ہی عمارؓ و عمارؓ و عامرؓ و فہرؓ ہو گیا اور اس کے بعد وہ بارہ اس وقت آیا جبکہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں پہنچی تھی یا پھر یہ صورت ہوئی کہ چونکہ حضرت عائشہؓ کا مکان آنحضرت ﷺ سے ہونا تھا اس لئے وہ حضرت عائشہؓ کے ہاں خود انہوں نے آپ ﷺ سے اجازت سے کرائی کی حراں پر ہی کھانا کھانا کیا۔ شاید حضرت اب بکر صدیقؓ اس مکان میں نہیں تھے۔ کسی میں ان کی روایت بھی نہیں۔

مگر بخاریؒ میں حضرت عائشہؓ سے یہ روایت ہے کہ اب مبارک بن عبد بنے تواریخ میں انکار لوگ یہاں نہ گئے۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ حضرت اب بکرؓ کی حراں پر ہی کاغذ پر لکھے گئے اور آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ انہیں پر انہوں نے وہ شعر پڑھا جو پہلے گزرا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت بدیلؓ کے پاس جا کر ان کی طبیعت پر بھی انہوں نے وہ شعر پڑھے۔ گزرا۔ اس کے بعد آپ ﷺ عامر ابن فہرؓ کے پاس پہنچے تو ان کا حال پوچھا اور انہوں نے وہ شعر پڑھا جو پہلے گزرا۔ پھر آپ ﷺ نے اب اس اختلاف کی وجہ سے یہ بات قابل غور ہے۔

مدینہ کی یہاں پہنچنے میں..... غرض اب حضرت عائشہؓ نے ان تینوں کا حال آنحضرت ﷺ کو جا کر بتایا تو آپ ﷺ نے آسمان کی طرف من اظہار کیا کہ آسمان کا قہر ہے اور پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔

”اے اللہ! میری محبت بھی ہندوؤں میں اتنی ہی غالب دے بھی تو نے کہ کی محبت ہندوؤں میں پیدا فرمادی تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ اور اس کے مددگار صانع (جو مدینہ کے چلنے تھے ان) میں ہندو سے لئے برکت عطا فرمادے اور اس شر کی آہدہ ہوا سے لئے درست فرمادے اور اس شر کی پھاڑ کو سمجھ دینی جنت کی طرف منتقل فرمادے۔“

ایک روایت میں اسی طرح ہے مگر رائی کے قریب ہے جہاں سے مصر سے آنے والے حاجی احرام پہنہ تھے ہیں۔ اس وقت اس مسجد کے لوگ یہودی تھے۔ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ مدینہ کی محبت بھی ہندوؤں میں اتنی ہی غالب دے، اس لئے تھا کہ وطن کی محبت اور اس سے پیدا آسمان کی مغفرت ہے۔

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ حضرت عائشہؓ نے اس شخص سے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں پوچھا:

”تم نے کہہ کر کس حال میں چھوڑا؟“

اس پر اس شخص نے کہہ کر خوبیاں اور وہیں کے حالات بتائے شروع فرمائے جس پر رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبائیں اور آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے غلام! ہمارے شوقی کو اس طرح نہ بھڑکاؤ“

ایک روایت میں ہے کہ ”یہاں دلوں کو لگ جاتے تھے“

طاعون کی بیماری کا مدینہ سے اخراج۔ اقول: مؤلف کہتے ہیں: بخدا اور ہاکے مدینہ سے کہیں اور چلے جانے کی دعا آپ ﷺ نے آخر میں فرمائی تھی کہ جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تھے تو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار دیا تھا کہ طاعون اور بخار کی بیماریوں میں سے مدینہ کے لئے کوئی ایک اختیار کر لیں۔ چنانچہ بخدا کو مدینہ میں رہنے دیا گیا اور طاعون کی بیماری کو ملک شام میں بھیج دیا گیا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام بخدا اور طاعون کی بیماریوں کے لئے آئے میں نے بخدا کو مدینہ کے لئے ہائی کر لیا اور طاعون کی بیماری کو ملک شام کی طرف بھیج دیا یہاں پائی کہ کافلہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ حدیث سے یہ ظاہر تھی نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کے آنے سے پہلے مدینہ میں بخدا نہیں پلا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے طاعون کے مقابلے میں بخار کی بیماری کو اس لئے اختیار کیا کہ اس وقت صحابہ کی تعداد بڑھتی تھی لہذا آپ ﷺ نے بخار کو اختیار فرمایا کیونکہ اکثر بخار کی وجہ سے مرے لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں بڑھ سکتی۔ یہ خلاف طاعون کے کہ اس بیماری میں اللہ تعالیٰ کوئی شخص چھوئے وہ نہ آنحضریہ بخار ہی جانتا تھا اور ہوتی ہے۔

بیماریوں کا شرعیہ بیماریوں سے پاک و صاف۔ پھر اس کے بعد جب آپ ﷺ کو مشرکوں سے جدی کی ضرورت پیش آئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کی اجازت دی کہ وہ سنا تھیں آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ بخار کو سنے والے لوگوں کے جسم بخار نکالے دے رہا ہے اور وہ کمزور ہوتے جا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے بخدا کو مدینہ سے بخار کے مقام پر بھیج دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی دعا قبول ہوئی اور انکے بعد مدینہ شریف اللہ کی سر زمین میں سب سے زیادہ پاک و صاف اور صحت بخش آب و ہوا کا شہر بن گیا جب کہ اس سے پہلے یہ شہر بیماریوں کا گھر سمجھا جاتا تھا۔

اس بارے میں کہ قول ہے کہ جو قافلہ غور ہو سکتا ہے کہ ان کا قافلہ یہ ہے کہ جب بخار مدینہ شریف سے باہر نکال دیا گیا تو وہیں پھر بخار وغیرہ کی بیماری بائیں نہیں پائی جاتی پابند۔ وحریر یہی بات کتاب خصائص مصری میں بھی ہے جو آگے بیان ہو گی۔

غرض جب بخار کی بیماری مدینہ سے نکل کر بخار شریف میں چلی گئی تو وہ شریف ہی رہ گیا کہ جو شخص بھی ہستی میں داخل ہو تاخیر اور وہیں جیسے وہ جاتا۔ بلکہ یہاں تک کہ جانتا ہے کہ اگر اس کے بعد یہاں سے کوئی پروردہ بھی نہ کر جاتا تو اس کو بیماری لگ جاتی تھی۔

مگر اب اس تفصیل کی وہ شہی میں یہ بات کچھ نہیں آئی کہ پھر اس حالت میں اس شر کو اہرام نامہ بننے کے لئے میقات کیوں بنایا گیا جب کہ شریف کے قاعدوں میں یہ بات معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ بھی

کوئی ایسا حکم نہیں دیتے تھے جس میں لوگوں کے لئے کوئی نقصان ہو۔

اس واقعہ کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اصل میں بخاری کی بخاری اس پہنچتی تھی صرف اس وقت تک کے لئے متعلق تھی جسی جب تک ابھی یہودی رہتے تھے۔ پھر جب سرزمینِ نبیہ سے یہودیوں کا زوال ہوا تو جلد سے بخاری بھی زائل ہو گیا یا اس سے بھی پہلے اسی وقت بخاری کی بخاری یہودیوں سے زائل ہو چکی تھی جب کہ اس شر کو یہاں قرار دیا گیا یہ قول ہی طراز ہے جو قابلِ غور ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت کو دیکھا جس کے ہاتھ اچھے ہوئے تھے وہ عورت سے کئی اور عورت کی پہنچتی تھیں یا کہ اس نے قیام کیا۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی کہ عورت کی بخاریاں اس شر سے نکل کر عورت کی پہنچتی تھیں یا کہ اس نے قیام کیا۔

ماہر سیوطی نے غصا گلی میں یہ لکھا ہے کہ بخاری کی بخاری عورت سے اسی وقت نکل کر جلد کی طرف چلی گئی تھی جب آنحضرت ﷺ عید پہنچے تھے۔ پھر جب بریکل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس بخاری عورت کی بخاریاں لے کر آئے تو آپ نے بخاری عورت کے لئے راگ لیا اور عورتوں کو شام کی طرف بلجھوایا۔

بخاری کی بخاری آنحضرت ﷺ کی خدمت میں۔۔۔ پھر جب خود آنحضرت ﷺ کے بخاری کا احتیاد کرنے پر یہ بخاری عورت میں آئی تو یہ خود سے عورت کے کسی شخص کو نہیں لگ سکی بلکہ آنحضرت ﷺ کے مکان کے دروازے پر آکر ٹھہری اور آپ ﷺ سے اس نے پوچھا کہ میں کئی لوگوں کے پاس بخاریاں؟ آپ ﷺ نے اس کو انصاری مسلمانوں کے پاس بھیجا دیا۔ چنانچہ عید میں آتا ہے کہ بخاری کی بخاری رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ

”میں اہل اسلام ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ میں بخاری کی بخاری ہوں میں گوشت چاتی ہوں اور خون پیتی ہوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا،

”تجھے خوش آمد ہے اور تہ مجھ (یعنی تو اس قبیل میں ہے کہ تجھے خوش آمد ہے کہا جاسکے)۔“

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ کو بخاری کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا تھا (بندہ یہاں آپ ﷺ سے بخاری کو برا بھلا کہنے کے قابل نہیں ہے) اور عرض اس کے بعد بخاری نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

”کیا میں آپ ﷺ کی قوم کے میں لوگوں کے پاس بخاری جو آپ ﷺ کو سب سے زیادہ عزیز جیسا کہ آپ ﷺ کے ان صحابہ کے پاس بخاری جو آپ کو سب سے زیادہ عزیز ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا،

”تو انصاریوں کے میں مل جاتا۔“

چنانچہ یہ بخاری انصاریوں میں چلی گئی اور ان کو لگ گئی جب انصاری مسلمان نہ بنے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے صحت پانی کی دعا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے اس کے جواب میں ان سے فرمایا،

”اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ وہ تمہیں اس بخاری سے نہایت دیر سے اور اگر تم اس کو باقی

رکھنا چاہتا تو ہر قسم کے گناہوں کو ناجائز کرتا دے گی۔ ایک دہائی میں ہے کہ یہ فیس قمر کے گناہوں سے ایک کرتی رہے گی۔

انسانوں نے جو کچھ

”کے قدر سولہ لاکھ اسی کو بقیہ دے دیجئے“

عالم انصاریوں میں آپ ﷺ نے یہ پند ہی سب کے پاس نہیں بھجوائی تھی بلکہ ان میں سے کسی ایک طبقہ کی طرف بھجوائی تھی۔ اقبال یہ بات اس راہب کے خلاف نہیں دیتی، بس میں ہے کہ انسانی مسلمانوں سے سوال اٹھ چکا ہے۔ عمار کی حکایت کی کہ وہ کچھ دن عورتوں سے مسلسل اس میں جتا رہے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی، میں نے ان کو شکا حاصل ہوئی۔ صحابہ کی اس پند ہی میں آنحضرت ﷺ ایک ایک گھر میں چلے جہاں چلے جہاں اس کے لئے صحت و شفا کی دعا فرماتے رہے۔

[illegible]

دے آئے ہیں۔

ایک رات کاغذ ایک برس کے گناہوں کا کھارو ہے جس فتنے کو ایک دن خدا کی اس کو اور خیر کی آگ سے حفاظت مل گئی اور وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو کر ایسا ہو جاتا ہے جیسا نئی پیرائش کے دن قبل۔"

اسامہ نے اپنی صحیحہ غلوں کے مجموعہ میں ان جنہاں سے یہ روایت وہی تھیں کی ہے کہ عذر کی چوری نے آنحضرت ﷺ سے ہار چاہی۔ آپ ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں اُمّ سلمہ ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اس کو قہقروں کے یہاں چھ جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ لوگ بے حد شوق و جھڑ میں جتا رہ گئے۔ آخر انہوں نے آپ ﷺ سے شکایت کی تو آپ ﷺ نے ان سے وہی بات کہی جو پہلے انصار یوں کے مسئلہ میں گزری۔ انہوں نے یہ پوچھا کیا ایسا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں تو انہوں نے کہا کہ بلکہ تو اسے رہنے دیجئے۔ واللہ اعلم

عزت میں خیر و برکت کے لئے دعاء نبوی — فرض فجر آنحضرت ﷺ نے عید کے لئے یہ دعا

”کے اللہ اتنے کہ میں جو برکت پیدا فرمائی ہے اس سے دو گنی برکت یہاں پیدا فرما۔ ایک دعا دے کہ میں سے کہ ہر یہاں ایک برکت کی جگہ دوں کہیں دعا فرما۔“

ایک حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ نے آپ ﷺ سے تلاوت کی کہ کھانا جلد ختم ہو جا رہا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھانا مگر وہ کے لائق ہے اس سے تمہیں ہر کسٹ حاصل ہو گی۔ ایک قول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ فوائے ہمہ نے ہے۔ ایسے ہی آپ ﷺ نے مدینہ میں حج نہ ہوئی کھجوروں کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ امدید

کی یہ سب سے پہلی واقعہ تھی جب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ:

”جب یہ دہاکہ کھنکی میں پہلے تو اس شر کو چھوڑ کر مت بھاؤ اور تمہیں کسی دوسرے شر میں اس دہاکے پھونکنے کی خبر ملے تو اس شر کے قریب بھی مت جاؤ۔“

ایک روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ پہنچے تو ایک روز جبکہ آپ ﷺ مہاجر تھے تو آپ ﷺ نے باجمہ افتخار تمہیں مرحبہ یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ اس سر زمین سے وہاں اور یہاں کو متخل فرما۔

یہ روایت اس گزشتہ تحصیل کے خلاف ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے یہ دعا مدینہ پہنچنے کے فوراً بعد تمہیں فرمائی تھی بلکہ کبھی عرصہ بعد فرمائی تھی۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہاں آپ ﷺ کے مدینہ پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کسی سفر سے مدینہ واپس تشریف لائے تھے۔ ہجرت کر کے مدینہ پہنچنا مراد نہیں ہے۔

مدینہ سب سے زیادہ آسودگی بخش شر..... ایک حدیث میں آیا ہے۔

”مغرب لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ لوگ آسودگی اور خوش حالی کی تلاش میں اپنے گھر واپس سمیت اپنے شر سے نکلا کریں گے لیکن اگر وہ جانتے تو مدینہ ہی ان کے لئے سب سے بہتر اور آسودگی بخش شر ہے۔ یہاں رہنے والا جو شخص بھی یہاں کی فاذ کھنکی اور خیتوں پر مہر کرے گا اور اسی حالت میں نہیں مہر جائے گا تو قیامت کے دن میں اس کا شیخہ کھنکی سندھی یا شہید کھنکی شہادت دینے والا ہوں گا۔ (ی) یعنی گنہگار کے لئے سندھی اور نیکوکار کے لئے شہادت دینے والا ہوں گا۔

مدینہ میں مرنے کی ترغیب..... حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے جو شخص مدینہ میں مر سکے وہ ضرور سیکس مرنے کی کوشش کرے کیونکہ یہاں مرنے والے کے لئے قیامت میں میں سطرشی ہوں گا۔ یہاں رہنے والا شخص جب بھی بھی کسی برائی کا کاروہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح سزا دے گا جیسے پانی میں تنک کھل کر غرق ہو جاتا ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ

”کھنکھناتی اس کو جہنم کی آگ میں اسی طرح پھلکا دے گا جس طرح سیبہ پھل جاتا ہے یا جیسے پانی میں تنک کھل جاتا ہے۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک مدینہ اپنے یہاں کے ایک ایک شر پر اور بدکار کو اسی طرح نکال باہر نہیں کر دے گا جیسے پھل لوہے کے پھل کو نکال کر ختم کر دیتی ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ جیسے آگ چاندی کے پھل کو صاف کر کے اسے کھنکھناتی ہے۔“

یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ بات نہ تو بر لمانے میں عام ہے اور نہ تمام لوگوں کے لئے عام ہے۔ ایک روایت میں اس طرح ہے۔ ”تکہ اور مدینہ گناہوں یعنی اپنے گناہ گاروں کو اسی طرح نکال باہر کریں گے جیسے پھل تو ہے کہ پھل نکال دیتی ہے۔ جس نے علم کے ذریعہ مدینہ کے ہاشموں کو اور اپنا توالہ حرا۔ پھل اس کو دارائے گار اور اس پر کھنکھانے فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہو۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی کوئی بات قبول نہیں فرمائے گا۔

اب جن لوگوں نے مدینہ پر لعنت بھیجا چاہا تو کہو یا یہ دعا ہی حدیث کو اپنی دلیل بناتے ہیں کیونکہ جیسا کہ یہاں ہو اس نے قرآن کے واقعہ میں مدینہ واپس کا طوفان بھانا چاہا تو قرآن و حدیث اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ

اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہو تا کہ نام لے کر بڑے پر لعنت بھیجا جاتا ہے۔ جب کہ بحث اسی میں ہے کہ ہم نے کہ لعنت بھیجا جاتا ہے یا نہیں۔ اس حدیث سے صرف اتنا ہی معلوم ہو جا ہے کہ اس شخص کی اس برائی کا ذکر کر کے لعنت بھیجا جاتا ہے لیکن یہ کہنا کہ جس شخص نے مدینہ و اہل کو ذرا لاس پر لعنت ہے قریہ بات قابل بحث ہی نہیں ہے کیونکہ جیسا کہ بیان ہو رہی بات جائز ہے اور اہل دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ مدینہ و اہل سے پڑوسی ہیں اور میر کی امت پر اس وقت میر سے پڑوسیوں کی حفاظت ضروری ہے جب تک وہ کبرہ گناہوں سے بچتے رہیں۔ جس نے ان کی حفاظت کی میں قیامت کے دن اس کے گناہوں کے لئے سزا دیتی اور اس کی نیکیوں کے لئے گناہوں کا گوارہ جس نے ان کی حفاظت نہیں کی اس کو قیامت میں دو روز فیض کا پیپ اور سو پاپا جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے انصاروں کی اس بہتی کو (ظلم سے باز رہا تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس نے دونوں کے درمیان کو چھٹی رکھ لیا۔

مدینہ کو حجاب یعنی خوشیوں کا گھر اس لئے کہا گیا کہ یہاں خوشی کو روزہ کی میسر آتی ہے اور جیسا کہ حجاب کے معنی خوشیوں کے بھی ہیں۔ اس کو اس لئے بھی حجاب کہا گیا کہ یہاں کی خوشیوں اور معطر آب ہوا ہے وہ کہیں اور نہیں پائی جاتی۔ مدینہ کی خصوصیات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اس بہتی کی مٹی میں جزام اور بعض معرات کے اضافہ کے مطابق کوڑھ سے شفا ہے بلکہ ہر بیماری سے شفا ہے اور اس بہتی کی گجور میں زہر سے شفا ہے۔

کیا قیامت سے قبل مدینہ چلا ہو جائے گا؟ ... حدیث میں آتا ہے کہ قیامت قائم ہونے سے چالیس سال پہلے مدینہ منورہ ہراج اور چلاؤ جائے گا۔ اس شہر کی جراتوں بھوک اور قحط کشی کی وجہ سے ہو گی جبکہ یمن کی برہادی گڑبادیوں کی وجہ سے ہو گی۔

(۱) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اللہ انڈیوں کو پاک فرما دے۔ بدی اور پھوٹی ہر قسم کی گڑبادیوں میں ہر قسم فرما دے اور ان کی جزی قسم فرما دے اور ان کے مت ہمارے سوتیلوں اور ہمارے راتی کی طرف سے بھیرا دے۔ بے شک تو دعاؤں کا شے والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو قحط کی پہلی گجور لا کر دی جاتی تو آپ ﷺ یہ دعا فرماتے،

"اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے مدینہ شہر میں برکت عطا فرما اس کے بچوں میں برکت عطا فرما اور اس کے مدینہ صالح یعنی حق کے بچوں میں برکت عطا فرما اور اس برکت کو دو چاند اور دو خاندان دے۔"

اس کے بعد آپ ﷺ مجلس میں موجود بچوں میں سے سب سے چھوٹے بچے کو دو گجور دیتے اور فرماتے،

"اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے مدینہ شہر میں برکت عطا فرما اس کے بچوں میں برکت عطا فرما اور اس کے مدینہ صالح یعنی حق کے بچوں میں برکت عطا فرما اور اس برکت کو دو چاند اور دو خاندان دے۔"

ازواج کے بقیہ حجروں کی تعمیر

مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ آپ نے دو حجرے اپنی بیویوں کے لئے طوائف تھے اور باقی حجرے آپ حسب ضرورت طوائف رہے۔ چنانچہ یہی بات کوشہرہ اہلبیت کے مطابق ہے کہ اپنی بیویوں کے حجروں میں سے کچھ تو آپ نے مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی طوائفان میں سے ایک حضرت سودا کا حجرہ، قتادہ دوسرے حضرت ابی بن کثیر کا حجرہ، عیسا کہ یہ ان ہوں (آپ کی بیویوں کے ان حجروں کو ہی آپ کے حوران کے گھر کہا جاتا ہے)۔ بعض شافعی علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مکانات مختلف تھے حوران میں سے اکثر مسجد نبوی سے دور تھے۔ دوسرے کتاب بیون الاثر میں جو قول ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے تمام مکانات جرات کے پہلے سال میں ہی تیار ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس میں ہے کہ۔ جرات کے پہلے سال میں مسجد نبوی اور آنحضرت ﷺ کے مکانات تیار ہو گئے۔

دوسرے رسول اللہ ﷺ نے ان تمام زمینوں میں جو کسی کی ملک نہیں تھیں مساجدوں کے لئے وقف کر دیئے۔ اسی طرح ان زمینوں میں بھی جو انصار یوں نے آپ کو بیہ گیں اور ان جنگوں پر ان مساجدوں کو پیدا یا جو قبائلی کسی انصاری کے یہاں تھیں اور پھر وہاں مکانات طوائف کے گھر دینے چلے آئے تھے۔

عبداللہ ابن زید ہڑلی کہتے ہیں کہ عمر ابن عبدالعزیز نے علیہ السلام وید ابن عبدالملک کے حکم پر حسب آنحضرت ﷺ کی بیویوں کے مکانات اسی لئے توڑ دیئے اس ستر کو کچھ و باقاعدہ بعض مسودوں نے لکھا ہے کہ وید ابن عبدالملک کا اس بارے میں یہ فرمان آیا تھا کہ ان مکانات کو اگر اگر مسجد نبوی میں شامل کر دیا جائے۔ وید والوں کو بتانا ضرور ضرور ضرور دے ہوئے اس دن دیکھا جب یہ حکم نامہ پہنچا تاں بھی نہیں دیکھا گیا۔

ازواج کے حجروں کی شان۔۔۔ یہ حجرے کلی حاکم فوج تھے جن میں سے صرف چار لڑکوں کے بنے ہوئے تھے کرات کی پختیس بھی مجبور کی خیموں کی خیمیں حوران کے عورہ مئی پھلائی گئی تھیں۔ باقی حجرے پورے کے پورے ہی مجبور کی خیموں کے بنے ہوئے تھے سوائے حضرت اُمّ سلمہ کے حجرے کے کہ انہوں نے اپنا حجرہ اپنا بنا لیا تھا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ آنحضرت ﷺ بہت دوسرے لڑکوں کے خروار کے لئے تھری لے گئے تو حضرت اُمّ سلمہ نے اپنا حجرہ بنا کر خلیا آپ یہاں سے واپس تھری لے لائے تو اپنی ازواج میں سے سب سے پہلے حضرت اُمّ سلمہ کے یہاں ہی تھری لے گئے۔ یہاں آپ نے اپنا مکان دیکھا تو اُمّ سلمہ سے پوچھا۔

”یہ مکان کیا ہے؟“

انہوں نے عرض کیا۔

”میں نے لوگوں کی نظروں سے پردہ کئے کے لئے یہ مکان بنایا ہے۔“

مالِ مومن کا بدترین مصرف۔۔۔ آپ نے فرمایا۔

”ایک مسلمان کا مال خرچ ہونے کی بدترین صورت مکان کی تعمیر ہے۔“

اسی سلسلے میں حضرت سیدہ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک خاص خط ہے جس کا نام شفا ہے جس سے لوگوں کا خطیب بپ کوئی شخص حرام نہ لکھا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لوہے پر لکھ دیتا ہے یعنی قیصر کا خرچ مسلمان فرما دیتا ہے اور اس طرح وہ شخص اپنے اس مال سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

آپ کے جو مکانات خاص کجگور کی عشیوں کے بنے ہوئے تھے ان کی دیواروں پر باہر سے کھیل دھڑکتے دھڑکتے کر پردہ کر دیا گیا تھا یہی خبر پہنچ گئی تھی جو خاص کجگور کی چھال کے بنے ہوئے تھے ان میں جبرائیل علیہ السلام بھی تھیں کیا کیا تھا تو ان پر مٹی لپ دی گئی تھی۔ ان کے دروازوں پر نائے غیرہ کے پردے چڑھے ہوئے تھے (جو کولوں کے قائم مقام تھے) ایسے دروازوں کو پائس کہتے ہیں۔ ان پردوں کو لٹایا گیا تو ایک ایک پردے کی چوڑائی ایک ہاتھ اور لمبائی تین ہاتھ تھیں۔

مگر عمارہ کھلی نے یہ کھسا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تمام مکانات چوں کہ چھال کے بنے ہوئے تھے جن کے لوہے پر مٹی لپ دی گئی تھی۔ البتہ ان میں سے ایک تو حائضوں کا تھا مگر پچیس سب کی کجگور کی چھال کی دیواری ہوئی تھیں۔ جہاں تک طور رسول اللہ ﷺ کے غریبے کا تعلق ہے تو اس کے لوہے والوں کا پیر لٹا ہوا تھا جس کو عربی نگاری سے بانہ سا لگایا تھا۔ یہاں تک عمارہ کھلی کا کام ہے۔

سیدہ زینب نے ان خبروں کو قورنہ کے حکم بھیجا تو لوگوں پر بہت اثر ہوا اور یہ کہ لوگوں نے کہا کہ کاظمی ان خبروں کو نہ قورنہ جاتا کہ عام لوگ بھی اپنے لئے جو وہ مکانات نہ جانتے بلکہ دیکھنے کہ اللہ کے نبی کس طرح رہتے تھے جب کہ آپ کے ہاتھ میں ساری دنیا کے غریبوں کی نیکیاں تھیں۔ (ی) لیکن ان خبروں کو دیکھ کر لوگوں میں بڑے بڑے اور کرامہ مکانات جاننے کا جذبہ نہ پیدا ہوا تاہم ان کے ذریعہ وہ ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں۔

وسائل آسمانی سے ناپائیدار ہو گئی۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ مدینہ کے ایک بازار میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے ایک محمد بن سنان سے کہا۔ آپ نے وہاں سوچا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ ایک اشدی مسلمان کا راستہ ہے۔ اسی وقت اتفاق سے وہ شخص وہاں آگیا اور اس نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف سے مت پیچھ لیا۔ اس کے بعد گئی بارگاہی ہوا۔ آخر اس مسلمان کو اصل اللہ کا حکم ہوا تو اس نے اسی وقت ان کو اگر قورنہ۔

ازواج کے غروں کے متعلق حسن بصریؒ کی روایت... حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جب میں فریب اہل راہ لڑکا تھا تو حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے مکانات میں چلنا کرتا تھا۔ ان خبروں کی پچیس ائی چلی تھیں کہ اسی وقت بھی جب کہ میرا اللہ بھی بہت چھوٹا تھا میں انہیں ہاتھ سے پھول لیا کرتا تھا۔

حضرت حسن بصریؒ کی یہ بات بھی جتنی طور پر اس وقت ہوئی تھی جب کہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے وہ سال ہوتے تھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی بیوی آمنہؓ کی باندی کے چٹے تھے جن کا نام خیرہ تھا۔ حضرت آمنہؓ نے ان کو صحابہ کرام کے پاس بھیجا کرتی تھیں جو ان کو برکت کی دعا کہیں دیا کرتے تھے۔ وہ ان کو حضرت عمرؓ کے پاس بھی لے گئیں انہوں نے ان اللہ خاص حضرت حسن بصریؒ کے لئے دعا کی کہ اے اللہ ان کو دین کا تحفہ یعنی کچھ اور لوگوں میں محبوبیت عطا فرما۔

حضرت حسن بصریؒ... حضرت صوفی کے والد ان قبیلوں میں سے ایک قبیلہ تھے جن کو حضرت خالد بن

ولیدؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے زمانے میں فارس کی جنگ میں شکست دے کر لوہر گر قلعہ کر کے لائے تھے۔ حضرت حسنؓ نے بر لوہر است حضرت علیؓ سے روایتیں بیان کی ہیں کیونکہ حضرت علیؓ کے مدینہ سے کوثر کو چلے جانے سے پہلے ان کی مرضی دو سال کی تھی اس وقت حضرت عثمانؓ فقی کی شہادت ہو چکی تھی۔ ایک مرتبہ ان سے کسی شخص نے کہا۔

”اے ابو سعید! آپ جوں کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ایسے فرمایا حالانکہ آپ نے آنحضرت ﷺ کا ذلہ نہیں پایا۔“

حضرت حسنؓ نے جواب دیا۔

”جن حدیثوں کے بارے میں تم نے مجھے یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ایسے فرمایا وہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کی روایتیں ہیں۔ بات یہ ہے کہ میں ایسے ذلہ میں ہوں کہ مدینہ میں بیٹھ کر حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ کا کام نہیں لے سکتا۔“

اس کی وجہ چنانچہ ابن عباسؓ کا خوف تھا کہ حضرت علیؓ کا بھائی دشمن تھا۔ بڑے بڑے تہذیبی، لسانی، حاکم اور عقلی لوہر ابو نعیمؓ نے حضرت علیؓ سے حضرت حسنؓ کی روایتیں جمع کی ہیں جو حسنؓ بھی ہیں اور صحیح بھی ہیں۔ اس قول سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ اس تردید کی وجہ یہ اصول ہے کہ کسی چیز کو ثابت کرنے والا قول اس کو رد کرنے والے قول کے مقابلے میں مقدم اور قائل قبول ہو گا ہے (لہذا ایسی بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے روایتیں سنی ہیں یا پھر اس انکار کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ کے مدینہ سے جانے کے بعد ان سے کوئی حدیث نہیں سنی (لہذا اس صورت میں دونوں باتوں میں کوئی اختلاف ہی نہیں رہتا)۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ کے کام میں جو زبردست فصاحت اور حکمت تھی وہ اس دور کے چند فطرتوں کی برکت تھی جو انہوں نے ام المومنین حضرت آمنہؓ کی چھاتی سے پیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت حسنؓ کی والدہ خیرہ اکثر گھر میں نہیں ہوتی تھیں اور یہ بلکہ کہ سے دور رہتے تھے ایسے میں حضرت آمنہؓ ام المومنین آمنہؓ سوسن کے منہ میں اپنی چھاتی دے دیا کرتی تھیں جس سے وہ بھل جاتے تھے اسی میں بھی ایسا ہوتا کہ چھاتی میں درد آجاتا تو وہ پی لیتے تھے۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ بصرہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ بصری خوبصورت بصرہ سے ہوئے دن کے لیے قتل کے تھے۔ یہاں تک ابن کثیرؒ کا حال ہے۔ وہ جب بھی سامنے پڑتے تو کہیں تلے تو ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ اپنے کسی عزیز کو قتل کر کے کتبے ہیں یعنی ان پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف اور ذراں قدر رہتا تھا کہیں جیتے تو ایسا لگتا جیسے کسی ایسے معاملے میں گرفتار ہیں جس میں ان کی گردن مار دی جائے گی۔ اور ان کے سامنے جہنم کا ذکر آجاتا تو ایسا لگتا جیسے وہ ان صرف ان کے لئے ہی پیدا کی گئی ہے۔

تجزیوں کے لئے قطععات..... اتقدی سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کے قریب لوہر اس کے چاروں طرف جاری تھیں انھوں نے مکانات تھے۔ آنحضرت ﷺ جب بھی کوئی کلام فرماتے تو حضرت جاریہ اپنا ایک مکان یعنی حجرہ آپ کو چھ کر دیتے جس میں آپ کی بیوی کا قیام ہو جاتا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ حضرت جاریہ نے اپنے

سارے مکان اسی طرح آنحضرت ﷺ کو یہ کر دینے مگر یہ بات کتب میں ان اثر کے اس گزشتہ حوالے کے خلاف ہے جس میں گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تمام مکانات ہجرت کے پہلے سال میں ہی بن گئے تھے۔

فرض پھر آنحضرت ﷺ کے رضائی بھائی حضرت عثمان ابن مظعونؓ کا انتقال ہو گیا، رسول اللہ ﷺ نے عزم دیا کہ ان کی قبر پرانی کے پیچھے دیکھ جائیں اور یہ کہ قبر کے سر بالے ایک حجر رکھ دیا جائے۔ آپ نے ایک شخص کو عزم دیا کہ ایک حجر اٹھا کر لائے اس نے اپنی طاقت سے دو گنا حجر اٹھایا۔ آپ فوراً اس کی طرف بڑھے اور حجر اس کے کنارے پر سے اتار کر قبر کے پاس لائے اور سر حسانہ رکھ دیا مگر آپ نے فرمایا "اس حجر کے ذریعے مجھے اپنے بھائی کی قبر معلوم ہے کیلئے میرے گھر والوں میں سے جو مرے پاس کو نہیں دلی کر دیں گا۔"

آپ کے صاحبزادے اور حضرت عثمان ابن مظعونؓ کا انتقال — چنانچہ اس کے بعد جب آپ کے صاحبزادے ابراہیمؓ کا انتقال ہوا تو آپ نے ان کو حضرت عثمان کی پائنتی میں دفن کیا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان ابن مظعونؓ کی لاش کو بوسہ دیا اور میں نے دیکھا کہ آپ کے آنسو حضرت عثمان ابن مظعونؓ کے درخشاں پر برس رہے تھے۔

میت پر نوحہ و ماتم کی ممانعت..... کتاب استقبال میں یہ ہے کہ ان کا انتقال غزوہ بدر میں شرکت کے بعد ہوا۔ ان کو غسل دیے جانے اور کفنائے جانے کے بعد آپ نے ان کی پینتی پر دونوں آنکھوں کے درمیان میں بوسہ دیا۔ مگر ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ ان کے انتقال پر مرد تھے، وہ نے لکھی۔ حضرت عمرؓ ان کو خاموشی سے دیکھ کر عزم اٹھائے تھے۔ آپ نے یہ دیکھ کر فاروق اعظم سے فرمایا کہ نری اٹھایا کرو۔ مگر آپ نے فوراً قول سے فرمایا۔

"یہ نوحہ و ماتم اور بلکہ تو ذریعہ شیطان کا شیوہ ہے تم اس سے بچو۔ ایسے موقع پر جو کہ آنکھ سے بہتا ہے وہ اللہ کی طرف سے اللہ نرم دلی کی وجہ سے ہوتا ہے اور جو کہ باحقوں اور زبان سے ہوتا ہے (یعنی جن کو باوجود نوحہ کرنا کہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔"

حضرت عثمان کی بیوہ نے کہا جو خورجنت حکیم تھیں۔ ایک قول ہے کہ اُمّ العاصیہ نے کہا جن کے یہاں حضرت عثمان مدینہ آکر آئے تھے ایک قول ہے کہ اُمّ مکر حبانہ نے لاش کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے ابو سائب! تجھیں جنت میں پہنچا دیا گیا ہے۔"

آنحضرت ﷺ نے ان کو فخر کی فکر سے دیکھ کر یہ جواب دیا۔ "تجھیں جنت میں پہنچنے کا حال کیسے معلوم ہے۔"

انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ آپ کے ساتھی اور فدائی تھے۔ آپ نے فرمایا۔

"مجھے اپنے ہارے میں بھی معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہو گا۔"

اس پر انہوں کو حضرت عثمان پر بحث ترس آیا اور وہ ان کے لئے دعا کرنے لگے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عثمان ابن مظعونؓ کی بیوی خود جنت حکیم میرے پاس آئیں وہ کافی پریشان نظر آتی تھیں۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے تو انہوں نے کہا۔

"میرے شوہر یعنی عثمان ابن مظعونؓ ساری دولت لغزشیں چڑھتے رہتے ہیں اور ان بھر دوا سے

رہتے ہیں!

اسی وقت رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے آئے۔ حضرت عائشہ نے یہ بات آپ کو بتائی تو آپ ﷺ نے فوراً فرمایا۔

”اے عائشہ! ہمارے دین میں روایت اور دنیا سے بے تعلق ہو جانا ہرگز نہیں ہے کیا میرا اصل تمہارے لئے نمونہ نہیں ہے۔ خدا کی قسم تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے دارنے والا اور حدود کا خیال کرنے والا میں ہوں۔“

آپ نے حضرت عائشہ کو سلف صالح فرمایا۔ چنانچہ اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے دفن کے وقت کب لے فرمایا۔

”میں تمہیں سلف صالح کے پاس بھروسہ نہیں کروں۔“

اسی طرح آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت زینب کو دفن کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے سلف صالح عائشہ امین مظلومہ کے پاس چارہ ہو۔

اسعد ابن زرارہ کی وفات..... غرض اسی امر میں حضرت اسعد ابن زرارہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کی وفات پر آنحضرت ﷺ بہت زیادہ غمزدہ اور افسردہ خاطر ہوئے۔ یہ نبی نہاد کے قریب اور نماز کے لئے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کی وفات کے بعد نبی نہاد کا کوئی دوسرا قریب متعین نہیں فرمایا حالانکہ ان لوگوں نے آپ سے اگر عرض کیا کہ

”ان کی جگہ ہمارے لئے کسی اور کو قریب متعین فرما دیجئے جو ہمارے معاملات کی نگرانی کیا کرتے۔“

اس پر آپ نے ان سے فرمایا۔

”تم میری جگہ میرے دوا کی نگرانی والے ہو اور میں ہی تمہارا قریب ہوں۔“

آنحضرت ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا کہ ایک کو دوسروں کے مقابلے میں خصوصیت اور اہمیت دیدیں اور مجاہدہ ہمت میں غمزدہ اور گھامٹ بن جائے۔ ان کے بارے میں ایک روایت اور بھی ہے۔ یعنی ان ہی ابو اسعد اسعد ابن زرارہ کو ان مند وادارہ خیم نے نبی صادق کا قریب قرار دیا ہے مگر اس بارے میں ان دونوں کو اس دور مقابلہ ہوا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہر قبیلہ کا قریب اسی قبیلہ کے کسی آدمی کو چاہا کرتے تھے دوسرے قبیلے کے آدمی کو نہیں چنانچہ نبی صادق کے قریب حضرت اسعد ابن عباس تھے۔

ایک قول ہے کہ حضرت برادر ابن مسعود رسول اللہ ﷺ کے عید تشریف لانے سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے مگر رب آنحضرت ﷺ عید پہنچے تو آپ اپنے صحابہ کے ساتھ ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور وہیں نماز پڑھ دی۔ مگر آپ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَنْفِرْ لَهُ رَحْمَةً وَنُوحٍ حَقًّا وَفَدِّ قَلْبًا

ترجمہ: اے اللہ! ان کی مغفرت فرما، ہر رحمت فرما، ان کو اپنی خوشخودی عطا فرما اور بے لگ قویہ معاملہ ان کے ساتھ فرما چکا ہے۔

اب اگر نماز سے نماز کے حقیقی معنی مراد لے جائیں تو یہ پہلی نماز ہے جو اسلام میں کسی مرد کے لئے پڑھی گئی اسے نماز سے صرف دعا بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ تو کیا اگر یہاں نماز سے مراد حقیقی نماز ہے تو یہ پہلی نماز

بتادہ ہے اور اگر یہاں لفظ سے مراد دعا ہے تو پھر یہ بات کتاب احتجاج کے قول کے مطابق ہے۔ اس میں ہے کہ میں نے کسی سیرت کی کتاب میں نہیں دیکھا کہ بتادہ آپ فرض ہوئی۔ اس حدیث میں کوئی روایت نہیں ملتی کہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز بتادہ پڑھی جو محد میں فوت ہوئے۔ اسی طرح احمد بن زید اور ابی جہل میں اس کی روایت ۱۸۷ میں ہوئی مگر انکی کوئی روایت نہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے ان کی حقیقی نماز بتادہ پڑھی۔ یہ بات چھپے ہوئے ہیں جو مشکل ہے اور اس میں جو اشکال ہے وہ بھی گزر چکا ہے۔

یہودیت سے صلح کا معاہدہ..... اسی زمانہ میں رسول اللہ ﷺ نے مساجد میں اور انصاری مسلمانوں کے سامنے ایک تحریر لکھوائی جس میں یہودوں سے صلح کا معاہدہ کیا گیا۔ ان یہودوں میں ان کے قبیلوں میں سے بنی قریظہ بنی قریظہ اور بنی نضیر شامل تھے۔ آپ نے ان سے "اسی دینی کا یہ معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں سے کبھی جنگ نہیں کریں گے اور کبھی ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گے اور یہ کہ آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں وہ کبھی کسی کی مدد نہیں کریں گے۔ نیز یہ کہ اگر یہاں تک مسلمانوں پر کوئی حمل ہو تو یہ یہودی مسلمانوں کا ساتھ دیں گے اور آپ کی مدد کریں گے۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی طرف سے یہودوں کی جان دہلی اور ان کے لئے بھی معاملات میں آزادی کی ضمانت دی۔ کتاب میں ان شرائط میں اس تحریر کو ان کے قول نقل کیا گیا ہے۔

مساجد میں و انصار کے درمیان بھائی چارہ..... دوسری زمانے میں آنحضرت ﷺ نے مساجد اور انصاری مسلمانوں کے درمیان محبت اور خلوص کا رشتہ مضبوط اور پائیدار کرنے کے لئے یہود اور نصاریٰ سے قائم فرمائے جس کو سوانح چارہ شہ اخوت یعنی بھائی چارہ کہتے ہیں۔ بھائی چارہ کا یہ قیام اس میں بالکل کے مکان پر ہوا۔ یہ مکان اصل میں ابو طلحہ کا تھا جو اہم اس کے شوہر تھے ابو طلحہ کا نام زید بن اسلم تھا یہ ایک جنگ کے حلیے میں بازی کی حیثیت سے ایک کشتی میں سمندری سفر کر رہے تھے کہ وہیں ان کی وفات ہو گئی۔ ان کے ساتھیوں نے ان کی لاش کو کشتی میں رکھا اور ان لشکر میں رہے کہ کوئی جو بڑے قوت کو اس میں نہ لے کر دے۔ آخر ایک دفعہ کے بعد ان کو ایک جزیرہ نظر آیا اور اس میں ان کو لے کر آیا۔ عمر مسلمانوں تک لاش کو بغیر کوئی دکانے نہ کہنے کے یہاں وہاں خراب نہیں ہوئی۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ ابو طلحہ جو نکاح غزوہ بدر جنگوں میں مصروف رہے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کی زندگی میں نیک و روز سے نہیں رہا کرتے تھے پھر یہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو اس کے بعد یہ لگا تار روز سے نہ کھتے گئے۔

آنحضرت ﷺ نے مساجد میں اور انصاریوں کے درمیان بھائی چارہ کا جو رشتہ قائم فرمایا یہ مسجد نبوی کی خیمہ کے بعد کا لفظ ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس وقت مسجد کی خیمہ چل دی گئی۔ یہ بھائی چارہ دوسری دفعہ غزوی بار حق کی بنیاد پر کیا گیا کہ اس بھائی چارہ کے تحت بنے ہوئے بھائی و ششہ دلوں اور عزیزوں کے مقابلے میں اپنے اس شرعی بھائی کا ذکر اور میراث اس کی موت کے بعد پائیں گے۔ چنانچہ اس بھائی چارہ کے وقت آپ نے مساجد میں اور انصاریوں سے فرمایا۔

اللہ کے نام پر قسم آئیں میں یہود بھائی بن جاؤ۔
اقول۔ منافق کہتے ہیں: عاصم بن زید بن ابی لؤئی سے روایت کیا ہے جو کہتے ہیں کہ میں

ایک روز چاند منورہ کی مسجد میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے صواب کو پکارنا شروع کیا کہ فلاں کہاں ہے اور فلاں کہاں ہے۔ ان میں سے اکثر لوگ موجود نہیں تھے آپ نے ان کو بلانے کے لئے کوئی بھیج دیا۔ آخر جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔

”میں تمہارے سامنے ایک بات کہتا ہوں اس کو ذہن نشین کر کے یاد رکھ لو اور اپنے بعد والوں کو بھی بتادینا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے ایک مخلوق کو انتخاب فرمایا ہے۔“

اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

”اللَّهُ يَتَّخِذُ مَنِ الْمَلَائِكَةَ إِنَّمَا نَبَأُ مِنْ الْمَلَأِ إِنَّ اللَّهَ يُنْزِلُ بِمَنْزِلِهِ“ اسورہ نوح ۱۰

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے جن فرشتوں کو چاہے انکام پہنچانے والے مقرر فرمادیتا ہے اور اسی طرح آدمیوں میں سے۔ یہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

یہ آیت تلاوت کر کے آپ نے فرمایا۔

”میں بھی تم میں سے اس شخص کو انتخاب کرتا ہوں جو میرے نزدیک زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں۔ اور تمہارے درمیان اسی طرح بھائی چارہ قائم کرتا ہوں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا ہے اسے ابو بکر انصاریؓ

صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ میں بھائی چارہ۔۔۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے اور آنحضرت ﷺ کے سامنے ادا فرمایا کہ میں آپ کے بھائی ہوں۔

”تمہارے لئے میرے پاس اللہ کا ہاتھ ہے یعنی اللہ کے لئے تمہارے لئے جو بہ اصلاحات ہیں جن کا صلہ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں دے گا اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو تمہیں ہی بناتا کیونکہ تم میرے نزدیک ایسے ہو جیسے میرے بدن پر میری کھینچ“

اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے ہاتھ سے قمیض کو بلیڈ اس کے بعد پھر آپ نے فرمایا۔

”کہے مگر اسیر سے قریب آؤ!“

چنانچہ حضرت عمرؓ نے اللہ کرہم کی قسم کی بھائی چارہ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

”کہے ابو حفصؓ اسلام سے پہلے تم بد سے ظالم بہت زیادہ سخت تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اسلام کو تمہارے جاؤ جس کے ذریعہ عزت و سر بلندی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خوش خلقی تمہارا حقدار فرمادی اور اس طرح کوہا ابو جہلؓ مروان بن ابی سہامؓ اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہنو فرمایا۔ پس تم جنت میں میرے ساتھ اس امت کے حق کو میوں میں سے تیسرے ہوں گے۔“

اس کے بعد آپ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان بھائی چارہ کا رشتہ قائم فرمایا۔ یہاں تک کہ ابن جوزی کا کلام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام اور انصاروں کے درمیان جس طرح ہجرت سے پہلے بھائی چارہ قائم فرمایا اسی طرح ہجرت کے بعد بھی یہ کاروائی کرتے رہے۔ مگر یہ بات جب بھی محل ہو سکتی ہے جبکہ آپ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے علاوہ بھی دوسرے صحابہ کرام میں بھائی چارہ قائم فرمایا۔ اس کا یہ مطلب ہو گا کہ ابن ابی لوفیؓ نے اس روایت میں صرف ان ہی دونوں کا ذکر

کر دینے پر جس کی ہے بلکہ اس کے علاوہ سردار کے درمیان بھی بھائی چارہ قائم کیا گیا ہو گا۔ تھراں بارے میں مشہور و معروف روایت یہی ہے کہ یہ شرعی بھائی چارہ اور سہرہ قائم کیا گیا۔ ایک دفعہ صرف مساجدوں کے درمیان جو حجرات سے پہلے ہو اور ایک دفعہ مساجدوں اور انصاروں کے درمیان جو حجرات کے بعد ہو ان دونوں اہم چنانچہ بعض حضرات کے اس قول سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے جس میں ہے کہ اس بھائی چارہ کے وقت چاس مساجد اور چاس انصاری مسلمان تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ دونوں کی مشترک تعداد تو اسے چھیلا یعنی بیس بیس مساجد اور بیس بیس انصاری تھے اس بھائی چارہ کے وقت آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ میرے بھائی ہیں اس طرح رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؓ بھائی بھائی ہو گئے۔ پھر آپ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت خدیجہؓ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ یہ عار جہاں انہی نے حضرت ابو بکرؓ کے خسر تھے ان کی بیٹی حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں تھیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کو جہاں انہی مالک کا بھائی بنایا۔ ابو ذرؓ عقیلی کو حضرت بلالؓ کا بھائی بنایا۔ انسؓ کو حضرت زیدؓ انہی کے بھائی بنایا۔

یہ حضرت انسؓ کو ان لوگوں میں سے ہیں جن کا لقب آنحضرت ﷺ نے لکھا تھا آپ نے ان کا لقب ابو صرر لکھا تھا ان کی تعداد چھ تھی اور خود راہِ حق میں یہ بڑے عوامانہ قریش قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ ساتھ ہی یہ انتہائی کھجور اور زادی دانے والی تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ ان کا سمت احترام کرتے تھے اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر بیٹھتے تھے۔

سعد ابن ربیع کی عالی ظرفی۔۔۔۔۔ اسی طرح آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت سعد ابن عوفؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ عبدالرحمن بن عوفؓ کو سعد ابن ربیع کا بھائی بنایا۔ اسی وقت ان سعد ابن ربیع نے حضرت عبدالرحمنؓ سے کہا۔

”میں انصاری مسلمانوں میں سب سے زیادہ مالدار آدمی ہوں میں اس مال کو تو عا کو احاطہ نہ کر سکتا ہوں اور اپنے درمیان تقسیم کرنا ہوں۔ اسی طرح میرے دو بیٹے ہیں میں ان میں سے ایک کو طلاق دے دوں گا سب اس کی عہد پوری ہو جائے تو تم اس سے نکال کر لیا۔“

حضرت عبدالرحمنؓ نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ تمہاری جان میں تمہارے گمراہوں میں اور تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے۔“

کتبِ بیوت الاثر میں یوں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے مساجد اور انصاری صحابہ میں برادرانہ رشتے قائم فرمائے تو آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر تم سب اور بھائی بن جاؤ۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ نے زیدؓ انہی کے حضرت عمرؓ کا بھائی بنایا تھا اور غزوہ احد کے دن حضرت عمرؓ نے زیدؓ کو اپنے مال کا نگران بنایا تھا۔ یہ بات قابل غور ہے کیونکہ یہ دونوں ہی مساجد صحابہ ہیں (بلکہ یہ بھائی چارہ مساجدوں اور انصاروں میں قائم فرمایا گیا تھا)۔

غرض پھر آپ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ میرے بھائی ہیں جیسا کہ بیان ہوا۔ مگر اس بارے میں کچھ ہی احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ بھائی چارہ مساجد اور انصاری کے درمیان نہ ہو بلکہ حجرات سے پہلے آپ نے صرف مساجدوں کے درمیان جو بھائی چارہ قائم فرمایا تھا اس میں جیسا کہ بیان ہوا آپ نے حضرت علیؓ کو اپنا بھائی بنایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے یہ بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علیؓ آپ کے پاس اس حال

میں آنے کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بڑھ رہے تھے۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا۔
 ”یارسول اللہ! آپ نے اپنے صحابہ میں بھائی چارہ قائم فرمایا مگر مجھے کسی کا بھائی نہ ملتا۔“
 آپ نے فرمایا۔

”تمہارا آخرت میں میرے بھائی ہو۔“

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔ اسی طرح آپ نے حضرت جعفر ابن ابی طالب اور حضرت معاذ ابن جبل کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ حضرت جعفر اس وقت حبشہ میں ہی تھے اور یہ بھائی چارہ ان کی عدم موجودگی میں ہوا۔ یعنی جب حضرت جعفر حبشہ سے مدینہ منورہ آگئے تو اس وقت حضرت معاذ نے ان کے سامنے اس بھائی چارہ کا اقرار کیا۔ اس سے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ حضرت جعفر غزوہ خیبر کے سال یعنی ۱۱ھ میں حبشہ سے مدینہ آئے تھے لہذا آنحضرت ﷺ نے مدینہ آتے ہی یعنی ہجرت کے آنے سے بہت سال پہلے کسی طرح حضرت معاذ اور ان کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔

اسی طرح آپ نے ابوذر غفاریؓ اور عتدہ ابن عمرؓ کے درمیان حدیث ابن عباسؓ اور عتدہ ابن مسرہؓ کے درمیان اور مصعب ابن عمیرؓ اور ابی وجابؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔ کتب استیعاب میں ہے کہ سلمان فارسیؓ اور ابی الدرداءؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا گیا۔

ایک روز حضرت سلمان فارسیؓ حضرت ابی الدرداءؓ کے پاس ان سے ملنے آئے انہوں نے ابو الدرداءؓ کی والدہ کو بہت افسردہ اور بیمار دیکھا۔ وہ لباس میں چلی۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ آپ کا یہ کیا حال ہے۔

”تمہارا والدہ نے کہا

”تمہارے بھائی ابو الدرداءؓ کو دنیا کے کسی کام کی ضرورت اور فرصت نہیں ہے۔“

یعنی انھیں یہی مشاغل ہی وجہ سے اس کی فرصت ہی نہیں کہ وہ میری طرف بھی توجہ دے سکیں۔

یہ سن کر حضرت سلمانؓ نے ابو الدرداءؓ سے کہا۔

”تم پر تمہارے پروردگار کا حق ہے اور اسی طرح تم پر تمہارے مکرہاتوں کا بھی حق ہے اور تمہارے بدن کا بھی حق ہے لہذا ہر حق کو اس کا حق لو اگر نہ۔“

حضرت ابو الدرداءؓ نے حضرت سلمانؓ کی اس نصیحت کے حلقے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے بھی ان سے وہی بات فرمائی جو حضرت سلمانؓ نے کسی صحابیؓ کو نہ حضرت سلمانؓ کے اور حضرت ابو الدرداءؓ کے درمیان یہ بھائی چارہ حضرت سلمانؓ کے آنسو ہونے سے پہلے قائم کیا گیا تھا۔ کیونکہ ان کی آذوقہ غزوہ احد کے بعد ہوئی ہے اس لئے جیسا کہ بیان ہوا ہے وہ سب سے پہلے ان کی غزوہ میں شریک ہوئے اور غزوہ احد کی فتح امام احمد نے حضرت انسؓ سے روایت بیان کی ہے کہ آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ اور ابی طلحہؓ کے درمیان

بھائی چارہ قائم فرمایا مگر جیسے بیان ہوا ہے کہ آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو حضرت سعد ابن معاذؓ کا بھائی بنایا تھا۔
انصار یوں کے چند بڑے خیر پر مساجروں کا رشک انصار یوں نے مساجد مسلمانوں کے ساتھ جو بے مثل معاملہ اور سلوک کیا تھا ان کا مبالغہ پر زبردست اثر تھا چنانچہ مساجدوں نے ایک دفعہ آپ سے عرض کیا۔
 ”یارسول اللہ! ہم نے ان جیسے لوگ بھی اور کہیں نہیں دیکھے جن کے پاس ہم آتے ہیں۔ انہوں نے جس طرح ہمارے ساتھ ہمدردی، غم خواری کی اور جس طرح نیا مٹی اور اپنائیت کا معاملہ کیا وہ ان ہی کا حق ہے

موت و شہادت میں وہ ہمیں ملے دیکھتے ہیں اور اس کے صلے میں ہمیں برابر کا شریک کرتے ہیں۔ ہمیں دلوں کے
کیس آخرت کا مدار ہر پہ تختہ پر سمیٹ لیں۔“

آپ نے فرمایا۔

”نہیں میرا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک تم لوگ کی ترغیبیں اور حق کے لئے دعا نہیں کرتے

وہ کہے گا۔“

(ای) یعنی تمہاری طرف سے حق کی ترغیبیں اور حق کے لئے تسبیح و تہلیل و تہلیل کے لئے حق کے
نیک سلوک اور سچو رویہ، تم خود کی کاہل اور حق کو حق جانیں گی (اندازوں کے نیک عمل برابر ہو جائیں گے
اور جتنے خواب حق کو لئے گا انہی تم کو بھی ملے گا۔

انہی علماء نے کہا ہے کہ بھائی چارہ کا یہ قیام آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آپ سے پہلے
کسی نبی نے اپنے امت میں اس طرح کوئی چارہ قائم نہیں کیا تھا۔

”دو مظلوموں کی گلو خلاصی..... ایک روز آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو میری خاطر
محبت اللہ اور میرے اور ہشام ابن عاص کو مکہ سے نکال کر لے سکتا ہے۔ (ای) یہ دونوں مکہ میں قریشیوں کے ہاتھوں
میں گرفتار تھے اور انہوں نے ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا اس پر ولید ابن مضر و ولید ابن عبد شمس نے خود اپنے
دلوں کو قید سے نکل کر مدینہ آگئے تھے جیسا کہ چنانچہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ان دونوں کو مکہ سے
میں نکال کر لاؤں گا۔

چنانچہ اس کے بعد مکہ کے لئے روانہ ہو گئے اور چارہ پیچھے مکہ میں داخل ہوئے وہاں اتفاق سے حق کو
ایک عورت ملی جو کہانے کہاتی تھی۔ انہوں نے اسے اس طرح پوچھا کہ اے اللہ کی بندہ کی تو کہاں جا رہی ہے اس
نے کہا کہ میں ان دونوں قیدیوں کے پاس کہانے کر جا رہی ہوں۔ انہوں نے اس عورت کو پیچھا کیا اور وہ جبکہ علی
لی جہنم دونوں مسلمان قید تھے۔ یہ ایک کثیر خاٹھ میں چھت تھیں قہر رات کو یہ وہاں پہنچے اور دیر بھاڑک
کر اندر داخل ہو گئے انہوں نے ایک حجر اٹھایا اور قیدیوں کی رستی کے پچھو کھ کر اس پر کھڑا ہو کر ریشیاں کاٹ
دائیں۔ حجر کو چمک کر علی میں سر ہاتھ کتے ہیں اس لئے اس ہاتھ کے بعد سے حق کی فکر کو خدا فراموش کیا جانے لگا تھا۔
فرخ اس کے بعد انہوں نے ان دونوں کو اپنے گھر لے کر خود ان کو صبر بڑا کر پیدل پہلے
راستے میں حق کے گھر میں ٹھہرا کر لگی اور حق میں طوفان نکل آیا۔ اس پر انہوں نے موقع کے مطابق اور تکیہ کے
طریقہ پر یہ شعر پڑھا۔

علیٰ ہذا ہذا اصعب دعب

ولیٰ سبیل اللہ عاقبت

یہ شعر جو اس کا ترجمہ انہوں نے قطع میں گزرا چکا ہے فرخ اس کے بعد یہ ولید ان دونوں کو لئے کر
آنحضرت ﷺ کی خدمت میں گئے۔ یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ اس روایت سے اس قول کی تردید ہو جاتی
ہے کہ عباس ابن عبد شمس کے ہاتھ تک قریش کی قید میں رہے تھے۔

ولید کے چھٹکارے کے لئے آپ کی دعا..... آنحضرت ﷺ نے خود ولید کے لئے دعاے قوت میں یہ دعا
فرمائی تھی کہ اے اللہ ولید ابن ولید کو رہائی اور نہایت عطا فرما۔ یعنی آپ کی یہ دعا اس وقت کی ہے جبکہ خود ولید

ابن ولید کو اپنی کم کی قید سے چھٹکارا دیں، خدا کی قسم یہ ولید غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے۔ ان کو عبداللہ ابن عباس نے گرفتار کر لیا تھا۔ بحر ان بن ربیع اور ندیرہ بنے کے لئے ان کے بھائی خالد اور شام آئے۔ ان میں خالد ان کے باپ شریک بھائی تھے جبکہ شام بن کے بھائی تھے۔ چنانچہ جب عبداللہ ابن عباس نے خدا کی قسم ولید کی جان کی قیمت میں چار سو درہم سے کم نہیں ہوں گا اور خالد اپنی قیمت یا خدا یہ دینے سے انکار کرنے لگے تو شام نے خالد سے کہا۔

”اصل میں تمہاری اور ولید کی بائیں انگلیک چیں اسی لئے تم ان کا دیہ برواشت کرنے سے انکار کر رہے ہو۔ خدا کی قسم اگر یہ مجھ سے کوئی بڑے سے نہ اصطلاح کرتے تو میں ان کو ضرور چار کر دیتا۔“
 کہ ہاں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ ابن عباس سے فرمایا تھا۔
 ”تم ولید کے بدل میں اس کے باپ کی ذرہ کے علاوہ کوئی چیز قبول نہ کرو۔“

اس ذرہ میں چاندی کا کام تھا اور اس کی قیمت سو درہم تھی۔ چنانچہ وہ دونوں بھائی ذرہ نے کر آئے اور اس کو حضرت عبداللہ کے حوالے کر کے اپنے بھائی یعنی ولید کو ربا کر کے لے گئے۔ مگر کہ کئی کہ یہ ولید ابن ولید مسلمان ہو گئے اس پر ان سے لوگوں نے کہا کہ تم اسی وقت کیوں نہ مسلمان ہو گئے جبکہ تمہارا اللہ پہ نیکئی جان کی قیمت نہیں دی گئی تھی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ یہ لوگ کہیں کہ میں قید سے کھرا کر مسلمان ہوں۔

غرض جب یہ مسلمان ہو گئے تو کہ وہیں نے ان کو قید کر دیا۔ اس کے بعد یہ ایک روز ان کے جنگل سے نکل کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ مگر یہ مرد خدا میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔ مگر انہوں نے اپنے بھائی خالد ابن ولید کو مسلمان ہونے کے لئے کھنکھاس کے نتیجے میں اسلام کا شوق ان کے دل میں کھر کر گید۔ یہ خالد ان لوگوں میں سے تھے جو آنحضرت ﷺ کے مکہ پہنچنے کے وقت وہاں سے تھیں اس وجہ سے فرار ہو گئے تاکہ یہ آنحضرت ﷺ کا صحابہ نہ بنیں۔ اس کی وجہ اسلام اور اہل اسلام سے نفرت اور دشمنی تھی۔ آخر آنحضرت ﷺ نے خالد کے متعلق ان کے بھائی ولید ابن عباس سے پوچھا فرمایا۔
 ”اگر خالد بدلے ہیں آپ کی تو میں ان کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آؤں گے۔ ان جیسے کوئی کو اسلام سے بے خبر نہ رہتا چاہئے۔“

چنانچہ ان کے بھائی ولید نے یہ بات خالد کو کھنکھائی (جس پر ان کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی) بھینے کر دی۔ یہ ولید ابن ولید کہ میں قید رہے آنحضرت ﷺ روزانہ نماز عشاء کی آخری رکعت میں دعا کرتے وقت پڑھا کرتے اور یہ دعا مانگتے تھے۔

”اے اللہ! ولید ابن ولید کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! سلام اور شام کو ربائی عطا فرما۔ اے اللہ! عیاش ابن ربیع کو چھٹکارا دے۔ اے اللہ! شام ابن حاس کو آزادی عطا کر۔ اے اللہ! کزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! انی صخر پر اپنی تلخی اور گرفت کو سخت فرما۔ اے اللہ! صخر ایسا ہی قتل مسلمانوں پر جیسا تو نے یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قتل مسلمان فرمایا تھا جہاں تک کہ لوگ گم کی کہانے پر بھروسہ ہو گئے تھے!“

غرض آپ اسی طرح کزور اور صخریت ذرہ مسلمانوں کے لئے دعا میں فرماتے رہے یہاں تک کہ عیاش و شام اور ولید کے بعد اللہ تعالیٰ نے سب ہی مسلمانوں کو مشرکین کے جنگل سے چھٹکارا عطا کر دیا۔

اقول۔ منافیہ کہتے ہیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آخری رکت میں مانگا کرتے تھے۔ ترجمہ دہلی کی ایک مشہور کتاب میں ہے کہ یہ دعا عقب فجر کی قعدہ کی آخری رکت میں فرمایا کرتے تھے۔ اس اختلاف کے سلسلے میں کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی قویہ وہ عشاء کی آخری رکت میں پڑھتے تھے اور کبھی صبح کی آخری رکت میں۔ یا پھر شاید آپ دونوں احوالوں میں پڑھتے تھے چنانچہ میں رسولی نے جس قعدہ میں دیکھا ماسی کے مطابق روایت کر دیا۔ اللہ اعلم

اسلام کی بھائی چارہ اور میراث۔ فرض اس بھائی چارہ کے قائم ہو جانے کے بعد جو لوگ بھائی بنے تھے تو ان میں سے ایک کی موت کے بعد دوسرا بھائی رہنے والی کے بغیر بھی قصص اس بھائی چارہ کی بنیاد پر اس کی میراث کا مالک ہو جاتا تھا۔ آخر غزوہ بدر کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَنْحَرَةِ قُلْ بِحَسْبِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۱۰﴾ سورہ انفال

ترجمہ: اور جو لوگ شریعت میں کتاب اللہ میں ایک دوسرے کی میراث کے ذریعہ حقدار ہیں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ کیونکہ اس بھائی چارہ کا مقصد یہ تھا کہ صحابہ و ان میں سے وراثت اور غریبوں کو ملتی کما حقاس تمام ہو جائے اور اپنے خاندان اور گھروں سے منقطع کی اور اس کی پابندی نہ ہو۔ سب ان میں بھائی بن کر ایک دوسرے کے لئے طاقت و اقتدار کا سبب بنیں چنانچہ سب اسلام کو مستند و سر بلندی حاصل ہوئی اور مسلمانوں کی شیرازہ بندی ہوئی نیز صحابہ و ان کے گھروں سے وراثت اور وراثت کا حق اس قسم ہو گیا تو وراثت کا یہ قسم بھی منسوخ کر دیا گیا۔ اب کیا یہ بھائی چارہ صرف بعد وادی و غمر غمری کے لئے رہ گیا اور وراثت کے سلسلے میں ہر شخص کے قریبی و رشتے دار بھی حقدار ہو گئے۔ چنانچہ یہ کہہ دیجئے کہ ذیہ ابن عدلہ کا بھی ابن عدلہ کا چچا کہا جاتا ہے۔ حالانکہ پہلے جب آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنا بیٹا اور اپنا حقدار قرار دیا تو یہ ان کو کہا جاتا تھا۔ یہ بھائی چارہ وراثت کے پانچویں بعد قائم کیا گیا تھا ایک قول اس کے علاوہ بھی ہے۔

اقول۔ منافیہ کہتے ہیں ذیہ بات جیسے گزربھی ہے کہ ذیہ عدلہ کا ذیہ ابن محمد کے لئے کی مخالفت ہونے کی وجہ حق تعالیٰ کا یہ فرمان تھا کہ لوگوں کو ان کے اصل باپ کی نسبت سے پکارا کرو۔ یہی صورت حقداروں میں غم و غم و غم بھی پیش آتی تھی کہ اگر ان کو حقدار ابن اسود کہا جائے گا حقدار بننے کے جاہلیت کے زمانے میں اسود نے ان کو منہ بول کر اپنا حقدار قرار دیا تھا۔ اس شخص کے باپ کا یہ نہیں وہ تھا اس کو اس کے آٹا کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

اسی وجہ سے سالم کو مولیٰ یعنی غلام بنی حذیفہ ابن یشجب ابن وہب ابن عبد شمس کہا جائے گا حقدار کا پہلے بن کر سالم ابن بنی حذیفہ کہا جاتا تھا چنانچہ ابو حذیفہ ان کو اپنے بیٹے کی جگہ سمجھتے تھے اسی وجہ سے انہوں نے اپنی بیٹی کا سلمہ بنتہ لیا ابن یشجب کی شادی سالم سے کر دی تھی۔

ایک مرتبہ ابن عدلہ کی بیوی سلمہ بنت سہیل ابن عمرو آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا ”یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بیٹا سمجھتے تھے۔ میں اس کے سامنے آیا کرتی تھی اور وہ اکثر میرے پاس آیا کرتا تھا بعد بھی جوں وہ گیا ہے اور میری طرح میرے پاس آتا تھا۔ غریب میں سمجھتی ہوں کہ اس کے میرے پاس آنے سے ابو حذیفہ کو کچھ شک ہو گیا ہے۔ اب اس بار سے میں آپ کی کیدارے ہے۔“

آپ نے فرمایا

”اس کو اپنا دودھ پلا کر اپنے دودھ پر حرام کر لو۔“

(یہ عام مسئلہ نہیں ہے کیونکہ ایسی حالت صرف وہی پیش کی گئی ہے۔ فقہان یہ مسئلہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے شمار کیا جائے گا۔)

”ہم اہل بیتؑ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے کہا۔“

”ہمارا خیال ہے کہ یہ صرف ایک رخصت اور رعایت ہے جو آنحضرت ﷺ نے سالم کے لئے دی ہے۔“

یہ حضرت سالم بولیں مہاجرین کو مسجد قباہ میں نماز پڑھایا کرتے تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ شامل رہے ہیں۔

اس بھائی چارہ کے سلسلے میں کتاب بیرون حیات میں ہے کہ مہاجرین اور انصاروں کے درمیان یہ بھائی چارہ جو قائم کیا تھا اس کے نتیجہ میں ایسے بھائیوں کے درمیان وراثت کا حق بھی قائم ہو گیا تھا کہ یہ علم اس پر عمل ہونے سے پہلے ہی ظہر منسوخ بھی ہو گیا تھا۔ (یعنی اس حکم کے نتیجہ میں کسی کو اپنے شری بھائی کی میراث لینے کا موقعہ نہیں آ سکا تھا۔)

اب جہاں تک حضرت عائشہؓ کا یہ قول ہے کہ ایسے بھائی وراثت پر کرتے تھے یہاں تک کہ آیت پاک ”وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ فَهُمْ أَوْلَىٰ بِمَا فِي الْأَرْحَامِ“ (اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ میراث لینے کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔)

مگر اس کے معنی اب یہ لئے جائیں گے کہ مسلمان میراث کے اس علم پر قائم تھے اور اس کے لئے تیار تھے۔ مگر یہ بھی یہاں ایک انکار دیتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے نکاح اور معاہدے کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تھا۔ مگر جب اہل معاہدہ کی خلافت کے زمانے میں نکاح کا ابطال ہو گیا تو اسی بھائی چارہ کی بنیاد پر اہل معاہدہ نے نکاح کا ترک خود سے کیا تھا۔ لہذا نکاح کی بنیاد پر ابھی موجود تھی۔

لہذا میراث کا خاتمہ ان کے لئے اپنی کتاب صابہؓ میں بھی لکھی ہے۔ تحریر میں شبہ ہے۔ واللہ اعلم

باب سی و ششم

لڑائی کی ابتدا اور فریضہ

مروءہؓ نے لڑائی اور اقامت یعنی تحریک کی ابتدا اور فریضہ۔ یہ دونوں ہی چیزیں اس امت کی خصوصیات میں سے ہیں جیسے کہ اس امت کی خصوصیات میں سے دیگر صفات اور بلند کوار سے تحریک یعنی اللہ اکبر کہہ کر نیت پانا عبادہ۔ گزشتہ اسوں کی غذاؤں میں نہ کرنا قیام و شہادت ہوتی تھی۔ گزشتہ ظہیر بھی اپنی استوں کی طرز اپنی عہد توحید کے اقرار اور تسبیح و تحلیل کے ذریعہ شروع کرتے تھے (تحلیل کا مطلب ”واللہ اللہ کہنا ہے جو توحید خداوندی کا اقرار ہے) نیت پانا عہد کے وقت آنحضرت ﷺ کی عادت اللہ اکبر کہنا تھی اس کے سوا نماز شروع کرنے یعنی نیت پانا عہد کے سلسلہ میں آپ سے اور کوئی طریقہ نقل نہیں ہے جیسے مثلاً صرف نیت

کہ کے ہاتھ ہاتھ لے کر ہو سکا تھا۔

و کوئی اس امت کی خصوصیت ہے..... جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ رکوع صرف اس امت کی خصوصیت ہے قرآن کے حلق قرآن پاک کے اس قسم سے کوئی اہل نہیں ہونا چاہئے جو حق تعالیٰ نے حضرت مریم کو کیا تھا۔ جس کو قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

وَضَحَّيْطُ وَذُو نَحْيِطُ قَعُ لَوْ اَجْتَنِبْتَ ۚ سوره اہل عمران ۵۵

ترجمہ: جو بھڑکیا کر دھو رکوع کیا کر دھن لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔

یہ نکتہ یہاں مراد کرنا ہے پھر اس وقت تک کہ رکوع کی یہ فعل نہیں ہے جو اس امت کی نماز میں ہے جیسا کہ ایک قول اس بارے میں بھی ہے۔ مگر کتاب بخاری میں ایک قول ہے کہ اس آیت میں بھڑکیا رکوع سے پہلے نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تک ایک قول اگرچہ یہ بھی ہے کہ تمام شریعتوں میں، اور نبی سے پہلے ہی رہا ہے اور یہاں آیت میں وَضَحَّيْطُ لَوْ وَذُو نَحْيِطُ کے اور معانی ہو سکتے ہیں اس کے معنی اور ہیں یہ وہاں تیسرے ظاہر کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ معنی کے لئے ہے کہ بھڑکیا رکوع رکوع کر۔ یہاں تک بخاری کا حکم ہے جس کے بعد یہ اختلاف قابل غور ہے (کیونکہ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری اس کی نماز میں رکوع چار رہا ہے)۔

بغیر قرآن کی نمازیں..... فرض قرآن اور اہمیت دونوں چیزیں ہیں بلکہ جو ہر جگہ کے پہلے ہی سال میں ہو گیا تھا ایک قول ہے کہ اس سے سال میں ہوا تھا کہ ہاتھ کے قرآن شروع ہونے سے پہلے لوگ بھر کی باتوں اور پھر کے نماز کا وقت آجائے پھر مسجد میں جمع ہو جایا کرتے تھے۔ ان مندرجہ کے کہ میں نماز فرض ہونے سے وقت سے مدد کو ہجرت فرمانے تک اور قرآن کے لئے منظور ہونے تک رسول اللہ ﷺ بغیر قرآن کے ہی نماز پڑھتے رہے۔

قرآن کب فرض ہوئی..... پھر کہتے ہیں کہ جبکہ اللہ اللہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مکہ ہی میں ہجرت سے پہلے فرض ہو چکی تھی۔ طبری کی ایک حدیث میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مہاجر کا سفر فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ پر قرآن جاری کیا چنانچہ آپ قرآن لے کر آئے اور حضرت جابرؓ و سہرہؓ نے تمنا کا رعب نے اس حدیث کو موضوع معنی میں لغت قرار دیا ہے۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے جس کو ابن عمرؓ نے حضرت عائشہؓ سے مراد روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب مجھے مہاجر کے لئے سفر کرنا گیا تو جبریل علیہ السلام نے قرآن دی۔ اس پر فرشتوں نے یہ کہہ کر جبریل علیہ السلام کو لایا چنانچہ اس کے مگر انہوں نے مجھے آگے بڑھایا اور میں نے نماز پڑھائی۔ مگر اس روایت کے بارے میں علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہی نہیں بلکہ موضوع ہے۔ یہاں تک علامہ ذہبی کا حوالہ ہے۔ یہ بات اس بنیاد پر ہو سکتی ہے کہ قرآن سے مراد غیر ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ قرآن سے تعبیر ہوا ہے۔

اقول۔ مثلاً کہتے ہیں قرآن کے آغاز کے سلسلے میں جو سب سے زیادہ ہجرت تک روایت ہے اس کو ابو نعیم نے طبع کیا اور اس بیان کیا ہے اس کی سند میں کچھ مہولہ روای بھی ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو جبریل علیہ السلام نے ان کے لئے قرآن ہی تھی۔ علامہ سیوطی سے ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ کیا ہجرت

سے پہلے کہیں میں بھی حضرت ہلالؑ نے کیا کسی اور صحابی نے لافان دی ہے تو امام نے جواب دیا کہ اس طرح کی باتوں اور ایسی چیزوں کی حدیں ضعیف ہیں جن پر اعتدال نہیں کیا جاسکتا۔ مشہور قول جس کو اکثر علماء نے صحیح قرار دیا ہے اور جو صحیح حدیثوں سے واضح ہے وہ یہی ہے کہ لافان اور حقیقت ہجرت کے بعد فرض ہوئی نہ ہجرت سے پہلے حضرت ہلالؑ کی اور نے بھی مذاہن میں کی۔

کتاب اللہ میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وَمَنْ تَقَسَّنَ قَوْلًا مِّنْ دَعَائِي فَلْيُؤْخَذْ فَخِذًا وَقَدْ أَشْرَبَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (آیہ ۲۴ سورہ احزاب سورہ ۵)

ترجمہ: اور اس سے بستر کسی کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف سے خود بھی نیک عمل کرنے اور کئے کے میں فرمایا برواگوں میں سے ہوں۔

اس آیت کے ذیل میں انہوں نے لکھا ہے کہ یہ طوؤفوں کے متعلق ہے اور کہ میں ہلالؑ کی ہے جبکہ لافان عید میں فرض ہوئی ہے۔ لہذا یہ ان آیتوں میں سے ہے جن کا حکم بعد میں مائل ہو اور آیت پہلے مائل ہو گئی۔ یہاں تک کتاب اللہ کا حوالہ ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے بھی یہ بات لکھی ہے وہی کے موافق ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے جن سے معلوم ہو جائے کہ لافان ہجرت سے پہلے کے میں فرض ہوئی تھی۔ بلکہ انہوں نے اس سلسلے میں مابین متذکرہ روایات میں کی ہے جو جیسے گوری کہ آنحضرت ﷺ لافان فرض ہونے کے بعد سے لے کر عید آنے تک لافان کے متعلق مشہور ہوئے تک عیدت بغیر لافان لافان ہوتا ہے۔

امامان نماز کے لئے مشہورہ ... آنحضرت ﷺ نے عید آنے کے بعد اپنے صحابہ سے مشہورہ فرمایا کہ لوگوں کو نماز کے لئے جمع کرنے کی کیا صورت اختیار کرنی چاہئے؟ انہوں نے کہا کہ نماز کا وقت آجائے یا ایک ہفتہ اور آجائے یا ایک دن۔ جب اس کو دیکھا کریں گے تو سمجھ لیا کریں گے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے اور ایک دوسرے کو بتادیا کریں گے۔ مگر آنحضرت ﷺ نے اس رائے کو پسند نہیں فرمایا۔

پھر آپ کے سامنے یہودیوں کے ہوق یعنی انکی نماز کا ذکر کیا گیا جس کو شیور اور قبی بھی کہا جاتا ہے۔ ایک قول ہے جمع کا دن ہے عید۔ سبکی نے اسی کو درست قرار دیا ہے ایک قول کے مطابق یہ جمع کا دن ہے اور ایک قول کے مطابق جمع ہے۔ یہ ایک چمکانا لکھا ہوا ہے جسے یہاں یہودی اپنی عیدت کے لئے لوگوں کو جمع کرتے ہیں مگر آپ نے اس کو بھی پسند نہ کیا اور فرمایا کہ یہ یہودیوں کا طریقہ اور شعلہ ہے۔

اس کے بعد کسی نے ناقوس بجا کر نماز کا اعلان کرنے کی رائے دی جس سے جو سبائی اپنی عیدت کے لئے لوگوں کو جمع کرتے ہیں مگر آپ نے اس مشورہ کو بھی بالمشورہ قرار دیا کہ یہ یہودیوں کا طریقہ ہے۔

پھر لوگوں نے عرض کیا کہ ایک نفل یہ ہے کہ ہم کسی ہفتہ جبکہ آج جلدیا کریں لوگ اس کو کچھ کر نماز کے لئے جمع ہو جانا کریں گے۔

امامان نماز کا ابتداء اسی طریقہ کہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوہیوں یعنی آتش پرستوں کا طریقہ ہے۔

ایک قول ہے جیسا کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں لکھی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے یہ سب مشورے سننے کے بعد عرض کیا۔

”اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر نماز کے لئے یہ نماز کا وقت آجائے یا نماز کا اعلان کرنے کے لئے کوئی

فصل ششم در بیان کرامت

چنانچہ میں روئے کو قبول کر لیا تاہم حضرت جمال کو اعلان کرنے والے مقرر کیا گیا۔ حالانکہ میں نے کہا ہے کہ وہ اخصاۃً بمن سے حضرت جمال نماز کا احسان کیا کرتے تھے فقہاً و اُصولیہ تھے یعنی نماز صحیح کرنے والی ہے۔ مگر یہ حضرت عبداللہ کے خواب سے پہلے کی بات ہے جیسا کہ ابی سعد اور سعید ابن منصور نے سعید ابن مسیب سے مرسل روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فریلہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگوں کو نماز کا وقت ہو جائے گا اعلان کرانے کے لئے بھیجا دیا کروں۔ مگر میں نے یہ سوچا تھا کہ ان لوگوں کو کسی بلند برقی یا قلندر کی تفصیل پر توجہ دے جو کہ لوگوں کے سامنے اعلان کرنے کی جاہلیت کر دے۔

آنحضرت ﷺ کا یہ ارادہ ان پہلے سے پہلے کا ہے جو حضرت عمرؓ کے حضور پر کیا گیا تھا جس کے بعد آپ نے حضرت جمال کو وہ حکم دیا جس کا نتیجہ کہ رسول ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے باتیں کیا جیسے جیسے کے بارے میں حضور کیا اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ چنانچہ اسی قصہ سے نکلی تخیل اور تیار کی جاتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ مسلمانوں میں نماز کا اعلان ہو کرے۔ یہ باتیں مگر ذی کاہرہ کا قتل ایک لمبی مگر اچانک سے اعلان میں لائی جاتی تھی اور اس پر ایک بھولی مگر ذی کاہرہ کی پائی تھی۔

عبداللہ ابن زیدؓ کا خواب۔۔۔ اسی دوران میں حضرت عبداللہ ابن زیدؓ ایک رات سوئے تو ان کو خواب میں ملا۔ (ذی ہاجرہ) گھبراہٹ کے اظہار کرتے ہوئے چنانچہ ان میں سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے باتیں کیا جیسے جیسے کا حکم دیا تو میں نے رات کو خواب میں ایک شخص کو اپنے گرد کھڑے دیکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ بعد میں سوئے اور جانے کی ذمہ داری کیفیت میں تھا میں نے ایک شخص کو کھڑے دیکھا۔ مراد یہ ہے کہ وہ بہت جلد ہی زندہ تھی جو پہلے ہی سے زیادہ قریب تھی مگر ان کی زبان سے سونے جانے کی ذمہ داری حالت میں تھی۔ حالانکہ یہ سونے والی نے اس کیفیت کے بارے میں کہا ہے کہ غالباً یہ وہ حالت اور کیفیت تھی جس میں صحابہ حال نوک جیسا غریب تھے ان کی کامشاہدہ کرتے ہیں اور عجیب و غریب چیزیں بتاتے ہیں کہ وہ ظاہر ہے صحابہ پر تمام تمام سب حال دیکھا اور ہر شخص کے سر دہریں۔

کیا یہ حقیقت میں خواب تھا۔۔۔ (ذی ہاجرہ) نے یہ کیفیت اور حالت ہے جو شیخ عبداللہ انوار صی پر جاری ہوئی تھی اور اس واقعہ کے ان تفصیلات میں بیان کیا ہے کہ میں ایک روز مکی نماز میں مسجد حرام میں تھا۔ جب نام نے بیت ہند میں قریب سے اچھی آن کے جیسے بیت ہند میں۔ اسی وقت مجھ پر غصہ کی سی طاری ہوئی اور میں نے سوچا کہ آنحضرت ﷺ سامنے نماز چار بار ہے جس پر آپ ﷺ کے پیچھے دس صحابہ ہیں۔ میں نے اچھی آن ہی کے ساتھ نماز کی بہت ہمارے۔ آنحضرت ﷺ نے پہلی رکعت میں سورۃ فرقہ پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۃ تم تیسرا سون چڑھی۔ اسی وقت لام حرم نے سلام پھیرا تو میں اس کیفیت سے بے پروا ہو کر میں نے لام کا سلام سن کر پہچان لیا اور خود اچھی سلام پھیرا۔

چنانچہ خود حضرت عبداللہ ابن زیدؓ کا یہ قول بھی اسی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے کہ اگر مجھے لوگوں کے بتیہ نہ کرنے کا میل نہ ہو تو تو میں کہتا کہ اس وقت میں سوئیں۔ باوجودکہ حقیقت میں جاگ ہی رہا تھا اس شخص کے جسم پر وہ ہزرنگ کے پڑے تھے اور اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا میں نے اس شخص سے کلمہ

”سب شک ہے ایک سچا خواب ہے انشاء اللہ۔ اس نے تم جاگرو سب کچھ جو تم نے خواب میں سے بدل
 نہ سکے۔ وہ تاکہ وہیں ٹھہرے۔ یہ تو حق دہی کیونکہ تم نے تو قرآن سے زیادہ بلند اور اونچا ہے۔ ایک روایت میں
 یہ بھی ہے کہ حق کی کوئی چیز وہ تو بھروسہ اور پرکشش ہے۔“

حضرت ہدالؒ پہلے مؤذن ہر حال ممکن ہے حق سب ہی خصوصیات کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے
 ہدال کو ہدایت دینے کے لئے ترجیح دی ہو فرض حضرت عہدائے کتبہ ہیں کہ اس کے بعد میں حضرت ہدال کے پاس
 پہنچا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ہدال سے فرمایا۔
 ”انھوں نے عہدائے حبس جو کچھ روایت دی وہ کرو۔“

چنانچہ میں نے ہدال کو ہدایت کے وہ کلمات بتائے جو روایتوں نے حق کے ذریعہ لڑا دی۔ (ای عہدائے
 حضرت ہدالؒ آنحضرت ﷺ کے سب سے پہلے مؤذن ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے مؤذن
 عہدائے ابن ذہب ہیں۔ امام غزالیؒ نے بھی یہی کہا ہے مگر ابن صلاح نے اس بات سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ کافی
 تحقیق اور تلاش کے باوجود میں اس دعویٰ کو سمجھتا ہوں کہ یہاں تک ابن صلاح کا حال ہے۔

اس بار سے میں کہتا ہوں کہ حق وہی ہوں ہوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ عہدائے ابن ذہب وہ پہلے
 آدمی ہیں جنہوں نے یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کئے اور ہدالؒ وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے حق لکھوں کے ذریعہ
 لکھا۔ کیا جتنی باتیں دی۔

لو لیکن اذان۔ تو ان بجز ”میں اس بات پر کہ تو ان کی فریاد جتنی اذان سے شروع ہوئی وہ پہلی
 بار حضرت ہدالؒ نے یہ حق ہی تو اس وقت حضرت عمرؓ نے عرض کیا تھے انہوں نے جیسے ہی اذان کے یہ کلمے
 سنا وہ اپنی جگہ کے لیے کھینچے ہوئے تیرے سے مسجد نبویؐ کی طرف آئے۔ ایک روایت میں ہے کہ جلد ہی جلدی
 چاہا۔ میں کہہ چکے ہوئے آئے۔ یہاں پہنچ کر انھیں جب حضرت عہدائے ابن ذہب کے خواب کا قصہ معلوم ہوا تو
 انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

حضرت عمرؓ نے بھی یہی خواب دیکھا تھا۔ ”یہ رسول اللہ احمہ ہے اس بات کی جس نے آپ کو حق
 دے کر کہا ہے۔ میں نے بھی بائیں خواب دیکھا جو عہدائے ابن ذہب نے دیکھا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں
 نے بھی خواب میں یہی کلمے سنے ہیں جو ادا کر رہے ہیں۔“

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ حق عہدائے ابن ذہب عہدائے ابن
 ذہب سے سوائے اس حدیث کے اور کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ یعنی حق کی اس ایک حدیث کے سوا حق سے اور کوئی
 روایت نقل نہیں ہے۔

ایک روایت ہے کہ عہدائے ابن ذہب نے جو خواب دیکھا تھا بائیں حضرت ابو بکرؓ نے بھی دیکھا تھا۔ ایک قول
 ہے کہ بائیں خواب سات بار ایک قول کے مطابق جو روایت میں نے بھی دیکھا تھا مگر ابن صلاح نے کہا ہے
 کہ چودہ تحقیق کے باوجود مجھے اس قول کے ثبوت میں کوئی روایت نہیں مل سکی۔ اسی بات کی تائید علامہ نووی
 نے کی ہے اور کہا ہے کہ یہ بات نہایت ہے اور نہ مشہور و معروف ہے۔ البتہ جو بات جاہل ہے وہ یہی ہے کہ
 حضرت عمرؓ نے اپنی جگہ کھینچے ہوئے مسجد نبویؐ کی طرف چلے گئے۔

کیا تو ان کے کلمے مسراج میں سنائے گئے تھے..... ایک قول یہ ہے کہ مسراج کی رات میں رسول اللہ

ﷺ نے ایک فرشتے کو قاضی کہتے ہوئے سنا تھا چنانچہ ایک حدیث ہے جس کا ایک راوی حمران کہ ہے بلکہ ایک قول کے مطابق یہ حدیث اسی راوی کی گھڑی ہوئی ہے۔ وہ حدیث یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو قاضی سکھانے کا ارادہ فرمایا تو ہر نیک نسل علیہ السلام آپ کے پاس اپنی سولہوی پر آئے جس کو براق کہتے ہیں۔ وہ آنحضرت ﷺ کو اس پر سوار کر کے لے گئے یہاں تک کہ آپ اس ٹاپا پر دسے تک پہنچے جو رمل (یعنی حق تعالیٰ) کے نزدیک ہے آپ یہاں پہنچے ہی تھے کہ اچانک اس پر دسے میں سے ایک فرشتہ نکلا اور اس نے کلمات اکبر۔ اسی وقت پر اسے کے پیچھے سے گواہ آئی۔

”میرے بندے نے سچ کہا۔ میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ میں ہی سب سے بڑا ہوں۔“

اس کے بعد اس فرشتے نے پوری رات کے نکلے کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواب دیکھا تھا وہ اسی بات کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ آنحضرت ﷺ نے آپہاں میں اس رات جو کچھ دیکھا وہ زمین پر ان ہی پانچ نمازوں کے لئے سنت اور طریقہ ہے گا جو اسی رات میں فرض ہوئی تھیں۔ (ی) چنانچہ اسی لئے حضرت عبداللہ کا خواب سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ خواب انکا اللہ بالکل سچا ہے۔

مگر اس بات میں تضامیں صوفی کے اس حوالے سے شبہ پیدا ہوتا ہے جو پہلے بیان ہوا کہ اس رات سے جو آپ کو فرشتے کے ذریعہ پہلی حقیقی رات مرو نہیں تھی بلکہ تعبیر مرو تھی۔ چنانچہ اسی بات کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ فرشتے نے ان ٹھوس میں دوسرا جہ مذہب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قرآن قائم ہو گئی تھی جس پر حق تعالیٰ نے فرمایا۔

”میرے بندے نے سچ کہا۔ میں نے اس نماز کا فریضہ قائم کیا ہے۔“

اس کے بعد آنحضرت ﷺ سے (ای) معراج کے موقع پر فرشتے کے قاضی دینے کے بعد فرمایا گیا۔
 ”آگے بڑھو اور آسمانوں کی مامت فرمائیے جس میں تو مہر نور علیہا السلام بھی ہیں۔“
 بعض علماء نے لکھا ہے کہ قاضی اور اس کے یہ کلمات حضرت عبداللہ ابن زید کی اس حدیث کے ذریعہ انداز و اتفاق مامت سے ثابت ہو چکے ہیں اس بارے میں علامہ مامت میں کوئی اختلاف نہیں ہے حوالے اس کے جو محمد ابن حنفیہ سے روایت سامنے آئی ہے۔ اور علماء سے روایت ہے کہ میں نے محمد ابن حنفیہ سے کہا۔
 ”اس میں بارے میں بات کر رہے ہیں کہ اس رات کی ابتدا وہ ایک تصدیقی شخص کے خواب سے ہوئی ہے جو اس نے سونے میں دیکھا تھا۔“

اور علماء کہتے ہیں کہ یہ سن کر محمد ابن حنفیہ سخت مضطرب ہو گئے اور انہوں نے گھر آکر کہا۔

”تم نے اس چیز کو نشانہ بنایا ہے جو اسلامی شریعت میں اصل کے درجہ میں ہے اور قصداً سے دین کی کتابوں میں سے ایک ہے تمہارے خیال قائم کر کے چھ گئے کہ اسی نام چیز میں ایک تصدیقی شخص کے خواب کی بنیاد پر جاری ہوئی ہے جس خواب کے متعلق سچا یا بصورت دونوں کے ہونے کا احتمال ہے اور جو اکثر اختلافات اسلام یعنی بد خوئی بھی ہو سکتا ہے۔“

ابن عطاء کہتے ہیں کہ اس پر میں نے ان سے کہا۔

”مگر عبداللہ ابن زید کی یہ حدیث لوگوں میں ہے حد مشہور اور عام ہو چکی ہے۔“

ابن حنفیہ نے کہا

”خدا کی قسم یہ حدیث باطل ہے۔“ انھار انہوں نے کیا

”مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی ہے کہ امیر المومنین کی وفات میں جبرئیل علیہ السلام نے بیت المقدس میں قیامت مچائی اور عجم کی تھی۔ پھر جب جبرئیل علیہ السلام آپ کو لے کر بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف بلند ہوئے تو انہوں نے دوبارہ قیامت مچائی۔ یہی تو ان کے کلمات عید الفتح ابن زید اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے سنے تھے۔“

ان میں سے ایک روایت میں یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے ساتھ آسمانوں میں ایک خاص جگہ پہنچ کر ٹھہر گئے وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا اور اس سے کہا گیا کہ آپ کو قیامت سکھائے فرشتے نے کہا اللہ اکبر۔ حق تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے حج کا مہینہ لکھ لیا ہوں سب سے بڑا یہاں تک کہ فرشتے نے قد صلت الصلوٰۃ ومرتجہ کیا اس بارے میں جو اختلاف ہے وہ گمراہی کا ہے کہ یہ عجیب ہے تو ان میں سے۔

اس روایت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر یہ کلمات جبرئیل علیہ السلام کی زبانی آنحضرت ﷺ تک پہنچ چکے تھے تو پھر آپ کو اس بارے میں صحابہ سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ صراحہ اس سے بہت پہلے کہ میں ہوئی تھی۔ لہذا بظاہر ظہر میں حنیف نے آئے وہی اس روایت کو اپنی دلیل بنایا ہے جس میں کہ آنحضرت ﷺ نے عید الفتح ابن زید کا خواب سنا فرمایا تھا کہ اس بارے میں تم سے پہلے ہی وہی آچکی ہے۔

ابن حنیف کی روایت میں گمراہی ہے کہ آنحضرت ﷺ برحق پر ہی اس آخری خواب اور ہر وہ تک پہنچے۔ یہ بات اسی قول کی بنیاد پر ہے کہ آپ برحق پر ہی بلند ہوئے تھے۔ اس بارے میں جو اختلاف ہے وہ گمراہی کا ہے۔ اگر اس میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ عید الفتح صراحہ دوسرے کسی موقع پر ہوا ہو۔ اس صورت میں یہ بات کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو لے کر اترنا کا سنا کیا تو انہوں نے قیامت مچائی۔ صراحہ کے گواہوں اور حنیف کے مخالف میں یہ بھی جو شبہ ہے وہ گمراہی کا ہے۔

اسی طرح جبرئیل علیہ السلام کے متعلق حضرت علی کی جو روایت ہے کہ وہ آسمانوں کے مژدان ہیں گمراہی کا ہے۔ روایت اس روایت کے مخالف بھی نہیں ہوئی کیونکہ (اگرچہ آسمان میں کسی دوسرے فرشتے نے قیامت مچائی تو حضرت جبرئیل کے مژدان ہونے سے مراد یہ ہے کہ اکثر وہاں کے مژدان ہی ہیں۔

چنانچہ اس تفصیل کے بعد اب یہ بات اس روایت کے خلاف بھی نہیں رہتی جس میں ہے کہ آسمانوں کے مژدان امیر المومنین علیہ السلام ہیں اور بیت المقدس میں ان کے امام مکیا کیل علیہ السلام ہیں۔ ایک روایت میں یہ لکھا ہے کہ مکیا کیل علیہ السلام بیت المقدس میں فرشتوں کی ماموریت کرتے ہیں۔ مگر حضرت عائشہ کی ایک حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آسمانوں کے امام ہیں۔ مگر گمراہی تفصیل کی بنیاد پر اس روایت سے بھی کوئی شبہ پیدا نہیں ہو گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ آسمانوں کے مژدان ہر وہ مرتجہ ہیں جو امیر ہیں اور ہر وہ رات بحر میں قیامت آتا ہے۔

اقول۔ مخالف کہتے ہیں کہ کتاب اور میں ہے کہ اگر آپ نے صراحہ کی رات میں قیامت مچائی ہو تو یہ بھی اور سنی تھی تو آپ کو کسی ایسی چیز کی ضرورت ہی نہ تھی جس سے مسلمانوں کو گمراہی کے لئے منع کیا جائے۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ عید الفتح ابن زید کے اس خواب سے پہلے آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ

آسمانوں میں آپ نے نماز کے لئے جمع ہونے کا ہر طریقہ دیکھا وہ زمین میں بھی اسی پانچ نمازوں کے لئے جاری ہو گا جو اسی رات میں فرض ہوئی تھیں۔ لہذا اس خواب کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہی طریقہ زمین والوں کے لئے بھی ہے جیسا کہ بیان ہوا۔

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ بیت المقدس میں جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات سے یہ شہ پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ ملاقاتِ جبرائیل کے بعد سامنے آئی ہے کہ خدا ان پانچ نمازوں کے لئے اس کے فرض ہونے سے پہلے ہی بیت المقدس میں قیام کے ہوئے۔ یہ کوئی فرق نہیں پیدا ہوا تا مگر یہ سب افعال اور ان کے جواب اس صورت میں پیدا ہوئے ہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ معراج میں آپ نے جو کچھ سنے تھے وہ حقیقت میں قیام ہی کے لئے تھے عجیبہ اقامت کے لئے نہیں تھے۔ اور اس میں جو افعال ہے وہ بیان ہو چکا ہے۔

بعض فقہاء نے لکھا ہے: حکماء قرطبی کے اس قول میں شبہ ہے کہ اگر آپ نے شب معراج میں قیام سنی تھی تو اس سے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ آپ کے لئے زمین پر بھی ضروری ہو گی۔ کیونکہ اس سلسلے کی حدیث کے شروع ہی میں صاف طور پر یہ قضا ہیں کہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ملاقات سکھانے کا ارادہ فرمایا وہ غیر وہ غیر وہ الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہی ملاقات سکھانے کا ارادہ تھا جو زمین پر پانچ نمازوں کے لئے ضروری ہو گی۔

اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اس ملاقات سے جو شب معراج میں آپ کو سنائی گئی عجیبہ اقامت مراد ہے۔

دوسرے حفاظہ ابن جبرئیل نے لکھا ہے کہ حقیقت میں یہی روایات مراد سے بالکل غلط ہیں کہ آپ نے معراج کی رات میں ملاقات کی تھی۔ اسی وجہ سے اس حدیث کے بارے میں علماء ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہی قول کے مطابق یہ صحیح نہیں ہے بلکہ منکر ہے اور صرف زناد ابن منذر اور ابوالجدو نے اس کو قیاس کیا ہے جس کی طرف ہندوئی فرقہ کی نسبت کی جاتی ہے اور یہ شخص حدیث کی روایت کرنے کے سلسلے میں مجہم ہے اب اسی سے روایات بھی معلوم ہو جاتی ہے جو کھٹکس معمری میں ہے کہ یہ بات آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے کہ آدم علیہ السلام کے بعد میں اور حکومتِ انجلی یعنی بلند ترین آسمانوں میں آپ کے نام کو قیام میں ذکر کیا گیا۔ واللہ اعلم

دوسری حدیث کے ساتھ ایک روایت ہے کہ نماز کے لئے سب سے پہلے قیام دینے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جنہوں نے آسمان و پناہ ملاقات کی اور اس کو حضرت عمرؓ کو حضرت جلالؓ نے سن لیا اس کے بعد حضرت جلالؓ سے پہلے حضرت عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا کہ آپ کو اس کی اطلاع دینے کی ہے اس کے بعد حضرت جلالؓ پہنچے اور انہوں نے بتایا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے عمر اس کی اطلاع دے چکے ہیں۔ مگر اس روایت سے کوئی خاص بات نہیں معلوم ہوئی کیونکہ ممکن ہے اگر یہ روایت صحیح ہے تو کہیں بات حضرت عبداللہ کے خواب کے بعد پیش آئی ہو۔

ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ خواب میں دیکھا تھا مگر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر نہیں کیا بلکہ حضرت عبداللہ کے خواب کے بعد جب انہوں نے آنحضرت ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے پوچھا کہ تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ چونکہ عبداللہ ابن زیدؓ نے مجھ

سے پہلے یہ بات خود کر کر دی تھی اس لئے مجھ کو اب یہ بتاتے ہوئے شرم نہ آتی۔

اذان کا قرآن پاک سے شروع ہوتا ہے۔۔۔ اقول۔ منقول کہتے ہیں جس میں شبہ ہو وہ ظاہر ہے اس لئے یہ بات قابل غور ہے۔ دوسرے آنحضرت ﷺ نے عداوتہ ابن زید سے فرمایا تھا کہ یہ انشاء اللہ کچا خوب ہے۔ لہذا ممکن ہے عداوتہ ابن زید کے آنے سے پہلے ہی اس بارے میں آپ کے پاس کوئی تکلیف ہو چنانچہ اسی وجہ سے اس موقع پر جیسا کہ بعض روایات میں ہے آپ نے عداوتہ سے یہ فرمایا تھا کہ اس بارے میں تم سے پہلے ہی وہی آہل ہے۔ لہذا اب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ قرآن و وحی کے ذریعہ ثابت ہوئی ہے صرف عداوتہ ابن زید کے خواب پر ثابت نہیں ہوئی ہے۔

قرآن پاک میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: اور جب تم نماز کے لئے اٹھان کرے ہو تو اللہ کو اس کی سادھ جیسا اور کھیل کرتے ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ وہ اپنے لوگ ہیں کہ بالکل محفل نہیں دیکھتے۔

بعض علماء نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب قرآن کے لئے اٹھان ہو چنانچہ مسلمان نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو یہودی مذہبی اذیان کے لئے کہتے کہ۔ لو یہ نماز سے ہو گئے خدا کرے انہیں کبھی کبھار سے یہ حاضرت ہو۔ لو یہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ خدا کرے کبھی انہیں نماز پڑھنا نصیب نہ ہو۔ یہ بظاہر لوگ جس جس کو اور مذاق جاننے کے لئے کہتے تھے۔ اس پر ان علماء نے لکھا ہے کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن قرآن پاک کی نص سے ثابت ہو رہی ہے صرف طوالب کی بغیر نہیں ہے۔ یہاں تک ان علماء کا حوالہ ہے۔

ابو جہان نے اس بات کی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ آیت میں فقط ۱۱ ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ جملہ شرطیں ہیں اور یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ قرآن پہلے ہی شریعت بن چکی تھی اس آیت کے بارے میں فرض نہیں ہوئی۔ یہاں تک ان علماء کا حوالہ ہے۔

(۱) اگر یہ کچھ آخر میں تفسیر اسی صورت میں ہے جبکہ یہ مان لیا جائے کہ نماز کے لئے اٹھان کے الفاظ سے وہی خاص الفاظ مراد ہیں جو طوالب میں بتائے گئے تھے۔

اذان فجر میں اضافہ

اب پانچوں وقت کی نمازوں کے لئے حضرت ہمال قرآن دیتے اور ان پانچ نمازوں کے سوا اگر کسی اور اتفاقی حادثہ کے موقع پر لوگوں کو جمع کرنا ہو چنانچہ سورج گرہن اور چاند گرہن کے موقع پر پڑھی جاسکتی ہے لہذا بادشاہ طلب کرنے کے لئے پڑھی جاسکتی ہے لہذا کے موقع پر تو وہ حصہ نہ چھوڑے کہ اگر اٹھان کرتے تھے۔

ایک قول ہے کہ جب حضرت ہمال قرآن دیتے تھے تو وہ تہجد ۱ لا الہ الا اللہ کے بعد فوراً ان کو تہجد دیتے ہوئے کہا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک دن ان کے تہجد ۱ لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد فوراً ان کو تہجد دیتے ہوئے کہا انھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ تاویل اسناد سے فرمائی۔

”جس طرح اگر کہہ رہے ہیں تم بھی اسی طرح کہو۔“

یہ روایت ابن عمرؓ کی ہے جس میں ایک دہائی ضعیف ہے۔ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ حضرت جلالؓ میں ہی کیا کرتے تھے یعنی احمد بن محمد اور رسول اللہؐ نہیں کیا کرتے تھے۔ اب ابن القلاءؒ کی وجہ سے یہ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت جلالؓ اس دن انھیں عبد الرسول اللہؐ کیا بھول گئے ہوں (بلکہ ابن القلاءؒ کا قصہ یہ ہے کہ وہ یہ گلہ کبھی نہیں کرتے تھے)۔ اب کہ پیچھے گزرا ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن زیدؓ نے ان کو جب جلالؓ سے کھلائی تو اس میں یہ گلہ بھی تھا۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلے میں صاف لکھا ہے کہ جلالؓ کے فرض ہونے کی ابتداء کے متعلق جو حدیث ہے وہ ثابت اور صحیح ہے اور وہ اس حدیث کی قطعاً تردید کرتی ہے۔ (لہذا اس حدیث کو اس کے مقابلہ میں قبول نہیں کیا جاسکتا) یہاں تک ابن حجرؒ کا حال ہے۔

ایک قول ہے کہ فجر کی جلالؓ میں جمعات کے بعد اور جب الفضلۃ خیر بن الخوامؒ کا اضافہ حضرت جلالؓ نے کیا ہے جس کو رسول اللہؐ نے پسند فرمایا اور درست قرار دیا۔

اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت جلالؓ جب نماز کے لئے آنحضرت ﷺ کو آپ کے حجرہ مبارک میں سے ہدایت تو وہاں سے ہی بندہ تدار کے ساتھ الفضلۃ لے دیا کرتے تھے۔ ایک شخص کو انہوں نے اسی طرح آنحضرت ﷺ کو فجر کی نماز کے لئے جلالؓ کے لئے پکارا تو ان کو پکارا گیا کہ رسول اللہ ﷺ سہو ہے جہاں اس پر حضرت جلالؓ نے کافی ہاند اتار دیا۔ پھر یہ گلہ دوسرے کہ الفضلۃ خیر بن الخوامؒ یعنی نماز کے لئے جو یہ دہائی حاصل ہوئی وہ سونے میں حاصل ہونے والی راحت سے بھرتے ہیں۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں اس گلے کو صحیح کہتے ہیں جو ثواب کے لحاظ سے لکھا ہے۔ ہمارے یعنی شافعی فقہاء نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو حمزہؓ کو جلالؓ میں یہ گلہ بھی سکھایا تھا اور آپؐ نے ان سے فرمایا تھا کہ اگر فجر کی نماز کا وقت ہو تو الفضلۃ خیر بن الخوامؒ بھی کھا کر اس روایت سے کوئی فرق پیدا نہیں ہو گا (یعنی یہ شہید پیدا نہیں ہوا)۔ ہاں یہ کہ یہ گلہ خود آنحضرت ﷺ نے شروع کیا تھا (کہ یہ ابو حمزہؓ کو جو جلالؓ کی تعلیم دی تھی وہ آنحضرت ﷺ کے فرمودہ حسین سے واپسی کے بعد ہی بات ہے)۔ یہاں کہ آگے اس کا بیان آئے گا۔

اسی طرح ایک اور روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ گلہ یعنی اس کا استعمال سنت ہے۔ اس سے بھی کوئی شہ نہیں ہو تا کیونکہ شاید یہ بات آپؐ نے اس کے بعد فرمائی ہے جبکہ آپؐ حضرت جلالؓ کے اس گلہ اور سنت قرار دے چکے تھے۔ (یعنی اصل میں یہ گلہ حضرت جلالؓ کا ہی کیا ہوا اضافہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو درست قرار دیا اور اس کے بعد اس کو ایک سنت قرار دیا۔ لہذا اس حدیث سے کوئی شہ پیدا نہیں ہو گا)۔ اب یہ کہ کوئی روایت نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ حضرت ابن ام مکتومؓ بھی اپنی بیٹی کی جلالؓ میں اس گلہ کو کہتے تھے جبکہ ان سے پہلے حضرت جلالؓ جلالؓ دیتے تھے اس میں وہ یہ گلہ کہ دیا کرتے تھے۔ اب اس سے اس قول کا ثبوت ہوتا ہے جس میں ہے کہ اگر یہ گلہ یعنی الفضلۃ خیر بن الخوامؒ کی پہلی جلالؓ میں کہ دیا جائے تو دوسری جلالؓ میں اس کو نہیں کیا جاسکتا واضح رہے کہ حضرت ابن ام مکتومؓ اکثر حضرت جلالؓ کی جلالؓ کے بعد جلالؓ دیا کرتے تھے۔

بہت سی حدیثوں میں ایک بات بیان ہوئی ہے اور یہ بات غالباً اسی سے لی گئی ہے۔ ان حدیثوں میں

نہیں ہوا۔

پھر میں نے کتاب دوراء الخوارزمی فی احکام البدیع الخوارزمی دیکھی۔ اس میں اس بارے میں فقہاء کا اختلاف بیان کیا گیا ہے کہ کیا مسلمانوں کے امیر کو توہن اور تکبیر کے درمیان نماز کے لئے اس طرح طلاق جائز ہے کہ عواذ اس امیر کے دروازے پر آئے اور یہ کہے کہ "حق علی الصلوة حق علی الصلوة حق علی الصلوة" اور انہوں نے ان کلموں کو صحیح سے تفسیر کیا ہے۔

جن لوگوں نے اس کو جائز یعنی صلہ قرار دیا ہے وہ اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ جب حضرت جلال ازلان (علیہ السلام) نے آنحضرت ﷺ کے حجرہ کے قریب آئے اور کہتے "حق علی الصلوة حق علی الصلوة" اور صلوات اللہ (علیہ السلام) جیسے امیر مولاہ کے عواذ کا کرتے تھے لہذا یہ کوئی نئی بات یا بدعت نہیں ہے۔

ایک مشہور حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مرض وفات میں آپ کے پاس ہلال مشرقی حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے عرض کیا۔

"السلام علیک یا رسول اللہ ورحمتہ اللہ وبرکاتہ الصلوة برحمتک اللہ یعنی لہذا یہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے۔"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"یہ بڑا سے کو کو دو لوگوں کو لہذا چاہئیں۔"

(گویا اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عواذ کے بعد اس طرح بھی کلموں کے ساتھ امیر کو طلاق جائز ہے) مگر یہ طلاق اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جب کہ پہلے عواذ کے پاس ابو مخزومہ آئے (یعنی عواذ کے بعد اور ان سے کہا۔

"امیر المؤمنین اثنی علی الصلوة علی علی الصلوة")

حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا۔

تسدد اہلہ۔ کیا تمہاں کی ہو۔ کیا جس عواذ کے ذریعہ تم نے لوگوں کو لہذا کی رحمت دی ہے وہ تمہیں

کافی نہیں معلوم ہوئی تھی کہ تم اب خدا سے اس طرح یہ لفظ برائے آئے ہو۔"

اس روایت کی بنیاد یہ ہے طلاق کہتے ہیں کہ اگر یہ بات صلہ ہوتی تو حضرت عمرؓ اس کو پابند کیوں کرتے (کیونکہ یہ بات بھی قرین قیاس نہیں ہے کہ حضرت جلال کا آنحضرت ﷺ کے ساتھ جو عمل تھا وہ حضرت عمرؓ کو معلوم نہ رہا ہو۔ مگر امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ اگر عواذ مسلمانوں کے امیر کو یہ کہے کہ "حق علی الصلوة حق علی الصلوة" اور امیر المؤمنین الصلوات علیہ وسلم اللہ۔ تو میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ امیر ہر وقت مسلمانوں کے کاموں میں مشغول رہتا ہے (اس لئے اس طرح اس کو کاسل سے بچا گیا جاسکتا ہے چنانچہ اسی لئے عمر ابن عبدالمعز کا عواذ ایسا کیا کہ جاتھا۔

راہبوں کا طریقہ..... بعض علماء نے لکھا ہے کہ بنی یوسف کی حکومت میں رافضی اور شیعہ لوگ عواذ میں "حق علی الصلوة حق علی الصلوة" کے بجائے یہ کلمہ بھی کہا کرتے تھے۔ "حق علی غیرہم تعالیٰ" یعنی بہترین عمل کے لئے اللہ کفر ہے ہو۔ پھر جب سلجوقی خاندان کی حکومت ہوئی تو انہوں نے عواذوں کو اس سے روک دیا تھا بلکہ انہوں نے صحیح کی عواذ میں عواذوں کو اس کے بجائے وہ صرف الصلوة غیر من اللہ کہنے کا حکم دیدہ 448ء کا

کو یہاں کرنا چاہتے کہ تحمیر اقامت میں گھوڑوں کو ایک ایک پار لینے کی روایت بھی مذکور ہے اور ۱۱۱۱ ہجری کی نقل بھی بلاشبہ درست ہے اور جیسا کہ معلوم ہو گھوڑوں میں روایتیں حضرت عبداللہؓ کے نقل ہیں۔

امام ابن حجرؒ اور امام احمدؒ وغیرہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ہلالؓ کی ذراں اور ان ہی کی تحمیر اقامت اختیار کی ہے۔ (یہ لفظ ان کے نزدیک ذراں میں ترجیح مستحب نہیں ہے اور تحمیر اقامت میں قد قامت اصطلاح کے لئے کو ایک مرتبہ کتنا مستحب خیال کرتے ہیں۔

امام شافعیؒ نے ذراں تو حضرت ابو محذورہؓ کی اختیار کی ہے اور تحمیر اقامت حضرت ہلالؓ کی اختیار کی ہے۔ لفظ ان کے نزدیک ذراں میں ترجیح مستحب ہے اور تحمیر میں ہر کلمہ ایک ایک مرتبہ کتنا مستحب ہے سوائے کلمہ اقامت یعنی قد قامت اصطلاح کے کہ اس کو ہر نام مستحب قرار دیا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ نے ذراں تو حضرت ہلالؓ کی اختیار کی ہے اور تحمیر اقامت حضرت ابو محذورہؓ کی مانی ہے لہذا ان کے نزدیک ذراں میں ترجیح مستحب نہیں ہے اور تحمیر اقامت کے لفظ کو ہر نام مستحب ہے۔

کتاب سنن میں ہے کہ امام مالکؒ نے روایت والوں کے نقل کو اختیار کیا ہے جو یہ ہے کہ ذراں کہتے ہیں۔ (یہ اس مسئلہ کا پہلا ہی نقل کے مطابق ہے جو حدیث میں ہے۔ روایت ابو ذرؓ میں روایت ہے کہ ابو محذورہؓ کی گواہی میں ہر دو گ ہیں اور جو کہ میں ذراں دیتے ہیں وہ بھی تحمیر اقامت کے کلمہ لفظ کو ایک ایک مرتبہ کہتے ہیں اور اس کو دہانتے بعد احمد یعنی حضرت ابو محذورہؓ سے نقل کرتے ہیں۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ تحمیر اقامت میں اکثر وہ بشرہ گھوڑوں کو دہانتے تھے (مگر ایک ایک مرتبہ کہنے کا فعل بھی ہوتا ہے) اب گویا ابو محذورہؓ کا تحمیر اقامت کے گھوڑوں کو ایک ایک پار کہنا ان کا اور ان کی والدہ کا اس پر فعل ہوتا رہا ان حضرت عائشہؓ کے حکم پر روا ہے۔ جو آپؐ نے ابو محذورہؓ کو دہانتے گا جبکہ اس سے پہلے آپؐ نے ان کو ۱۱۱۱ مرتبہ کاشی حکم فرمایا تھا۔ لفظ ذراں کو کرنا چاہئے کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ کا حکم تحمیر اقامت کے گھوڑوں کو ۱۱۱۱ مرتبہ کہنے کے لئے تھا مگر پھر آپؐ کا آخری حکم بھی تھا کہ ان گھوڑوں کو ایک ایک مرتبہ کہنا جائے۔

ابو محذورہؓ کو لفظ ذراں کی تعلیم۔ جیسا کہ بیان ہوا امام احمدؒ نے حضرت ہلالؓ کی ذراں کو اختیار کیا ہے۔ ایک مرتبہ ان سے کہنا کیا۔

کہا ابو محذورہؓ کی ذراں ہلالؓ کی ذراں سے بعد کی نہیں ہے۔

(یعنی ابو محذورہؓ جس طرح ذراں دیتے تھے وہ زیادہ صحیح ہونی چاہئے) کیونکہ ان کو آنحضرت ﷺ نے غزوہ حنین سے واپس کے وقت ذراں سکھائی تھی جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی۔

چنانچہ اسی کو امام شافعیؒ نے ابو محذورہؓ سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابو محذورہؓ کہتے ہیں کہ میں کبھی لوگوں کے ساتھ رواں نہ ہوا اس وقت ہم حنین کے راستے میں تھے۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ حنین سے واپس ہوئے حنین کے راستے میں آپؐ نے ایک جگہ چارواں کیا۔ واپس رسول اللہ ﷺ کے سواں نے نماز کے لئے ذراں دی ہم اس وقت راستے سے ایک طرف بے ہوئے تھے ہم نے سواں کی کوشش تو ہم بلا کوشاں سے اس کی تھکیں اور نہ ہوا اس کا مذاق لڑانے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے ہماری کوشش کی۔ آپؐ نے فوراً ہمیں بلائے کے لئے آؤی مجھ کو آخر ہم رسول اللہ ﷺ کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے پوچھا۔

”تم میں سے کون ہے جس کی کوشاں تھی کہ میں نے یہاں سے لی۔“

اس پر سب لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا جس پر آنحضرت ﷺ نے مجھے راک لیا اور ہاتھ سب لوگوں کو جانے کی اجازت دے دی۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ کھڑے ہو کر قرآن ادا کیجئے اس وقت آنحضرت ﷺ کی ہر بات اور ہر حکم ایسا ہوتا تھا کہ میں آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا تو آپ نے طوطہ پر غصہ نہیں کیجئے وہاں سے سکھائی۔

جب میں وہاں کے علماء کو پکارتا تو آنحضرت ﷺ نے مجھے اپنے قریب بلا کر ایک قبیلہ دی جس میں دو چاندی تھیں۔ اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھا اور ہاتھ کو پیشانی پر سے پھیرتے ہوئے میرے چہرے پر لائے۔ پھر اسی طرح پھیرتے ہوئے اسے میرے سینے پر لائے اس کے بعد جگر تک اور آخر آپ کا ہاتھ میری ناف میں منڈی تک پہنچ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔

”اے خدائی رحیم! ہر قسم کے کاموں میں برکت عطا فرمائے۔“

میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کہ میں قرآن دینے کا حکم فرما دیجئے۔

آپ نے فرمایا میں رحیم اس کی اجازت دے چکا ہوں۔“

اس کے ساتھ ان کے دل میں آنحضرت ﷺ کے خلاف جو جذبہ فتنہ و فتنہ جو پختہ تھا اور اس کے بجائے آپ کے لئے محبت و عشق پیدا ہو چکا تھا۔

غرض امام احمد سے لوگوں نے یہ سوال کیا کہ آپ نے دل کی وجہ کو کیوں اختیار کیا جب کہ ابو حمزہ وہ جس طرح انہیں دیتے تھے اس کو اختیار کرنا چاہتے تھے کہ ان کو آنحضرت ﷺ نے بعد میں سکھائی تھی۔ پھر ان لوگوں نے کہا۔

”اس مقام پر بات یہ کہ انہوں نے یہ بات کہہ کر (مگر وہ پہلی بات سے مختلف ہو کر) انہوں نے صحیح ترین روایت دی کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں مذہبوں کو قرآن سکھائی۔ ان میں پہلے ابو حمزہ کو بعد میں سکھائی اس لئے کہ وہی مذہب صحیح ترین اور صحیح ترین کہلائے کی کیونکہ بعد کی بات پہلی بات کو منسوخ کر دیتی ہے۔“

اس پر امام احمد نے جواب دیا

”میرے آپ آنحضرت ﷺ ابو حمزہ کو قرآن سکھانے کے بعد مدینہ آئے تھے تو یہاں جس طرح حضرت جلال اذان دیتے آ رہے تھے اسکو میں کہ آپ نے اس میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی تھی اور اس طرح اسے درست قرار دیا تھا۔“

امام ابو حمزہ کہتے ہیں کہ وہاں کے کھول کو دوسرے کہنا اور عجیب کے کھول کو ایک بار کہنا بڑے شرعوں میں رہنے والے اکثر علماء کا مسلک ہے اور اسی پر حرمین شریفین چارے جہاد امام دین کے شرعوں مصر کے علماء اور مغرب کے لوگ میں عمل پندہ ہے۔ یعنی سوائے مصر کی ان مسجدوں کے جہاں یہاں وہ ترک توحید کے عقائد کے لوگ کہہ ہیں کیونکہ ان مسجدوں میں عجیب اقامت کے کھول کو بھی اسی طرح ادا کرتے کہا جاتا ہے جس طرح وہاں کے کھول کو ادا کیا جاتا ہے۔

ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں امام مالک اور شیعہ کی موجودگی میں امام ابو جعفر نے اس مسئلہ میں امام شافعی سے مناظرہ اور بحث کی۔ امام شافعی نے حضرت جلال اور آنحضرت ﷺ کے دوسرے

پھر وہاں انہوں نے مسجد اقصیٰ میں رسول اللہ کا کوئی چاند لایا انہیں تھا جو رسول خدا ﷺ کی یاد میں پلک پلک کرتے روئے گاؤں۔ اس دن اس پلک پلک ہوا تھا جیسے آنحضرت ﷺ کی وفات آنی ہی ہوئی ہے۔

اس کے بعد حضرت دجال پھر وہاں ایک ملک شام پہنچے۔ اس کے بعد سے وہ ہر سال ایک مرتبہ مدینہ میں ضرور حاضر ہوتے اور یہاں اگر ایک دفعہ ضرور قتل کئے۔ یہاں تک کہ اسی دستور اور اسی عادت کے ساتھ آخر ان کی وفات ہو گئی۔ رضی اللہ عنہ۔

اقول۔ مثلاً کہتے ہیں: بعض علماء نے لکھا ہے کہ قباء میں آنحضرت ﷺ کے مزار حضرت سعد قرظی نے پھر آنحضرت ﷺ کی وفات اور حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کے بعد حضرت عمر کی خلافت کے زمانے میں حضرت دجال مدینہ پھر وہاں ایک ملک شام کو پہنچے مگر حضرت عمرؓ نے حضرت سعد قرظی کو یاد کر مسجد نبوی کا مزار دیکھا۔

صدقی اکبر سے دجال کی بدخواہی۔۔۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت دجال حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"اے خلیفہ رسول! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مومن کا سب سے بڑا اور افضل عمل اللہ کے راست میں جہاد ہے میں چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو اللہ کے راستے میں شہید کر دوں اور دشمن کی سرحد پر مستقر نہ ہوں یہاں تک کہ اسی حال میں مجھے موت آجائے۔"

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔
دجال ایش قیس خدا کی قسم اچھا ہوں۔ قیس میری رحمت اور میرے حق کا واسطہ کہ تم مجھے پھر ذکر نہ دیا۔"

اس پر حضرت دجال نے مدینہ پھر وہاں کا اور ملوث کر دیا تک اس وقت تک کہ وہیں قمر سے رہے جب تک حضرت ابو بکرؓ کی وفات نہ ہوئی۔ اس طرح میں ہی مسجد نبوی میں داخل دیکھتے رہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو پھر حضرت دجال ان کے پاس آئے اور ان سے بھی یہی بات کہی جو صدیق اکبرؓ نے کہی تھی۔ حضرت عمرؓ نے بھی ان کو یہی جواب دیا جو حضرت ابو بکرؓ نے دیا تھا مگر حضرت دجال نے اس وقت اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا اور جوئی عرض سے ملک شام کو روانہ ہو گئے۔

بیت المقدس میں دجال کی قتل۔۔۔ کتب افسانہ میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے بیت المقدس میں گیا تو لڑکھو قوت امیر المومنین نے حضرت دجال سے فرمایا۔

"اے دجال! آج تم ہی اور سے لئے قتل اور اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے۔"

حضرت دجال نے عرض کیا۔

امیر المومنین اللہ کی قسم میں نے ارادہ کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی کسی اور کے لئے قتل نہیں ہوں گا مگر یہ شخص آپ نے مجھے علم دیا ہے اس لئے صرف ایک نماز کی قتل دے کہ آپ کا علم بجا دلاں گا۔"

آنحضرت ﷺ کی یاد میں صحابہ کی بے قراری۔۔۔۔۔ اس کے بعد جب حضرت دجال نے قتل ہوئی اور صحابہ نے ان کی آواز سنی تو ان کی نگاہوں میں رسول اللہ ﷺ کی حیات پاک کا نقشہ گھوم گیا اور وہ سب آپ کو یاد کر کے زلزلہ ہونے لگے۔ اس روز سب سے زیادہ پلک پلک کر دئے اور حضرت عیدہ اور حضرت معاذ ابن

بہل تھے۔ یہاں تک کہ آخر حضرت عمرؓ کو انہیں سمجھا دیا کہ جس کو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اللہ ان کتاب انہیں
 عیسیٰ کے مطابق حضرت جلال نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی وہی سوائے اس صوفیہ کے
 وہی کہ حضرت عمرؓ نے ان کو وہی دینے کا حکم دیا تھا۔ یعنی بیت المقدس میں جو اس وقت کاہن کو حکم دیا گیا تھا۔
 عمرؓ یہ بات گزشتہ روایت کے خلاف ہے۔ جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جلال
 حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے پورے زمانے میں وہی دینے رہے۔ یا ہی طریقہ روایت جو بیان ہوئی ہے کہ جب
 وہ تک شام سے مدینہ آئے تھے اور حضرت مسند اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما نے وہی دینے کے لئے ان سے
 اصرار کیا تھا اور انہوں نے وہی کی تھی۔

اس اختلاف کے دور کرنے کے سلسلے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ انہیں عیسیٰ میں جو عہدیت ہے اس سے
 مراد یہ ہے کہ مدینہ سے باہر انہوں نے آپؐ کی وفات کے بعد صرف بیت المقدس میں ہی وہی دینے کی تھی۔ لہذا
 اب حضرت مسند حسینؓ کے اصرار کا وہی اس کے خلاف نہیں رہتا بلکہ یہ ہے کہ شاید یہ حضرت مسند حسینؓ کا
 واقعہ بیت المقدس کی فتح کے بعد کاشی نہیں بلکہ چاروں خلفائے راشدین کی وفات کے بعد کا ہے۔

اگر علامہ زین عرقی نے یہ لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت جلالؓ نے چاروں
 خلفائے راشدین میں سے کسی کے لئے بھی وہی نہیں دی سوائے حضرت عمرؓ کے جب کہ وہ شام کی فتح کے وقت
 وہاں کے تھے تو حضرت جلالؓ نے وہی دینے کی تھی۔ یہاں تک علامہ زین عرقی کا کام ہے جو گزشتہ روایت کی روشنی
 میں قائل ہو رہا ہے۔

مؤیدوں کا مرتبہ۔۔۔ کتاب انہیں عیسیٰ میں جہاد ابن عہد اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے
 آنحضرت ﷺ سے سوال کیا۔

”یا رسول اللہ! مخلوق میں کون سے لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔“

آپؐ نے فرمایا: ”انبیاء۔“ اس نے پوچھا پھر کون سے لوگ ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ”شہید۔“

اس نے پوچھا پھر کون کے بعد کون۔ آپؐ نے فرمایا: بیت المقدس کے مؤمن!

اس نے کہا ان کے بعد کون۔ آپؐ نے فرمایا: بیت المقدس کے مؤمن!

اس نے کہا ان کے بعد کون۔ آپؐ نے فرمایا: میری اس مسجد کے مؤمن!

اس نے کہا پھر ان کے بعد تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر تمام مؤمن جنت میں داخل ہوں گے!

علامہ امیریؒ کی شرح منہاج کے ایک نسخہ میں حضرت جابرؓ کی یہ روایت ہے کہ اس میں مسجد حرام
 کے مؤمن کا ذکر بیت المقدس کے مؤمن سے پہلے ہے۔ بعض دوسری روایات میں بھی ایسا ہے کہ بیت المقدس کا
 مؤمن بیت المقدس کے مؤمن سے پہلے جنت میں داخل ہو گا۔ لہذا وہاں میں سے ایک میں ہے کہ

”میرے بعد سب سے پہلے جو شخص جنت میں داخل ہو گا وہ ابو بکر ہوں گے۔ پھر مسکین اور غریب
 لوگ ہوں گے پھر مسجد حرام کے مؤمن پھر بیت المقدس کے مؤمن۔ پھر میری مسجد کے مؤمن اور اس کے بعد
 دوسرے تمام مؤمن اپنے اپنے احوال کے لحاظ سے جنت میں داخل ہوں گے۔“

کتاب جہاد السنہ میں حضرت جابرؓ سے یہ روایت ہے کہ اس میں بھی آپؐ نے یہی ترتیب بتلائی جس
 میں بیت المقدس بیت المقدس اور مسجد نبویؐ کے بعد پھر باقی مؤمن اپنے اپنے احوال کے لحاظ سے ذکر ہیں۔

جنت کی خوشحالی سے پہلے شخص..... اسی کتاب بدوہ السافرو میں جائز سے ہی روایت ہے کہ سب سے پہلے جس شخص کو جنت کی خلعت و خوشحالی پہنائی جائے گی وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر حضرت محمدؐ کو پھر باقی نبیوں اور رسولوں کو اور ان کے بعد منافقوں کو یہ اعزاز حاصل ہو گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: "یا رسول اللہ! آپ اپنے ہمہ پیشوں ان کے متعلق کچھ باتیں فرمادے ہیں؟"

آپ نے فرمایا: "تمہارے بعد جو لوگ آئے ان میں ان میں ان کے بہت ترین اور نچلے درجہ کے لوگ مٹوں ہوا کریں گے اور ایسا ہی صورت میں ہو گا۔"

مٹوں کے سر پر اللہ کا کیا حق..... اس روایت کے بارے میں ایک قول ہے کہ اس روایت کا کلمہ (جہنم) نچلے درجہ کا ذکر ہے (مگر ہے۔ فاروقی نے کہا ہے کہ یہ اضافہ ملحوظ نہیں ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب مٹوں کو ان کے لئے لکھے گئے حق تعالیٰ اپنا کلمہ اس کے سر پر رکھ دیتے ہیں اور جب تک وہ ان سے فارغ نہیں ہو جائیں گے رکھتے ہیں۔ اور اس کی قرآن میں بارہ کوئی اس کے لئے مغفرت کا باعث بنتی ہے۔ جب مٹوں کو ان سے فارغ ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

میرے بندے نے کچھ کرنے میں کوتاہی کی اور سچائی کی شہادت دی اس لئے تجھے بشارت اور خوشخبری ہو اور اللہ اعظم۔

مٹوں کے لئے یہودی کی درجہ بدوہ یعنی اور بھی ایک انجام..... (قال) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی شخص قہرانی نہاد میں سے تھا۔ وہ ان کی روایت کے مطابق وہ شخص مدینہ کے انصار میں سے تھا۔ یہودیوں نے مٹوں کو جب یہ کہتے تھے تاکہ انھوں نے معذرت اور رسول اللہ ﷺ سے اس پر تمنا۔

اللہ اس بھولے کو سزا دے۔ ایک روایت میں یہ لکھا ہے کہ اللہ اس بھولے کو آگ میں جلا دے۔ اس نے اپنی ہی وقت بعد جبکہ خود وہ یہودی اور اس کے گمراہ والے سہارے تھے ان کی فوج کو اپنی جھولنا چھوڑنے کے لئے آگ لے کر آئی۔ چنانچہ آگ میں سے ایک چنگاری نکل کر آئی جس سے گھر میں آگ لگ گئی اور وہ شخص اور اس کے سب گمراہ والے وہیں جلی کر مر گئے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تشریف لے جا رہے تھے کہ انہوں نے کہا کہ ان کے لئے حضرت عدل کو بلا لے کر آکر جو تک وہ آنحضرت ﷺ کے چکروں پر بعد روانہ ہوئے تھے اس لئے وہ نہیں لی۔ لیکن حضرت ابراہیم ابن حارث مدنی نے ان کی کہ کہ ان کو آکر آنحضرت ﷺ نے ان کو ہی بلا کر یہ تمام کار تمہارا ہے وہ یہ مدد ملے۔ لیکن کا ایک خاکہ ان تھا۔

مومن کے لئے کدورت میں کوئی خیر نہیں..... ان عیضہ ابن حارث سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے میری قوم پر ایسا بد بیٹھے۔ آپ نے فرمایا کہ مومن کے لئے ایسا بیٹے میں کوئی خیر نہیں ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں مجھے کسی بہت کافی ہے اس کے بعد آنحضرت ﷺ آگے روانہ ہوئے اور میں آپ کے ساتھ ساتھ چلے سفر کے دوران آپ کے صحابہ آپ سے چچھے کچھ فاصلے پر رہ گئے۔ اسی وقت پھر کا وقت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اے صدیقی بھائی! ان دنوں میں نے ان دنوں دی۔ اس کے بعد جب نہاد کھڑی

ہوئے تھے (تو اس وقت تک دوسرے صحابہ اور حضرت جلالِ آپ کے پاس پہنچ چکے تھے) حضرت جلال نے چاہا کہ فلا کے لئے تعبیر کس کس نے آپ نے فلا کو تعبیر دی ہے گا جس نے فلاں دی ہے۔

کیا آنحضرت ﷺ نے خود بھی کبھی فلاں دی ہے۔۔۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ کیا آنحضرت ﷺ نے خود بھی کبھی یہ کس کس فلاں دی ہے ایک قول ہے کہ جہاں ایک مرتبہ آپ نے خود بھی فلاں دی ہے اس قول کی تائید میں ایک حدیث قویٰ کی جاتی ہے جو صحیح حدیث ہے کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت ﷺ نے فلاں دی اور فلاں نہ دی۔ اس موقع پر صحابہ نے بھی اپنی سواریوں پر فلاں نہ دی اور آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی سواری کو آگے بڑھا کر فلاں نہ دلائی۔ جس میں آپ شلوں سے کوٹھ اور جودہ فرماتے تھے جودہ نے آپ کو ان کے منابٹ میں ڈال دیا جبکہ جانتے تھے۔

مگر ایک قول یہ ہے کہ آپ نے خود کبھی فلاں نہیں دی بلکہ آپ نے حضرت جلالِ آپ کو فلاں دینے کا حکم فرمایا جیسا کہ یہ بات اسی حدیث میں ہے جو بعض دوسری حدیثوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ کتابِ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بارش اور کچڑ کی وجہ سے اس روز سواریوں پر ہی فلاں نہ دی تھی۔

امام احمد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ سڑک کے دوران ایک مسکینے کو کافی میں پہنچ گئے آپ کے ساتھ صحابہ بھی تھے لوہے سے بارش ہو رہی تھی اور نیچے پانی بھرا ہوا تھا اسی اثنا میں نماز کا وقت آیا آپ نے نماز کو فلاں دینے کا حکم دیا اس نے فلاں اور تعبیر کئی کس کے بعد آنحضرت آگے بڑھے اور آپ نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد فرمایا یہ تجھ کا ہے کہ مفصل حدیث کی روشنی میں ہی جملہ بار حضرت حدیث کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا (یعنی پہلی حدیث حضرت ہے جس میں چاروی عیالات نہیں ہیں اسی نے اس میں نماز کا حکم بھی نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں تفصیل ہے اور نماز کا حکم بھی ہے لہذا اس مفصل حدیث کی روشنی میں یہ کہا جائے گا کہ فلاں دینے والے حضرت جلال ہی تھے خود آنحضرت ﷺ نہیں تھے۔ یہ بات اور دلیل ان لوگوں کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خود کبھی فلاں نہیں دی ہے۔ جو اس قول کے حامی ہیں ان کی دلیل کی تردید بھی اس سے ہو جاتی ہے بلکہ اس روایت میں صرف یہ قائل ہیں کہ آپ نے فلاں دی اور دراصل حضرت جملہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے فلاں کا حکم دیا چنانچہ ہم جس حضرت حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں وہی ہے جو نیچے گزری کہ آپ نے اپنی سواری پر فلاں دی اور تعبیر کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جلالِ محمد ﷺ ان لا اله الا اللہ میں شکر کوں بولا کرتے تھے ایک روز آنحضرت ﷺ نے اس پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حال کا اس بھی ہے۔ تم لوگ کبیرے نکھارے کہ اس روایت میں کوئی اصلیت نہیں ہے کہ بول کا اس وقت میں شکر ہے۔ تم اس روایت کی کوئی اصلیت نہ ہونے کی وجہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ روایت اسی طرح ہو گی۔

تھوڑے اور فجر کی گوائیں..... مسجد نبوی کے دونوں نمونوں حضرت جلال اور حضرت ابنِ امّ کثوم ہدی ہدی یعنی اپنی اپنی نوبت پر فلاں دیا کرتے تھے چنانچہ ان میں سے ایک کو محمد رات گزرنے کے بعد اس وقت فلاں دیا کرتا تھا جبکہ رات ابھی بھائی ہوتی تھی اور دوسرا اس وقت فلاں دیتا جبکہ فجر طلوع ہو جاتی تھی۔ لیکن نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت جلال رات میں فلاں دیتے تھے جس کے بعد روز کے دالے لوگ کھاتے پیتے رہتے تھے یہاں تک کہ ابنِ امّ کثوم فلاں دیتے تو لوگ کھاتے پیتے سے رک جاتے۔

مسلم میں ابن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جہاں کی افواہیں ہر قسم میں سے کوئی شخص اپنی عمری کھانے سے نہ کرے۔ ان کی افواہیں اس لئے ہوتی ہے کہ تم میں سے جو لوگ نماز میں مشغول ہیں وہ اب آرام کی نیند سو جائیں۔ اور جو سونے والے ہیں وہ جاگ جائیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو بھی رات گزار جانے کے بعد افواہیں دیتے ہیں تاکہ نماز مسجد پر ہونے والا اپنے ٹھکانے میں پہنچ کر آرام کی نیند سو جائے اور صبح کو بھل چڑھتا ہو کر اٹھے۔ اور جو سو رہے ہیں وہ بھٹکی کی تہی کے لئے بیدار ہو جائیں۔

کتاب ہڈی میں یہ ہے کہ بعض راولوں نے اس روایت کو اللہ بیان کر دیا ہے اور اس طرح بیان کیا کہ ابن ام کوثر ہر رات میں افواہیں دیتے ہیں اس لئے ان کی افواہیں نگرہ زہر کہنے والے کہاتے پیتے نہیں۔ یہاں تک کہ ہلال کی افواہیں نہیں۔

مگر یہ بات جانتا ہو چکی ہے کہ یہ روایت راولی کی غلطی سے آئی نہیں ہو سکتی ہے بلکہ حقیقت میں یہ راولوں مؤذن افواہیں دیا کرتے تھے جس میں کبھی ایسا ہو تاکہ حضرت ہلال قورث کے وقت افواہیں دیتے اور حضرت ابن ام کوثر کے زمانہ میں ان کے وقت افواہیں دیتے اور کبھی اس کا اٹنا ہو تا تھا کہ راولوں میں حدیثوں کے راولوں نے اس وقت کی روایت غلط سے روایت بیان کی جو انہوں نے وہ غلطی۔ ان راولوں کی افواہوں کے دوران یہ ہوتا کہ ایک افواہ کے بعد دوسرے افواہ آتا تو دوسرا اور پہلے پہل افواہیں سننے کے بعد جب پہلے افواہ تو فوراً ہی دوسرا اور پہلے افواہ جیسے کہ ذکر کیا گیا ہے لفظ مؤذن پہلے افواہ دیتا تھا اس کے بعد دوسرا غیرہ کے لئے اور یہی نظم اور جملہ افواہ کا اظہار کرتا۔ جیسے ہی طوں ٹہر کر یہ ہوتی وہ پہلے افواہ کے آگے دوسرے ساتھی مؤذن کو اظہار کرتا جس پر وہ دوسرا مؤذن اور پہلے افواہ اور ٹہر طوں ہونے کے ساتھ ساتھ پاس کے فوراً بعد لفظ اللہ کے افواہ دیتا چنانچہ یہی حوالہ اس قول سے ہے جس میں ہے کہ ابن ام کوثر اس وقت تک افواہیں نہیں دیتے تھے جب تک کہ ان سے پکار کر یہ نہ کہا جاتا کہ صبح ہو گئی۔ صبح ہو گئی۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ ابن ام کوثر لہری افواہیں میں بلکہ تاخیر کرتے تھے مگر اس میں غلطی نہیں کرتے تھے۔ اور افواہیں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عدنان نے ٹہر کے طوں ہونے سے پہلے افواہیں کہ دی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کو غصہ دیا کہ وہ ابلیس جا کر یہ اعلان کریں کہ یہ بندہ وقت سے باطل ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ ابلیس کے اور انہوں نے یہی اعلان کیا کہ اس بندے سے وقت کے سلسلے میں غلط ہو گئی۔ اس بندے سے وقت کے سلسلے میں غلط ہو گئی۔ یا یہ کہ ابلیس وقت نہیں ہوا اور سوچا۔

علاوہ ازیں اس سے پہلے کا ہے جب کہ حضرت ابن ام کوثر کو دوسرا مؤذن متعین کیا گیا تھا اور یہ کہ اس موقع پر حضرت ہلال نے ابن ام کوثر کے بعد افواہیں دی ہوگی۔ جیسا کہ اس کی بنیاد اور وجہ بیان ہو چکی ہے لہذا اس روایت سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہونا چاہئے۔

جمہور کی افواہیں — جمہور کے سلسلے میں ایک ہی افواہیں ہوتی ہے جو آنحضرت ﷺ کے سامنے اس وقت دی جاتی تھی جب کہ آپ صبر پر قنن جاتے تھے۔ بندے فقہاء کئی ثنائی فقہاء نے اسی طرح بیان کیا ہے اور وہ اس ہدایت میں بخاری کی ایک حدیث سے مدد لیتے ہیں جو صاحب ابن یزید سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں جمہور کے افواہیں نام صبر پر جا کر پہنچتا تھا اس وقت اس وقت افواہیں ہوا کرتی تھی۔ مگر اس روایت میں یہ بات ذکر نہیں ہے کہ یہ افواہیں امام کے سامنے ٹھہرے ہو کر ہو کرتی تھی۔

پھر جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی تو حضرت عثمانؓ نے اور ایک قول ہے کہ حضرت عمرؓ نے خود ایک قول کے مطابق پھر معاویہؓ نے غم دیا کہ جوہ کے لئے معاویہؓ کو لائن دی جیسا کرے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ 24ھ میں حضرت عثمانؓ نے جوہ کیلئے چند ہوا میں دینے کا اضافہ کیا تاکہ لوگ میں لیا کریں اور مسجد میں آگئی جیلا کریں۔ کہ معتقد میں جس نے سب سے پہلے جوہ کی لائن کا سلسلہ شروع کیا وہ جولان ابن یوسف ہے۔ تو انہوں کے بعد زور سے درود پڑھنے کی رسم .. جہاں تک پہلی لائن سے پہلو کر کے کا قطع ہے تو یہ اس وقت سے 700ھ کے بعد ظیفہ ناصر محمد ابن ابی ہریرہؓ کے زمانے میں جاری ہوئی۔ اور لائن دینے کے بعد چند ہوا کفر سے ہوتے ہوئے ہی آنحضرت ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا وہ طریقہ شروع کیا گیا جو آج تک لائن یعنی متوالف کے زمانے تک جاری ہے۔ یہ درود و سلام مغرب کے بعد دوسری لائنوں میں جاری ہے اور اس کو سب سے پہلے سلطان منصور حاکم ابن اشرف شعبان ابن حسن ابن محمد ابن قلاوون کے ذریعہ ظیفہ مختب غم الدین طبری کے عہد میں شروع کیا گیا۔ یہ طریقہ 800ھ کے آخری دور میں شروع کیا گیا جو آج تک جاری ہے لیکن یہ درود و سلام کا طریقہ صحیح کی دوسری لائن اور جوہ کی لائنوں کے علاوہ دوسری لائنوں میں رائج ہے۔ جہاں تک صحیح کی دوسری لائن اور جوہ کی لائنوں کا قطع ہے تو انہوں لائنوں میں لائن سے پہلے آنحضرت ﷺ پر درود و سلام جاتا ہے۔ یہ طریقہ صلاح الدین ایوب کے دور میں جاری ہوا۔

عالم اس طریقہ کو جدی کرنے میں یہ نکتہ یا سبب رہا کہ جہاں تک فہر کی پہلی قوائم کا تعلق ہے قوائم میں پہلے درود و سلام پڑھنا شروع کیا گیا تاکہ لوگ جاگ جائیں اور جد کی تولد وقت کی قوائم سے پہلے اس نے تاکہ جد کی قوائم کے لئے لوگ حوجہ ہو جائیں اور جلد لا جلد مسجد میں پہنچ جائیں کیونکہ جد کے ان کی بات مطلوب ہے۔

دانشجو رہے کہ جہاں تک مسئلوں طریقہ کا تفصیل ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ لائق سے فارغ ہونے کے بعد آہستہ سے درود پڑھا جائے۔ چنانچہ مسلم شریف میں حدیث ہے کہ جب تم مٹوان کی کھانا سنا تو تم بھی قوتوں کے لئے دیر اور اس کے بعد گھر پر درود پڑھو۔ چنانچہ اسی پر تعبیر اکامت کو بھی قیاس کیا گیا اور اسی طرح قوتوں اور تعبیر کے بعد کے درود سمجھے ہیں جن میں آنحضرت ﷺ پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے جس کی بنیاد حق تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے کہ **وَرَفَعْنَاكَ فَوْزًا مُبْتَلٰی** ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔ اس بارش کی تفصیل کرتے ہوئے ایک قول میں لکھا گیا ہے کہ جب بھی ہر ذکر کیا جاتا ہے آپ کا ذکر میرے ساتھ ہوتا ہے۔

تحریر: ذکریا خان نور عجیب
 کہ بعض ہستیوں میں ہو جاوے کہ نماز کے لئے عجیب کہنے والا عجیب کے شرواع میں یوں کہتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی
 سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَعْمَرُ اس طرح کتابہ مت ہے۔

[illegible]

اسی طرح نماز کے دوران محتہ جوں تک لام کی ٹکئیں میں پہنچانے کے لئے مشوہی کا بلند گواز سے ٹکیر لٹ کرنا بھی بدعت ہے۔ مگر بعض فقہاء نے کہا ہے کہ چونکہ اس میں قطعاً کور کا نہ ہوئے اس لئے اس میں

کوئی حرب نہیں ہے نفع یہ ہے کہ اگر مقتدر ہوں تک امام کی توفیق نہیں پہنچ رہی ہے تو بھیجئے سنے والے کی بھیجرات سے مقتدر ہوں تک توفیق ملے گی۔ لیکن اگر مقتدر ہوں تک توفیق نہ ملے گا تو کیا کرنا مناسب نہیں ہے۔

پانچویں شخص عداوت نے لکھا ہے کہ اس طرح بلند توفیق سے بکر کا نماز میں بھیجرات کہ چاروں اماموں کے نزدیک مقتدر طور پر ایک پہنچے وہ بدعت ہے اگر اس کے بغیر بھی امام کی توفیق مقتدر ہوں تک پہنچ رہی ہو۔ یہی منکر پہنچا ہے وہ سے مراد کفر ہے۔

جہاں تک عمر کے وقت میں تسبیحات چاہی ہو نے کا قصص ہے تو یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں اس وقت ہوئی جبکہ وہ میدان چہرہ میں تھے۔ پھر یہ اس وقت تک چاہی رہی جبکہ وہ علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر فرمائی۔ اس میں انہوں نے ایک جماعت عرب کی بیت المقدس میں ایک قرائت تک اور پھر قرائت رات سے فجر کے وقت تک وہ جماعت آگاہ کے ذریعہ یہ اعلان کرتی تھی۔

امدادی امت میں اس طریق کی ابتدا مصر سے ہوئی اس کا حکم یعنی ان تسبیحات کو عمر کے وقت میں کر دینے چاہئے کا حکم مصر کے امیر مسلمہ ابن حنفہ نے دیا تھا جو حضرت امیر مولاہی کی طرف سے مصر کے امیر مقرر کئے گئے تھے جب وہ مصر کی جامع عمرو میں احکام کے لئے بیٹھے تو انہوں نے باقوس کی بلند توفیقیں سنیں۔ انہوں نے اس کی تائید شریعت میں عامر سے کی جو وہاں کے مشوروں کے عالم تھے۔ پانچویں انہوں نے اس طریقہ کو کو عمری رات سے صبح کے قریب تک کر دیا۔

یہ مسلمہ امیر مولاہی کی طرف سے حبشہ ابن سفیان کے بعد مصر کے گورنر بنے تھے جو امیر معاویہ کے بھائی تھے خود یہ حبشہ مصر کے گورنر حضرت عمرو ابن عاص کے انتقال کے بعد بنے تھے۔ اسی قول سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت عمرو ابن عاص مصر میں ہی دفن ہیں۔ یہ حبشہ ابن سفیان نہایت فصیح اور عمدہ خطیب اور مقرر تھے۔

مشہور لویب اصمعی کا قول ہے کہ بنی امیہ میں وہابی خطیب سب سے زبردست ہیں ایک حبشہ ابن ابو سفیان اور دوسرے عبدالملک ابن مروان۔ ایک ابن حبشہ نے مصریوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے کہا۔

”اے مصر کے لوگو! تمہاری زبانوں پر حق اور سچائی کی قریب بہت کم ہوتی ہے جبکہ باطل چیزوں کی برائی تم ضرور کرتے ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گویا بڑی بڑی کتابوں کا جو چاہے اور اس کو چاہے اور اس کو چاہے۔ اب میں تمہاری غصوں بھی کرتا ہے قرآن کتابوں میں جو علم پر مشہور ہے اس سے گویا بڑی خبری رہتا ہے۔ اب میں تمہاری پیادوں کا علاج نکال رہی سے کروں گا۔ لیکن جہاں کوڑے سے کام چل جائے گا وہاں گویا بڑی خبری نہیں کروں گا۔ اور جہاں تم بخل سے سیدھے ہو چاہو وہاں کوڑا استعمال نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ تمہاری غصوں نے تم پر جو لازم کر دیا ہے اس کو اپنے طور پر لازم کر لو جو تمہارے لئے اللہ نے ہم پر فرما رکھا دیا ہے اس کے سختی میں جہاں کوڑا کاوند ہے کہ اس میں قریب بہت کم ہے اور اس کے بعد ہے۔“

حضرت حبشہ کے جو قول مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ کالوں میں ہے عداوتیں چاہیں تو ان کے اور عقل کو گمراہ کر دیتی ہیں۔

ایک روز انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا غصوں کو صحیح استعمال کر کے ان کے سختی نہ کرو اور ان پر غصہ کر کے اپنا سامنے کے حق دلو۔

”کیا یہ وہی ہیں۔“

میرے والد نے کہا: ”ہاں خدا کی قسم وہی ہیں۔“

میرے چچا نے کہا کہ کیا تم ان کو پہچان گئے ہو ان پر یقین کرتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔“

پھر ابوہریرہ نے کہا کہ پھر ان کے لئے تمہارے دل میں کیا جذبہ ہے۔

تو میرے والد نے کہا:

”خدا کی قسم ہر تکدم میں دم ہے ان کی، غلطی اور عداوت کا یہ جذبہ ہے۔“

کیونکہ وہ حسد کی اختلا..... ایک روایت میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی ہیں کہ میرے چچا ابوہریرہ آنحضرت ﷺ کی مدینہ تشریف آوری پر آپ کے پاس گئے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کا کام سنا اور آپ سے باتیں کیں۔ اس کے بعد جب وہ اپنی قوم کے پاس واپس آئے تو یہودیوں سے ملے۔

”آپ میری قوم کے لوگوں کی بات سنا اور میری طاقت کو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس اس نبی کو بھیج دیا ہے جس کا تم انکار کیا کرتے تھے۔ اب تمہیں چاہئے کہ ان کی پیروی و اطاعت کرو ان کی اطاعت پر کڑمت کرو۔“

اس کے بعد میرے باپ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے انہوں نے بھی آنحضرت ﷺ کی باتیں سنیں اور

اس کے بعد اپنی قوم میں واپس آئے اور ان سے کہنے لگے:

”تمہارا بھی اسی شخص کے پاس سے کہہ ہوا کہ خدا کی قسم میں جیسا کہ تمہیں خبر ہو چکا تھا۔“

اس پر ان کے بھائی ابوہریرہ نے ان سے کہا:

”میرے میں جانتے اہم تر کم اس معاملے میں تم میری بات مانو۔ اس کے علاوہ اور ہر معاملہ میں تم

میری اطاعت کر لیں۔ اس طرح تم بلا تکت اور چاہی کے عداوت کرنے سے بچ جاؤ گے۔“

یہودی کی روایت دینے پر آیات قرآنی کا نزول..... تو میرے والد نے کہا خدا کی قسم ہم ہرگز تمہاری بات

نہیں مانیں گے (ی) تجویز یہ ہے کہ اگر ابوہریرہ بھی بھائی کے جھوٹ کو نہ کر اس کے ساتھ ہو گیا اور اس کے بعد یہ

دونوں کے دونوں یہودیوں میں آنحضرت ﷺ کے سب سے بڑے دشمن بنے اور جہاں تک ان سے بنیاد تھا یہ

دونوں اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام سے بھانے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔ اس پر حق تعالیٰ نے ان دونوں اور

ان کے دوسرے بھائیوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وَقَدْ جَاءَكُمْ مِنْ تَعَالٰی فِیْ حُكْمٍ قَوْلٌ مِّنْ لَّدُنْكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِمْ كَذَبُواْ عَنْ نَفْسِهِمْ مِنْ مِّنْ مِّنْهُمْ اَلَمْ يَكُنْ لَهُمُ الْعَقْلُ اَلَا يَرٰوْنَ

پے سورہ بقرہ ص ۱۳

ترجمہ: ان اہل کتاب یعنی یہودیوں سے بخیر سے دل سے یہ چاہتے ہیں کہ تم کو تمہارے ایمان لانے بیچے پھر کافر

کر دلائیں جس شخص نے اوج سے جو کہ خود ان کے دلوں سے جوئی نہ تھی وہ حق واضح ہوئے بیچے

کہا جاتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

مَنْ يَّمْلِكُ مَقَرُّهُ مِمَّا نَكُفِّرُ عَنْ سَنَائِهِمْ يَفْعَلْهُ وَآلَهُمْ كَذِبُواْ عَنْ نَفْسِهِمْ مِنْ مِّنْهُمْ اَلَمْ يَكُنْ لَهُمُ الْعَقْلُ اَلَا يَرٰوْنَ

ترجمہ: کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو ابھی طرح قرض کے طور پر دے پھر خدا نے تعالیٰ اس پر دینے ہوئے قلوب

کو اس شخص کے لئے جو جانتا چلا چاہوے اور اس کے لئے جو پسندیدہ ہے۔

حق تعالیٰ کی شان میں بدزبانی۔ قرآنی نبی ابنِ اخطب نے کہا کہ ہم سے بدادوب بھی قرض مانگ رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ فقیر ہی بدادوب سے قرض مانگا کرتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی۔

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ فُضَيْلٍ قَالَ إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنَاهُ مَاذَا يَدْعُ ۚ
ترجمہ: ہاں اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے کہ لوگوں کا قول جنہوں نے یہاں کہا کہ اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں۔

اس آیت کے نازل ہونے کے سبب میں ایک قول یہ ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و اس کے لئے اور انہوں نے لباس سے کھلا۔
”اللہ سے زوردار مسلمان ہو جائے۔ خدا کی قسم قہر دل سے اس بات کو جانتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ کے رسول ہیں۔“

اس نے کہا
”اے ابو بکر۔ خدا کی قسم ہم اللہ کے محتاج اور فقیر نہیں بلکہ اللہ ہی ہمارا محتاج اور فقیر ہے۔“
حضرت ابو بکر کا قصہ... حضرت ابو بکر میں کس طرح کی یہ کھواں سکر اس قدر غضب ناک ہوئے کہ انہوں نے لباس کے منہ پر چوری قوت سے طمانچہ مار دیا۔
”خدا کی قسم اگر تمہارے بیٹے یہودیوں کے ہمارے درمیان میں صلح کا واسطہ بنے تو میں تمہاری گردن مار دوں گا۔“

لیباس نے اس معاملے کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی۔ اس پر حضرت ابو بکر نے اس کس طرح کی بدزبانی کا حال آپ کو بتایا۔ پھر اس نے لباس اپنی کئی بیوی بات سے انکار کی جو کیا کہ میں نے اسی بات نہیں کہی تھی۔ اس پر حق تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو پہلے بیان ہوئی۔
اسی آیت کے نازل ہونے کے سبب میں ایک قول اور بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر کو لباس ابنِ مالدارہ کے پاس ایک خدا سے کہ بھیجا تھا کہ یہ شخص نئی قوتوں کے یہودیوں میں اپنے غم اور مرہ میں ایک ہی ایک خدا اس کی یہ حیثیت حضرت عبداللہ ابنِ سلام کے مسلمان ہونے کے بعد بتی تھی کہ کد جب تک وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے تو یہودیوں میں سب سے بڑے عالم اور مرہ والے وہی تھے اس لحاظ پر قرآن میں آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو اسلام قبول کرنے کی نافرمانی قائم کرنے کو کہا کہ رسول اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دینے کی دعوت دی تھی۔ لباس نے جب یہ خدا پرستار کہنے لگا۔
”کیا تمہارا دل اس قدر محتاج ہو گیا ہے کہ اب ہم اس کی مدد کریں گے۔“

ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ ”اے ابو بکر! تم یہ سمجھتے ہو کہ بدادوب ہم سے بدادوب قرض کے طور پر لے گا۔ قرض تو فقیر اور مفلس کو ہی بدادوب سے لیا کرتا ہے۔ اس لئے جو کچھ تم کہہ رہے ہو اگر وہ سچ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ عزوجل فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔“

اس پر حضرت ابو بکر نے لباس کے منہ پر چوری قوت سے چھڑکا اور اسی کے معلق حضرت ابو بکر نے

”میں نے آلودہ کر لیا تھا کہ تھوڑے کر اس کا کام تمام کروں مگر صرف اس خیال سے کہ ”کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے وہ خط دیا تو یہ فرمایا تھا کہ میرے پاس وہی تک تم کوئی بات اپنی طرف سے مت کہو۔“
 آنحضرت ﷺ سے شکایت..... فرض اس کے بعد فی صبح آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا اور حضرت ابو بکرؓ کی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی شکایت سن کر صدیق اکبر سے فرمایا۔
 ”تم نے ایسا کیوں کیا۔“

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔

”یہ رسول اللہ ﷺ نے بہت ہی بات کہہ دی تھی۔ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کے لئے مجھے قصہ آیا تھا۔“

لیا میں یہ سن کر فوراً اپنی بات سے منکر کیا اور اپنے لگاؤ میں لے یہ بات نہیں کہی تھی۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ کی بات کی تصدیق شدہ آیت نازل ہوئی تھی۔

ایک یہودی نے جاوے سے اس سطلے میں یہ کہا کہ یہ رسول اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرض لیا تھا اس لئے ہم نے یہ بات کہی تھی۔ اس پر ان علماء نے جواب دیا۔

”اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سے اپنے لئے فرض مانگا ہے تو وہ فقیر ہے لیکن اگر وہ تم سے تمہارے ہی فقیروں اور مسکینوں کے لئے مانگا ہے اور پھر اس دینے تو نے کو پورا کر دیا ہے تو یہ شک وہ مالدار اور زبردست تر ہیں والا ہے۔“

یہودی کی طرف سے آنحضرت ﷺ پر سحر..... یہودیوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ اور اسلام کے لئے جو زبردست کثرت اور دشمنی تھی اس کی ایک مثال یہ ہے کہ لہذا ان اسم یہودی نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے منہ ہاتھوں پر سحر کر دیا تھا جو کبھی کرتے ہوئے نکل آتے ہیں۔ ایک قول ہے کہ خود کبھی کے دانٹوں پر سحر کیا تھا۔ یہ بال ایک یہودی کا نام ہے ان یہودیوں کو سحر کر دینے تھے۔ یہ تمام آنحضرت ﷺ کی مدد سے کیا کرتا تھا۔

ان شخص لہذا اسم نے آنحضرت ﷺ کی عقل کا ایک پتلا دیا تھا جو موسم کا بھرا تھا۔ ایک قول ہے کہ آٹے کا پتلا دیا تھا پھر اس نے اس پتلے میں سو پائیاں جیسا نہیں انہں میں تھاتھ ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس نے اس جنت میں کیا۔ اگرچہ نکاحیں۔ ایک قول ہے کہ گروہوں میں سوئیاں جیسا نہیں پھر اس نے یہ پتلا ایک پہاڑ کے پاس ہی اور وہیں تے کوئی شے دفن کر دیا۔

کنوئیں میں جاوے کا پتلا..... حق تعالیٰ نے اس کو نہیں کے پانی کو بدواؤت اور غراب کر دیا تھا اس کی عقل ہی اتنی بڑی تھی کہ یہ تھا جو ہر نامعلوم ہو تھا۔ فرض اس شخص کے جاوے کا اثر یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے جو کام نہیں کیا اس کے حقائق آپ کو یہ خیال ہو تاکہ آپ نے وہ کام کیا ہے۔ آپ پر یہ کیفیت ایک سال تک رہی۔ ایک قول ہے کہ جو سب سے تکہ رہی اور ایک قول ہے کہ پائیس دن تک رہی۔

آنحضرت ﷺ پر سحر کا اثر اور اس کی مدت..... اس اختلاف کے سطلے میں بعض علماء نے لکھا ہے کہ ممکن ہے اس کیفیت کی کل مدت ایک سال رہی ہو لیکن اس میں شدت اور زیادتی پائیس دن رہی ہو۔ مگر ایک قول ہے کہ شدت تین دن تک رہی۔ اس بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ اس پائیس دن کی شدت میں تین دن

تھیں آئے (یہ وہ دونوں حضرات جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے جوں کہ بعض دوسری صفوں کے ساتھ اس حدیث میں ذکر ہے۔ ان دونوں میں سے ایک میرے سر پرانے چٹہ کیا اور دوسرا پائٹی چٹہ نکال۔ اس کے بعد ایک نے کہا۔

”نکن صاحب کو کیا شکایت ہے۔“

دوسرے نے کہا کہ میں پر حیران رہا ہوں کہ اس نے پوچھا کہ کس نے کیا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ لوبہ انصاف نے۔ اس نے کہا کہ مجھ سے کہہ دیجئے کہ یہ کس نے کیا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ ہندو اور مسیحی کے بارے۔ ایک روایت میں مضاف کا لفظ ہے جس کے معنی بھی نہیں کے ہیں۔ ایک تو لکھ ہے کہ اسی کی پہلی بار کو کہتے ہیں یعنی ترنگور کے درخت کی چھل۔

پھر اس نے کہا کہ سرکارہ چنگارہ نہیں ہے۔ دوسرے نے کہا کہ وہ ذی زروہن کے کوئی ہیں، افن ہے اور ذروہن مردان کے ذوق پر ہے۔ ایک قول ہے کہ ذی زروہن کے کوئی ہیں ہے۔ ایک روایت میں صرف ذروہن مردان کے ذوق پر ہے۔ ایک قول ہے کہ ذی زروہن کے کوئی ہیں ہے۔ ایک روایت میں صرف ذروہن کا کوئی کہا گیا ہے جو صرف اسکا کی روایت ہے۔

فرق اس نے کہا کہ وہ چنگارہ ذی زروہن کے کوئی ہیں پائی میں ایک حجر کے نیچے چھایا ہوا ہے۔ پھر اس نے کہا کہ اس حجر کی وہ کیا ہے۔ تو دوسرے نے کہا۔

”کوئی کاپی لکھ اور پھر اس حجر کو پٹنے کو کہو اس کے نیچے ایک حجر کا پٹا ہے اس پر ایک چنگارہ ہو ہے جس میں کیدہ کر ہیں پڑی ہوئی ہیں اس پٹے کو ہندو قرآن کے علم سے اس حجر کا شہور ہو جائے گا۔“

ساحر کا اقبال جرم۔۔۔ فرق پھر لوبہ کو آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش کیا کیا اور اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ اس کے بعد جب لوبہ نے اپنے اس جرم کا سبب بیان کیا کہ اس نے کھانا کھا کر معافی مانگی تو آنحضرت ﷺ نے اس کو معاف فرمایا۔ یہاں سے میں آنحضرت ﷺ سے پوچھا کیا کہ آپ نے لوبہ کو قتل کیوں نہیں کر لیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

”مجھے اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا اس کے چیتے اس سے ذیہ سخت بات اللہ کے خطاب کی صورت میں ہے۔“

اب کوشتہ میں دونوں روایتوں میں اختلاف ہے جن میں سے ایک میں ہے کہ آپ جبرئیل علیہ السلام نے آکر چنگارہ کا آپ پر ہوا اور سوری نے عمر کیا ہے۔ اور دوسری میں ہے کہ آپ کے پاس وہ شخص پہنچا وہ فرشتے آئے۔ دوسرے آنحضرت ﷺ کا اس ساحر اور جلدگر کو قتل نہ کرنا کہ اس قول کے خلاف ہے جس کے مطابق ساحر کو قتل کرنا ضروری ہے۔ عمریدے یعنی شعلی قہار کے نزدیک اس کا قتل ضروری نہیں۔ یعنی ساحر کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جا تا جب تک کہ اس کے سر میں پھنسا ہوا شخص مر نہ گیا ہو۔ لوبہ نے یہ اعتراف کر لیا کہ اس کے سر سے آنحضرت ﷺ ہو جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لوبہ پہلا شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی صفات سے انکار کیا ہے۔ ہم اسی صلوان نے بھی اسی طرح صفات ہدائی کی گئی کی ہے اور اس نے اپنے اس عقیدہ کو شہرت دی۔ اسی وجہ سے اس کے سامنے دونوں کے فرق کو فرق سمجھ کر کہا جاتا ہے۔

اسلام نے اگر بتایا تھا کہ آپ ﷺ پر ظالم یہودی نے خر کیا ہے، اور دوسری میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس دو شخص بیٹھ کر فرشتے آئے۔

دوسرے آنحضرت ﷺ کا اس ساحت پر چڑھ کر کہتے کہ لا انا نبی قول کے خلاف ہے، جس کے مطابق ساحت کو قتل کرنا ضروری ہے، مگر بعد سے یعنی شقی خضراء کے نزدیک اس کا قتل ضروری نہیں، یعنی ساحت کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جاتا جب تک کہ اس کے سر میں پھنسا ہوا شخص مر نہ گیا ہو، لہذا یہ اعتراض کر لیا جاتا کہ اس کے سر سے اکثر موت ہو جاتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ لہذا پورا شخص ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی ممانعت سے انکار کیا ہے، جنہاں مضمون نے بھی اسی طرح ممانعت ہدی کی نفی کی ہے اور اس نے اپنے اس عقیدہ کو شریعت دی، اسی وجہ سے اس کے ماننے والوں کے فرقہ کو فرقہ جہمہ کہا جاتا ہے۔

غرض یہ بیان دونوں قصوں نے اگر آنحضرت ﷺ کے ماننے والے کشمکش اور اس سر کے ہاتھ سے کی جگہ خالی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علی اور حضرت عمار ایسی باتوں کو اس کنویں پر بھیجا اور اس سر کو وہاں سے نکال دیا۔ ایک قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علم پر جس نے سر کاٹ دیا وہاں سے اس میں بھی خون نکلتا تھا۔ مگر صحیح میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کنویں پر تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کا پانی ایسا غلاب ہو گیا تھا جیسے منہ میں گھلا ہوا چڑا ہوتا ہے غرض یہ کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی جماعت نے اس کنویں میں سے سر کاٹ دیا۔

اب اس بارے میں کئی روایتیں ملتی ہیں ایک یہ کہ آپ ﷺ نے وہاں نکالنے کے لئے حضرت علی کو بھیجا دوسری یہ کہ آپ ﷺ نے علی اور قتادہ ایسی باتوں کو بھیجا تیسری یہ کہ آپ ﷺ نے قیس بن مسنن کو اس کے نکالنے کا حکم دیا، اور چوتھی یہ کہ آپ ﷺ خود صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کو نکالنے کے لئے تشریف لے گئے، ان مختلف روایات میں حوالہ کی ضرورت ہے۔

غرض آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس پتے میں ایک جانت ہے، جس میں کیا، اگر چہیں لگی ہوئی ہیں اور ہر گز میں ایک سوئی برائی ہوئی ہے، پھر آپ ﷺ پر معوذتین پڑی ہوئیں چنانچہ آپ ﷺ ایک ایک آیت پڑھتے جاتے اور اگر چہیں کھلتی جاتی یہاں تک کہ تمام گریں کھلی گئیں اور ساتھ ہی آپ ﷺ پر جو اثر تھا، بھی ختم ہو گیا۔

گزشتہ روایت میں تھا کہ یہ آیتیں پڑھ کر کل طبع اسلام پڑھتے جاتے تھے مگر اس سے کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا چنانچہ کہہ سکتے ہیں کہ وہاں چھوڑ دے ہوں اور یا یہ کہ پڑھ کر کل طبع اسلام کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیتیں پڑھی ہوں۔

کتاب استماع میں حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ نے اس سر کے پتے کو کنویں میں سے نکالا نہیں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

”نہیں، رجس تک میرا اطلاق تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سر سے نہایت مظلومی قسماً اس لئے میں نے اسے پسند نہیں کیا کہ لوگوں میں برائی پھیلاؤ۔“

اس سوانح سے حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ آپ ﷺ نے پہلوں اور تنہوں کے سر کو نکال کر دیکھا

نہیں تھا، اس پر آپ ﷺ نے یہ جواب دیا کہ میں نے لوگوں میں برائی کو پھیلانا پسند نہیں کیا۔ اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن ہمام نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ اس سحر کو باہر نکالیں اور پھر دیکھتے ہوں میں سے کوئی اس سحر کو دیکھ لے یہ وہ برائی تھی جس کو پھیلانا آپ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔

علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ ممکن ہے سحر اور برائی سے مراد اس کے سوا کوئی اور بات ہو، مثلاً اگر اس پتھر کو نکال کر لوگوں میں شربت دی آتی تو ممکن ہے مسلمانوں کی کوئی ضمانت خسر میں آکر اس شخص کو قتل کر دے ہو اس سحر کا نام درق تھا جس کے جواب میں اس یہودی کے خاتمہ الہ اسے بگڑا نہیں اور نتیجہ کے طور پر کوئی فتنہ و فساد پھیل جائے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ نے جھڑ پھونکنا وغیرہ کا استعمال نہیں فرمایا؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سوال میں جھڑ پھونکنا اور سحر کے استعمال میں کراہت نہ ہونے کی دلیل موجود ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ کے اس سوال پر پابندی لگی کا اعلان نہیں فرمایا، لیکن اکثر علماء نے سحر اور انہوں کے استعمال کو مکروہ کہا ہے، اس کی دلیل میں دو وجوہات کی مروجہ حدیث نقل کرتے ہیں جس میں ہے کہ انہوں اور سحر شیطانی کام ہیں، اس روایت کو اس انہوں اور سحر پر بھی محمول کیا گیا ہے جس میں ایسے کام بھی شامل ہوتے ہیں جو ناقابلِ فہم ہوتے ہیں:

فرس آنحضرت ﷺ نے جب اس کنویں کے پانی کا یہ حال دیکھا تو آپ ﷺ نے اس کو پانی دینے کا قصد کیا، چنانچہ وہ کنواں پانی کے سر آگوشوں کو دھو دھو دیا، پانی کی جگہ پر کنویں پانی کی جگہ کے قریب جو دوسرا کنویں کھودا گیا اس کی کھدائی میں آنحضرت ﷺ نے خود بھی حصہ لیا، یہاں تک کتاب امتحان کا حوالہ ہے جو کڑواہت کی روایتی میں قابلِ غور ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر سحر کرنے والا لہید نہیں تھا بلکہ لہید کی بجائے مبینی (مبینی) تھیں ان میں سے ایک لڑکی ایک روز حضرت عائشہ کے پاس گئی جہاں اس نے حضرت عائشہ کو یہ کہتے سنا کہ آنحضرت ﷺ کی بیچائی میں پلوں کا کھاتہ ہو گئی اس کے بعد وہ وہاں سے اپنی بیٹوں کے پاس، ایسی اتنی اور ان کو آنحضرت ﷺ کی یہ کیفیت بتلائی اس پر ان میں سے ایک نے کہا:

”اگر وہی ہیں تو ان کو ہلے اس سحر کی خبر مل جائے گی اور اگر کچھ اور ہیں تو یہ سحر بہت جلد ان کے حواس خفا کر دے گا جس سے عقل بچانی ہو گی۔“

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس سحر کی اطلاع دیدی اور اس جگہ کی بھی ننگن، ہی فرمادی، اب ان دونوں روایات میں شبہ ہو چاہے کہ کیا سحر کرنے والا لہید تھا یا اس کی بجائے مبینی تھیں۔

ان دونوں باتوں میں مواضع پیدا کرنے کے لئے کہا جاتا ہے کہ اصل میں سحر کرنے والیاں تو لہید کی بجائے مبینی تھیں مگر اس سحر کی نسبت لہید کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ حدیث کے مطابق وہی اس سحر کے پتھر کو لے کر گیا تھا اور اسی نے اس کو کنویں کی تہ میں دفن کیا تھا (یہ کیا قبر میں دفن کیا تھا جہاں کچھ جہاں ہوا۔ خود کنویں اور قبر کی روایتوں میں بھی شبہ نہیں ہو چکا ہے بلکہ لہید نے پہلے اس پتھر کو کچھ عرصہ تک کسی خاص جگہ کے لئے کسی قبر میں رکھا اور پھر وہاں سے نکال کر اس کنویں کی تہ میں دفن کیا، روایاتوں میں کنویں کے

حجر کے نیچے اس پتھر کو بچھانے کا ذکر ہے، یہ پتھر یا تو کنوئیں کے منہ پر رکھا جاتا ہے جس پر پانی پینے والے لوگ کھڑے ہوتے ہیں اور کبھی کنوئیں کی تہ میں رکھا جاتا ہے جس پر کھڑے ہو کر کنوئیں کی صفائی کرنے والا صفائی کرتا ہے اور کبھی کنوئیں کی تہ میں رکھا جاتا ہے جس پر کھڑے ہو کر کنوئیں کی صفائی کرنے والا صفائی کرتا ہے۔ اور داخلوں میں جو گڑھ ہے اس کے مطابق یہ ۱۱ سرانجری سرائے جس کے نیچے اس سر کو دفن کیا گیا تھا۔

سحر کی حقیقت نہ کتاب صبر میں ابو جہان کا قول ہے کہ قرآن پاک کی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر اور جادو ایک جہلی اور نظر بندی کی قسم کی چیز ہوتا ہے جو حقیقت اور کسی چیز کے اصل وجود کو تبدیل نہیں کر سکتا (صرف تخیل پر اثر ڈالتا ہے جس سے کوئی کو حقیقت بدل دیتی تخیل میں نظر آتی ہے ورنہ حقیقت میں وہ وہی نہیں ہے) اس بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں جادو اور سحر کا وجود تھا۔

جہاں تک ہمارے مورخوں نے (یعنی مؤلف کے زمانے کا تعلق ہے تو سحر اور جادو کی کتابوں وغیرہ سے ہمیں اس کے بارے میں جس حد تک بہت چلاں کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ فعلی بحث اور بے بنیاد خروج ہے اس سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا اور اسی لئے اس کی کوئی بات بھی ہرگز ہر گز صحیح نہیں ہے۔

کیا انبیاء پر سحر ممکن ہے معزز اور بعض بدعتی حضرات نے اس پر طعن کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر سحر کا اثر کیسے ہو گا (یعنی وجہ تک خود اس کو نہیں مانتے اس لئے جو آنحضرت ﷺ پر سحر کے اثر کو مانتے ہیں ان پر اعتراض کرتے ہیں) ان کا کہنا ہے کہ انبیاء پر سحر کا اثر ہو سکتا ہے مگر ان پر سحر کا اثر ممکن نہ تھا تو ان کا کہنا ہوتا بھی ممکن نہ تھا حالانکہ انہوں نے یہ حضرات جنوں اور دیوانگی کے اثرات سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں (مقصود یہ ہے کہ سحر کے ذریعہ انسان کی عقل اور ہوش و حواس کو بھی متاثر کیا جاسکتا ہے، لہذا اگر سحر کو قیصروں کے لئے ممکن بنایا جائے تو دیوانگی کو مانا بھی ضروری ہو جاتا ہے، بلکہ جنوں کے بارے میں یہ بات حلقہ اور معلوم ہے کہ قیصر اس سے محفوظ ہوتے ہیں۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس سحر کے واقعہ کے سلسلہ میں جو حدیث ہے وہ صحیح حدیث ہے (اس لئے اس کو ماننا ضروری ہے) اب جہاں تک قیصر کے اندر عقلی کی طرف سے محفوظ ہونے کا تعلق ہے تو وہ عقلیت ان کی عقل اور دین کے لئے ہے (کہ وہ عیسٰی محفوظ رہتے ہیں کیونکہ ان کی عقلیت حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے) جہاں تک انبیاء کے جنسوں اور دونوں کا تعلق ہے تو وہ دیوانگی سے بڑھ کر متاثر ہوتے ہیں اس سحر کا اثر آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک کے بعض حصوں پر ہوا چنانچہ حضرت عائشہ کی روایت ہے جیسے بیان ہوئی ہے کہ وہ اس سحر کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی پہلی حاضرت ہونے کا ذکر کر رہی تھیں۔

مگر اس جواب میں بھی ایک شر ہے جیسے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس سحر کے دور میں بعض باتوں کے متعلق یہ خیال فرماتے کہ وہ آپ ﷺ نے کی ہے حالانکہ وہ نہیں کی ہوتی تھی اس بات کا تعلق ظاہر ہے جسم سے نہیں ہے بلکہ عقل سے ہے۔

اس بارے میں علامہ ابو بکر ابن عربی نے لکھا ہے کہ سحر کے سلسلے میں جو روایتیں ہیں ان کے سب رد ہونے پر یہ نہیں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کا تخیل اس طرح متاثر ہو گیا تھا لہذا یہ الفاظ دراصل حدیث میں

افراد کے لئے جہان کی کوئی اصل نہیں ہے۔

پھر حاسد ابو بکر ایسی عورتی کہتے ہیں کہ اس قسم کی روایتیں درج ذیل طور طرد کی گئی ہیں اس طرح وہ کھیل رہا ہے جس طور اس کا اصل مقصد مجزوات کو باطل کرنا اور اس پر اعتراض کرنا مقصود ہوتا ہے کہ مجزوات اور حرم و جہاد کوئی فرق نہیں ہے اور یہ کہ (نعموا یا خا) یہ سب چیزیں ایک ہی جنس اور قبیل کی ہوتی ہیں یہاں تک حاسد کا حوالہ ہے۔

ابن الخطیب لوہر اس کی شہر لڑتے ہیں :۔ حبی ابن الخطیب کی طرح ایک لوہر شخص شہر میں رہتے ہیں تھا وہ بھی لوگوں کو اسلام کے خلاف کہانے میں سب سے پیش پیش رہتا تھا یہ بھی مسئلوں کا بہت زبردست دانشمند تھا اور اس سے بہت بڑی طرح جانتا تھا۔

ایک روز اس کا گروہ اس روز خورج کے مسلمانوں کے پاس ہوا۔ وہ مسلمان اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے تو کنگروس خورج کے درمیان بیٹھ سے دشمنی اور بد دوستی جنکس ہوئی کہ اتنی تھیں (جن سے یہودی کا کہنا تھا کہ اور ان کی دشمنی کو یہ کہہ لو چہ بچے تھے اس لئے اس وقت شمس کو ان دونوں قبیلوں کے لوگوں کا کھانا نہیں اور محبت سے ملنا نہ ہوئی طرح کھل گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ

”نکر یہ بنی قبیلہ کے لوگ اس طرح ایک ہو گئے اور ان میں آپس میں میل ملاپ ہو گیا تو خدا کی قسم ہزار سالانہ کہیں بھی نہ رہے گا۔“

لوہ و خورج کے مسئلوں میں فقہ انگیزی کی سازش ہے۔۔۔۔۔ اس کے بعد اس نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک نو جوان یسوی کو بلا کر کہا کہ اس سے کہا۔

نہیں لوگوں کے درمیان جا کر بیٹھو اور پھر جنگ جہاں کا: کر پائیز دیا۔ " یعنی اس مشہور جنگ کا جو اس
 و خراج اہوں کے درمیان ہوئی تھی، اس جنگ کے واقعات کر کے کر پائیز نامور ساتھ ہی وہ شاعر بھی بن گئے
 جانا۔ اس جنگ کے درمیانوں قبیلوں نے ایک دوسرے کے خلاف کھڑے تھے۔ ۶۷

سزاؤں میں کامیابی :۔۔۔ چنانچہ یہ لوگوں میں مسئلوں کی مجلس میں پہنچ گیا اور اس نے جنگ بھارت کا ذکر پکڑ دیا اس پر بے نیازی میں ان افسدوں نے بھی مایہ جنگ کے مداخلت کا ذکر شروع کر دیا ایک قبیلہ والے نے کہا کہ اس وقت ہمارے شاعروں نے یہ شعر کہے تھے :۔۔۔ سرے نے کہا کہ ہمارے شاعروں نے یہ شعر کہے تھے آخر ہندوستان بھڑک اٹھے اور وہ آپس میں جھگڑنے لگے یہاں تک کہ لڑنے اور خون ریزی کرنے پر آمادہ ہو گئے، انہوں نے اپنے اپنے قبیلہ والوں کو پکارا شروع کر دیا کہ لڑنے مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ، انہوں نے کہا کہ ہوس دامو میدان میں آجاء، تو غریبوں والوں نے کہا کہ لڑائی والے غریبوں کو کھار میں نہیں لے لو۔

آنحضرت ﷺ کی بروقت تشریف آوری :- چنانچہ اس فرید نور پناہ پر دونوں قبضوں کے لوگ غموریں سوئیں کہ نور احمد لے لے کر نکل آئے اور لانے کے لئے آئے سامنے آگئے، اسی وقت آنحضرت ﷺ کو ان جادو اور ہنگامے کی خبر ہوئی، آپ ﷺ فوراً اسی نور پر ماسرہ مسلمان آپ ﷺ کے ساتھ تھے ان کو لے کر اس روز نامہ گاہ میں تشریف لائے وہیں پہنچ کر آپ ﷺ نے ان لوگوں کو مخاطب کیا اور انہیں سکھاتے ہوئے فرمایا۔

اے مسلمانو! اللہ کا یعنی اللہ سے نارو، کیا ہر اے اے اوس بار اے غزوہ کہ کہ تم نے پھر وہی جاہلیت کا

و عوی شرعاً کہہ رہا ہے جب کہ میں ابھی قہر سے درمیان موجود ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی ہدایت دے کر قہر سے درمیان محبت و الفت پیدا فرمائی اور اسلام کے ازلیہ قہر سے درمیان سے جاہلیت کی نفرتیں مٹادی ہیں، اسلام ہی کے ذریعہ اللہ نے تمہیں کفر کے گمراہیوں سے نکالا اور قہر سے درمیان محبت و برائی پیدا فرمادیا۔

صلح صفائی :-..... آنحضرت ﷺ کے ان الفاظ پر لوگوں کو ایک دم ہوش آیا کہ ہم شیطان کے فریب میں پھنس گئے ہیں اور یہ کہ یہ سب ان کے دشمنوں کا پھیلا ہوا جال تھا، چنانچہ وہ سب فوراً ہڈ پڑے اور جگہ لوں کے لوگوں نے خروج ہوا ہوں اور کفر جہنم کے لوگوں کو گئے گا کہ اپنے دل صاف رکھیں، اس کے بعد یہ سب آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی وہاں سے واپس آ گئے۔ اسی صلح میں اللہ تعالیٰ نے اس ایسے قسم کے حقائق پر آیت ذیل فرمائی۔

قُلْ مَا أَفْعَلُ لَكُمْ كَيْفَ لَمْ تَصْلُحُوا مِنْ سَبِيلِ الْمَوْنِ لَنْ يَنْفَعَكُمْ جُورُكُمْ هَذَا (سورہ آل عمران، پ ۳۰۳) (ترجمہ) : کب ﷺ فرما دیجئے کہ اے اہل کتب کیوں بناتے ہو اللہ کی راہ سے ایسے شخص کو جو ایمان نہ پاس طور پر کہ کبھی ماحول سے جو اس راہ کے لئے حالانکہ تم خود بھی ایمان نہ کھتے ہو۔

جاہلیت کی گنداؤں کی مصافحت :-..... جاہلیت کے زمانے میں جب دو طاقتور قبیلوں میں لڑائی ہو چلا کرتی تھی تو دونوں فرقے اپنے اپنے کیموں کو بٹھاتے اور پھان کے کر پکڑا کرتے تھے جس پر دونوں طرف کے لوگ، تعمیر الفاظ کر دہڑ پڑتے اور خون ریزی شروع ہو جاتی اس "یافان" کے کفر کو اسلام نے آخر مٹایا، آنحضرت ﷺ نے اس کلمے سے بڑا لڑی کا عند کرتے ہوئے فرمایا۔

"اگر تم کسی شخص کو جاہلیت کے گھمبوں کے ساتھ فریاد کڑے ہوئے سنا تو اسے باپ دلا کے ہم سے فریاد کرنے سے منع کرو اور خود بھی کسی کی طرف باپ دلا کر مہلک نہ کرالیں، راستہ کو۔"

یعنی اس سے حال کو کہ اپنے باپ کا کہ تم جواب میں اس کے باپ کا نام لے کر اس کو برا نہ کہو بلکہ اس نے جو اس طرح فریاد کر کے غلطی کی ہے اس سے اس کو منع کرو اور سچے کرو۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت ذیل فرمائی تھی :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ابْتَغُوا الْفِرَاقَ مِنَ الظُّلُمِ الْأَوَّلِ الْكِتَابِ تَرَوْهُ كَيْفَ يَهْدِيكُمْ يُخْرِجُ

(وقت ۱۰۰، سورہ آل عمران، پ ۳۰۳)

ترجمہ :- اے ایمان والو! اگر تم کہناؤ کے کسی فرقہ کا حق لوگوں میں سے جن کو کتب دی گئی ہے تو وہ لوگ تم کو قہر سے ایمان لانے پہنچے گا فرما دیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے ان آیتوں کو اس وقت پڑھ کر سنا جبکہ آپ ﷺ لوں و خروج کی صفوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے، آپ ﷺ نے بول ہی بلند توڑے یہ آیتیں پڑھیں انصاروں نے اپنے تعمیر پیکہ دیے اور دروازے جیسا کہ بیان ہوا۔

خود را فضیلت دیگر اہل نصیحت :-..... حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے مدینہ کے یہودی قبیلہ "لوں اور قبیلہ خزرج کے لوگوں پر آنحضرت ﷺ کا ذکر کر کے ان کو دھمکایا کرتے تھے، لیکن یہ کہا کرتے تھے کہ مگر یہ ایک نبی ظاہر ہوں گے جو ایسے ایسے ہوں گے کہ ہم ان نبی کے

ساتھ مگر حمیس، عابد اور ہم کی قوموں کی طرح قسم قسم کر کے دکھادیں گے، جیسا کہ یہ بات پیچھے بھی دہشت حق کے بیان میں گزر چکی ہے۔

چنانچہ اب جبکہ آنحضرت ﷺ کا علو ہو گیا اور آپ مدینہ تشریف لے آئے (تو بھی یہودی آنحضرت ﷺ کے مخالف ہو گئے اور ان کی وفود کے لوگ اسلام کے دامن میں آگئے لہذا اب حضرت عوہ ابن ابی لہب اور حضرت بشر ابن براۓ نے یہودیوں سے کلمہ

اُسے کہہ دیا اور اللہ سے ڈرا اور اسلام قبول کر دیا، جب ہم مشرک کافر تھے تو تم لوگ ہمیں آنحضرت ﷺ کا نام لے کر دھمکیاں دے رہا کرتے تھے، ہم سے کیا کرتے تھے کہ تمھیں ﷺ ظاہر ہو چکے ہیں اور یہاں تک کہ تم حضور ﷺ کا طیر تک ہمیں بتایا کرتے تھے۔"

اس پر سلام ابن حنظل نے نبی انصاریہ کے یہودیوں میں ایک سربراہ کو روک کر کہا، کیا تم میں کوئی محمد ﷺ میں وہ نشانیاں موجود نہیں ہیں جو ہم تمہارے ساتھ بیان کیا کرتے تھے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ مُحَمَّدٌ بِزَيْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِّمَا نَعْبُدُ وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى قَبَائِلِهِمْ تَكْفُرًا وَلَمَّا جَاءَهُمْ مُنَادٍ لِّمَنْ هُمْ يُنَادُونَ فَلَمَّا رَأَوْهُ قَالُوا كَذِبًا عَلَيْنَا لَلَّذِي عَلَى الْكَافِرِينَ (سورہ بقرہ، پہلے صفحہ ۱۱ آیت ۱۱)

ترجمہ: اور جب ان کو ایک ایسی کتاب پہنچی یعنی قرآن جو منجاب اللہ ہے اور اس کی بھی تصدیق کرنے والی ہے جو پہلے سے ان کے پاس ہے یعنی توریت حالانکہ ان کے تئیں وہ خود بیان کیا کرتے تھے کہ اسے ہمارے حبیب وہ چیز آج بھی اس کو وہ خوب جانتے پہانتے ہیں تو اس کا صاف انکار کر بیٹھے سو جس حد کی بارگاہیہ منکر ہو۔

ایک یہودی عالم کا احمقانہ غصہ: حق تعالیٰ کا ارشاد ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُولُوا اللَّهُ عَلَىٰ شَرِّهِمْ مِنْ خَلْقٍ قُلْ مَا قَوْلُ الْكَافِرِ الَّذِينَ جَاءَهُمْ نُوْرٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ قَالُوا قَوْلُ الْفُلَانِ (آیت ۱۱ سورہ بقرہ، پہلے صفحہ ۱۱)

ترجمہ: جبکہ ان سے دیا جائے تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی آپ کہنے کو وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ لائے تھے جس کی یہ کہینے ہے کہ وہ خود ہے اور لوگوں کے لئے وہ ہدایت ہے۔

ان آیت کے نازل ہونے کے سبب سے حلقی ایک قول ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مالک ابن صفیہ سے فرمایا کہ یہودیوں کا ایک بڑا سردار اور عابد تھا۔

"میں حمیس اس ذات کی قسم دے کر یہ جانتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی کہ کیا تورات میں یہ بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ستم سے ستم سے حر یعنی یہودی راہب سے نفرت فرماتا ہے، کیونکہ تم بھی ایسے ہی ستم سے عابد ہو، تم اپنے مال کا کھانا کھاتے ہو جو کہ حمیس یہودی راہب کو دیتے ہیں۔"

یہ بات سن کر وہاں موجود لوگ ہنسنے لگے مگر خود مالک ابن صفیہ بگڑ گیا اور حضرت عمرؓ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔

اللہ تعالیٰ نے کسی بھی انسان پر کوئی چیز نہیں باری۔"

یعنی اس طرح فساد اور جھگڑا جس نے خود اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی

کتاب تورات کا بھی انکار کر دیا جب یہ بات یہودیوں نے سنی تو وہ اپنے اس عابد یعنی ملک ابن صیف پر جگر کے طور
انہوں نے اس سے کہا

”یہ تمہارے مصلحتی ہم کیا بات کہہ رہے ہیں۔“

ملک نے کہا کہ تم جتنے نے مجھے خسر والا دیا تھا ان لئے میں نے جھگڑا ہٹ میں یہ بات کہہ دی
تھی مگر یہودیوں نے اس کی اس حرکت کو موافق نہیں کیا بلکہ اس کو اس سرداری اور برائی کے عندے سے
بہتر دیا اور اس کی جگہ کعب ابن اشرف کو مسترد کر دیا۔ کچھ ملک نے یہ بات کہہ کر خود تورات کی سچائی پر بھی حملہ
کیا تھا۔

باہمی جنگوں میں آنحضرت ﷺ کا واسطہ دے کر یہودی دعا بھی :- ایک قول ہے کہ
آنحضرت ﷺ کے عہد سے پہلے مدینہ کے یہودیوں میں سے بنی قریظہ اور بنی النضیر و الجہدہ کے یہودی جب
عرب کے مشرک قبیلوں یعنی بنی اسد بنی غطفان بنی حبیہہ اور بنی خزیمہ سے لڑتے تو کہا
کرتے تھے۔

”اے اللہ! ہم تجھ سے تیرے اس اُتی بنی کے واسطے سے مدد اور فتح مانگتے ہیں جس کے مصلحتی تو نے
وعدہ فرمایا ہے کہ اس بنی کو آخر زمانے میں ظاہر فرمائے گا، تو ہمیں اس بنی کے واسطے سے فتح نصرت عطا فرما۔“
ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ، ”اے اللہ! ہمیں اس بنی کے نام پر فتح نصرت عطا فرما جو اخیر زمانے
میں ظاہر ہونے والا ہے اور جس کی طرف ہمیں مدد و نصرت تو دیتا ہے،“ چنانچہ اللہ تعالیٰ بنی قریظہ کو نصرت فرمادیا
تھا۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ اے اللہ! اس بنی کو بعد ظاہر فرما۔ جس کا ذکر ہم تورات میں پاتے ہیں
اور جو حق دشمنوں کو مذہب دے گا اور ان کو فتح کرے گا۔“

ایک روایت میں ہے کہ غیر کے یہودیوں کی اکثر قبیلہ غطفان سے نکلیں ہوتی رہتی تھیں مگر یہ
یہودی ہی نکلتے کہتے تھے۔ آخر ایک دن یہودیوں نے یہ دیکھا کہ بنی قریظہ کی سطران میں چھان ہوئی اس کے بعد
جب بھی ان یہودیوں کی غطفان وطلوں سے جنگ ہوتی تو وہ ہمیشہ یکہ جہاں گئے اور اس کی برکت سے قبیلہ غطفان کو
فلست ہوئی۔

آنحضرت ﷺ سے یہود کے شرارت آمیز سوالات :- فرض اسی طرح مدینہ میں یہودیوں
نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر ایسے سوالات پوچھنے شروع کئے جن سے حق اور باطل گٹھ جو جائیں اور بات
صاف نہ ہو سکے (مقتدر رسول اللہ ﷺ کو پریشان کرنا تھا) چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے رسول کے مصلحتی کعب بنی
سے سوال کیا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدینہ کے کھیتوں
میں سے گزر رہا تھا، آنحضرت ﷺ کھجور کی ایک خوشی کو حصار کے طور پر لئے ہوئے تھے، اسی وقت ہم یہودیوں کی
ایک جماعت کے پاس سے گزرے وہ لوگ آنحضرت ﷺ کو کہہ کر آپس میں کہنے لگے۔

”میں سے انکی کوئی بات نہ پوچھا کہ میں نے جواب میں کوئی ناکامی بات سنی ہے۔“ ایک روایت میں یہ
لفظ ہیں کہ تاکہ یہ تمہیں کوئی ایسی بات نہ سنا سکے جو ہمارے لئے ناہموار ہو۔

ترجمہ: جب چٹائی سے کہہ دیجئے کہ اگر میرے دل کی باتیں لکھنے کے لئے مسند کا پانی روشنائی کی جگہ ہو تو میرے دل کی باتیں ختم ہونے سے پہلے مسند ختم ہو جائے اور باتیں احاطہ میں نہ آئیں اگرچہ اس مسند کی مجلس دوسرا مسند اس کی جگہ کے لئے ہم نے آئیں۔

کتاب کثاف میں ہے کہ دوما گورائیم کے زاریہ یسوعی کے بارے میں جو یہ بات کہی گئی کہ ہمیں
بہت قصور و اظہر و اعلیٰ ہے اس پر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔

”کیا یہ بات صرف اللہ ہی نے کہی تھی ہے یا آپ ﷺ بھی اس بات میں اللہ کے ساتھ شریک ہیں؟“

W. J. G. S. J. G. S.

”ہمیں اور قسطنطنیہ کو بہت قویٰ اظہار کیا ہے۔“

المواصلة

علم کے درجے جیکار میں انسانی حصہ :..... ”آپ ﷺ کی باتیں بھی عجیب ہوتی ہیں ایک وقت آپ ﷺ یوں کہتے ہیں کہ جس کو حکمت اور روحانی زندگی ملی اس کو خیر کثیر اور بد دوست بھلائی حاصل ہوگی، دوسرے وقت آپ ﷺ کہتے ہیں (کہ ہمیں بار حقین دونوں ہی کو بہت تعز و اطمینان کیا ہے)۔“

اس برآمدگی نے کہ ایک نازل فرما۔

وَلَوْلَا إِعْزَازِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرٍ فِي الْغُلَامِ وَالْبَحْرِ مَعَهُ مِنْ بَعْدِهِ سَعَا أَسْرَ مَا بَدَتْ كَلِمَاتِ الْقُرْآنِ اللَّهُ تَعَالَى حَكِيمٌ
(تيسه سورة لقمان باب ۲۱ ص ۳)

ترجمہ اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم میں جائیں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سمات سمندر اور ہر جائیں تو ان کی باتیں فہم نہ ہوں، وہ تک خدا تعالیٰ کی در دست حکمت والا ہے۔

پہلے کی طرح کھانا کھاتے

قیامت کے متعلق سوال :-..... بھرا سی طرح یودیوں نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے ہم چھا کر نگر
آب ﷺ کی جس توبہ بتلائے کہ قیامت تک قائم ہو گی اس پر یہ آیت ان کے جواب میں نازل ہوئی۔

تو مجھ پر لوگ آپ ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا قرآن کب ہو گا، آپ ﷺ فرمادے ہیں کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کے وقت اس کو واسطہ ﷺ کے کوئی طور ظاہر نہ کرے گا۔

موسیقی علیہ السلام کی نو خطائیوں کے متعلق سوال :- اسی طرح ایک مرتبہ ۱۰ یسوی در سوال
خدا تعالیٰ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے ان آئین کے بارے میں سوال کیا۔

وَلَمَّا نَسُوا مَا وَعُثُوا إِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ يُفْصِلُ بَيْنَ الْيُتِيمِ وَالْيَتِيمِ الَّذِي يَرِثُ مِنْكُمْ وَإِنَّمَا يَرْثُ ذَلِكَ الَّذِينَ عَلَى الْيَتِيمِ بِالْقِسْطِ وَإِنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (١٠١)

ترجمہ: پوربم نے موسیٰؑ کو کھیلے ہوئے نو ہتھوڑے دیئے جب کہ وہ نئی سر اٹکل کے پاس آئے تھے سو

1. *Journal of Management Studies*, 1997, 34, 1, 1-14.

آپ ﷺ نے اس مسئلے سے بوجھ دیکھتے تو فرعون نے ان سے کہا کہ اسے موسیٰ میرے قیل میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر لیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ان یہودیوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: (یعنی بتایا کہ وہ تو نکٹا نہیں یہ ہیں)۔
 اللہ نے ساتھ کسی حج کو شریک نہ ٹھہرا دینا مست کرد، سوائے حق کے کسی شخص کی جان نہ لو جس کو اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کیا ہے، چوری مت کرد، سرور جادو کرنے کے کسی کو قصاص نہ پہنچاؤ، کسی بادشاہ کو صاحب اقتدار کے پاس کسی کی داخل خودی نہ کرد، سود کا مال نہ کھاؤ، گھروں میں بیٹھے والی عورتوں پر ہستان نہ باندھو، اور اسے یہودیہ اتم پر غاص طور سے یہ بات لازم ہے کہ تم سیکڑ کے دن جو یہودیوں کا جبرک دن ہے، کوئی علم نہ پڑتی نہ کرو۔“

تصدیق حق مگر اعتراف حق سے انکار: اس پر چند لوگوں یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اور پیروں سے لور لے لے۔

ہم کو حق دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا۔

”پھر تم مسلمان کیوں نہیں بن جاتے؟“

انہوں نے کہا۔

”ہمیں یہ ہے کہ اگر ہم مسلمان بن گئے تو یہودی ہمیں قتل کر دلائیں گے۔“

یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے آجہاؤں کی تخلیق کے متعلق بھی سوال کیا، یعنی اس کے ذمے کے ہیں اور اس طرح زمین کی تخلیق کے متعلق نیز اسی طرح زمین اور آسمان کے درمیان جو کچھ ہے اس کی تخلیق کے بارے میں جو جہاں آپ ﷺ نے فرمایا۔

اجزائے کائنات کی تخلیق کے دن:۔۔۔ ”زمین کو اقول اور ہر کے دنوں میں تخلیق کیا گیا، پھر پہاڑ اور ان کے اندر جو کچھ ہے اس کو سنگ کے دن پیدا کیا گیا۔ (یہ اپنا پچھ اسی لئے سنگ کے دن کو سنگ یعنی بھاری دن بھی کہا جاتا ہے، پھر سمندروں، پانیوں، شوروں، استیوں اور درختوں کو بدھ کے دن تک تخلیق فرمایا، پھر آسمانوں کو جسرات کے دن پیدا فرمایا، پھر سورج، چاند، ستاروں اور فرشتوں کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا۔“

پھر انہوں نے کہا کہ اس کے بعد کیا ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا۔

”پھر حق تعالیٰ کی قہر موش پر حملہ فرما دیا۔“

یہودیوں نے کہا۔

”اگر آپ ﷺ اس کے بجائے یہ فرماتے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا تو بات ٹھیک ہو جاتی۔“

کیونکہ یہودی یہ کہتے ہیں کہ پھر شیخ کے روز حق تعالیٰ نے کرم فرمایا تھا، اسی سے یہ لوگ شیخ کے دن کو ہم المرحوم بھی کہتے ہیں، اسی سلسلے میں حق تعالیٰ نے یہ آیتیں بدل فرمائیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ يَعْلَمُوا مَا عَلَّمَهُمْ وَلَئِنْ كُنَّا إِلَّا

(نیکو صورت میں، پ ۲۶، ص ۳)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے اور مہاں میں ہے ان سب کو چہ دن میں پیدا کیا

اور ہم کو اعلان نے چھوٹا تک نہیں سوائے کی باتوں پر مبر کچھ۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اقول اور میر کے دن زمین بٹائی، منگل کے دن پہاڑ جاتے جوت کے دن سرسبز اور درخت پیدا فرمائے، جمعرات کے دن چاند، چاند، چاند، چاند اور درخت سے نور آفتاب و صبح ستارے پیدا فرمائیں جو کہ دن انسان کو پیدا فرمایا اور سچے کے دن اللہ تعالیٰ تخلیق سے فارغ ہوا۔
مگر اس روایت کے سامنے میں گذشتہ روایت کی وجہ سے مشکل پیدا ہوتی ہے کہ تخلیق کیا اللہ اسچے کے روز ہو تو پہلے کا آخری دن جسے ہو گا اور یہی بات گذشتہ اقول کی غیاب پر زیادہ درست ہے۔

شام کے دو بیسویں عالموں کا قبول اسلام :- حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

شَهِدَ اللَّهُ لَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَالُوا لَبَّيْكَ يَا إِلَٰهَ الْغَلْبَةِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَىٰ لِنُورٍ مِّنْ لَّدُنْهُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ (سورہ اکل عرفان ص ۳۳ ص ۳۴)

ترجمہ: گواہی دے کہ اللہ ہے اللہ ہے اس کی کہ بجز اس ذات کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کے ہیں کہ اعتدال کے ساتھ انتقام رکھے والے ہیں، ان کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں بلاشبہ دین حق اور مقبول اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

اس آیت کے بدل ہونے کے سبب کے مطلق کہا جاتا ہے کہ دو بیسویں عالموں کو جو ملک شام کے حاکم کے تھے آنحضرت ﷺ کے ظہور کی خبر نہیں ہوئی تھی، دونوں ایک دفعہ یہ آئے تو ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے کہا۔

”یہ شر اس نبی کے یہ یعنی شر سے کتاب مشابہ ہے جو آخری زمانے میں ظاہر ہونے والے ہیں؟“

اس کے بعد ان لوگوں کو یہ چلا کہ آنحضرت ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے اور آپ ﷺ اس شر میں جبرست کر کے آگئی پکے ہیں اب جبکہ ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ ہی محمد ﷺ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں انہوں نے کہا۔

”ہم آپ ﷺ سے ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کا ٹھیک جواب دیا تو ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا چھو، تو انہوں نے کہا

”ہمیں اللہ کی کتاب میں سب سے بڑی گواہی اور شہادت کے مطلق شہادے؟“

اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے اس کو ان دونوں کے سامنے عطا فرمایا، میں پر ایمان لے آئے۔

ایک بیسویں سوال :- (حال) حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئی انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

”اے محمد (ﷺ) یہ جنات اور انسان میں نے پیدا کئے ہیں، اور ایک روایت کے لفظ اس طرح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نور کے پردوں سے پیدا فرمایا، آدم علیہ السلام کو گندے قطرے سے پیدا کیا، انیس کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا، آسمان کو دھواں سے پیدا کیا، اور زمین کو پانی کے بھاگ سے پیدا کیا، اب ہمیں

آپ ﷺ اپنے چہرہ و بدن کے ہر حصے میں نمایاں کرامات کو کسی چیز سے پیدا کیا گیا۔

سورۃ اخلاص کا نزول :- اس پروردگار پر آنحضرت ﷺ کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا یہ وقت آپ ﷺ کے اس جبرئیل علیہ السلام آنے اور انہوں نے آپ ﷺ سے کہا:

”اپنے آپ ﷺ کو قابو میں رکھئے۔“

پھر انہوں نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی پہنچائی

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (سورۃ اخلاص، پ ۳۰)

ترجمہ: آپ ﷺ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وہ جتنی اللہ اپنے کمال ذات و صفات میں ایک ہے، اللہ ایسا ہے جتنا وہ ہے کہ وہ کسی کا متکبر نہیں اور اس کے سب متکبران ہیں، اس کی ہولناکی نہیں ہوتی، وہ کسی کی ہولناکی سے ہولناک نہیں ہوتا۔

یعنی حق تعالیٰ اپنے جہاں اور کمال کی صفات میں بیکار ہے اور جسم غیر اسے پاک ہے اپنی ذات ہر کائنات کے لئے واجب الوجود ہے، یعنی اس کی ذات ہی اس کے وجود کا حاکم کرتی ہے، وہ ہر ماسوا میں اپنے طائر ہر ایک سے مستغنی ہوا ہے، پتھر ہے، لہو ہے کہ اس کے ساتھ جو بھی ہے وہ اس کی محتاج ہے۔

اقول۔ موافق کہتے ہیں، اس موقع پر جبرئیل علیہ السلام کا نزول ہوا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حق پروردگار کے سوال پر آنحضرت ﷺ خاموش ہو گئے تھے اور آپ ﷺ میں جانتے تھے کہ حق کو کیا جواب دیں، جیسا کہ اس قسم کی صورت اس وقت بھی پیدا ہوتی تھی جبکہ حضرت عبداللہ بن سلام نے آپ ﷺ سے سوال کیا تھا کہ آپ ﷺ اپنے رب کی کج صفات بتائیے، اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

قرآن مجید و غیرہ کی جو روایات ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس سورت کے نازل ہونے کا سبب بتا کر بیان کیا ہے اور وہ ثابت وہی ہے جو آگے حضرت عبداللہ ابن سلام کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ میں آنے کا اس بات میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے کہ یہ سورت ایک سے زائد مرتبہ مختلف سبب کے تحت نازل ہوئی ہو۔

کتاب اللغات میں قوصاف میں لکھا ہے کہ سورۃ اخلاص ایک سے زائد مرتبہ نازل ہوئی ہے، ایک مرتبہ تو یہ سورت مشرکین مکہ کی بات کے جواب میں نازل ہوئی اور دوسری مرتبہ مدینہ کے اہل کتاب کی بات کے جواب میں نازل ہوئی، اور اس سے پہلے اسی کتاب میں یہ لکھا گیا ہے کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی۔

اس بارے میں ایک شبہ بھی کیا جاتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سے پہلی مرتبہ مکہ کے مشرک یہی سوال کر چکے تھے اور اس پر یہ سورت نازل ہو چکی تھی تو پھر دوسری مرتبہ جب آپ ﷺ سے یہی سوال کیا گیا تو آپ ﷺ اس وقت بھی یہی خاموش رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ جواب دینے کے سلسلے میں اس سورت کے دو بار نازل ہونے کے متعلق دے دیے، یہ بات بھی قرین قیاس نہیں کہ آپ ﷺ اس سورت کو بحول جے ہوں گے۔

اس سلسلے میں کتاب برہان میں یہ ہے کہ اکثر ایک دینی اپنے بلند مرتبے کی وجہ سے نازل کی جاتی ہے اور اس کا سبب اور موقع پیدا ہونے پر دوبارہ اس لئے بھی نازل کی جاتی ہے کہ مہلک لوگوں سے لگن نہ جائے، مگر واضح ہے کہ کسی وحی کے دوسرے نازل ہونے کا یہ سبب ہونے کے باوجود آنحضرت ﷺ کا اس موقع پر جواب

دینے سے پہلے جواب کا اقرار کرنے کی وجہ کچھ میں نہیں آتی۔ (انڈیا بائبل فوار ہے)۔

ایک یہودی عالم آخرش اسلام میں :- یہودیوں کے بہت بڑے مالوں میں ایک عبد اللہ ابن سلام تھے۔ مسلمان ہونے سے پہلے ان کا نام تھیں ابن سلام تھا، جب یہ مسلمان ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کا نام عبد اللہ رکھا، یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، حق تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں ان کی تعریف فرمائی ہے۔

وَصَلَّىٰ كُنُوزَهُ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ وَقَدْ كَفَرَهُ (سورہ انفال ص ۲۶، سورہ آل عمران ۱۰۰)
ترجمہ: اور بنی اسرائیل میں سے کوئی کو ان کا بھی کتاب پر گواہی دے کر ایمان لے آئے اور تم تمہاری ہی میں رہو۔
یہ حضرت عبد اللہ ابن سلام قبیلہ بنی قریظہ کے یہودیوں میں سے تھے جیسا کہ بیان ہوا، ان کے دروازہ رسول اللہ ﷺ رسید تھی کہ وہ یوسف علیہ السلام کے گھر پر آئے تھے اسی وقت یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کا کام سنا، انہوں نے آنحضرت ﷺ کا یہ کام اس وقت سنا کہ یہ قند "نوکہ اسلام کو زیادہ سے زیادہ عام کرو، دہشتہ داروں کے حقوق لو کرو، لوگوں کو کھانا کھلاؤ یعنی اپنا دستِ خیر دے دو، مسیح و کھو، اور راتوں کو اس وقت اللہ کا نام لو اور عبادت کرو جبکہ لوگ سو رہے ہوں اور ان اعمال کے نتیجہ میں مسلمان بننے کے ساتھ جنت کے حق دار بن جاؤ۔"

چترہ انور دیکھ کر بے اختیار تعجب فرمے :- خود حضرت عبد اللہ سے ہی روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ جو حق و جرات آپ ﷺ کی خدمت کرنے کے لئے آپ ﷺ کے پاس پہنچنے لگے، چنانچہ میں بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھا، اس بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ قبائش جاکر آپ ﷺ سے ملے تھے اس بارے میں گفتگو آگے آئے گی۔

فرض عبد اللہ ابن سلام کہتے ہیں کہ جوں ہی میں نے آنحضرت ﷺ کے چرے پر نظر ڈالی میں کچھ گیا کہ یہ چہرہ مجھ سے توئی کا چہرہ نہیں، ہاں سنا اس کے بعد میں نے آپ ﷺ کو یہ کہنے سنا (جو پہلے بیان ہوا)۔
ان سے کوئی شبہ نہیں ہوتا چاہئے کہ آنحضرت ﷺ نے "ہا جملہ بالخصوص قبائش اور شہر قرمانی تھے یا مدینہ میں، کیونکہ اگر آپ ﷺ نے یہ صحبت و غول موقعوں پر فرمائی ہو تو اس میں کوئی اشکال کی بات نہیں ہے، فرض حضرت عبد اللہ نے جیسے ہی آنحضرت ﷺ کا یہ کام سنا تو فوراً پکار اٹھے۔

"میں کو انہی چہروں کو آپ ﷺ جیسے ہیں اور یہاں لے کر آئے ہیں؟"

ابن سلام کے گھر والوں کا اسلام :- یہ کہتے ہیں کہ پھر میں اپنے گھر والوں کو انہوں میں سے گھر والوں کو بھی اسلام لانے کا حکم دیا چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئے مگر میں نے اپنے گھر والوں کے اسلام کو یہودیوں پر ظاہر نہیں کیا بلکہ ان سے چھپا کر رکھا، اس کے بعد میں حضرت ابوبکرؓ کے مکان میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے عرض کیا۔

یہود کو اور است پر لانے کی ایک تدبیر :- آپ ﷺ کو معلوم ہے کہ میں یہودیوں کا سردار اور ابن سردار ہوں اور اس مذہب کا خود بھی سب سے بڑا عالم ہوں اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا ہوں، میں چاہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے میں یہاں ایک طرف پوشیدہ ہو کر بیٹھوں اور پھر یہودی آپ ﷺ کے پاس آئیں، آپ ﷺ ان کو اسلام کی دعوت دیتے ہو اور اس سے پہلے کہ انہیں میرے اسلام لانے کی خبر ہو آپ ﷺ ان سے میرے

ہارے میں لانا کی رائے پر مجھے کیونکہ یہودی قوم میں کہ ان کے دل میں کچھ ہو تا ہے اور زبان پر کچھ ہوتا ہے یہ لوگ پرے سے دور رہنے کے جوئے اور عقیدے میں اگر ان کو معلوم ہو گیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو یہ مجھ میں ایسے اپنے عیب نکال دینے کے جن سے مجھے دور کا بھی واسطہ نہیں لہذا جبکہ اس اعجاز سے پہلے وہ میرے متعلق کچھ بھی نہ کہیں گے اس لئے ان کی رائے معلوم کرنے کے بعد ان سے وعدہ لے لیا کہ اگر میں آپ کی جگہ بیرونی آؤں اور آپ جگہ کی اپنی ہوئی کتاب یعنی قرآن مجید پر ایمان لے آؤں تو وہ بھی آپ جگہ پر اور آپ جگہ پر داخل ہوں اور اپنی کتاب پر ایمان لے آؤں گے۔“

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو بلا بھیجا، جب وہ لوگ حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

”اے گروہ یہودی اتم پر افسوس ہے اللہ سے ڈرو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تم جانتے ہو کہ میں حقیقت میں اللہ کا رسول ہوں اور میں تمہارے پاس حق بخار چھٹی لے کر آیا ہوں، اس لئے اسلام قبول کر لو!“

ابن سلام بحیثیت یہودی یہودی کی نظر میں :- اس پر یہودیوں نے کہا کہ ہم آپ ﷺ کے متعلق کچھ نہیں جانتے، آنحضرت ﷺ نے یہی بات جن مرتبہ ان سے کی اور ہر مرتبہ انہوں نے یہی جواب دیا، آخر آپ ﷺ نے فرمایا:

”تو یہ اللہ کا ہی اسلام تم میں کس قسم کا قوی ہے؟“

یہودیوں نے کہا:

”ہمارے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں، ہم میں سب سے بڑے عالم ہیں اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں، ایک روایت میں یہ لکھا ہے کہ وہ ہم میں بہترین قوی ہیں اور بہترین قوی کے بیٹے ہیں، یعنی اللہ کی کتاب اور ان کو سب سے زیادہ جانتے والے ہیں، ہمارے سردار ہیں ہمارے بزرگ ہیں اور ہم میں سب سے افضل انسان ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”تو اگر وہ اس بات کی گواہی دہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی کتاب پر ایمان لے آؤں تو کیا اس کے بعد تم لوگ بھی مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟“

یہودیوں نے کہا: ”ہاں!“ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابن سلام کو پکار کر فرمایا کہ باہر آ جاؤ، جب وہ سامنے آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا:

”تمہارے ابن سلام آیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی کتاب پر ایمان لے آؤں تو کیا اس کے بعد تم لوگ بھی مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟“

یہودیوں نے کہا: ”ہاں!“ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ابن سلام کو پکار کر فرمایا کہ باہر آ جاؤ، جب وہ سامنے آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا:

”اے ابن سلام آیا تم اس بات کو نہیں جانتے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی کتاب پر ایمان لے آؤں تو کیا اس کے بعد تم لوگ بھی مجھ پر ایمان لے آؤ گے؟“

مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کرے۔“

ابن سلام بحیثیت مسلمان یہودی کی نظر میں تہ۔۔۔ ابن سلام نے کہا

”جس اے کہ وہ یہودی قوم پر انہوں نے، اللہ سے ذرا رحم ہے اس ذات کی جس نے سوا کوئی عبادت کے راقی نہیں تم یقیناً جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور حق اور سچائی لے کر آئے ہیں۔ بعض دہانوں میں یہ اضافہ بھی ہے کہ تم اپنی کتاب قرأت میں آنحضرت ﷺ کا نام اور علیہ بھی لکھا ہوا ہے۔“

یہودی یہ بات سن کر اپنی بات سے ہٹ گئے اور انہوں نے بکر کر ابن سلام سے کہا۔

”تو بھولے لو کہ ہے، تو ہم میں خود بھی یہ ترین ہے اور یہ ترین شخص کا جواب ہے۔“

اس روایت میں یہودیوں نے آیت اشرکا و ان شرکا کہا ہے جو تیسرے سے وہ بد کا اور بدکاری قسم کا لفظ ہے کیونکہ فصیح جملہ شرک و ان شرکا ہو گا۔ (تو کہ یہودی اس قدر آپ سے باہر ہو گئے کہ انہوں نے انتہائی جاہلانہ انداز میں حضرت ابن سلام کو برا بھلا کیا نظار کی کہ روایت میں شرکا کا لفظ ہی ہے۔

معرض یہ سن کر حضرت ابن سلام نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

”یا رسول اللہ! میں اسی بات سے ذرا حقا میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا تھا کہ یہ لوگ بڑے جموں انتہائی وعابہ اور کینہ خلعت ہیں۔“

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو ابلیس کر دیا، اور عبد اللہ نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قُلْ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ عَلٰمٌ لِّمَنْ اُنزِلَتِ السُّرُورُ

ترجمہ: آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن منجاب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی کہو اس جیسی کتاب پر گواہی دے۔

یعنی تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ آسمانی کتاب یا رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور اس کا انکار تم کرو ہے ہو اس وقت کوئی ایسا کہو آجائے جو خود بنی اسرائیل یعنی قصیدی ہی قوم میں سے ہو، مگر وہیں حضرت عبد اللہ ابن سلام جو ایمان لائے تو تم پھر بھی تکبر ہی میں رہو گے تو اللہ تعالیٰ ایسے خالم اور سرکش لوگوں کو جاہلیت میں رکھ دیا کرتا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: مگر کتاب خصائص کہی میں تدویان کیا گیا ہے وہ اس تفصیل کے مطابق نہیں ہے۔ خصائص میں ابن مس کر کی کتاب جو تاریخ شام کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ عبد اللہ ابن سلام آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے آپ ﷺ کے پاس مکہ ہی میں پہنچ گئے تھے، آپ ﷺ نے ان سے پوچھا۔

”تمہاری ابن سلام ہو جو عربیہ دنوں کے بڑے عالم ہیں؟“

انہوں نے عرض کیا، ہاں آپ ﷺ نے فرمایا۔

”میں تمہیں اس دولت کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر قرأت نازل فرمائی کہ کیا تم نے میرا عید اور حالات اللہ کی کتاب یعنی قرأت میں نہ سے لیا؟“

انہوں نے کہا

”اے محمد ﷺ! بے ادب کا نسب دیا کیجئے؟“

یہ سن کر آنحضرت ﷺ خاموش رہ گئے یعنی آپ ﷺ اس بات کا جواب نہ دے سکے، اسی وقت جبرئیل علیہ السلام نے پورا انہوں نے آپ ﷺ کو سوراخا میں ڈھک کر سنائی، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے عبد اللہ ابن سلام کے جواب میں ان کو یہی سورت پڑھ کر سنائی، جس پر ابن سلام نے کہا:

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے دین کو دوسرے تمام دینوں پر غالب فرمائے گا، بے شک میں نے آپ ﷺ کا حلیہ اور حالات اللہ تعالیٰ کی کتاب میں پڑھے ہیں بخیر و بیکار۔"

اس نئی بات نے آپ ﷺ کو گولہ اور طوفانِ خبری سنا دیا اور اسے دانا بنا کر سمجھا ہے، آپ ﷺ میرے ساتھ اور میرے رسول ہیں۔"

جیسا کہ اس سے پہلے قرات کے حوالے سے یہ بیان ہو چکا ہے۔

فرض اس تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے کہ ابن سلام مکہ ہی میں مسلمان ہو چکے تھے مگر انہوں نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا، لیکن اگر یہ بات صحیح ہے تو مدینہ میں آنحضرت ﷺ سے ملاقات کے وقت ابن سلام نے یہ کیوں کہا کہ جیسے ہی میں نے آنحضرت ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھا میں سمجھ گیا کہ یہ کسی جھوٹے کوئی کا چہرہ نہیں ہو سکتا، اسی طرح وہ یہ نہ کہنے کہ میں آنحضرت کا حلیہ اور نام جانتا تھا، اسی طرح وہ یہاں مدینہ میں آنحضرت ﷺ سے وہ باتیں اور سوالات نہ پوچھتے جو آگے ذکر ہوں گے اور نہ ہی ان کو وہ ہدایہ اسلام قبول کرنے کی ضرورت تھی۔

اب اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن مبارک نے جو یہ کہہ لیا ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ابن سلام نے مدینہ میں جو یہ کہہ لیا اور کیا اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ یہودیوں پر ہمت اور دھمکی کا ٹم کر سکے۔

ابن سلام کے مختلف واقعات :- ابن علی حضرت ابن سلام کا یہ واقعہ ہے کہ وہ نہ کے مقام پر حضرت علیؑ سے ابن کی ملاقات ہوئی، وہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد کا ہے جبکہ حضرت علیؑ کو خلافت کے لئے بیعت دی جا رہی تھی، وہ مدینہ سے بصرہ چلے گئے کیونکہ ابن کو معلوم ہوا تھا کہ حضرت عائشہؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اپنے ماقبیلوں کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے بصرہ چلے گئے ہیں، جنگِ جمل کا سبب بنی، واقعہ ہو گیا۔

فرض یہ ذرا سے گزرتے ہوئے حضرت علیؑ کی ملاقات حضرت عبد اللہ ابن سلام سے ہوئی، ابن سلام نے جیسے ہی حضرت علیؑ کو دیکھا انہوں نے فوراً ان کے گھونے کی راہ میں پکڑی اور کہا:

"اے ابوالہشیم! آپ ﷺ مدینہ سے نہ جائے، اللہ کی قسم اگر آپ ﷺ یہاں سے چلے گئے تو مدینہ میں مسلمانوں کی شوکت اور سلطنت بیکار ہو جائے گی۔"

اس پر بعض لوگوں نے ابن سلام کو برا بھلا کہا اور یہ کہا کہ اسے یہودی کی اولاد تھی اس معاملے سے کیا سروکار ہے، اس پر حضرت علیؑ نے کہا:

"میں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، یعنی وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں یہ بہت اچھے لوگوں میں سے ہیں۔"

قبولیت دعا کی گزری۔۔۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عبد اللہ ابن سلامؓ سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے کہا۔

”مجھے بتائیے کہ جمعہ کے دن دعا قبول ہونے کی گزری کون سی ہے؟“

انہوں نے کہا کہ جمعہ کے دن کی آخری گزری، میں نے کہا
”یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ گزری مسلمان کو دعا کے لئے حبس کرتی ہے تو اس وقت وہ نماز میں مشغول ہوتا ہے جبکہ آپ ﷺ جو گزری تھرو رہے ہیں اس میں کوئی نماز نہیں ہے۔“

اس پر ابن سلامؓ نے کہا

”میں رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شخص جمعہ کو نماز کا انتظار کرتا ہے وہ انتظار کی حالت میں بھی اس کے لئے نہی ہوئی ہے یہاں تک کہ وہ نماز شروع نہ کر دیتا ہے۔“

مگر ابن سلامؓ کے اس جواب پر بھی شبہ باقی رہتا ہے کیونکہ صحیحین کی روایت ہے (اس کے بعد یہ شبہ بھی نہیں رہتا کہ آنحضرت ﷺ کی مروی نماز سے نماز کے انتظار کی حالت ہے کیونکہ اس میں صاف طور پر قائم کا لفظ بھی ہے کہ جمعہ کے گناہ گزری آتی ہے اور جب وہ گزری آتی ہے تو اس وقت مسلمان گزرا ہوا نماز پڑھتا ہوا ہوتا ہے مگر اس گزری میں وہ اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ تو یقیناً اس کو حاصل ہو گا۔ ابن ماجہ کے حوالہ سے ایک قول یہ نظر سے گذر کہ ابن سلامؓ کا جو یہ جواب تھا یہ دراصل آنحضرت ﷺ کے ہی الفاظ تھے جو انہوں نے نقل کئے، ابن ماجہ میں عبد اللہ ابن سلامؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

”تو ہر ایک کتاب حتیٰ قورات میں ہے کہ جمعہ کے دن ایک ایسی گزری آتی ہے جس میں ایک سو من بندہ اگر کوئی بھی دعا مانگا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور اس کی تکرار پوری کرتا ہے۔“

عبد اللہ ابن سلامؓ کہتے ہیں کہ اس پر آنحضرت ﷺ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ، یا ایک گزری کا کچھ حصہ ہو تا ہے، میں نے عرض کیا۔

”آپ نے کچھ فرمایا رسول اللہ ﷺ کہ ہر قوم ایک گزری ہے جس کا چھ حصہ ہے، پھر میں نے عرض کیا کہ وہ گزری کون سی ہے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا دن کی گزری اس میں سے آخری گزری۔

میں نے عرض کیا کہ وہ نماز پڑھنے کی گزری نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا۔

”ہے شک! حقیقت میں بندہ اس میں ایک نماز کے بعد صبح بھینتا ہے تو اس کو نماز ہی روکتی ہے، لہذا وہ نماز ہی کی حالت میں ہوتا ہے۔“

اب کہا صحیحین کی روایت میں قائم کا جو لفظ ہے اس سے نماز کے لئے قیام کرنے یعنی گزرا ہونے کا لہوہ کرنے کا مراد ہے (قائم سے مراد قائم نہیں ہے اور لہوہ سے مراد صبر کی لہوہ قائم کرنے کا لہوہ کرنے کا لفظ ہے)

ایک قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یہ گزری اللہ تعالیٰ نے اٹھائی (یعنی اس گزری کی یہ تاثیر ختم فرمادی) مگر ایک قول یہ ہے کہ وہ گزری اب بھی باقی ہے اور یہی قول صحیح ہے اور اسی کی بناء پر اس پر سے

میں ایک قول ہے کہ اس گمراہی کا کوئی نیک نتیجہ نہیں نکلا۔

ایک قول ہے کہ اس کا زمانہ متعین ہے اور اس قول کی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ اس بارے میں کیا قول میر ایک روایت کے مطابق اس بارے میں چاہیے کہ نہیں۔

میر علی گڑھ ابن یاسین اور سر کشن یسودہ جس قسم کا واقعہ حضرت ابن سلام کو یسودیوں کے ساتھ پیش کیا اسی طرح کا واقعہ یسودہ ابن یاسین کو اپنی قوم کے ساتھ پیش آیا یہ ابن یاسین بھی یسودیوں کے سمت سے سرور تھے ایک روز یہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

”یہ رسول اللہ یسودیوں کو بلا کر ان سے بات چیتے اور ان کے حکم پر چلتے کیونکہ وہ لوگ اپنے سب معاملات میں میر ا فیصلہ ہی مانتے ہیں۔“

چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اندر کے حصے میں پھینک دیا اور پھر یسودیوں کو بلا بھیجا۔ جب وہ لوگ آئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

”تم لوگ اپنے اور میر سے درمیان کسی شخص کو حکم نہ دلو“

(یعنی میر سے حلقی قلم سے لئے وہ شخص جو بھی فیصلہ کر دے تم اس کو قبول کر دے) یسودیوں نے

کہا۔

”ہم لوگ اس بارے میں یسودہ ابن یاسین کے فیصلے پر اٹھیں یہ چاہئیں گے۔“

(یعنی ابن یاسین کا جو بھی فیصلہ ہو گا وہ ہمارے لئے قابل قبول ہو گا۔ آپ ﷺ نے اسی وقت ابن یاسین کو

بکرا کر باہر تہذیب ابن یاسین فوراً باہر نکل آئے اور انہوں نے پکار کر اعلان کیا۔

”میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ یحییٰ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔“

یہ مسئلہ ہی یسودی اپنے وعدہ سے پھر گئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے حلقی ابن یاسین کا فیصلہ

ماننے سے انکار کر دیا۔ اللہ اعلم

آنحضرت ﷺ کی نبوت کو اچھی طرح چہنئے اور پاسنے کے بعد جو یسودیوں نے جس طرح اس کا انکار

کیا اس کی طرف قصیدہ ہمزہ کے شاعر نے اپنے ان شعر میں اشلہ کیا ہے۔

بَعْرُ قَوْمٍ	وَلَيْكِبُ رَوْحُ	بَطْلَانَا
كُفْرُهُ	الشَّهَادَةُ	الشُّهَدَاءُ
أُولُوهُ	لَهُ	تَصْقِيهِ
فِرَاقُهُ	وَعَوَاقِبُهُ	بَسْمَاءُ
كَيْفَ	يَهْدِيهِ	الْإِلَهِ
حَسْرَتُهُ	تَجَنُّبُهُ	الْعَصَاءُ

مطلب یہ کہ لوگ اس بات کو جانتے پہچانتے تھے کہ آپ ﷺ ہی وہ نبی ہیں جن کے لئے لیلۃ القدر

کر رہا تھا مگر ظاہری طور پر انہوں نے اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ ان کے اسی حکم کی وجہ سے جو چاہتے پہچانتے

دانے لوگ تھے انہوں نے بھی اس بات کی شدت اور گواہی کو چھپایا۔ اللہ کے اس فور یعنی نبوت کو وہ لوگ اپنی

زبانوں سے منکر چاہتے ہیں مگر یہ ممکن نہیں ہے اور کہیں یہ نہ سکتا ہے جبکہ اسی فور سے ظاہر اور باطن میں وہ شنی

ہے۔ اللہ تعالیٰ کہے ان کے دلوں کو جو ایت عطا فرما سکتا ہے جبکہ ان سرکشوں نے اپنے دلوں کو اس کے صیب کی

دشمنی سے بھر دیا گیا ہے۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں: سورہٴ انفاس کے ذیل ہونے کے سبب کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ جب نجران کے مسیحیوں کا وفد توہور انہوں نے سٹیٹ یعنی تین مسیحوں کی بات کی تو مسلمانوں نے ان سے پوچھا کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ نے اس پر مسلمانوں نے کہا۔
”تو پھر تم اس کے سوا دوسروں کی پرستش کیوں کرتے ہو اور تم نے اللہ کے ساتھ دوسرا خدا کیوں بنائے؟“

اس پر انہوں نے کہا کہ ہمیں خدا تو ایک ہی ہے مگر جب مسیح علیہ السلام اپنی ماں کے پیٹ میں تھے تو خدا نے ان میں طول کر لیا تھا اس پر مسلمانوں نے کہا
”مسیح علیہ السلام کہا یا پھر بھی کرتے تھے؟“

انہوں نے کہا: ہاں، کہا یا پھر بھی کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہٴ انفاس ذیل فرمائی اور آنحضرت ﷺ کو علم ہوا کہ آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کی ذات سب سے بے نیاز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

اس سے مسیحیوں کے اس قول کی تردید کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ جن میں کا تیسرا ہے۔ اَللّٰهُ الْغَنِيُّ یعنی وہ بے نیاز ہے۔ وہ اس کو کہتے ہیں جس کے پیٹ نہ ہو یعنی جس کو کھانے پینے کی ضرورت نہ ہو، لہٰذا اس سے یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کھانے پینے کی محتاج نہیں ہے۔
اس سورت کے ذیل ہونے کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ یہ بات آپ ﷺ سے قریش نے کہی تھی کہ اسے اللہ ﷻ ہمیں اپنے رب کا نسب دکھائیے، مگر اس بارے میں تو شبہ ہے وہ کفر کا لفظ اعظم حق تعالیٰ کا لفظ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَعْلَمُونَ أَنَّكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَأَمْوَالُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ وَأَنْفُسُ أَهْلَيْكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ وَأَنْفُسُكُمْ

(آیت سورہٴ انفاس سورہٴ ۵)

ترجمہ: اے نبی! امرائے اہل ہدایت! تم لوگ میرے اللہ انسانوں کو جو کہنے ہیں میں نے تم پر عہد پورا کر دیا، تم میرے عہد کو یاد رکھو! ان کا میں تمہارے عہد کو یاد رکھتا ہوں۔

یسوی کی ہیبت و حسرتی۔۔۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ یسوی عالموں اور خدا ہی خدائوں سے فرماتا ہے کہ تم لوگ میرے اس عہد کو یاد رکھو جو میں نے تم سے اپنے نبی کی تصدیق اور ان کی پیروی کرنے کے سلسلے میں لیا تھا پھر میں اس طرح تمہارے ساتھ لکے ہوئے اپنے عہد کو پورا کروں گا کہ تمہارے لئے لوگوں کی اس حق اور شدت کو منسوخ کر دوں گا لہٰذا تم لوگ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے لوٹیں گا فرار ہو (یعنی جس طرح شرکوں میں قریش کہ سب سے پہلے کافر کھانے اسی طرح اہل کتاب میں تم لوگ پہلے کافر ہو، جبکہ تمہارے پاس نبی ﷺ کے متعلق ایسا عمل علم اور خبریں ہیں جو تمہارے حال و سوا دوسروں کے پاس نہیں ہیں، تم لوگ حق اور سچائی کو چھوڑ دے ہو حالانکہ تم اس کو جانتے ہو، (ی) یعنی میرے ظہور اور ان کے پیغام کے متعلق تمہارے پاس جو علم اور خبریں ہیں ان کو مت چھوڑو، کیونکہ تمہارے پاس جو قلم بھیجے ہیں ان کی رو سے تم آنحضرت ﷺ کو جاننے ہو اور ان کتابوں میں ان کا ذکر ہوتا ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہودیوں کو لوگوں میں سے مٹنے اور بے کے لوگوں میں صرف حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہی مسلمان ہوئے۔ حارثہؓ نے ان کے ساتھ عبداللہ ابن مسعودؓ کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہ بھی مسلمان ہوئے مگر حافظہ ابن جریر نے کہا ہے کہ کسی صحیح سند کے ساتھ مجھے عبداللہ ابن مسعودؓ کے اسلام کا حال نہیں معلوم ہو سکا بلکہ یہ بات فقیر حارثہؓ کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔ (ابن کثیر عبداللہ ابن مسعودؓ کے ساتھ ان یہودوں میں ان کا بھی شامل کیا جاتا ہے جن کا ذکر پہلے کر رہا ہے۔

ابن مسعودؓ کا واقعہ اسلام نے ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے اسلام قبول کرنے کا ذکر تفصیل کی ذیل پر حضرت عبداللہؓ کے اپنے اسلام کا بیان کرنے کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ان کو آنحضرت ﷺ کے ہجرت کر کے مدینہ آنے کی خبر ہوئی تو وہ فہمی میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، طوہر ابن مسعودؓ سے یہ روایت ہے کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آنحضرت ﷺ کے آنے کی خبر دی، میں اس وقت ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کام کر رہا تھا اور میری پھوپھی درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں، میں نے آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کی خبر کو بہت اہمیت اور اشتیاق کے ساتھ سنا، اس پر میری پھوپھی نے کہا۔

”اگر تم سو ہی ابن عمرؓ کے حلقے بنو شہر تو شاید اس کو بھی اتنی اہمیت نہ دیتے۔“

میں نے اپنی پھوپھی سے کہا۔

”یقیناً یہی ہے کہ تم اگر یہ سو ہی ابن عمرؓ کے ہی بھائی تو میں اور ان ہی کے دین پر ہیں وہی پیغام یہ لے کر آئے ہیں جو، اے لے۔“

اس پر انہوں نے نہ۔

”نہیں کیا یہ وہی کی ہیں جن کے حلقے ہمیں تہابا جا رہا تھا کہ وہ قیامت کے قریب ظاہر ہوں گے۔“

کے ۲۱

میں نے کہا، ”ہاں ایسا ہی نہیں ہا۔“

آنحضرت ﷺ اور قرب قیامت ۔ ان سلسلے میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”میں قیامت کے قریب ظاہر ہوں گا کہ میرے ذریعہ اس اللہ کی عبادت ہو جو الٰہ ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور میرا ذاتی میرے بڑے کے سامنے میں دکھایا ہے، میری مخالفت کرنے والوں پر وقت اور پستی طاری کر دی گئی ہے۔“

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ کی شہادت اور بیچ کی انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں اور قیامت میں دونوں انگلیوں کی طرح یعنی ساتھ ساتھ ہیں، یعنی ہم دونوں بالکل قریب قریب ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ میں میں قیامت کے وقت ظاہر کیا گیا ہوں، فرق یہ ہے کہ میں قیامت سے اسی طرح پہلے آیا ہوں جیسے پہلے اس انگلی سے پہلے ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جتنی یہ انگلی اس انگلی سے پہلے ہے اسی میں قیامت سے پہلے ہوں۔

حارثہؓ جہرتی نے کہا ہے کہ بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے اتنی ہی زائد ہوتی ہے جتنا انگوٹھوں کو چھوڑ

کہ ساتویں یعنی کن اٹلی کا گواہ حاضر ہو گا ہے بالکل ای طرح جیسے آٹھواں سات دونوں کے مقابلے میں ایک نہ سات کا گواہ ہو گا ہے۔

دوسرے یہ بات حضرت عباسؓ کی روایت میں کراہی ہے کہ نہ پائی عمر ساتوں ہے جن میں سے ہر دن ایک ہزار سال کا ہے اور یہ کہ آنحضرت ﷺ کا حضور حق میں سے آخری دن میں ہوا ہے۔

دوسرے ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریمؐ کو ہوا اور اسے پیش کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے عاجز نہیں ہے کہ اس امت کی عمر آٹھ دن یعنی پانچ سو سال اور زیادہ ہے۔

اس بارے میں ایک شریعہ پورا ہو گا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک مرتبہ قیامت کے حلقہ پر چمکایا کہ وہ آپ آئے گی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس بارے میں سوال کرنے والے سے زیادہ میں خود بھی نہیں جانتا، گو یا اس روایت سے معلوم ہو گا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خود بھی قیامت کے حلقہ معلوم نہیں تھا بلکہ گزشتہ روایت کا لحاظ یہ ہے کہ آپ ﷺ قیامت کے بارے میں جانتے تھے۔

اس شریعہ کے جواب میں قرآن کا ارشاد پیش کیا جاتا ہے یعنی خود قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کا علم صرف حق تعالیٰ کو ہے اس کے حلقہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا نہیں جانتا اب جہاں تک آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ میں خود قیامت اس طرح پہنچانے کے لیے جیتے رہا تھا، قرآن کا مطلب یہ ہے کہ میرے اور قیامت کے دور میں کوئی اور نبی نہ آئے والا نہیں ہے جو کوئی دوسری شریعت لے کر آئے جس کے نتیجے میں میری شریعت منسوخ ہو جائے اللہ آنحضرت ﷺ قیامت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ کی امت کی امت میں اس سے کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں، چنانچہ اس سے یہ ثابت نہیں ہو تا کہ آنحضرت ﷺ قیامت کے وقت کے بارے میں صحیح علم رکھتے تھے، غرض حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہ میں آنحضرت ﷺ کا طریقہ اور آپ ﷺ کا ہم پہلے سے جانتا تھا کہ آپ کے حلقہ خبریں قیامت میں چند دکانوں کا قیامت کا واقعہ میں ہے کہ آپ کے حلقہ یہ سب باتیں جانتے ہوئے میں ان کو چھپا تھا اور اس بارے میں بالکل خاموش تھا، جہاں تک کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ سے مل کر میں نے عرض کیا۔

آنحضرت ﷺ سے اہل اسلام کے تین سوال : ۱۔ اے محمد ﷺ میں آپ ﷺ سے نہیں اسکی چیزوں کے حلقہ پر پھٹا ہوں جن کے حلقہ میں سے سوا اور دوسرا کوئی نہیں جانتا تھا، قیامت کی نشانوں میں اولین نشان کیا ہے؟ ہمت کے لوگ سب سے پہلے کھانا کیا کھائیں گے؟ اور قیامت سے یہ کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ پھر بھی باپ کے مقابلے ہو گا ہے اور بھیجیوں کے مقابلے ہو گا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے یہ سوالات سن کر فرمایا کہ ان کے جوابات لکھے ابھی ہر نیک علیہ السلام نے آکر لکھائے ہیں، عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا۔

”یہ یعنی ہر نیک علیہ السلام فرشتوں میں موجودی کے دشمن ہیں۔“

ایک قول ہے کہ یہ جملہ عبداللہ ابن مسعودؓ کا ہے، مگر ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہی نے یہ بات کہی ہو۔

ابن مسعودؓ روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے کہا۔

”آپ ﷺ پر وہی لے کر کوئی آتا ہے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا، ہر نیک علیہ السلام میں یہی مسودہ ہے کہ

”وہ تو ہر مسودہ دشمن ہیں، کاٹیں ان کے سوا کوئی دوسرا شریعت آپ ﷺ پر وہی لایا کرتا ایک روایت میں

یہ لفظ ہیں کہ، اگر میکائیل علیہ السلام آپ ﷺ پر وحی لایا کرتے تو ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آتے، کیونکہ جبرئیل چاہی برہائی اور بدعت لے کر آتے ہیں، جبکہ میکائیل ذر خیزی اور سلامتی لے کر برہائی لے جاتا ہے۔ جبرئیل سے یسوع کی دشمنی:۔۔۔ جبرئیل علیہ السلام سے یسوعیوں کی دشمنی کی وجہ یہ تھی کہ ان کے خیال میں جبرئیل علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ آخری نبی من کاویا کو اقتدار دے وہ ان میں یعنی بنی اسرائیل میں سے جائیں جو اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، مگر جبرئیل علیہ السلام نے یہ نبی اسرائیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نہ پایا۔

دشمنی کے اسباب:۔۔۔ جبرئیل علیہ السلام سے ان کی دشمنی کا سبب ایک اور بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کے نبی پر یہ وحی بھیجی گئی تھی کہ شاہ جنت نصر بیت المقدس کو چارہ ہاراج کر لے والا ہے اس پر بنی اسرائیل نے اپنی قوم کے سب سے زیادہ بددعا اور طاقتور شخص کو جنت نصر کے قتل کرنے کے لئے بھیجا، مگر جب اس شخص نے وہاں پہنچ کر بادشاہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو جبرئیل علیہ السلام نے اس کو امیہ کرنے سے روک دیا اور کہا۔

”اگر تمہارے پروردگار نے جنت نصر کو تم لوگوں کے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے تو وہ تمہیں اس بادشاہ پر مسلط نہیں ہونے دے گا۔“

اس شخص نے جبرئیل علیہ السلام کی اس بات کو مان لیا اور وہاں سے واپس آیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل نے سرکشی اختیار کی اور حضرت شیواہ کو قتل کر دیا تو ان کے بادشاہ جنت نصر نے حملہ کیا اور بیت المقدس کا محاصرہ کر کے ذرہ بذر بنی اس کو گرجا کر لیا پھر اس نے قورات کے لئے ہمارے اور بیت المقدس کو چارہ ہاراج کیا۔

اسی طرح جبرئیل علیہ السلام سے یسوعیوں کی دشمنی کا ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو یسوعیوں کے درویشا دیا کرتے تھے، بہر حال یہ تمام ہی باتیں ان کی دشمنی اور عدولت کا سبب ہو سکتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا جواب:۔۔۔ غرض رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن سلام کے تین سوالوں میں سے پہلے کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

”جہاں تک قیامت کی باتیں فرماؤ گے قتل ہے تو وہ ایک آگ ہو گی جو مشرق سے مغرب تک بھڑک اٹھے گی، اور جہاں تک دستوں کی باتیں فرماؤ گے قتل ہے تو وہ بھل کے بھڑکنا حاصل ہو گی۔“

یہ بھی گوشت کا ایک ٹکڑا تو ہوا ہے جو بھڑکے لوہے کا ہوا ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ یہ سب سے زیادہ غور فرما کر فرمایا ہے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ بہترین اور طاقتور شخص چڑھتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک نعل ہو گا جو اپنا سینکڑا کر بھلی کو چھو کر سے گاؤں میں جاوے گا تو اس میں سے وہ حصہ جنت الے کہا جائیگا کہ اس کے بعد پھر وہ بھلی زندہ ہو گی اور وہ اپنی ارم سے اس نعل کو داغ کرے گی پھر اس کو بھی جنت الے کہا جائیگا کہ وہ پھر اسی طرح یہ نعل زندہ ہو جائے گا۔

غرض پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

حافظہ انھیں خبر کھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میدانِ مشر میں قیام کے بارے میں مومنوں کو جو کہ کاغذ اب نہیں دیا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے زمین کے طبق کو ایک روٹی میں تبدیل فرمائے گا تاکہ مومنین اللہ کے نعم سے اپنے جیروں سے لے کر بغیر کسی تکلیف اور پریشانی کے اپنا پیٹ بھر سکیں۔

(قول) اس حدیث کا یہ مطلب ہونے کی جاسکتا ہے کہ ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے اس میں بھی یہی بات دوسرے لفظوں میں فرمائی گئی ہے کہ روئے زمین تبدیل ہو کر ایک سفید روٹی کی طرح بن جائے گی اور اہل اسلام اس وقت تک اس میں سے کھا کر اپنا پیٹ بھر سکتے ہیں کہ جب تک وہ مصیبتِ کتاب سے غوراً نہیں ہو جائیں گی یہاں تک اہل غیر کا حوالہ ہے۔

اب یہ بات کڑی روایت کی رو فتنی میں قاضی غور ہے جس میں کڑا ہے کہ یہ زمین چاندی کی زمین میں بدل جائے گی اور یہ کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روٹی کی صورت میں جو زمین کو بدلا جائے گا وہ میدانِ مشر میں ہو گا یا ہی طرح۔ چنانچہ جو قول کڑا ہے کہ اس وقت ہی صراطِ ہوں گے، ایسا بات ہی صراط سے کڑے سے بعد ہو گی۔ اس روایت کی رو فتنی میں علامہ ابن حجر کا قول قاضی غور ہے۔

فرض بلکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

سب سے پہلے جن لوگوں کو حساب کتاب پانچ دن میں داخل ہونے کی اجازت ملے گی وہ مساجدوں میں کے غریب و یتیموں کو ہوں گے اور انہیں کو پانچ دن میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے جو گھر دیا جائے گا وہ پھلی کے پتھر کا پلٹے والا حصہ ہو گا۔ چنانچہ ان کی خوراک کے لئے ان کے واسطے جنت کا وہ محل دیا گیا ہے گا جو جنت کے نوروں میں چ کر پائے۔ اور انہیں ان کو جو مشروب ملے گا وہ ان فتنے کا وہ خاص کام سسٹل ہے۔

نبی کی پہچان۔۔۔ اسی طرح ایک مرتبہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا۔

”جیسا نبی کی مامت اور پہچان تھا ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا۔

”نبی کی پہچان یہ ہے کہ اس کی آنکھیں سوتی ہیں تو اس وقت بھی اس کا دل بیدار رہتا ہے۔“

ایک مرتبہ یہودیوں نے آپ ﷺ سے کہا۔

”وہ کوئی سامعہ ہے جس کو قورائتِ بادل ہونے سے پہلے ہی سر اٹھلنے سے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا

قور۔“

تعب ﷺ نے فرمایا۔

یعقوب علیہ السلام کی محبوبِ خدا کے متعلق سوال۔۔۔ ”میں تمہیں اس بات ہدی کی قسم دے کر کہتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر قورائتِ بادل فرمائی، کیا تم جانتے ہو کہ ایک دفعہ حضرت یعقوب صرا اٹھل اللہ صحتِ مختلف چار چنگے تھے، جب ہندی نے بہت طویل کھینچا تو انہوں نے لے لے اللہ تعالیٰ سے محتجائی کہ اگر اس نے انہیں اس ہندی سے شفا دے گا تو وہ اپنا سب سے پسندیدہ کھانا اور سب سے پسندیدہ مشروب اپنے اوپر حرام کر لیں گے، اور یعقوب علیہ السلام کا محبوب ترین کھانا گوشت اور محبوب ترین مشروب لوت کا دودھ تھا۔“

یہودیوں نے کہا کہ ہاں بے شک یہ بات درست ہے، یعنی یعقوب علیہ السلام نے ان دونوں چیزوں کو خاص کے بارے میں خواہشات کو کافی کرنے کے لئے اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا ایک قول ہے کہ چنانچہ یعقوب

یہ اسلام کو عرقِ انشاء یعنی جہازوں کے درمیان دروازے کی تکلیف تھی اس لئے وہ جب بھی یہ چیزیں استعمال کرتے تھے تکلیف لاحق ہوتی تھی۔

کھانوت کا گوشت پہلی استوں پر حرام تھا۔۔۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

كُلُّ الْعِلْمِ كَانَ جِوَارِيَّيْنِ إِبْرَاهِيمَ الْأَعْمَى حَرَمَ إِبْرَاهِيمَ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَكُونَ الْفُرُوقُ

(آئینہ خیال پر مشتمل ہے)

قریباً سب کھانے کی چیزیں فطرتِ قہر لے کے نکل رہی ہیں جس کے بغیر کھانا بننے لگتا ہے۔
 حرام کر لیا جانی ہو، انکلی ہو، حلال ہو۔

اس آیت کے چار ہونے کے سبب کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ "آپ ﷺ یہ بات کیسے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اور ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور دین یہ ہیں حالانکہ آپ ﷺ فوت کا کواشت کراتے اور اس کا دودھ پیتے ہیں جبکہ یہ دونوں چیزیں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام پر حرام تھیں اور حرام دین ہیں یہاں تک کہ اس کا علم قرأت کے ذریعہ ہم تک پہنچاؤ لہذا ابراہیم علیہ السلام کا پورا ہونے کا دعویٰ کرنے کے بعد آپ ﷺ اور دوسروں کے مقابلے میں مجھ پر باوجود حق دلوں ہیں۔"

اس پر ان کا جھوٹ ظاہر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جہاں فرمائی جو پیچھے ذکر ہوئی کہ یعقوب علیہ السلام نے اس کو اپنے لوہے خود حرام کر لیا تھا چنانچہ اسی لئے یہود نے کہا کیا کہ اگر تم سچے ہو تو قدرت لے کر آگاہوار سے خارج کر دے گا۔

جیش دہلی غور توں کے متعلق سوال :- یہودیوں کا دستور تھا کہ ان کی عورتوں کو جب ماہواری کا خون آتا تو اس کو گھر سے باہر کر دیتے تھے خون آنے کے طرہ میں نہ اس کے ساتھ کھاتے نہ پیچے ، عامہ واحدہ نے منسراں کا قول نقل کیا ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں عربوں کا دستور تھا کہ عورت کو ماہواری کا خون آتا تو اس کا کھانا پیسا بے چارہ کر دیتے تھے کہ یہودی یعنی آتش پرستوں کی طرح ان کو گھر میں اپنے ساتھ رکھنے نہ دیتے ، یہاں تک عامہ واحدہ کی کا کلام ہے۔

ایک مرتبہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے بھی سوال کیا گیا بعض دیناویوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

”یہ رسول اللہ! سردی بہت سخت ہے اور ہمارے پاس لوز بننے کے لئے پیزے تھوڑے ہیں، اب اگر ہم جیش والی عورتوں کو وہ پیزے دے کر بیٹھہ کر دیں تو جاتی گھر والے سردی سے اکثر کڑک بڑک ہو جائیں گے اور اگر کبڑے اسپتال گھر کو کھڑے جیش والی عورت کو بیٹھہ کر دیں تو وہ اکثر کڑ کر مر جائے گی۔“

اگر 3 نقلیہ سے آجے جملہ نقلیہ

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحْضِ قُلْ هُوَ إِذْ يَخْرُجُ الْسَاءُ فِي الْمَحْضِ وَلَا تَقْرَبُوا مِنْ حَتَّى يَخْرُجَ

($\frac{1}{2} \log 2$)

قریب: ہمارے لوگ آپ ﷺ سے میض کا حکم پوچھتے ہیں آپ ﷺ فرمادیتے کہ وہ گندی چیز ہے تو میض میں تم عورتوں سے ملنے، برا کرنا اور ان سے قربت مست کیا کرو تب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں۔ اس بارے میں اسلام کی حکم :- چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

سہارے میں اسلامی حکم : چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا۔

”بعض کے زمانے میں تم عورتوں کے ساتھ سوائے ہم بستری کے اور کچھ کر سکتے ہو۔“

یعنی ہم بستری اور اس کے معنی میں جو کچھ آسکتا ہے وہ مت کیا کرو، اس سے مراد یہ ہے کہ ناف سے کندھوں تک عورت کے بدن کا جو حصہ ہے اس میں تصرف مت کیا کرو۔ (بی) (کیونکہ آیت سے صرف اسی بات کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے کہ بعض کے زمانے میں ہم بستری کے مقصد سے عورتوں کے پاس نہیں جانا چاہئے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ہمیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ جب عورتوں کو باہر لے آئے تو ان سے ہم بستری یا محوِ روم نہ ہو مگر ظاہر نہیں ہو تا کہ انہیں گھر والے سے باہر نکلنا، جب یہودیوں کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا۔

”میں کا یعنی آنحضرت ﷺ کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ جو کچھ ہم کہتے یا کرتے ہیں اس کی مخالفت

کی ہے۔“

اس پر حضرت امیرِ ایمان خیرِ نور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہودی ایسا کہہ رہے ہیں اس لئے کہ انہوں نے ہم بعض کی مخالفت میں اپنی عورتوں کے ساتھ ہم بستری بھی کر لیا کر لیا۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، صحابہ نے کہا ہم نے محسوس کیا کہ آنحضرت ﷺ ان دونوں سے ناراض ہو گئے ہیں، جب وہ دونوں وہاں سے چلے گئے تو کسی نے جہد کے طور پر آنحضرت ﷺ کو روک دیا کہ پیش کیا، آپ ﷺ نے فوراً ہی کوئی بھیج کر ان دونوں کو بلا دیا اور وہ انہیں پالیا، اس سے ہم نے سمجھا کہ آنحضرت ﷺ سے ناراض نہیں ہوئے تھے۔

بعض مفسروں نے لکھا ہے کہ باہر لے دہی عورت کے ساتھ ہم بستری کو روک کر مسلمانوں کو افرادِ نکرہ سے روکا گیا ہے، یہودی اس کو اپنی غیر معمولی بات سمجھتے تھے کہ جیل دہی عورت کو کھر سے ہی چھو کر دیتے تھے اور عیسائیوں کے یہاں یہ بات اتنی معمولی تھی کہ وہ بعض دہی عورتوں کے ساتھ ہم بستری تک کرتے تھے۔

غیر اسلامی شعائر کے متعلق سوال :- کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دوسرے ایسے لوگ جو اصنافِ یہودی تھے اور پھر مسلمان ہوئے، وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی نیچر کے دن کی عظمت پیسنے کی طرح ہی کرتے رہے اور اللہ کو دانت کا گوشت استعمال کرتے اور نہ اس کا روخ پیتے تھے مسلمانوں کو ان کی یہ بات مانگ کر ہوئی اور انہوں نے ان سے اس کا اٹھارہ کیا تو ان مسلمانوں نے بغیر منہ نہ کھا۔

”تورات بھی قوائدِ تعالیٰ کی ہی کتاب ہے اس لئے کیا حرج ہے مگر ہم اس پر بھی عمل کرتے ہیں۔“

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ يَدْعُوكُمْ لِتَكُونَ لَهُ أَعْيُنٌ (آیت ۲۰۸)

(سورہ بقرہ، آیت ۲۰۸)

ترجمہ :- اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور فاسد طبایات میں نہ کہ شیطان کے قدم

بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا نکلا دشمن ہے۔

چاند سورج کے متعلق سوال :- ایک مرتبہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا

ایک یہودی عالم سے گفتگو

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی جانوروں میں سے ایک شخص سے فرمایا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم قوریت کو مانتے ہو جس نے کہا ہاں۔

آپ ﷺ نے پوچھا اور انجیل کو؟ اس نے کہا ہاں۔

تب آپ ﷺ نے قسم دے کر اس سے پوچھا کہ کیا تم میرا فکر قوریت اور انجیل میں دیتے ہو۔

اس پر اس یہودی عالم نے کہا۔

”ہم آپ ہی جیسے شخص کا ذکر ابھی اس میں دیتے ہیں۔ اس کا من بھی وہی ہے جو آپ ﷺ کا ہے اور اس کا سپر بھی وہی ہے جو آپ ﷺ کا ہے۔ پھر جب آپ ﷺ ظاہر ہو گئے تو ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں وہی آپ ﷺ ہی تو نہیں ہیں۔ قریب ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کچھ گئے کہ آپ ﷺ وہی نہیں ہیں۔“

آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم سے یہاں کھنے کی وجہ کیا تھی؟ اس نے کہا۔

”ہم نے کہ اس آئل والے بی کے ساتھ اس کی امت کے ستر بڑے آدمی وہاں کے جن کا نہ کوئی حساب کتاب ہو گا اور ان پر کوئی مذاب ہو گا۔ جب آپ ﷺ کو ہم نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے ساتھ قوریت تو وہاں سے کوئی ہیں۔“

آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا،

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ وہی میں ہی ہوں اور جہاں تک میرے صحابہ کی بات ہے تو وہ ستر ستر بڑے بھی نہیں دیکھ رہے تھے کہ کوئی صاحب کتب نہ ہو گا۔“

یاد لوں کی کڑک پنک۔۔۔ اسی طرح ایک دفعہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ لوں کی کڑک اور کڑک پنک کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

”یہ اس فرشتے کی آواز ہے جو یہاں لوں کا گرجا ہے اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک کوزا ہے جس سے وہ یہاں کو ہلکا ہوا کرتا ہے جہاں پہنچنے کے لئے حق تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔“

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ چمکنے والی نئی آگ کے کوزے وہ ہیں جو فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں وہ ان سے یہاں کو ہلکاتے اور دھمکاتے ہیں۔ یہاں جس کھڑک پر کوزا کیا گیا ہے وہ خرق ہے۔

خرق ایک وہاں ہونے کی کہتے ہیں جس کو اللہ کر اس سے کوزے کی طرح ہلکا جاتا ہے۔

اب حضرت علیؓ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ حدیث میں ذکر ہونے والے گرجاں فرشتے سے ہر ایک فرشتہ نہیں بلکہ فرشتہ کہہ کر جنس مراد لی گئی ہے۔ ایک روایت ہے کہ یہاں کو اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے اور پھر یہاں بحرین اللہ فرشتے لاتے ہیں اور بحرین اللہ فرشتے جنت ہیں۔ ان کا ہر لہان کی گرج ہے اور ان کا ہنسی کی پنک ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جن کو حیات کہا جاتا ہے۔ وہ جب اپنے پرول کو حرکت دیتے ہیں تو اس سے بجلی چمکتی ہے۔ (ی) ایسی شاید وہ اپنے پرول کو کڑا کے کے وقت حرکت دیتے ہیں کہ کچھ بجلی کا جھماکہ کرن کے وقت (یعنی کرن سے پہلے) ہوتا ہے (کیونکہ اصل میں جس ٹکڑا کے نتیجہ میں بجلی چمکتی ہے اس کے نتیجہ میں کرن بھی ہوتی ہے یعنی ہلکے اور کرن ایک ساتھ ہوتی ہے لیکن اکثر بجلی پہلے چمکتی ہے اور کرن بعد میں ملتی دیتی ہے یہ اسی صورت میں ہوتا ہے جبکہ ہادل بہت زیادہ بلند یا رہے ہوں۔ اس صورت میں روشنی پہلے نظر آجاتی ہے کیونکہ روشنی کی رفتار بہت زیادہ تیز ہوتی ہے لہذا جیسے ہی ٹکڑا کے بعد جھماکہ ہوتا ہے وہ فوراً اپنے نعر آجاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں کرن آواز ہے اور آواز کی رفتار روشنی کی رفتار سے کہیں زیادہ کم اور سست ہوتی ہے اس لئے بجلی چمکنے کے بعد اور بعد کرن کی آواز میں تک پہنچتی ہے۔

کسی کا ایک قول ہے کہ برق یعنی آسمانی بجلی ایک فرشتہ ہے جس کے چار چہرے ہیں۔ ایک انسانی چہرہ دوسرا اٹل کے جیسا کہ تیسرا انوکھے کے جیسا کہ چوتھا چہرے کے جیسا کہ۔ جب وہ فرشتہ دم کو حرکت دیتا ہے تو وہی برق ہوتی ہے۔ (ی) ایسی شاید وہ حرکت کرن کے وقت ہوتی ہے۔

حوالہ کی شرعی تشریحات اور سائنسی تشریحات۔ (انگریز) یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ دنیا میں پیش آنے والے ظاہر ہونے والے واقعات کے اسباب جمالیہ ایک طرف ہوتی جاتے ہیں وہاں ان کے کچھ اسباب غیر مادی اور روحانی بھی ہوتے ہیں۔ یہ واقعہ کا اصل سبب جس پر اس واقعہ کے تصور کی بنیاد ہوتی ہے وہ غیر مادی اور روحانی سبب ہی ہوتا ہے جو عموماً اور مستحکمات کے واقعہ سے منجھو ہوتا ہے مگر چونکہ یہ عالم مادی ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اس میں ایک کارخانہ اسباب بھی رکھا ہے۔ وہ اسباب مادی اور محسوسات کے دائرہ میں ہوتے ہیں جن کو انسان مادی علم کے دائرہ میں معلوم کرتا ہے مگر وہ حقیقت یہ مادی اسباب ہی غیر مادی اسباب ہی کے تابع ہوتے ہیں جو مادی علم کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں۔ جو لوگ صرف مادیات اور محسوسات اسباب ہی کو سمجھتے ہیں وہ ان اسباب پر ہی قناعت کر لیتے ہیں اور ان ہی کو کسی واقعہ کے تصور کا اصل محرک قرار کرتے ہیں۔ چونکہ وہ حاکمیت کا علم ان کی دسترس اور نگاہ سے باہر ہوتا ہے اس لئے وہ ان روحانی اسباب کو کچھ سمجھتے ہیں اور ان پر غور کرتے ہیں۔

دوسرے فنکاروں میں ہوں سمجھتا ہوں کہ علم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ حاکمیت کا علم اور دوسرا مادیات کا علم۔ وہ حاکمیت کا علم شریعت کا موضوع ہے اور شریعت کے دائرہ میں اس کے امور کو اس حد تک قبول دینے جاتے ہیں جس حد تک حق تعالیٰ کی حیثیت ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مادی عالم میں ظاہر ہونے والے مختلف واقعات کے پختہ ماحول اور غیر مادی اسباب انسان کو نشانے مناسب سمجھے گئے وہ شریعت نے اتارا ہے جبکہ ان گنت وہ اسباب ہیں جن کو سمجھنا اور جاننے کی طاقت انسانی دماغ میں نہیں ہے ان کو حق تعالیٰ نے پوشیدہ رکھا۔ ان کے لئے مادیات کے علم کا شعبہ رکھ دیا گیا ہے تاکہ جو لوگ تحقیق و تنقیح کے وسیع ہوں وہ ہر واقعہ کا مادی سبب معلوم کر کے اس کو سمجھ لیں۔ لیکن کسی واقعہ کا مادی سبب جان لینا علم کی وہ آخری حد نہیں سمجھنا چاہئے جس میں ان پر مطمئن ہو کر یہ سمجھ لیں کہ اس کے حلقوں میں کا علم مطلق ہو گیا کیونکہ اس سبب کے پیچھے جو اصل سبب یا محرک کارفرما ہے وہ غیر مادی اور آسمانی ہے اور اس حد تک جس حد تک بھی رسائی ممکن ہے وہ شریعات اور قواعد دہیٹ کے دائرہ میں لیکن یہ اور ان مادی اسباب سے قطعی مختلف ہیں۔ مگر سچ ظہر مرقب)

حضرت امین عباسؓ سے روایت ہے کہ آسمانی نگلی ایک فرشتہ ہے جو ایک رقی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ہاروں کی گرن ایک فرشتہ ہے جو اس طرح ہاروں کو ان کی منزل کی طرف ہانکتا ہے اور نگلی کا جھماکہ اس فرشتے کی شکل ہے۔ (ابن ماجہ) جس سے اکثر وہ گرن کے وقت دیکھا ہے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ ہاروں کا گرن ایک فرشتہ ہے جس کے ہاتھ میں ایک کوزا ہوتا ہے جب وہ اس کوزے کو اٹھاتا ہے تو نگلی کا جھماکہ ہوتا ہے، جب وہ اس کو گرن ہاتا ہے تو گرن ہوتی ہے اور جب وہ اس سے جدا ہوتا ہے تو کوزا کا ہوتا ہے۔

ماہر سے روایت ہے کہ گرن ایک فرشتہ ہے اور نگلی اس کے پر ہیں جن سے وہ ہاروں کو ہانکتا ہے بلکہ اگر کوزا چلتی رہتی ہے وہ خود اس فرشتے کی یا اس کے ہانکنے کی آواز ہوتی ہے۔ ہر حال میں تمام روایات میں موافقت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو کامل طور پر ہے۔

ظنیوں کا نظریہ یہ ہے کہ گرن جو ہوتی ہے وہ اصل ہاروں کے انہیں میں ٹکراتے ہوئے اور گرن کھانے کے نتیجے میں ظاہر ہوتی ہے اور نگلی کا جو جھماکہ ہوتا ہے وہ بھی اسی اور گرن کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے، لہذا ظنیوں کا کہنا ہے کہ جب مس سے ہار ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے ہوئے گرن کھاتے ہیں تو اس کے نتیجے میں ایک لطیف ترنمایہ شہد آگ پیدا ہوتی ہے وہ آگ اتنی شدید ہوتی ہے کہ جس چیز کے قریب سے بھی گزرتی ہے اس کو بھسکارتی ہے مگر وہ اپنی احتمالی شدت کے ساتھ ہی مس جلد ختم ہو جانے والی بھی ہے۔

یسود کی الزام تراشیاں۔۔۔ حق تعالیٰ کا بر شاد ہے۔

مَنْ شَهِدَ مِنْ أُمَّةٍ نَوَاصِيَهَا فَاتَّخَذَ مِنْهَا نَافِلَةً (سورہ بقرہ پ ۱۳ آیت ۱۰۷)

ترجمہ: ہم کسی امت کا حکم جو موقف کر لیتے ہیں یا اس امت ہی کو ذہنوں سے فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس امت سے بھروسہ اس امت ہی کی شکل لے آتے ہیں۔

اس آیت کے ذیل ہونے کے سبب کے حقیقی ایک قول ہے کہ یودیوں نے آسمان کے منسوخ ہونے کو اپنے آپ کو انہوں نے کہا۔

”تم تمہیں کو نہیں دیکھتے کہ اپنے مولا کو ایک وقت میں ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اس سے روک کر اس کے خلاف دوسرا حکم دیتے ہیں۔ آج وہ ایک بات کہتے ہیں اور اگلے دن اس سے بھربھرتے ہیں۔“

اس پر اللہ تعالیٰ نے وہ آیت ذیل فرمائی جو صحیحی طور پر اس میں تحریر ہوئی۔

یچہ کی تخلیق کے حقیقی سوال۔۔۔۔۔ اسی طرح ایک ائمہ یودیوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ پھر کس چیز سے پیدا ہوا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

”پھر مرد اور عورت کے نطفے یعنی سمن سے پیدا ہوا ہے۔ جن میں عک مرد کے نطفے کا تعلق ہے تو وہ سلید اور گڑھا ہوتا ہے اور اس سے بنیادیں اور پٹے بننے لگتے ہیں اور جہاں عورت کے نطفے کا تعلق ہے تو وہ پتلا ہوتا ہے یعنی نرم و مائل ہوتا ہے اور اس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔“

اس پر یودیوں نے کہا:

”آپ ﷺ سے پہلے جو حصہ بھی اسی طرح کہا کرتے تھے۔ مگر میں آپ ﷺ سے پہلے ہی۔“

گناہ شیطانیوں میں سب سے بڑا گناہ ہے جس میں حضرت عیسیٰ کا ایک قول بھی اس بارے میں گزرا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کے خلاف اپنے فتنہ بھائیوں کی بدنامی وہ کیا کرتے تھے کہ اس شخص میں ہم سوائے خود قول اور ان کے ساتھ نکاح کرنے کے، کسی بات کی ہی ہمت نہیں دیکھتے اگر یہ نبی ہوتے تو نبوت کی دوسری باتوں میں ان کو خود قتل کا خیال بھی نہ آتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

وَقَدْ لَوْ عَلِمَ الْكَافِرِينَ فَلَيْتَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ لُزُومًا وَغَرَضًا (سورہ مائدہ ۱۳) اے کافر! اگر وہ لوگ جانتے تو کفر سے ان کو اپنے آپ سے لگا دیتے۔

ترجمہ: ”اور ہم نے جیسے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو اپنے آپ سے لگا دیا ہے۔“

پہلے نبیوں میں آپ کے سلیمان کی سوج بیاں اور سات سو کبیریں تھیں۔

ذاتی کو سنگسار کرنے سے گریز۔۔۔ اسی طرح ایک مرتبہ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے ایک ایسے شخص کے بارے میں پوچھا جس نے شادی شدہ ہونے کے باوجود ایک عورت کے ساتھ زنا کیا تھا۔ یہ شخص شیر کے یہودیوں میں سے تھا اور ایک معزز آدمی سمجھا جاتا تھا۔ اس نے اس عورت کے ساتھ زنا کیا تھا وہ بھی معزز عورت کہلاتی تھی اور وہ بھی شادی شدہ تھی۔ چونکہ یہ دونوں لوگ اپنے آپ کے لوگ تھے اس لئے یہودیوں نے ان کو زنا کی سزا میں سنگسار کرنا پسند نہیں کیا بلکہ اپنا ایک دفعہ مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے یہودیوں کے پاس بھیجا تاکہ وہ آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں پوچھیں۔ انہوں نے اپنے وفد کے لوگوں سے کہا،

”مدینہ میں جو صاحب مہنی آنحضرت ﷺ ہیں ان کی کتاب یعنی قرآن میں سنگسار کی سزا نہیں ہے بلکہ ان کے یہاں صرف مدینے کے نبی کی سزا ہے اس لئے اس بارے میں ان سے پوچھ کر پوچھ کر کیا کہتے ہیں۔“

ذاتی کے متعلق تو روایت کا حکم چھپانے کی کوشش۔۔۔ پہلے نبیوں لوگوں نے مدینہ آکر آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے سنگسار کی سزا کا ہی حکم دیا۔ مگر یہودیوں نے اس کو نہیں مانا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی علماء کی ایک جماعت سے فرمایا،

”میں تمہیں اس حالت بدی کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے سوئی پر توہمت نازل فرمائی کیا تم نے توہمت میں اس شخص کے لئے سنگسار کی سزا نہیں پائی۔“ جس نے شادی شدہ ہونے سے زنا کیا ہو؟“

مگر یہودی عاملوں نے اس بات سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن سلام نے ان سے کہا،

”تم جھوٹ بولتے ہو کیونکہ توہمت میں سنگسار کی آیت موجود ہے۔“

اس کے بعد وہاں توہمت منکویٰ مئی تو یہودیوں میں سے ایک شخص نے اس سنگسار کی آیت پر اس طرح اپنا تھوڑا سا لٹکا کر دیا کہ ایک دم غصہ آگیا۔ اس پر حضرت عبداللہ ابن سلام نے اس سے کہا کہ اپنا تھوڑا سا لٹکا کر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ تو دیکھا کہ وہیں پر سنگسار کی آیت لکھی ہوئی تھی۔

اقول۔ مولف کہتے ہیں یہ واقعہ صحابہ کا ہے جو ایک دوسری روایت کے خلاف ہے جس میں ہے کہ بعض یہودی عالم جن میں کعب ابن اشرف، سعید ابن عمرو، مالک ابن صفیہ اور کنانہ ابن ابی العقیل وغیرہ شامل تھے۔ ہمارے اس یعنی توہمت کی حالت خانے میں اسی دور ان میں جمع ہوئے جبکہ آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے۔ اس مجلس میں یہ لوگ ایک شادی شدہ یہودی شخص اور ایک شادی شدہ یہودی عورت کے معاملے پر غور کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے جنہوں نے زنا کیا تھا۔ (یہودیوں کے یہاں بھی شادی شدہ آدمی کے لئے زنا کی شرعی سزا سنگسار کرنا یعنی پھر مار کر ہلاک کر دینا تھا۔ مگر یہودی شرعی احکام میں بھی اپنی مرضی

کے مطابق تبدیلیاں کر لیتے تھے اور سنگد کرنے کے بجائے صرف کوزے، راکریاں، قلم کر دیتے تھے۔ اس موقع پر ابھی ایک معزز قادی کو جس نے زنا کیا تھا یہ لوگ سنگداری سے بچنا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ کی رائے لینے کا فیصلہ کیا اور آپس میں کہنے لگے،

”اگر انہوں نے یعنی آنحضرت ﷺ نے بھی صرف کوزے، راکریاں، قلم کر دیا تو ہم فوراً اس فتویٰ کو مان میں گے اور اللہ کے لئے بھی ہمارے پاس دلیل ہو گی۔ ہم اللہ سے کہہ دیں گے کہ تم نے یہی قبول میں سے ایک نبی نے ہمیں اس بات کا فتویٰ دیا تھا۔ لیکن اگر انہوں نے یعنی آنحضرت ﷺ نے سنگد کرنے کا یہ فتویٰ دیا تو اس کو نہیں مانیں گے بلکہ اس کی مخالفت کریں گے۔ کیونکہ جہاں تک مخالفت کی بات ہے تو جب ہم قرابت کی مخالفت کر سکتے ہیں تو تمہارے ﷺ کی مخالفت کرنے میں ہمارے لئے کیا رکاوٹ ہو سکتی ہے۔“

مجھے مسموعہ جلدی میں ابن عمرؓ کی ایک روایت میں یوں ہے کہ یہودی عالم آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ایک یہودی مردہ عورت نے جو دونوں شادی شدہ ہیں زنا کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا،

”سنگداری کے بارے میں تم قرابت میں کیا پاتے ہو؟“

انہوں نے کہا،

”یہی کہ ان جیسے لوگوں کا طوب لھینہ کیا جائے۔ (ی) یعنی ان دونوں کا موت کا ل کر کے انہیں دو گھوڑوں پر اٹھوا کر شہر میں گھما کر ان کی دوسوائی کریں۔“

ایک روایت کے قطع یوں ہیں کہ ان دونوں کو ایک گدھے پر اس طرح بٹھادیں کہ ان دونوں کی پیٹھ ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہو۔ پھر انہیں شہر میں گھما کر ان کے کوزے مد سے جائیں۔ یعنی گھوڑوں کی پھال کی غی ہوئی ایک دھاتی کے کوزے مد سے جائیں جو ایک خاص قسم کے سپردہ فن میں جیجی ہوئی ہو۔“

اس پر حضرت عبداللہ ابن سلام نے کہا کہ تم بھولتے ہو قرابت میں سنگد کرنے کا حکم موجود ہے۔ اس پر وہ قرابت سے کہ آئے تم اسے کھول کر انہوں نے چلائی سے سنگداری کی آیت پر ہاتھ رکھ لیا اور اس آیت سے پہلے اور بعد کی آیتیں پڑھتی شروع کر دیں۔ جس پر ابن سلام نے نہ کہ اس کا ہاتھ ہٹا لیا اور وہ آیت دکھائی کہ اس پر یہودیوں نے کہا،

”تمہارا آپ کچھ کہتے ہیں اس میں سنگداری کا حکم موجود ہے۔“

یہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سوئی نے بنی اسرائیل کے سامنے طلبہ کو پکار کر کہا،

”اب بنی اسرائیل اگر کوئی شخص چوری کرے گا تو ہم اس کا ہاتھ کاٹیں گے، اگر کوئی شخص چھوٹ جتنا ہمارے گا تو اس کو اتنی (۹۰) کوزے لگائے جائیں گے اگر کوئی ایسا شخص زنا کرے گا جس کے یہی نہ ہو تو اس کے سو کوزے لگائے جائیں گے اور اگر کوئی ایسا شخص زنا کرے گا جس کے یہی نہ ہو تو اس کو سنگد کر کے ہٹا کر دھوا جائے گا۔“ واللہ اعلم

(قول) جب یہودی اس زنا کار شخص کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تو کہنے لگے،

”اے ابوالقاسم ایک ایسے شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت کے بارے میں آپ کیا حکم دیتے ہیں

انہوں نے زنا کیا ہو؟“

آپ ﷺ نے فرمایا اس بارے میں توہمت میں کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے کہا،
”آپ ﷺ توہمت کی بات چھوڑ دیجئے۔ آپ ﷺ تو یہ بتائیے کہ آپ ﷺ کے یہاں اس بارے میں
کیا حکم ہے؟“

اس پر آپ ﷺ نے شکریہ کا فتویٰ دیا مگر انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے
ان سے کوئی بات نہیں کی یہاں تک کہ آپ ان کے وہاں یعنی توہمت چڑھنے کی جگہ یعنی طوالت خانے میں
تشریف لائے۔ یہاں روٹے پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا؟
”اے کروہ سودا میرے پاس اپنے سب سے بڑے عالم کو لے کر آؤ۔“

یہ سن کر وہ لوگ عبداللہ ابن مسعود یا ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کو آپ کے پاس لے کر
آئے اور کہنے لگے کہ یہ ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو قسم دے کر وہی بات پوچھی کہ
ایسے شخص کے متعلق توہمت میں کیا حکم ہے؟“

انہوں نے کہا ہم ایسے شخص کو بالکل ہر سوا کر کے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس پر حضرت ابن سلام نے انہیں
بھٹکایا جیسا کہ بیان ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر جب آپ ﷺ نے ان سے یہ سوال کیا تو ان سب نے وہی جملہ
جواب دیا مگر ان میں سے ایک نوجوان خاص شہرہ دل آغسرت ﷺ نے اس کو بداد قسم دے کر صحیح بات کہنے کا
اصرار فرمایا آخر اس نے کہا

ایک نوجوان سودی کی طرف سے حق بات ”بے شک جب آپ ﷺ نے قسم دی ہے تو یہی بات
گوں کا حقیقت میں توہمت میں شکریہ کا حکم موجود ہے مگر ہم نے اپنی رائے سے سوچے اور بے گناہوں کو تو
صرف گواہوں کی سزا دی تھی شرعاً کوئی اور چیز لوگوں کو شک نہ کرنے لگے۔ اس کے بعد ہم نے فی جمل کر سب
لوگوں کو ایک ہی سزا دی تھی کہ جو آپ ﷺ کو معلوم ہے (یعنی سب ہی کو صرف دسوا کر کے ہر گز نہ
بدانے کی سزا دینے لگے۔“

اس پر آغسرت ﷺ نے فرمایا

”آپ میں توہمت کے حکم کے مطابق فیصلہ دیتا ہوں۔“

عامانہ نوجوان ابن مسعود تھے۔ چنانچہ قصہ کثاف میں ہے کہ جب آغسرت ﷺ نے یہودیوں کو
علم دیا کہ اس شخص کو شک نہ کر دیا جائے۔ تو انہوں نے آپ ﷺ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اس وقت جبر کلن
نے آپ ﷺ سے کہا،

”کہنے اور ان لوگوں کے درمیان ابن مسعود کو غم نہ پہنچے۔“

ساتھ ہی جبر کلن نے آپ کو ابن مسعود کا طریقہ بتلایا۔ یہ سن کر آغسرت ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا،
”کیا تم لوگ اس نوجوان، دشمن، کو دے دو گے جسے لاکے کو جانتے ہو جو خدا کی شہادت ہے اور
جس کا ہم ابن مسعود ہے۔“

یہودیوں نے کہا

ہاں جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے توہمت کے ذریعے موافقی پر جو علوم بدل فرمائے ان کا وہ اس روئے

زمنہ پر سب سے بڑا عالم ہے۔“

بجائیتِ حکمِ الہی صورتِ یسوع کا فیصلہ اس طرح وہ اپنی صورت کو ختم جانے پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے یسوع کو اپنی صورت کی شکل میں اپنی صورت پر لکھا۔

”میں تمہیں اس ذاتِ باری کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، جس نے سوئی پر قوریت ڈال فرمائی، یہاں میں راست کھول دیا اور طور پہاڑ کو قند سے سروں پر ڈاکٹر کیا۔ جس نے فرعون کو دریا میں غرق کیا اور قند سے نوچ پالوں کو سلیقہ بخش دیا۔ جس نے قند سے لوہے کی سلاخی اٹار دیا اپنی کتابِ مآل فرمائی اور حرام کے احکام ڈال فرمائے۔ اس ذات کی قسم کہ میں تم سے پیوستہ ہوں کہ کیا تمہاری کتاب قوریت میں ایسے شخص کے لئے جس نے شادی شدہ ہوتے ہوئے نکاح کیا ہو، سنگ ساری کی سزا نہیں پاتے؟“

یہ زبردست قسم سن کر ان صورت پر لکھ جانے کا کہ جس نے قوریت ڈال فرمائی، اس پر یہودی لوہا پاش اپنی صورت پر ثبت پڑے۔ (اور ان کو برا بھلا کہنے لگے کہ اپنی صورت پر قوریت ڈال ہو گا۔)

”جیسے ڈاکٹر اگر میں نے تم سے جھوٹ بولا تو ہم پر عذاب ڈال ہو گا۔“

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سوال کے جواب میں اپنی صورت پر لکھا۔

”ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کا آپ ﷺ نے ذکر کیا یہ بات صحیح ہے۔ اگر مجھے یہ ذات ہو تا کہ جھوٹ بولے تو صورت میں قوریت جیسے جہاز کا جسم گر دے تو میں ہرگز آپ ﷺ کے سامنے اس بات کا اقرار نہ کرتا۔ آخر یہ کہ ﷺ نے بتایا کہ یہ مسئلہ آپ ﷺ کی کتاب یعنی قرآن میں کی طرح ہے؟“

”آپ ﷺ نے فرمایا۔“

”اگر چاہے اور مال تو یہی اس بات کی گواہی دی کہ عورت کے ساتھ اس طریقہ کا کیا ہے جیسے مرد اپنی سلاخی میں شادی شدہ کو شادی جھڑپ کرنا کہ باک کر دینا چاہیے۔“

پھر سن کر ان صورت پر لکھا۔

”قسم ہے اس ذات کی جس نے سوئی پر قوریت ڈال فرمائی، اللہ تعالیٰ نے سوئی پر بھی قوریت میں اپنی حکم ڈال فرمایا۔“

زنا کاروں پر شہابی سزا کا اجرا۔۔۔ اب اگر میں سب عقیدہ والوں کو درست بنا جاؤں تو ان میں موافقت قائل ہو جائے۔

فرض یہ کہ اپنی صورت پر آنحضرت ﷺ سے آپ ﷺ کی نبوت کی بعض ایسی نشانیاں ہو چکیں جن کو وہ جانتے تھے۔ اس کے بعد اپنی صورت پر لکھ شہادت پڑھا اور یہی انکی ﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ یہ بات ان میں سے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان صورت پر مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر پیچھے گزرا ہے کہ حاکم الہی نے ان سے ان قول کو صحیح حکیم کرنے سے انکار کیا ہے۔

فرض یہ وہی ہے کہ اس طرح جہت تمام ہو جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب چار گولہ ڈبو اس شخص کی زنا کاری کے خلاف پڑھاؤ گا۔ چنانچہ وہ لوگ چار گولے کرتے جنہوں نے اس بات کی شہادت دی کہ ہم نے اس شخص کے حصو حاصل کو اس عورت کی شرم گاہ میں اس طریقہ سے بھینچ دیا جسے مرد و بی بی سلاخی ہوتی ہے۔

یہودی علماء کا یہ خوف تھا کہ تمہیں آنحضرت ﷺ کی وجہ سے انکی روزی نہ ملے گی جائے۔ کیونکہ جہاں تک یہودی علماء کی روزی کا تعلق تھا تو اس کے ذمے دار ان کے عوام تھے نہ اس وقت تک جب تک وہ عوام تو بیت کے احکام پر عمل ہی انہوں یعنی یہودی مذہب کے پیادے ہوں لہذا ان کو یہی ہمارا تھا کہ اگر ان کے عوام مسلمان ہو گئے تو ان سے ان کی آمدنی اور روزی کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ (یہ اپنا نچو وہاں لوگوں سے جو مسلمان ہو جاتے تھے کیا کرتے تھے۔

”اپنا وہاں ان لوگوں یعنی عبادہوں پر مست فریق کرو جسکا دار ہے کہ تم باطل قرآن اور کتاب نہ ہو چکے۔“

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
 ﴿ثُمَّ يَنْتَظِرُونَ الْفَيْصُومَ فَتَأْتِيهِمْ سُرْعًا وَنُفُورًا فَتَقَعُ الْحَرُورُ فِي خِلْفِهِمْ لَهُمْ نَارُ سُنْبُوتٍ يَوْمَئِذٍ يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورہ نسا واپ ۵، ص ۱۶ آیت ۱۴)
 ترجمہ۔۔۔ جو کہ نکل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی نکل کی تعلیم کرتے ہیں اور وہ اس چیز کو پر شیدہ رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے۔

یعنی آنحضرت ﷺ کی مسند پر ان کی کتاب تو بیت میں موجود تھیں ان کو چاہتے تھے کہ اس میں آپ ﷺ کے حلقے پر علیہ تھا کہ آپ ﷺ سر نکلیں آنکھوں اور میانہ قد والے ہوں کہ اور کچھ تحریر لے ہاویں اور طبع و صورت ہوں گے۔ یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر اس علیہ کو مٹا دیا اس کی جگہ یہ کیا کہ ہم اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کا جو علیہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ کا قد لمبا ہو گا، آنکھیں نیلی ہوں گی اور بال بیدار ہوں گے۔ پھر انہوں نے تو بیت کے حوالے سے یہی علیہ اپنے بیروں کے سامنے پیش کیا اور کہا۔
 ”یہ ہے اس نبی کا علیہ جو آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے۔“

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
 ﴿إِنَّ الْغَيْثَ يُنْكَسُونَ مَا نَزَّلْنَا اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ السَّحَابِ فَأَرْسَلْنَا فِيهِ غُلَامًا فَذَلَّلْنَا لَهُ الْفُلْجَ وَنُفُورًا فَتَقَعُ الْحَرُورُ فِي خِلْفِهِمْ لَهُمْ نَارُ سُنْبُوتٍ يَوْمَئِذٍ يَمُوتُونَ فِيهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (سورہ بقرہ واپ ۲، ص ۱۲ آیت ۱۷)
 ترجمہ۔۔۔ اس میں کوئی شے نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب کے مضامین کا اخذ کرتے ہیں اور اس کے معاد میں دنیا کا مستحق عقاب وصول کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہودی کی نئی شرارت۔۔۔ یہودی مذہب آنحضرت ﷺ سے بات کرتے تو

”ذہبا صنعت و اصنع هنر صنيع۔ یعنی ہماری رعایت فرمائیے۔ ہم آپ کی سب سے بڑی بات کہتے۔“
 یہ کہہ کر وہ لوگ انہیں میں بہتے اور دل لگی کرتے۔ یہ یہودیوں کی ایک نئی شرارت تھی۔ ذہبا کا لفظ عربی زبان میں بھی ہے اور یہودیوں کی عبرانی زبان میں بھی ہے۔ عربی زبان میں تو اس کے معنی ہی ہیں جو لوہے میں لے گئے لیکن عبرانی زبان میں اس کے معنی بڑے ہیں۔ گویا عربی میں یہ کہہ لکھتے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور عبرانی زبان میں بڑے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہودی مذہب یہ لفظ آپ ﷺ سے کہتے تو عبرانی زبان کے معنی مر لیتے بلکہ مسلمان اس لفظ کے وہی عربی معنی سمجھتے۔ اس شرارت پر یہودی بہتے اور انہیں میں مذاق لاتے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں بھی ہے کہ یہودیوں کی عبرانی زبان میں یہ لفظ بہت بڑی گالی ہے۔ مگر مسلمان اس کو نہیں سمجھتے تھے لہذا وہ یہودیوں نے یہ لفظ جانتا وہ یہ کہتے کہ یہ کوئی بڑا لفظ ہے جس کو

مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دعا کرے اور یہ بھی علم ہے ہو گا۔“

یسویہ کا عقلم بننے سے آنحضرت ﷺ کا انکار... ایک روایت میں ہے کہ گذشتہ روایت کی بنا پر انی سورہہ کے مسلمان ہونے سے پہلے ایک روز یسوی عالم علی ہونے میں خود انی سورہہ کے حوالہ نکالیں انی قیس اور کعب انی امید بھی تھے۔ انہوں نے کہا آؤ تمہ ﷺ کے پاس چلیں ممکن ہے ہم ان کو ان کے دین سے بچھڑنے میں کامیاب ہو جائیں۔ چنانچہ یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

”اے محمد! آپ ﷺ کو معلوم ہے ہم یسوی عالم اور معزز لوگ ہیں۔ اگر ہم آپ کی بی بی اہلبیہ کو نہیں تو مردے یسوی آپ کی بی بی کو قبول کر لیں گے۔ اب ہمارے اور قوم کے درمیان ایک جھڑپ ہے۔ اگر آپ ﷺ عقلم بن کر ان جھڑپوں سے حق میں کر دیں تو ہم آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔“

مگر آپ ﷺ نے ان کا قسم بننے سے انکار فرمادیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی،

وَاِنْ كُنْتُمْ يٰٓيٰھٖمۡ تَعٰمِلُوۡنَ اِلٰہَآءَ لَا تَلٰحِقُ اَفۡوٰدُہُمۡ وَاَخۡبَرۡہُمۡ اَنْ یَّكۡتُوبُكَ مِنْ بَعۡثِ مَا نَزَلَ اِلَیۡہِہٖ

(سورہ فاطرہ سورہ ۱۰۰)

ترجمہ:- ”اور ہم ضرور غم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باقی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی فوجوں پر عمل درآمد کیجئے اور ان سے یعنی ان کی اس بات سے احتیاط کیجئے کہ وہ آپ کو کھانکے کیجیے ہوئے کسی غم سے نہ بچاویں۔“

منافقین

مدینہ میں جب اسلام کو سرکاری طور پر فروغ حاصل ہوا اور اس کے مقابلے میں یسوی اقتدار چلی کر رہ گیا تو حالات کے بدلنے اور اپنی جانوں کے خوف سے بہت سے یسوی مسلمان ہو گئے مگر ان کا یہ اسلام فخر و رش برہان اور دلش کے مصداق تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ مسلمان ہو جانے کے باوجود ان کی یسوی دنیا اور شخصیت یسویوں کے ساتھ ہی ہیں۔ یعنی ظاہری طور پر وہ مسلمان ہو گئے اور ظہری طور پر یسوی رہے۔ ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منافقین کا لقب دیا۔

حضرت عبید اللہ بن جراح کا واقعہ:- بعض علماء نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دور میں ایسے منافق مسلمانوں کی تعداد تین سو تک پہنچی تھی۔ ان ہی میں ایک شخص جلاس بن سہیل انی صاحبہ بھی تھا۔ ایک روز اس شخص نے کہا۔

”مگر یہ شخص یعنی آنحضرت ﷺ سچ ہیں تو ہم لوگ تو کدو حوں سے بھی بدتر ہیں۔“

جلاس کی یہ بات حضرت عبید اللہ بن سعد نے سن لی جو انہوں کی بیوی کے بیٹے یعنی جلاس کے سوتیلے بیٹے تھے کہ جب حضرت عبید اللہ کے باپ کا انتقال ہوا کیا تو عبید اللہ بہت غم سے بھرے تھے اور ان کی ماں نے انہوں سے شادی کر لی اس طرح حضرت عبید اللہ کی پرورش و پرورش میں آگئے تھے۔ حضرت عبید اللہ کے پاس جو بھی نہیں تھا ان کے اقرباء کا مدد و معاونہ لیں بھی انہوں ہی کا تھا اور ان کے ساتھ بہت اچھا معاملہ کرتا تھا۔

ایک روز جنت میں گھر واپس آیا اور بستر پر لیٹے ہوئے اس نے یہ بات کہی تھی کہ مجھ جنتیہ جو کچھ کہتے ہیں اگر وہ سچے تو ہم لوگوں میں سے بھی بدتر ہیں۔ یہ سن کر حضرت میر نے اس سے کہا۔

جہاں اس آدم میر سے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور افضل آدمی ہیں۔ اس وقت تم نے ایک ایسی بات کہی ہے کہ اگر میں اس کو تم پر الٹا دلوں تو تمہاراٹھکے ہو گا اور اگر خاموش رہوں تو میرا ایمان خراب ہو گا۔ تم اس میں سے ایک بات دوسرے کے محتاطے میں میرے لئے آسان ہے۔“

اس کے بعد حضرت میر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے جہاں کی بات نقل کی۔ آپ ﷺ نے فوراً جہاں کو بلایا اور اس سے پوچھا تو اس نے حلف اٹھ کر اس بات سے انکار کیا اور کہا کہ میر نے مجھ پر جھوٹ الزام لگایا ہے۔ میں نے وہ بات نہیں کہی تھی میرا کلمہ ہے چیرہ

اس پر حضرت میر نے کہا،

”بے شک تم نے یہ بات خدا کی قسم کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، تمہیں امید ہو کہ قرآن پاک اس بارے میں نازل ہو اور تمہارے ساتھ میں بھی پکار میں آجائے۔“

وہی کے ذریعہ جہاں کے جھوٹ کا پول..... ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ کے پاس جہاں سے صف اٹھانے کے لئے فرمایا۔ تو اس نے حلف اٹھا کر کہ میں نے کیا نہیں کیا۔ پھر آپ ﷺ نے اس بات کو بیان کرنے والے یعنی حضرت میر سے حلف اٹھانے کے لئے فرمایا تو انہوں نے حلف اٹھ کر کہا کہ جہاں نے کیا کیا ہے پھر حضرت میر نے یہ دعائی لگی،

”اے اللہ! اپنے نبی پر وہی نازل فرما جس سے جھوٹے کا بھٹ لے کر بچے گا اور سچے کا کچھ ظاہر ہو جائے۔“
آنحضرت ﷺ نے اس پر عاجز آئیں فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ وہی نازل فرمائی،
يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَٰكِنْ قَالُوا كَلِمَةً الظَّكْرُ وَكُفُّوا زَعْمًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ قُلُوبَهُمْ ۚ
اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ (سورہ توبہ، آیت ۱۰۷)

ترجمہ:- وہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے کوئی بات نہیں کہی حالانکہ جتنے انہوں نے کفر کی بات کہی تھی اور وہ بات کہہ کر اپنے اسلام ظاہری کے بعد ظاہر میں بھی کافر ہو گئے اور انہوں نے ایسی بات کا لہوہ کیا تھا جن کے ہاتھ نہ کی اور یہ کہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اللہ اس کے رسول سے وہی خداوندی سے مالدار کر دیا تھا۔ سو اگر اس کے بعد بھی توبہ کریں تو ان کے لئے دونوں جہان میں بہتر ہو گا۔“

اس پر جہاں نے اپنی بات کا تکرار کر لیا اور پھر توبہ کی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی توبہ قبول فرمائی اور پھر اس نے اپنی اس توبہ کا خیال نہ کیا۔ اس کے بعد جہاں نے حضرت میر کے ساتھ بھی اپنا طرز عمل نہیں بدلا بلکہ بربران کے ساتھ ایک سلوک کرنا رہا۔ چنانچہ اسی وجہ سے یہ خیال کیا گیا کہ اس نے دل سے توبہ نہ کی تھی۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت میر سے فرمایا کہ تم نے اپنے کانوں کو پہنچا لیا۔
مناقی کی شکل میں شیطان..... ان ہی منافق مسلمانوں میں سے ایک شخص نیکل ابن حوث تھا، اس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

”جو شخص شیطان کو دیکھنا چاہے وہ نیکل ابن حوث کو دیکھ لے۔“

”یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی مجلسوں میں آکر بیٹھتا اور آپ ﷺ کی باتیں منفقوں کو جا کر خلافت اسی نے منافقوں سے کیا تھا۔“

”تم منافقوں کے بہت بچے ہیں، جو کوئی کلمہ کہتا ہے اسی کو مان لیتے ہیں۔“
اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَجَنِّبُوا قُلُوبَكُمْ لِلْغَيْبِ وَقُلُوبُكُمْ هِيَ أَغْلَبُ مَا فِي قُلُوبِ النَّاسِ (سورہ قہ، آیت ۳۵)

ترجمہ۔ تم منافقین میں سے بعض ایسے ہیں کہ تم کو اپنے آپ میں پہناتے ہیں، مگر کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کا سچے سچے ہیں۔

اسی فعل کے متعلق جرجیل آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے کہد:

”آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آکر بیٹھا ہے جس کا علم یہ ہے اور اس نے یہ بات کہی ہے۔ یعنی جو بات اس نے آنحضرت ﷺ کے متعلق کہی تھی، وہ قطعی طور پر کہہ کر اس کی طعنت کو مٹنے کی طعنت سے بھی زیادہ غائب ہے۔“ آپ ﷺ کی باتیں منافقوں سے جا کر بیان کرتا ہے اس لئے اس سے پرہیز کیجئے۔“

سرورِ مہتابین۔۔۔ میں ہی منافقوں میں عبد اللہ ابن ابی اسلول تھا جو منافقوں کا سرور تھا۔ لہذا ان کے سلسلے میں اس کی شہرت خاصی زیادہ ہوئی کہ اس کو صحابہ میں شمار نہیں کیا گیا۔ یہ شخص مدینہ کے معز لوگوں میں سب سے زیادہ سرگرم آدمی تھی۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ والوں نے اس کے لئے جڑوں کا ایک تاج تیار کیا تھا تاکہ اس کی باقاعدہ تاج پوشی کر کے اسے اپنا بادشاہ بنائیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ ابن ابی لہی کی آنحضرت ﷺ سے دشمنی کی وجہ۔۔۔ اس کو یہ شہادت ملنے کی وجہ یہ تھی کہ انصاری لوگ قطیف کی لواد میں سے تھے اور عربوں میں قطیف کے سوا کسی نے تاج نہیں پہنا اور اس تاج کی لڑائی میں سے صرف ایک لڑی باقی رہ گئی تھی جو قصوںِ یسوی کے پاس تھی مگر جب مدینہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی مقرر فرمایا تو انہی لڑی کی قوم کے لوگ اس سے برگشتہ ہو کر اسلام کے دامن میں شامل ہو گئے۔ اسی عروہی کے نتیجہ میں ابن ابی کے دل میں آنحضرت ﷺ کے خلاف بغاوت پیدا ہو گئی۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ آنحضرت ﷺ نے اس کی سلطنت چھین لی ہے۔

اب جب ابن ابی نے دیکھا کہ اس کی قوم کے لوگ اسلام کے سوا کسی بات پر راضی ہی نہیں ہیں۔ یعنی برایت پر اسلام ہی کے دامن میں رہنا چاہتے ہیں تو خود ابن ابی بھی بدولتِ خواست مسلمان ہو گیا مگر منہ فہمی کی پیشیت سے اسلام میں داخل ہوا۔

ابن ابی کی حرام خوردی۔۔۔ یہ ابن ابی حرام طور بھی تھا اس کے پاس بہت سی کھجوریں اور کڑیاں تھیں جن سے یہ روزہ اتنی چیز کراتا تھا کہ ان کی حرام کھلی طور سے کرشمہ طعنت کے ساتھ رہتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَلَا تَكُنْ مِمَّنْ عَرَفْتُمْ عَلَى الْمَوْتِ أَنَّ أَفْعَافًا لَيْسُوا بِغَرَضٍ مِنَ الْغَرَضِ (سورہ نور، آیت ۱۸)

ترجمہ۔۔۔ تو اپنی مملکت کو لوٹ کر جانے پر مجبور مت کہ وہ لوگ کھوس جب وہاں کے دامن رہتا تھا ہیں جنہیں اس لئے کہ وہ یہ زندگی کا کلمہ فائدہ دیتی بل کہ تم کو حاصل ہو جائے۔“

حق تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے:

اور ایک قول آٹھ مہینے بعد کا بھی ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ماہِ مکہ میری رخصتی شمال میں ہوئی اور اسی وقت طلوع ہوئی مگر آپ ﷺ کی فراخ میں آپ ﷺ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کون طوش قسمت تھی۔ (بی) (یعنی یہاں کسی کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے۔ کہ وہ عیدوں کے دو پہلی پہلوں میں شادی کرنا خوش اور مبارک ہو تا ہے جس سے یہاں عروسی میں اکثر عداوت اور شہدائی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کے دہسوں اور شکاروں کی نہ کوئی مشیت ہے اور نہ اعتبار ہے (اس دور میں عربوں میں شادی کیلئے یہ مہینے خوش سمجھے جاتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے اسی اہم کی تردید فرمائی ہے۔)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رخصتی کے دن رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے اور آپ ﷺ کے پاس انصاری مرد اور عورتیں آکر بیٹھ ہو گئے۔ میں اس وقت ایک بھولے میں بھول رہی تھی جو وہ مجھروں کے درمیان لڑکھا ہوا تھا۔ میری والدہ نے آکر مجھے بھولے سے ابھارا میں چونکہ مدینہ آکر پہلا ہو گئی تھی اس لئے میرے ہاں لکھے ہوئے تھے۔

چنانچہ حضرت بروہ سے روایت ہے کہ ایک روز میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ان کے یہاں عید میں نے دیکھا کہ ان کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ بھی ہوئی تھیں اور ان کو چند چڑھا ہوا تھا پھر ان کے والدہ حضرت ابو بکرؓ نے بیٹی کے دست پر چادر باندھ کر نکال بیٹی گھر لا کر رکھی۔

”ان یہودی کی وجہ سے میرے ہاں لکھے ہوئے تھے جنہیں میری والدہ نے درست نہیں دیکھا۔ ایک یہودی نے پھر انہوں نے میرا منہ اٹھایا۔ اس نے بعد وہ مجھے پلا کر بلیں اور اور اس کے پاس آکر ٹھہر گئیں کیونکہ میرا منہ سانس بھول گیا تھا جب میرا سانس درست ہو گیا تو وہ مجھے لے کر انور داخل ہوئی جہاں میں نے دیکھا کہ ہمارے گھر پہنچی تھیں۔ میں قہر پر رسول اللہ ﷺ بیٹھنے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کے پاس بہت سے انصاری مرد عورت بیٹھ چکے ہیں۔ میری والدہ نے مجھے آنحضرت ﷺ کی بھلی میں ٹھہرا دیا۔

”یہ تمہارے گھر دانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان میں خوش رکھے اور ان کو تمہارے ساتھ خوش رکھے۔“

اسی وقت سب لوگ وہاں سے اٹھ کر باہر چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارے مکان ہی میں میرے ساتھ طلوع فرمائی۔ یعنی آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ کے ساتھ ان کے وقت میں عروسی منائی۔

عروسی منانے کے لئے اس حدیث میں جو الفاظ ہیں وہ یہ ہیں کہ۔ ”بنی بنی وبنوئی اللہ“ مگر صحابہ میں یہ ہے کہ عروسی پر اسی طرح بنی وبنوئی کہتے ہیں مگر عربی کے الفاظ سے یہ جملہ لفظ ہے صحیح جملہ بنی علیٰ اوبہ ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ صحیح لوگ اگر کلمات سے بھی لفظ استعمال کر لے لیں تو وہ لفظ عروسی ہوتا ہے یعنی جیسا کہ اس حدیث میں حضرت عائشہؓ نے استعمال کیا ہے۔

کتاب احتیاج میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔

”یا رسول اللہ ﷺ! آپ اپنی اہلیہ کی رخصتی کیوں نہیں کرا لیتے؟“

آپ ﷺ نے فرمایا میری رقم کی وجہ سے حضرت ابو بکر نے آپ ﷺ کو سارے ہار و تویہ دیا۔ آپ ﷺ نے یہ مال اللہ سے یہاں لکھا ہوا اور پھر میرے ساتھ ہار سے اسی مکان میں عروسی فرمائی اس میں میں ہوں۔ پھر اسی مکان میں آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی اور اسی میں آپ ﷺ کو دفن کیا گیا۔

یہاں گزشتہ روایت کی وجہ سے اشکال ہو جاتا ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ کے ساتھ حضرت ابو بکر کے مکان میں عروسی منائی اور خ کے مقام پر خود بعض دوسرے علماء نے بھی صاف طور پر یہی بات کہی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ کے ساتھ خ کے مقام پر صدیقی اکبر کے مکان میں اس کے وقت عروسی فرمائی تھی۔ مگر آج کل جو روایات یہ بات اس کے خلاف ہے کہ لڑکی کے مکان پر اس کے ساتھ عروسی منائی جائے۔ یہاں تک کہ علماء کا حوالہ ہے۔

ایک روایت میں حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رخصتی کے دن میں اپنی ہاتھ سبیلوں کے ساتھ ایک جموں میں ٹھیک رہی تھی کہ میری والدہ آئیں اور انہوں نے زور سے مجھے پکارا مگر مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ مجھ سے کیا چاہتی ہیں وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اس حجرے کے دروازے پر دائیں اور دیکھیں۔ میرا سامنہ درخت ہو گیا تو میرا سر دور سے اٹھا ہوا پھر نہر سے میں داخل ہو گئی جہاں افسادی عورتیں جمع تھیں۔ انہوں نے مجھے دلی کر خیر و برکت اور نیک بختی کی دعا مانگی دیں۔ پھر میری والدہ نے مجھے ان کے پیرو کر دیا جنہوں نے میرا اسٹار کیا پھر چاشت کے وقت مجھے رسول اللہ نے ہی دیکھا۔ میری والدہ نے مجھے کہ آپ کے پیرو کر دیا اور اس وقت میری عمر نو سال کی تھی۔

حضرت عائشہ کے کھیل..... ایک قول ہے کہ جب حضرت عائشہ کی آنحضرت ﷺ کے یہاں رخصتی ہوئی تو ان کے کھیل کھولنے لگی ہیں ان کے ساتھ ہی تھے۔ خود حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے پاس آکر بھی وہ اپنی کڑیوں سے کھیل کرتی تھیں۔ ان کے پاس ان کی ہم عمر بھیاں تھا کہ تمیں ہر سب لڑکر کڑیوں سے کھیل کرتی تھیں۔ اکثر خود آنحضرت ﷺ ان بچیوں کو بلوا کر حضرت عائشہ کے پاس بھیج دیتے تاکہ ان کے ساتھ کھیل سکیں۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جبکہ آنحضرت ﷺ غزوہ تبوک یا غزوہ خنین سے واپس تشریف لائے تو اس وقت ہو اہمہ زور سے قل رہی تھی ایک بوا کے جموں سے مکان میں ایک طرف دھکی ہوئی میری کڑیوں کے گروہ سے چاہم کہ کیا تمیں سے ان کڑیوں کا بدلہ خمر آئے نکال آپ ﷺ نے ان کو دیکھا تو یہ جھاک عائشہ پہ گایاں آئیں نے کہا پھر ہی کڑیاں ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان کڑیوں کے جگ میں ایک ٹوڑا کھڑا اور اقامت پر پڑے کے درجے بھی لگے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”کوہ یہ ان کڑیوں کے جگ میں کیا بیچ ہے؟“

میں نے عرض کیا کہ یہ گوزاب۔ آپ ﷺ نے یہ بچاؤں کے یہ پڑھتی تھو کیسے ہیں؟ میں نے کہا:

”کیا آپ ﷺ نے حائضین کو سلیمان کاہنہ گوزاب اقامت کے درجے دیکھے؟“

یہ سن کر آنحضرت ﷺ خنہ پڑے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک خنہ آئے تھے۔

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عائشہ کو یہ کڑیاں وغیرہ بنانا سنان کی عقل کا دینا

کا حکم کیوں نہیں دیا جس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ہمارے اس تصور کی تصویر کے سامنے ہونے کا جو حکم ہے یہ بات اس سے مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ کا سلیمان کے کھوڑے کا ذکر کیا اور آنحضرت ﷺ کا اس سے اٹھنے کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ سلیمان کے پاس ایسے کھوڑے کا وجود رہا ہو گا۔ چنانچہ بعض دوسرے مؤرخوں نے بھی حضرت سلیمان کے ایسے ہی کھوڑے کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب یعنی سیرت طیبہ کے شروع میں جہاں اسامیٰ کا ذکر کیا ہے وہاں حضرت سلیمان کے اس کھوڑے کے متعلق بھی بہ تفصیل قرین کی گئی ہے جو قسط اول میں دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت عائشہ سے یہ روایت ہے کہ ان کی مصیبت کے موقع پر آنحضرت ﷺ کے یہاں نہ تو ان دنوں کے لئے کوئی بکری۔ شام کو حضرت سعد ابن عبادہ کے یہاں سے روزانہ معمول کے مطابق کھانا آیا جو آنحضرت ﷺ نے میرے پاس بھجوایا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ کے ساتھ عروہی کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے کوئی دیر نہیں فرمایا البتہ حضرت سعد ابن عبادہ کے یہاں سے یہ میں ایک دودھ کا پیالہ آیا جس میں سے تھوڑا سا آنحضرت ﷺ نے پیا اور باقی حضرت عائشہ نے نوش فرمایا۔

اقول۔ سوال کرتے ہیں: ممکن ہے حضرت سعد ابن عبادہ نے کھانے کا قلیل اور دودھ کا پیالہ دونوں چیزیں یہ میں بھیجی ہوں مگر لوگوں نے اپنی اپنی روایتوں میں ایک ایک چیز کا ذکر ہی کیا۔

اور محدث مصیبت کے روز حضرت عائشہ نے اپنے گھر میں اپنی والدہ کی جو مصروفیات تھیں ان میں اس سلسلے میں روز دہشتہ گزری ہیں جن میں تھوڑا سا فرق ہے۔ اس سلسلے میں ممکن ہے پہلی روایت کے واقعات بعد کے ہوں اور دوسری روایت کے واقعات پہلے کے ہوں۔ یعنی دوسری روایت کے مطابق جب عورتوں نے ان کا جنازہ سجا کر دیا اور ان کی والدہ نے ان کا منہ ہاتھ دھوا تو وہ دواہرہ جسوے میں کھینے کے لئے چلی گئی ہوں۔ لہذا یہاں کہنا چاہئے کہ پہلی روایت میں پوری تفصیلات ذکر نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

تقسیم کر دیا گیا۔

ان دونوں روایاتوں میں موافقت کا بیان آگے آئے گا کہ ایک کلام میں حصہ تو جنگ کے ذریعہ فتح ہوا تھا کہ نہ یہاں خالد ابن ولید نے مشرکوں کے ساتھ صلہ کر کے مسلمانوں سے جنگ کی تھی بلکہ بالائی حصہ صلہ کے ذریعہ فتح ہوا تھا کہ نہ یہاں خوں ریزی نہیں ہوئی۔

کتاب بدائی میں یہ ہے کہ جو شخص صحیح حدیثوں پر خود کرے گا تو اسے معلوم ہو گا کہ وہ سب حدیثیں ہمسور کے اس قول نوی ثابت کرتی ہیں کہ صلہ طاقت کے ذریعہ ہی قائم ہوا ہے کہ خود وہی جنگ ہوئی ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ اہلوں سے مکہ شہر کے متعلق کوئی صلہ نہ فرمایا تھا ورنہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کو نہ نہ چھوڑا کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو کر پلہ حاصل کرے گا اس کو امن ہے وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ یہ کہ آپ ﷺ نے مکہ کی فتح کے بعد ہی بیت کی کوئی تقسیم نہیں فرمائی کہ نہ وہ لوگوں کی فکر ہے اور ان شہر میں ہر مسلمان کا برابر حق ہے۔

اقول۔ موافق کہتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ حکم مکہ کے گھرؤں کے علاوہ جنگوں کے لئے ہے (کہ اس پر ہر مسلمان کا حق ہے مکانات ذاتی ملک ہیں اس لئے کہ یہ علم نہیں بلکہ ہر کتاب مواب میں یہ قول ہے کہ ان میں سے نو غزوات ایسے ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے صلہ بھی جنگ میں عمل کیا حصہ لیا مگر ہمدانی تحقیق کے مطابق ان تمام غزوات میں آنحضرت ﷺ نے صلہ غزوہ ہند کے کسی طور پر نہیں بھی خود عمل طور پر حصہ نہیں لیا جیسا کہ آئے ہیں ہر گاہ کہ ایچے جو بعض علماء کا یہ قول مراد ہے کہ آپ ﷺ نے نو غزوات میں خود بھی قتل و قتال فرمایا۔ کتاب مواب کے مصنف کو اسی سے دھوکہ ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خود شریک ہونے کا جو مطلب ہے وہ بیان کیا جائے گا۔ ورنہ مسلم۔

طاقت کے استعمال پر پابندی۔ واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پہلی ایک بغیر جنگ اور قتل و قتل کے اسلام کی طرف تلخ فرماتے رہے حالانکہ مکہ میں عرب اور یہود میں یہودی آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے صحابہ کو شہرہ زمین تظہیر پہنچاتے رہے چنانچہ آنحضرت ﷺ کو حق خانی نے لوگوں کو صرف ارادے اور تلخ کر کے انہیں کا قتل نہ کر دیا کہ نہیں اس لئے آپ ﷺ ان تظہیر پر مبر فرماتے رہے اور ان کو ارادے رہے جس کی غیور حق خانی کا یہ ارادہ ہے کہ ”وہمض علیہم“ ان سے صحت الجھوڑو کہ ”وہمضہ“ یعنی صبر کرو اس کے ساتھ ہی حق خانی نے آپ ﷺ سے ارادہ کا یہی کاہد فرمایا تھا۔

چنانچہ جب آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے تو اکثر آپ ﷺ کے صحابہ آپ ﷺ کے پاس اس حالت میں آئے کہ کھار کے باوجود کھانا کھا رہے ہوتے تو آنحضرت ﷺ ان کو یہ کہ فرماتے،

”سیر کر، کہو کہ گئے جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔“

جنگ کی مشروط اجازت۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مکہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں کی خود صحت کم تھی اور وہ ایک پھر کی ہی صحت تھے۔ بلکہ وہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کی خود اور وقت بلائی کی اور وہ ایک طاقتور فرقہ بن گئے۔ نیز ساتھ ہی مسلمانوں کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی محبت اپنے آپ والو ایمانی لوگوں اور ایمانی لوگوں سے بھی زیادہ روت گئی تھی اور دوسری طرف مشرکین اپنے کفر اور آنحضرت ﷺ کے بھٹکانے پر کھڑے تھے تو صلہ خانی نے اپنے ہی ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کو مشرکوں سے جنگ کرنے کی اجازت عطا فرمادی۔ یہ حکم عطا ہوا

شراب لگانے سے مراد کھانا نہیں ہے بلکہ آگے بڑھا اور مسافت طے کرنا ہے (کیونکہ عربی میں مسافت طے کرنے اور چلنے کے لئے بھی شراب کا لفظ ہی استعمال ہوتا ہے) لہذا اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے موقع پر سب سے پہلے قرآنِ مقدس فرماتا دیکھو! ستر فرمانے والے آنحضرت ﷺ ہو اُکرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان کی ایک روایت سے بھی ای بات کی تائید ہوتی ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر ہم مشرکوں سے حفاظت کے لئے آنحضرت ﷺ کو آگے کر لیا کرتے تھے کیونکہ آپ ﷺ سب سے زیادہ بہادر اور دلیر انسان تھے۔ اس موقع پر ہم میں دشمنوں کے سب سے زیادہ قریب آنحضرت ﷺ ہی ہوا کرتے تھے۔

ایک روایت میں یہ بتایا گیا کہ جب جنگ پورے دنوں پر آجاتی اور لشکر ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے تو ہم آنحضرت ﷺ کے ذریعہ پہنچا دیتے تھے۔ (ی) یعنی آپ ﷺ باہر والے کھینے پھرنے و حال میں جاتے تھے۔

اس بارے میں تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی کوئی روایت نہیں ہے جس سے معلوم ہو تا ہو کہ کبھی کسی بھی جنگ میں اور کسی بھی موقع پر خود آنحضرت ﷺ اپنی جگہ سے ہٹا ہو کر چھپے ہٹ آئے ہوں۔ بلکہ صحیح حدیثوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر موقع پر آنحضرت ﷺ اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے ہیں اور آگے بڑھے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے خود جنگ کرنے نہ کرنے کے سلسلے میں آگے دار کے بیان میں سیرت عثمانی کے حوالے سے ایک روایت آتی ہے جو غیر اہم ہے جس سے گزرتے قول میں شبہ ہو تا ہے۔ اور روایت یہ ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے ذرا دستِ قاتل فرمایا اور شہید جنگ کی۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے بھی شہید جنگ کی۔ اس وقت یہ دونوں حضرات فرشتے بھیجی اپنی جگہ پر تھے اور مسلسل دعا کے ذریعہ جلا فرما رہے تھے۔ تو کچھ دونوں نے اپنے ہاتھوں سے بھی جلا کیا اور دعا کے ذریعہ بھی جلا کیا۔

اسی طرح آگے غزوہ خیبر کے بیان میں بھی روایت آئے گی کہ آنحضرت ﷺ نے خود یہ نفس نہیں جنگ اور قاتل فرمایا تھا۔

اس شبہ کا جو لب یہ ہے کہ اس روایت میں جو افعال یہ وہ بھی آگے ذکر ہو گا کہ ایسی روایت موجود ہے جس سے معلوم ہو تا ہے کہ آپ ﷺ نے سوائے غزوہ ہند کے کسی غزوہ میں خود قاتل نہیں فرمایا جیسا کہ آگے تفصیل آنے کی نیز یہ کہ غزوہ بدر اور غزوہ احد اور ایک قول کے مطابق غزوہ ہند کے سوا کسی غزوہ میں آپ ﷺ کے ہر ہاتھ فرشتوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ اس روایت میں جو افعال یہ وہ بھی آگے آئے گا۔

اسی طرح سوائے ان مذکورہ تین غزوات کے کسی اور غزوہ میں آپ ﷺ نے دشمن کے منہ پر ٹکڑیاں نہیں پھینکیں نہ ان میں سے بھی تیرے یعنی غزوہ ہند کے حلقے انکساف ہے۔

اسی طرح سوائے غزوہ ہند کے کسی اور غزوہ میں آنحضرت ﷺ کے زخم نہیں آئے۔ اسی طرح سوائے غزوہ ہند کے کسی اور غزوہ میں متعلق نصب نہیں کیا گیا (محقق قدس نے ان کی ایک جگہ ایسا بھی نہیں کے ذریعہ جس سے یہ ظہور ہو گیا کہ دشمن پر پھینکے جاسکتے تھے مگر عرب میں اس شیعہ کا رواج نہیں تھا) اس روایت پر اطلاق ہوتا ہے کیونکہ ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر ٹھیکر کی بعض جگہوں پر چھینک نصب کرائے تھے۔ ان دونوں روایات میں موافقت کا ذکر بھی آگے آئے گا ایسے ہی آپ ﷺ نے

سوائے غزوہ احزاب کے کسی غزوہ میں حقوق کے ذریعہ دفاع نہیں فرمایا۔

لَاقَاتِلَ الْجَاهِلِ وَالطَّالِقَانِ۔۔۔ جہاد کے سلسلے میں جو آیت پیچھے گزری ہے یعنی لَا تَقَاتِلُوا النَّاسَ حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ اس کے بارے میں بعض علماء نے کہا ہے کہ جہاد کی اجازت کے سلسلے میں یہ پہلی آیت ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی اور جب یہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو اس کی اطلاع دینا لکھا میں دیتی،

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لَا اِيْمَانَهُمْ وَلَا اِيْمَانَهُمْ وَلَا اِيْمَانَهُمْ نہ کریں۔“

ایک روایت میں یہ لکھا ہے کہ ”جب تک وہ اس بات کی گواہی نہ دےں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جب تک وہ یہ نکلے کہ میں نے اس کے حق کو چھوڑ کر ہر طرح سے اپنے خون اور اپنے مال کو مجھ سے چھوڑ کر نہیں لے۔ وہ ان کا مطلب بخد کھڑے ہو گا۔“

اس پر آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس نکلے کا حق یعنی حق ظلمی کیا ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا،

”یہ کہ شہادی شدہ ہو کر نہ کرنا اور یہ اسلام قبول کرنا کے بعد کفر کرنے کی کسی شخص کی جان لے لے۔“

۱۔ اقول۔ مخالف کہتے ہیں اس تفصیل کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کے لئے اسی مذکورہ جنگ کا حکم ہے۔ مگر اس بارے میں جال ہے۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو جنگ کا حکم اس آیت کے بغیر یعنی اس سے پہلے ہی مل چکا ہو۔ کیونکہ جہاں تک اس آیت کا تعلق ہے تو اس میں جہاد کے صرف جائز ہونے کو ظاہر کیا گیا ہے جنگ جائز ہونے یا کرنے کا مطلب یہ نہیں ہو چکا کہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔

اب جہاں تک اس دوسری آیت کا تعلق ہے فَإِنِ قَاتَلُوا بِكُمْ فَإِنَّمَا هِيَ كَقَاتِلِ الْوَحْدَانِ تو یہ بھی صرف جائز ہونے کے لئے ہے کیونکہ اس میں جو امر کا حکم کا مینہ ہے وہ صرف جائز ہونے کے لئے کہا ہے جہاں اس میں اصل واجب ہو رہی ہو۔ اور مگر آنحضرت ﷺ کا جو یہ ارشاد ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ حکم اس آیت کے بغیر ملتا ہے تو آنحضرت ﷺ کے اس الفاظ حکم سے بھی جرم و زور ملایا جائے گا کیونکہ حکم میں امر اور جرم دونوں ہی جزی ہیں مشروط ہوتی ہے۔ لہذا اب یہ بات اس اندیشہ قول کے خلاف نہیں رہتی جس میں کہا گیا ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں پر قتال کرنا واجب نہیں ہو تا وَإِنَّمَا هِيَ كَقَاتِلِ الْوَحْدَانِ اطمینان

فرماتا ہے کہ اس میں جو امر کا حکم کا مینہ ہے وہ صرف جائز ہونے کے لئے کہا ہے جہاں اس میں اصل واجب ہو رہی ہو۔ اور مگر آنحضرت ﷺ کا جو یہ ارشاد ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ حکم اس آیت کے بغیر ملتا ہے تو آنحضرت ﷺ کے اس الفاظ حکم سے بھی جرم و زور ملایا جائے گا کیونکہ حکم میں امر اور جرم دونوں ہی جزی ہیں مشروط ہوتی ہے۔ لہذا اب یہ بات اس اندیشہ قول کے خلاف نہیں رہتی جس میں کہا گیا ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں پر قتال کرنا واجب نہیں ہو تا وَإِنَّمَا هِيَ كَقَاتِلِ الْوَحْدَانِ اطمینان

فرماتا ہے کہ اس میں جو امر کا حکم کا مینہ ہے وہ صرف جائز ہونے کے لئے کہا ہے جہاں اس میں اصل واجب ہو رہی ہو۔ اور مگر آنحضرت ﷺ کا جو یہ ارشاد ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ حکم اس آیت کے بغیر ملتا ہے تو آنحضرت ﷺ کے اس الفاظ حکم سے بھی جرم و زور ملایا جائے گا کیونکہ حکم میں امر اور جرم دونوں ہی جزی ہیں مشروط ہوتی ہے۔ لہذا اب یہ بات اس اندیشہ قول کے خلاف نہیں رہتی جس میں کہا گیا ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں پر قتال کرنا واجب نہیں ہو تا وَإِنَّمَا هِيَ كَقَاتِلِ الْوَحْدَانِ اطمینان

جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَقَدْ قَالَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْمُؤَاتِفُ وَأَعَدَّ الْقِتْلَةَ لِمَنْ تَعَلَّفَهُ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَحْلَفَ الدِّينَ مِنْ قِبَلِهِمْ وَلِيَتَجَنَّبُوا

لَهُمْ دِينَهُمْ فَلَمْ يَنْصَحُوا لَهُمْ وَلِيَتَجَنَّبُوا مِنْ بَعْدِ تَوَلَّيْتُمْ أَنَا (سورہ بقرہ ص ۸۸) اس آیت سے صحت

ترجمہ۔۔۔ اسے بخیر امت تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور جنگ عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ دھوکہ فرماتا ہے کہ ان کو اس اجازت کی ہر گز سے دشمن میں حکمت خدا فرماتے گا جو سالانہ سے پہلے اہل ہدایت لوگوں کو

نکستہ دی تھی اور جس دین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند کیا ہے یعنی اسلام اس کو ان کے صلح آخرت کے لئے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل یہ اس کی کہہ دے گا۔

حرام میٹھنیوں کے سوا اجزاء کا نوان عام... اس کے بعد جنگ کی اجازت مل گئی۔ حتیٰ ایسے شخص کے ساتھ جو اس سے جنگ کرنے کی اجازت بھی نہ ملے گی۔ جس نے جنگ نہ چھیڑی ہو۔ نیز یہ اجازت حرام میٹھنیوں کے سوا باقی میٹھنیوں میں تھی۔ اشتر حرم یعنی حرام میٹھنیوں سے مراد یہ مینے ہیں۔ وجہ دہائی قعدہ دای الخیر اور حرم حق تعالیٰ نے ان میٹھنیوں کو جنگ کی اجازت دے مصلحتی فرمایا۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

لَا تَنْصَحُوا الْاَنْفُسَ الْفُتُوْرَ فَاَقْلُوْا فَاَنْفُسَكُمْ حَتّٰی وَجَدْتُمْ فَوْقَكُمْ سُوْرَةً تَوْبَ اِلَیْہِمْ اَوْ اَمْنًا

ترجمہ۔ سو جب اشتر حرم گذر جائیں تو اس وقت ان بشر کہیں کو جہاں چاہو بلاد۔

پھر عہد کے بعد جہاد واجب ہو گیا۔ یہ وجہ مطلق یعنی یا کسی قید کے قید یعنی اس میں کوئی شرط نہیں تھی اور کسی خاص ذمت یا مینے کی قید نہیں تھی۔ اس بارے میں یہ آیت قابل ہوتی۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبْعِ مَکَہَ کَمَا یَدْعُوْا لَکُمْ کَکَہَ (سورہ توبہ، آیت ۱۰۱)

ترجمہ۔ اور ہر جگہ کہیں سے سب سے لڑا جیسا کہ وہ تم سے کہتے ہیں۔

یہاں شرط نوان عام... مراد یہ ہے کہ کسی بھی زمانے میں ان سے جنگ کرو۔ اب اس سے معلوم ہوا کہ جہاد ہجرت کے پہلے کے بارے میں زمانے میں اور ہجرت کے بعد عصر عہد تک حرام قتل کیو کہ اس پر اسے عرصہ میں آپ کو صرف تھوڑا اور بغیر جنگ سے ذرا اس کا حکم تھا جیسا کہ آپ ﷺ کو ستر کے قریب آنکھوں میں اس سے روکا گیا ہے ان کے بعد آپ ﷺ کو جہاد کی اجازت حاصل ہو گئی یعنی ان لوگوں سے جنگ کرنے کی اجازت مل گئی جو مسلمانوں سے جنگ کریں۔ پھر ان کے بعد ایسے شخص سے بھی جنگ کرنے کی اجازت مل گئی جس نے خود سے اجازت نہ کی ہو مگر اس شرط کے ساتھ کہ حرام میٹھنیوں میں سے کوئی مینے نہ ہو اور پھر مطلقاً یا کسی قید کے بعد کرنے کا حکم ہو گیا (یعنی ان میں نہ یہ قید تھی کہ اسی شخص کے ساتھ جنگ کی جائے جس نے خود سے پہل کی ہو اور نہ اشتر حرم کی قید تھی) یعنی اس کے ساتھ بھی جس نے خود سے پہل کی ہو اور اس کے ساتھ بھی جس نے پہل نہ کی ہو اور ہر زمانے میں چاہے وہ حرام مینے ہو یا بلا ہو۔

(اب گویا جہاد کے حکم کی دو حالتیں ہو گئیں۔ ایک پہلی حالت جس میں جہاد کی اجازت قید کے ساتھ تھی اور ایک دوسری حالت میں جو بلا قید تھی امام اسنوی کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری حالت میں آپ ﷺ کے لئے جہاد کا حکم اور ہر حال میں آپ ﷺ جہاد کرنے کے لئے تیار تھے جو صرف جائز اور مباح نہیں تھا جیسا کہ پہلی حالت میں صرف مباح تھا (کہ چاہے کیا جائے چاہے نہ کیا جائے) اس بارے میں امام اسنوی کے الفاظ یہ ہیں)

جب آنحضرت ﷺ کا حضور ہوا تو آپ ﷺ کو بغیر جنگ کے تھوڑا کرنے اور زمانے کا حکم ہوا تھا۔ آپ ﷺ کو حکم ہوا تھا کہ ان مشرکوں سے (جنگ سے بلکہ لڑائی سے) نہ لڑیں۔ نیز آپ ﷺ سے حق تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میرے لئے ہر جگہ سے آپ ﷺ کو اس طرح جنگ کرنے کا حکم دیا گیا کہ اگر وہ مشرک لڑائی کی ابتداء کریں تو آپ ﷺ ان سے قتال کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ فَإِنْ فَعَلُوْا نَحْمُ وَفَعَلُوْا نَعْنِبُ یعنی اگر مشرکین آپ ﷺ سے قتال کریں تو آپ بھی ان کے ساتھ قتال کیجئے اس کے بعد آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا

کہ مشرکین کی طرف سے ایسا ہونے بغیر بھی آپ ﷺ ان سے جنگ کر سکتے ہیں مگر حرام میٹھوں کے سوا دوسرے میٹھوں میں جنگ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ حکم اس آیت کے دار بعد دیا گیا تھا (تفسیر الطبع (دو جلدیں) ذکر ہو چکی ہے)۔ پھر اس کے بعد آپ کو ان کے جنگ کرنے کا مطلق حکم دے دیا گیا اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ **وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً**۔ یہاں تک امام اسحاق کا کام ہے۔

یہاں یہ بات واضح کرنا چاہئے کہ علامہ لدھیان لوگوں میں سے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امر کا صیغہ کام کو واجب کرنے کے لئے ہی ہو گا ہے۔ لہذا اس سے معلوم ہو گا ہے کہ اس بارے میں جو امر یا حکم ہے وہ دوسری حالت میں ہے (جو بلا قید ہے)۔ مگر آخر کا قول ہے کہ امر کا صیغہ کام کو واجب کرنے اور صرف جائز کرنے دونوں مقصدوں کے لئے استعمال ہو گا ہے (یعنی اس سے وجوب اور ایجابت یعنی جواز دونوں کا فائدہ حاصل ہو سکتے ہیں) لہذا یہ کہ دوسری حالت میں امر یعنی جہیہ صیغہ استعمال کر کے قول کو واجب نہیں کیا گیا بلکہ مباح یعنی جائز کہا گیا ہے۔

مسلمانوں سے مقابلہ کفر کی پہلی قسم - مجرموں کے زلزلے کے بعد یہ بات واضح ہو گئی کہ آنحضرت ﷺ کے مقابلہ جہنم کے دو تین قسم کے تھے۔

پہلی قسم ان کفار کی تھی جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہر وقت سر پر پکار رہے تھے اور آپ کو ایذا نہیں پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ یہ جنگ باز اگر اپنے غلوں میں ہوں تو ہر سال ایک مرتبہ اس طرح ان سے جنگ کرنا ضروری ہے کہ کچھ لوگ جنگ میں شریک ہو جائیں تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ لیکن اس صورت میں صرف چند آدمی جنگ کر کے عجم پر اگر دوسرے کو کافی ہے جیسے کعبہ کی تعمیر اور اس کو ہر وقت آباد رکھنے کا عزم ہے کہ کچھ لوگ بھی کر لیں تو سب کی طرف سے فرض ہوا ہو جائے گا۔ اسی کو فرض کعبہ کہتے ہیں جیسے لمحہ جنازہ ہے اس بات کی دلیل حق تعالیٰ کی اس ارشاد سے ملتی ہے،

ملوا نظر من كل قرية منهم طاعة (سورة توبه، آية ٥٣)

ترجمہ :- سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ اپنی ہر چیز کی دعا و استغاثہ میں سے ایک ایک پھولی دعا و استغاثہ جہہ میں چھپا کرے۔

ایک قول یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرنا فرض نہیں بلکہ فرض میں تھا چنانچہ اس وجہ سے ان تین صحابہ کا واقعہ پیش کیا تھا جو غزوہ تبوک میں شریک نہیں تھے (یعنی ان سے باہر نہ رہی تھی) یہ بات جواب کی بنیاد ہے۔ ایک قول ہے کہ اس وقت بعد از اسلام وہی فرض کفایہ تھا جو صحابہ پر کے حق میں فرض میں تھا۔

دوسری قسم۔۔۔ دوسری قسم میں وہ لوگ آتے ہیں جن سے بغیر لازمی کے مسلمانوں کا معاہدہ قائم نہیں ان کو امن دینے کے معاہدہ میں ان سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا قائم نہیں ان لوگوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے مصالحت قرمائی اور ان لوگوں نے آپ ﷺ سے یہ عہد لیا کہ ہم آپ ﷺ کے خلاف نہ جنگ کریں گے اور نہ آپ ﷺ کے مقابلے پر آپ ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ سازبہ کریں گے۔ یہ لوگ اپنے اس عہد کے باوجود بغیر یہ تھے مگر انہوں نے اپنی مادیات بل کے لئے ان کا حاصل کر لیا۔

جیسری قسم..... قسمی قسم میں آدمی لوگ آتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی جانوں کے بدلے جزیہ دینا چاہے کر لیا تھا۔ پھر ان کے ساتھ ہی ایک قسم اور بھی بن جاتی ہے یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں کے خلاف سے دیکھنے کے لئے اسلام قبول کر لیا تھا۔ یہ لوگ منافق تھے جیسا کہ بیان ہو۔

میل کے واسطے پر تھی۔ اور خود ایوانوں کے اور دروازے کے درمیان ایک گاڑی تھا جیسا کہ بیان ہو اور اس کا نام ایوان اس لئے چاکر پرانیاں علاقہ میں سیلاب سے بڑا آگے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اس بستی میں کوئی دھارویاری چمکی ہوئی رہتی تھی اس لئے اس کا نام ایوان چلا۔ یعنی اس صورت میں دیوار کے قلعہ کو الٹ کر ایوانہ کر دیا گیا اور یا اس لئے یہ صورت کی آئی ہوئی کہ یہاں بائیں سمت کم ہوں گے۔

فرض اب یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ایسی اختلاف سے اس غزوہ کو غزوہ کاہنہ کہیں کہ اور ایوانہ کہیں کہ اس کو غزوہ ایوانہ کہیں کہ۔ مگر یہ غزوہ دونوں بہترین قریب قریب تھیں اس لئے کسی نے ایک بستی کے نام پر اس غزوہ کا نام ٹھیک کر لیا اور کسی نے دوسری بستی کی نسبت سے نام ٹھیک کیا۔ کتاب احسن میں یہ ہے کہ کاہنہ کہ اور دروازے کے درمیان واقع ایک پورا گاؤں ہے۔

اقول۔ صحاح کہتے ہیں: اس اختلاف سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے کہ یہ گاؤں اس پورے غزوہ کا ایک حصہ ہی ہے۔ اس بستی کا نام بھی غزوہ کاہنہ اس کو بھی وہاں سے لے سکے۔ واللہ اعلم۔

اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ صرف صحابہ مسلمان تھے جن میں کوئی انصاری نہیں تھا۔ آنحضرت ﷺ قریش کے ایک تہذیبی تھے کہ راستہ روکنے اور بی ضررہ کی سرکوبی کے لئے قہر پٹے لے گئے تھے۔ (۱) آنحضرت ﷺ اصل میں بی ضررہ کے دروازے سے نکلے تھے مگر آپ کا یہ غریبوں و مفلسوں کے لئے ہوتا تھا جیسے کہ اصل میں کتاب میں ان اذنی ہدایت سے لے کر ہاتھ تکھ میں آتی ہے۔ لہذا ہر نامہ دوسرے اقوال سے کسی ایسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ ستر صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کا قریش اور بی ضررہ کی طرف تھا۔

بی ضررہ کے ساتھ صحابہ۔۔۔ کتاب بیرت ثانی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ غزوہ کاہنہ میں تہذیبی تھے کہ راستہ روکنے کے لئے قہر پٹے لگاتے تھے اور اذنی ہدایت سے لے کر ہاتھ تکھ میں آتی تھی۔ قریش کے تہذیبی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے نکلے تھے مگر کوئی ہاتھ نہ لگا رہا تھا۔ قریش نہیں آیا اور ای غزوہ میں بی ضررہ کے ساتھ ستر صحابہ ہو گیا (یعنی بی ضررہ کے مسلمانوں سے لے کر۔۔۔) ستر صحابہ اور پڑا امن رہنے کا عند کیا یہاں تک حافظہ مہمالی کا کام ہے یعنی بی ضررہ کے سرور کے ان موقع پر ستر صحابہ اس سرور کا کام بھی کیا ان سرور تھا۔

یعنی سفرات سے ان طرح بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ ایوانہ کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کو بی ضررہ کا سرور بھی آیا ان سرور کا اور اس نے آپ ﷺ سے ستر صحابہ جس پر آنحضرت ﷺ سے دیکھی ہدایت قہر پٹے لے آئے۔

بی ضررہ سے جن شرطوں پر صلح ہوئی وہ یہ تھیں کہ دونوں فریق ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے نہ ہی آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں حملہ کریں گے اور نہ مسلمانوں کے کسی دشمن کی مدد کریں گے۔ (قال دونوں فریقوں کے درمیان ایک معاہدہ لکھا گیا جو اس طرح شروع ہوا۔

”ہم اتر حنی اتر حنی۔ یہ عند ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بی ضررہ کے لئے ہے کہ ان کو ان کے بل اور ان کی جانوں کو ان کی جاتی ہے اور ان کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی جائے گی۔

بجب تک اور اسے سوار میں تری باقی ہے اس عہد ہمد پر عمل کیا جائے گا (یعنی بیٹھ کے لئے اس عہد کی پابندی کی جائے گی) آخر اس شرط کے ساتھ کہ یہ لوگ اللہ کے دین کے مقابلے پر نہ آئیں اور یہ کہ جب بھی آنحضرت ﷺ کو مدد کے لئے جانیں ان کو مدد کے لئے آنا ضروری ہو گا۔ اس عہد ہمد کی دانستہ و نوری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ہے۔ مثلاً یہ اہل اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے دی گئی ہے۔

اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ کا ہند اسید دھک کا قتل اور آپ ﷺ کے بچا حضرت حمزہ کے ہاتھ میں قتل غزوہ کے لئے دہائی کے وقت آپ ﷺ نے مدینہ میں حضرت سعد ابن عبادہ کو اپنا نائبین بنایا تھا۔ غرض اس موقع کے بعد آپ ﷺ واپسی مدینہ تشریف سے آئے۔ اس طرح یہ آنحضرت ﷺ کا سب سے پہلا غزوہ ہے جس کے لئے آپ پہ نفس نہیں تشریف لے سکے۔ اس سفر میں آپ کو چند روٹی لگے۔

وائے اطہر۔

باب سی و ہشتم (۳۸)

غزوہ ابواء

بحر اسی سال یعنی ۶۰۰ء میں آپ ﷺ دوسرے غزوہ کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ غزوہ ۳ رجب المرجب کے مہینہ میں ہو ایک قول کے مطابق ۱۰ رجب الثانی کے مہینہ میں فوج تیار کیا اس غزوہ میں بھی آپ ﷺ قریش کے ایک تہائی قافلے پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تھے جس میں امیر ابن خلف سرور تھا اور اس کے ساتھ قریش کے سوار سرے تھے اس قافلے میں ۱۰۰ جزیرہ تھے (جن میں تہذیبی سامان نہ ہو تھا)۔

جنگی پرچم..... اس غزوہ میں آنحضرت ﷺ صحابہ کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے جن میں مصعب بن عمیر شامل تھے۔ اس سرگرمی کا پہنچا بھی سلیطہ قحطیس کو حضرت سعد ابن ابیہ قحطیس اٹھائے ہوئے تھے اس جھڑپے کو عربی میں قواء کہتے ہیں جو جنگی جھنڈا ہوتا ہے اور اس جھنڈے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ لشکر کا سرگرمی کس جگہ پر ہے۔ جنگی جھنڈا خود امیر لشکر کے ہاتھ میں ہی ہوتا ہے اور بھی جھنڈا لشکر کے آگے رکھا جاتا ہے۔

سب سے پہلے جس شخص نے جنگی جھنڈا اٹھا وہ حضرت ابراہیم ہیں۔ ان کو خبر ملی کہ ایک قوم نے حضرت ابولہب پر حملہ کر دیا ہے۔ حضرت ابراہیم نے ایک جھنڈا تیار کیا اور اپنے نکاحوں اور خادموں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ لوہہ اور دھبہ دونوں ہی جنگی جھنڈے کے لئے استعمال ہوتے ہیں لہذا دونوں لفظوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ مگر ان اسامی اور انی سعد کی روایت یہ ہے کہ لفظ ایت غزوہ خبیر کے بعد جاری ہوا ہے۔

فرض آنحضرت ﷺ جب غزوہ ابواء کے لئے روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے مدینہ میں حضرت سعد ابن ابیہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ ایک قول یہ ہے کہ عثمان ابن مظعون کے بھائی سائب ابن مظعون کو اور ایک قول کے مطابق سائب ابن عثمان کو قائم مقام بنایا۔ مدینہ سے روانہ ہو کر آپ ﷺ ابواء کے مقام پر پہنچے۔ یہ ابواء جن

کے پہلا کا نام ہے اسی کی نسبت سے اس فرار کا نام فرار ذی الجوارح کیا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ اسی پہلا سے سنگ
سوی حاصل کیا جاتا ہے اور وضو پہلا ہی واجب ہے یہ پہلا ہی حیثیت کا پہلا ہے۔ یہ وضو پہلا ان پہلوؤں
میں سے ایک ہے جن کے چاروں سے تعجب کی بنیاد رکھی گئی تھی۔

مگر یہاں اس بار سے میں یہ اظہار ہوتا ہے کہ جیسے مشہور اقبال کی بنیاد پر ان پانچ پہلوؤں کا ذکر ہوا
ہے جن سے تعجب کی بنیاد رکھی گئی ہے ان میں وضو پہلا ذکر نہیں آیا ہے۔ حدیث میں اس پہلا کے حق میں
فرمایا گیا ہے کہ وضو پہلا سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا۔

حضرت علیؓ کے نام کیساں کے ساتھ اول کا ایک فرق ہے اور فرق کیسیاں یہ نکلا جاتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے
کہ محمد انی حنیفہ اسی پہلا پر زکوٰۃ و صلوٰۃ و زکوٰۃ میں اور ان کو ذوق فراہم ہوا ہے۔ کیساں اول کے نزدیک محمد انی حنیفہ
آنکھ دھانے میں ظاہر ہونے والے امام ہیں۔

مگر بعض علماء نے لکھا ہے کہ شیعوں نے نزدیک آنکھ ظاہر ہونے والے امام محمد قاسم ابن حسن
مسکری ہے اسی کو صاحب سر اول یعنی قربانے والا کہا جاتا ہے۔ شیعوں نے اس فرق کا عقیدہ ہے کہ ایک روز
محمد قاسم کی عمر نو سال کی تھی وہ اپنی ماں کے سامنے اپنے باپ کے قربانے میں تمنا تھا اور اس کے بعد بحر
مکئی پر نہیں آیا اور یہ کہ وہ اب اسی قربانے میں حیاتی کی طرح مسلسل زکوٰۃ ہے اور حقیر یہ وہاں سے نکل
کر حاضر ہوا تو مدنی دنیا کی طرح عدل و انصاف سے بحر بائیں کی جیسے اس سے پہلے محمد و ستم سے گھری ہوئی
ہو گی۔ اب وہ اپنے دشمنوں کے خوف سے وہاں چھپا ہوا ہے۔

(قال) مگر یہ ایک تضاد عمل عقیدہ ہے جس کی کوئی اصل اور حقیقت نہیں ہے۔

فرض ہوا چاہئے کے بعد آنحضرت ﷺ کا دشمنوں سے سامنا نہیں ہوا اس لئے آپ ﷺ اس دفعہ
بھی بغیر جنگ کے ہی واپس مدینہ تشریف لے آئے (کیونکہ قریشی قتلہ آپ ﷺ کے چاہنے سے پہلے وہاں سے
گزر چکا تھا)۔

یہاں آنحضرت ﷺ کے بغیر جنگ کے واپس آنے کا جواز ذکر ہوا ہے اس سلسلے میں عربی عہدات میں
جنگ کے لئے کب کا قتلہ استعمال ہوا ہے۔ کب ضرور میلہ فریب کو کہتے ہیں۔ ای وجہ سے جنگ کو بھی کہہ لینی مگر
نہا گیا ہے۔ واللہ اعلم

باب سی و نہم (۳۹)

غزوہٴ عثیرہ

(ی) نام عہدی نے اپنے غزوات کے باب کو اسی غزوہ سے شروع کیا ہے۔ (یعنی اس طرح انہوں نے غزوہٴ عثیرہ کو پہلا غزوہ قرار دیا ہے) اس بات کی تائید حضرت تذیہ ابن اسلم کی ایک روایت سے ہوتی ہے، وہ اس سے پوچھا گیا،

”وہ غزوہ کون سا ہے جس میں آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے؟“
انہوں نے کہا کہ پہلا غزوہٴ عثیرہ ہے۔“

(اس طرح وہ دونوں باتوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ طیارہ علیا نے پہلا غزوہٴ عثیرہ کو قرار دیا ہے۔ اس روایت کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس سوال سے مراد یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کا وہ پہلا غزوہ کون سا ہے جس میں آپ آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے۔

ترجمہ غزوہٴ یثرب کے بعد آنحضرت ﷺ کا تیسرا غزوہٴ غزوہٴ عثیرہ ہے جو آپ ﷺ کو عہدی اول کے مہینے میں پیش آیا۔ سیرت صحابہ میں ہے کہ یہ غزوہٴ عثیرہ عہدی الثانی میں پیش آیا۔ یہی بات کتب صحاح میں بھی ہے مگر اس طرح کہ عہدی الثانی میں یہ غزوہٴ عثیرہ پیش آیا لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عہدی الاولیٰ میں پیش آیا۔

قریشی قافلے کا تعاقب..... اس وقت بھی آنحضرت ﷺ قریش کے ایک عہدتی قافلے کے لئے تشریف لے گئے تھے جو ملک شام کو جا رہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ قریش نے اس عہدتی قافلے میں اپنا تمام مال دولت شامل کیا تھا۔ مگر میں کوئی قریشی مرد و عورت چھپاتی نہیں تھی جس کا تمہارا بہت مال اس قافلے کے ساتھ نہ ہو۔ ہاں صرف وہی عہد عربی ایک ایسا شخص تھا جس کا کوئی مال اس قافلے میں نہیں تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اس قافلے کے ساتھ بچاں بزرگ و بچے (ی) کو ایک بزرگ لوت تھے۔ اس قافلے کا

امیر ابو سفیان قحط اس کے ساتھ ساتھ بھی آئی تھی۔ ایک قول ہے کہ انیس سو تھی تھے جن میں قرآن میں
نقل اور مردان عاقل بھی شامل تھے۔ یہی وہ قحط ہے جس کا رستہ روکنے کے لئے آپ ﷺ روانہ ہوئے وہاں
کہ یہ قحط ملک شام سے انیس سو قحطوں کی قحط فروزا دور کا سبب بھی بنا جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

آنحضرت ﷺ اس فروزا کے لئے قحط سہارا کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ایک قول ہے کہ وہ سہارا
صحابہ ساتھ میں تھے جن میں صرف صابر بن علی شامل تھے۔ فرض آپ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے اور مشعرہ
کے مقام پر پہنچے۔

لقد نظیرنا قحطاً اسی طرح ہے اس بارے میں غزوہ کے علاوہ کوئی اختلاف نہیں ہے
جیسا کہ عراب اس خبر نے کہا ہے، عمرام بخاری نے لکھا ہے کہ اس قحط کے آخر میں عذراہ (یعنی مشعرہ اور
قحطی میں عذیرہ سین سے بھی ہے اور اس کے آخر میں ہوا ہے اور قحط کے دن سے ہے۔ اور بخیر قحط کے جو
ہو فروزا کوک کے لئے) لایا جاتا ہے جیسا کہ آگے آنے والا قحط کے ساتھ اس کا جو قحط ہے وہی ایک قحط کا
نام بھی ہے جو حنی کے قریب ہے۔ (یہ اور وہی مصری مایوں کی حوالہ ہے اور نبی مدینہ کا قحط ہے۔

فرض آنحضرت ﷺ اس فروزا کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے تو آپ نے (اور سہارا میں عذراہ اور
مدینہ میں اپنا چائیں مقرر فرمایا۔ اس فروزا میں بھی آپ کے بھٹے کا رنگ سفید قحط آپ کے چاہنے سے
عزراہ میں عذراہ کے ساتھ میں قحط۔

ناکام واپسی..... یہ اس وقت میں لوگوں پر رونق ہوا (اس طرح کہ بڑی بڑی سب سوار ہوتے
تھے) آنحضرت ﷺ اس قریشی قحط کے قحط میں روانہ ہوئے تھے مگر مشعرہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ قحطی قحط
چند دن پہلے گزر کر ملک شام کی طرف چلا گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ بخیر قحط کے علاوہ مدینہ تشریف لے
آئے۔ البتہ اس موقع پر یہاں مدینہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے امن اور سلامتی کا معاہدہ فرمایا۔

کتاب یوں اثر میں ہے کہ یہ معاہدہ نبی مدینہ اور نبی ضرہ میں جو ان کے معاہدہ پر ہوا تھے ان کے
ساتھ کیا گیا کہ کتاب میں اس موقع پر معاہدہ کی تحریر کی شکل کی ہے جو بالکل وہی ہے جو فروزا اور ان میں
آنحضرت ﷺ اور نبی ضرہ کے درمیان لکھی گئی تھی جیسا کہ بیان ہو گا۔ اس معاہدہ پر بات قابل غور ہے۔

حضرت علیؑ کو ابو تراب کا لقب..... اس سفر میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ کو ابو تراب کا لقب دیا
فرمایا کہ قحط اس طرح پیش آیا کہ یہاں آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر حضرت علیؑ اور قحط انیس سو کو زمین
پر اس طرح سوتے ہوئے پایا کہ ان کے اوپر مٹی لگ گئی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؑ کے اوپر مٹی لگی ہوئی
دیکھی تو ہوا سے ذکر کردی صورت میں پڑی تھی تو آپ ﷺ نے انھیں اپنے پاؤں سے حرکت دے کر اٹھاتے
ہوئے فرمایا۔

”انھوں نے تراب! یعنی مٹی والے“

جب حضرت علیؑ انھوں کو کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا،
”میں تمھیں قحطوں کے تمام لوگوں میں سب سے فروزا بد بخت اور فقی کوئی کون ہے؟ ایک تو حضرت
صالحؑ کی اونٹنی کو زنا کر سنا اور وہ سب سے فروزا قحط سے اس سر پر ہوا کہ سب سے گدے کہ کہ آپ ﷺ نے حضرت
علیؑ کے سر کے ایک جانب ہاتھ رکھا اور دوسری جانب کی دھڑکی ہاتھ رکھا کہ فرمایا کہ اور وہ اس کو خوش سے رکھیں کہ

دے گا۔

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ ”پچھلے لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت انسان وہ تھا جس نے صابن کی نوختی کو ذرا گرہ یا قہار بعد کے لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت وہ شخص ہو گا جو حسیں قتل کرے گا۔“
حضرت علی کی شہادت کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی..... ایک روایت میں ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے حضرت علی سے پوچھا کہ پچھلے لوگوں میں سب سے زیادہ بد بخت کون تھا؟ حضرت علی نے عرض کیا کہ جس نے (صابن) کی نوختی کو ذرا یا قہار سول اللہ! پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ بعد کے لوگوں میں سب سے زیادہ فتنی کون شخص ہو گا؟

انہوں نے عرض کیا کہ پادرسول اللہ! اس کے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے حضرت علی کے سر کے بال میں ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ وہ اس جگہ رہ کرے گا۔

حضرت علی کی فکر آخرت..... چنانچہ اس کے بعد جیسے آنحضرت نے فرمایا تھا اسی طرح یہ واقعہ پیش آیا اور اس طرح آپ ﷺ کا یہ ارشاد آپ کی نبوت کی نشاندہی میں سے ایک قلم اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ رمضان ۱۰ محرم میں حضرت علی نے اپنا دستور یہ بنایا کہ ایک شام وہ حضرت صحن کے گھر روزہ افطار کرتے ایک شام حضرت حسین کے گھر اور ایک شام حضرت عبداللہ ابن جعفر کے گھر روزہ کو لے کر بھیجی جہی جنہوں سے زیادہ کھانا کھاتے اور یہ فرماتے،

”میری آرزو ہے کہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملوں کہ میں غالی ہوں اور بھوکا ہوں“

پیشین گوئی کی تکمیل..... آخر جب اورات آئی جس کی مجال میں ان کو قتل کیا گیا تو اس وقت حضرت علیؑ اپنا سر سے باہر آتے اور آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔ پھر یہ کہتے،
”اللہ اکی قسم یہی اورات ہے جس کا وہ کیا گیا ہے۔“

یہاں تک کہ سر کا وقت ہو گیا اور اس کے بعد سواؤں نے صبح کے وقت ایک حضرت علیؑ مسجد کی طرف روانہ ہونے کے لئے گھر سے نکلے تو ان کے مکان میں جو بلیں بچی ہوئی تھیں وہ ان کے منہ کی طرف چہ نہیں بھاگا کر بیٹھنے لگیں۔ حضرت علیؑ کے گھر کی مور توں میں سے ایک نے بگڑاں کو روکنا دیکھا تو حضرت علیؑ نے فرمایا،

”انہیں چھینڈ دو کیونکہ یہ باہم مرانی کر رہی ہیں۔“

جب حضرت علیؑ مسجد میں پہنچے تو آپؑ نے صلاۃ مستطابہ یعنی تلاوت تہجد سے نماز تہجد سے پکارا اسی وقت عبداللہ بنی ہاشم مروی عن اللہ نے چند روز سے خلافتوں کے ساتھ اپنا کپڑا آپؑ پر حملہ کیا اور ان کے سر پر اسی جگہ وار کیا جس کے لئے آنحضرت ﷺ ان تین سال پہلے خبر دے چکے تھے۔ اسی وقت چاروں طرف سے لوگ عبداللہ بنی ہاشم پر چڑھ دئے اور ایک شخص نے حملہ آور ہوا پانے کیلئے اس پر ایک پتھر اچھالی جس میں الجھ کر وہ لوگوں نے فوراً ہی اس سے تلوار جھین کر اس کو ہاتھ دیا۔ پھر لوگوں نے حضرت علیؑ سے کہا،

”میرے مومنین! آپ ﷺ ہمیں قید مروا (یعنی حملہ آور کے قید خانے سے انعام لینے کے لئے آؤ اور بھڑو بیٹھو۔“

مگر حضرت علیؑ نے فرمایا،

”ہر گز نہیں۔ مگر تم اس مسئلہ کو کر فہ کر لو اگر میں سر پہاڑی قبا میں کو قح کر دیکھو اگر میں زندہ
جائے کیا تو زخم کا بدلہ دے تم ہے۔“

شرارت اور تدبیریں..... چنانچہ حملہ آور کو کر فہ کر کے قید میں رکھا گیا مگر حضرت علیؓ اس زخم سے جانبر نہ
ہو سکے اور ان کی وفات ہو گئی۔ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہؓ اپنی ہفت زخمیوں کو غسل دیا اور
محمدؐ اپنی حنیف پانی ڈال دے تھے۔ ان کو تین سفید کپڑوں میں لپیٹ دیا گیا جن میں قمیص یا کفن اور عمامہ نہیں تھا۔
حضرت حسنؓ نے نماز چھارہ رکعتی (جمعہ صحت زیادہ ہونے کی وجہ سے سات کو میاں نے تعمیریں کہیں اراستہ میں
”آپ“ کو دفن کیا گیا ایک قول ہے کہ کو فہ کے باوجود ریاست میں دفن کیا گیا اور ایک قول ہے کہ دفن کی جگہ
ایران ریاست نہیں تھی۔ آپ کی قبر کو یہ قید رکھا گیا تاکہ خاندانی فرقہ کے لوگ قبر نہ کھودائیں۔

ایک شیعہ فرقہ کا باطل عقیدہ..... ایک قول جو شیعوں کا ہے کہ حضرت علیؓ کو آنحضرت ﷺ کے قریب
مدینہ میں دفن کرنے کا ارادہ کیا گیا چنانچہ لاش کو ایک لونت پر رکھ کر مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں
ایک راستہ دو راستہ جس پر حضرت علیؓ کی میت تھی اچانک کہیں جانب ہو گیا اور کبھی نہ مل سکا۔ چنانچہ لوگوں کا
(یعنی شیعوں کا) عقیدہ ہے کہ ان کو آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور اب وہ بالوں میں رہتے ہیں۔

حضرت علیؓ کی بیٹیوں کو آخری وصیت..... جب حضرت علیؓ اس حملے میں زخمی ہوئے تو انہوں نے اپنے
دو نوجوان بیٹوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنا وارث سے فرمایا۔

”میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے بیش از حد دیکھو اور پناہ میں سرکھتی مت کرو۔ کسی چیز سے
غروہی پر آئو مت بڑا بیٹھ حق بات کہو اور اللہ کے معاملے میں کسی مدامت کرنے والے کی طاقت سے نہ
ڈرو۔“

اس کے بعد انہوں نے اپنے بیٹے محمدؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا؟

”میں نے جو نصیحتیں تمہارے دونوں بھائیوں کو کی ہیں کیا تم نے ان کو اپنی نصیحتیں کر لیا ہے؟“

انہوں نے عرض کیا ہاں۔ جب حضرت علیؓ نے فرمایا۔

”تمہیں بھی میں وہی نصیحت کرتا ہوں۔ نیز تمہیں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بڑے
بھائیوں کی بیٹھ عزت و توقیر کرنا کہو کہ ان دونوں کا تم پر یہ حق ہے، کسی معاملے میں ان دونوں کے خلاف مت
کرو۔“

اس کے بعد انہوں نے حسینؓ کو نصیحت سے فرمایا۔

”میں تمہارے دونوں کو بھی اس کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ تم یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کی
وجہ سے اور تمہیں یہ معلوم ہے کہ تمہارا باپ اس سے کس قدر محبت کرتا ہے۔“

قاتل کا انجام..... اس کے بعد حضرت علیؓ خاموش ہو گئے اور انہوں نے صرف یہ کہہ کر کہ لا الہ الا اللہ اس
کے بعد انہوں نے اپنی جان جان آخری کے سپرد کر دی۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت حسنؓ نے حملہ آور اپنی
تلم کو قید خانے سے نکالا اور اس کی گردن بٹا دی۔

قاتل کی خونی گلوں اور خوفناک عملہ..... اقول۔ مخالف کہتے ہیں۔ بعض علماء نے مبرہ سے روایت بیان
کی ہے کہ کر فہ ہونے پر حضرت علیؓ کے قاتل ابن کلم نے حضرت علیؓ سے کہا تھا۔

”میں نے یہ گلو ایک بڑے بڑے غریب کی ہے اور میں نے اس کو ایک بڑے بڑے غریب کی بیوی بھی دیا ہے۔
میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میں اس گلو سے اللہ کے سب سے بڑے بندے کو مل سکوں۔“

حضرت علیؑ نے فرمایا،

”سیری اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا ہے۔“

اور ساتھ ہی انہوں نے حضرت حسنؑ سے فرمایا،

”اے حسن! جب میں ہر جاؤں تو اس کو یعنی اپنی نظم کو اسی کی گلو سے مل کر دے۔“

عبد کی غیر ناک تخیل۔ یعنی اس طرح اپنی نظم کی دعا اور رسول اللہ ﷺ کا گلو مل کر ہوا ہو گیا کہ اگر
آنحضرت ﷺ نے خود حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ تمہارے سر پر ہار کرنے والا کوئی سب سے بد بخت اور فحش
انسان ہو گا (چنانچہ بنی عظمیٰ کی تھوڑی سی بدترین شخص کی حیثیت سے قتل ہو کر اپنی گلو کا حق پورا کر گیا)
چنانچہ حضرت حسنؑ نے اپنے والد کے نظم کی قبیل کی۔ اس کے بعد اپنی نظم کی لاش کو چھوڑ دیا گیا۔ کہا
جاتا ہے کہ اس کے ساتھ ہی وہ غیر ناک کر ایک نوکر سے مل کر ہار لے گئے اور ہار اس کو آگ میں چھوڑ دیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت حسنؑ نے اپنی نظم کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ یہ شخص میرا قاتل
ہو گا اس پر من سے کہا گیا کہ ہار آپ۔ اس کو قتل کیوں نہیں کر دیتے اس پر انہوں نے فرمایا کہ ہار مجھے
کون قتل کرے گا؟

کتاب یونان اور کے مصنف نے بھی اپنے شاگرد و مباحث کی بیوی کرتے ہوئے یہی لکھا ہے کہ
آنحضرت ﷺ نے علیؑ کو اب قراب کا لقب اسی غزوہ کھبرہ میں عطا فرمایا تھا۔ مگر کتاب ہدیٰ میں اس پر اعتراض
کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے علیؑ کو یہ خطاب ان کے حضرت فاطمہؑ سے نکاح کے بعد دیا تھا اس کتاب
میں ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ کے فرم گئے اور من سے ہر چہا کہ تمہارے بچے
کے بیٹے یعنی تمہارے شہر کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ مدائن ہے کہ کھبر سے نکلتے ہیں آنحضرت ﷺ
وہاں سے مسجد میں غریب لائے تو آپ ﷺ نے حضرت علیؑ کو فرش پر لیٹے ہوئے پایا اور ان کے بدن پر مٹی اور
گرد چھڑکا ہوا تھا، آنحضرت ﷺ نے ان کے بدن سے ”ز یعنی قراب جھٹکنے ہوئے فرمایا۔
”بیڑ جاؤ قراب! یعنی مٹی والے۔“

ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اب قراب کا لقب اس لئے دیا تھا کہ حضرت علیؑ جب کسی بات پر
حضرت فاطمہؑ سے مدائن ہوتے تو ان سے بات کرتے تو ان کو کوئی ایسی بات کہتے جو ان کے لئے ناگوار نہ
ہو بلکہ وہ مٹی اٹھا کر اپنے سر پر ڈالنے کا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ جب بھی ان کے سر پر مٹی کیجئے تو
مجھ جائے کہ وہ حضرت فاطمہؑ سے منے ہو گئے ہیں۔

کتاب نور میں ہے کہ ممکن ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ کو اس لقب سے دونوں موقعوں پر پکارا
ہو۔ اس لقب کا سبب ان کے چہرے پر مٹی لگ جانا بھی ہو اور ان کا خود اپنے سر پر مٹی لگانا بھی ہو۔ واللہ اعلم۔

باب چہم (۳۰)

غزوہ ستوان

اسی غزوہ کو غزوہ بدر کوئی بھی کہا جاتا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ غزوہ مشعرہ سے واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ مدینہ میں چند راتوں سے زہرہ نہیں کھڑے۔ اس قیام کی مدت دس رات بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ ﷺ کو پھر ایک صبح جی اُٹھ کر آپ کو کراہین ہمار لہری کی سرکوبی کے لئے نکلتا ہوا۔ یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مدینہ کی چراگاہوں اور مویشیوں پر حملہ کیا تھا۔ آنحضرت ﷺ اس کی تلاش میں روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک دواہی میں پہنچے جس کا نام ستوان تھا۔ یہ دواہی بدر کی طرف اس کے قریب ہے۔ اسی وجہ سے اس غزوہ کو بدر کوئی بھی کہا جاتا تھا۔ اس واقعہ بھی آنحضرت ﷺ کو نہ ہانکے کیونکہ وہ پالیا سے نکل چکا تھا۔

اس غزوہ کے موقع پر آپ ﷺ نے مدینہ میں ذی ابن حارثہ کو اپنا چاہنشین بنایا تھا اور اسلامی جھنڈا جو سلید رنگ کا تھا حضرت علی ابن ابی طالب کے ہاتھوں میں تھا۔

کتاب بیون الاثر میں بھی طائر و میماہی کی شکلیہ میں غزوہ ستوان کو غزوہ مشعرہ کے بعد ہی ذکر کیا گیا ہے۔ مگر یہ بات سیرت شامی کے برخلاف ہے جس کی ترتیب سیرت و میماہی کے مطابق ہے اور وہی ترتیب کتب استیعاش میں بھی ہے۔ واللہ اعلم

باب چہل و یکم (۳۱)

تبدیلی قبلہ

اسی سال یعنی ۷۰ کے درمیان وہ جب کے مہینے میں قبلہ تبدیل ہوا ایک قول ہے کہ شعبان کے وسط میں تبدیل ہوا بعض علماء نے اسی دوسرے قول کے متعلق کہا ہے کہ عام مجسور کا قول یہی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ تبدیلی عہدِ ثانی میں مکہ میں آئی، چنانچہ ایک قول ہے کہ مدینہ میں آنحضرت ﷺ نے سولہ مہینے اور ایک قول کے مطابق سترہ مہینے اور ایک قول کے مطابق پندرہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ ایک قول اس کے ساتھ بھی ہے۔

یہ بات گزر چکی ہے کہ مسجد نبوی کے تعمیر ہو جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس میں پانچ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اکثر حضرات کا قول یہ ہے کہ قبلہ کی تبدیلی عمر کی نماز میں ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ عصر کی نماز میں تبدیلی کا حکم آیا۔ چنانچہ حضرت بروہ سے نقلین میں روایت ہے کہ سب سے پہلی نماز جو کعبہ کی طرف رخ کر کے آنحضرت ﷺ نے پڑھی عصر کی نماز ہے۔ (یہ گویا اس بات کی دلیل ہے کہ تبدیلی قبلہ کا حکم عصر کی نماز میں آیا تھا۔)

کعبہ کے رخ پر پڑھی جانے والی پہلی نماز۔۔۔ اس طرح یہ وہ مختلف قول ہو گئے مگر کہا جاتا ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ شاید اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ عصر کی نماز وہ پہلی مکمل نماز ہے جو آپ ﷺ نے کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی کیونکہ عمر کی نماز جس میں تبدیلی کا حکم ہوا آپ ﷺ نے اس کا پہلا آواز بیت المقدس کی طرف رخ کر کے چڑھا ہوا ہے۔ آواز صر کعبہ کی طرف رخ کر کے چڑھا تھا۔

پھر میں نے مامر ابن جمر کا قول دیکھا کہ انہوں نے بھی یہی تصریح کی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ عصر کی نماز وہ پہلی نماز ہے جو آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں پڑھی یا یہ کہ عصر کی نماز میں تبدیلی انصاروں کے کسی اور محلہ میں ہوئی۔ (یہ) یعنی نئی حدیث کے محلہ میں۔

ایک قول ہے کہ تبدیلی کا حکم مکی نبی کے آقا محمدؐ اس کا مطلب قہار میں تبدیلی قبلہ کا وقت ہے۔ کیونکہ اس تبدیلی کی اطلاع قہار میں عمر کی قند سے پہلے نہیں پہنچی تھی، یہاں تک کہ آگے جان ہو گا۔
آنحضرت ﷺ کی آنرز دلور تبدیلی قبلہ کا سبب..... قبلہ کی تبدیلی اس لئے ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کی یہ آنرز تھی کہ آپ ﷺ کا قبلہ بیت اللہ شریف ہو۔ خاص طور پر جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ یسویٰ یوں کہتے ہیں کہ محمد ﷺ ہماری مخالفت بھی کرتے ہیں اور ہمارے ہی قبلہ کی طرف رخ کر کے عہد کرتے ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ کے مطابق یسویٰ یوں نے مسلمانوں سے کہا،

”اگر ہم سیدھے راستے پر نہ ہوتے تو تم ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز میں نہ پڑھا کرتے۔ اس بارے میں تم ہماری ہی پیروی کرتے ہو۔“

ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ قند میں کعبہ کا سامنا حضرت ابراہیمؑ، اسماعیلؑ کی بیوی اور محبت میں کرنا چاہتے تھے مگر اس بارے میں یسویٰ یوں کی موافقت پسند نہیں فرماتے تھے۔ مگر یہ کہ قریشی کفار مسلمانوں پر طعن کر کے کہتے تھے،

”تم یہ کیوں کہتے ہو کہ ہم ابراہیمؑ کے طریقہ پر ہیں جبکہ تم نے ان کا قبلہ چھوڑ کر یسویٰ یوں کا قبلہ اختیار کر رکھا ہے۔“

آنحضرت ﷺ کی جبرئیلؑ سے درخواست..... اسی طرح آنحضرت ﷺ کی اس آنرز کی ایک وجہ اور بھی تھی کہ مکہ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تو اس طرح کفر سے ہوتے تھے کہ کعبہ کی طرف آپ ﷺ کی پہلو نہ ہو مگر جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو جب آپ ﷺ بیت المقدس کے صغریٰ کی طرف رخ کرتے تو خود بخود آپ ﷺ کی پشت کعبہ کی طرف ہو جاتی۔ یہ بات آپ ﷺ پر بہت شرابی گزرتی چنانچہ آپ ﷺ نے جبرئیلؑ سے فرمایا،

”میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے یسویٰ یوں کے قبلہ کی طرف سے بھجورے۔“

جبرئیلؑ نے عرض کیا،

”میں تو ایک تمام ہوں، اس کا کوئی اقتدار نہیں رکھتا کہ آپ ﷺ کو کوئی چیز دے سکوں سوائے اس کے جس کے لئے اللہ تعالیٰ مجھے حکم فرماتا ہے اس لئے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے۔“

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور جب آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تو بارہا آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے پاس سے اس بارے میں حکم آجائے (کیا آسمان کی طرف جیسے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں کا قبلہ آسمان ہی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جبرئیلؑ سے فرمایا،

”میری خواہش ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ میرا رخ کعبہ کی طرف بھجورے۔“

جبرئیلؑ نے عرض کیا،

”مجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ خود سے کوئی بات حق تعالیٰ سے عرض کر سکوں لیکن اگر حق تعالیٰ نے مجھ سے یہ چاہا تو میں اس کی بات میں عرض کر دوں گا۔“

تبدیلی قبلہ کا حکم..... ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، صغریٰ، والدہ سے ملنے کے

نے بنی سولہ کے غلہ میں تھریٹھ لے گئے۔ انہوں نے کہہ چکے تھے کہ بے گناہ تھا، کیا ہی وقت لڑا غلہ کا وقت آگیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کے ساتھ اسی پٹنے کی مسجد میں لڑا شروع کیا۔ آپ ﷺ نے انہی اور کئیوں کی چٹھی چھیں کہ جو کھن چل ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو اشارہ کیا کہ آپ ﷺ کعبہ کی طرف رخ کر کے لڑا پر جیسے دو سیزاب کا سالانہ کریں۔ چنانچہ آپ ﷺ کھوم کر کعبہ کی سمت میں آئے۔

(ایسی ہی حرمت جب مقدسوں کے اپنے جگہ دلی تو جس جگہ اب تک عورتیں عزت پر مبنی تھیں یعنی پچھلے حصہ میں وہاں مرد آگے اور یہاں مرد کھڑے ہوتے تھے۔ بنی انیس حصہ میں وہاں عورتیں آئیں۔ بنی آنحضرت ﷺ کھوم کر مسجد کے انیس حصہ سے پچھلے حصہ میں آئے کچھ عید میں جب کوئی کعبہ کی طرف رخ کر کے کھڑا ہوگا تو لازم ہے کہ اس کی پشت بیت المقدس کی طرف ہو جیسے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوئے والے کے لئے لازم ہے کہ اس کی پیٹھ کعبہ کی طرف ہوگی۔ لہذا آنحضرت ﷺ جس جگہ نام کی حیثیت سے کھڑے ہوئے تھے اگر وہیں کھڑے کھڑے کھوم جاتے تو آپ ﷺ کے پیچھے مقدسوں کی صفوں کے لئے جگہ نہ ہوتی۔

ایک قول یہ ہے کہ جدائی قبلہ کا حکم جس وقت آیا اس وقت آپ ﷺ کو اس میں تھے۔

اوسریں ایک شب ہوا ہے کہ لڑا جس جدائی قبلہ کے حکم پر آنحضرت ﷺ ایک جگہ سے دوسری جگہ کھوم کر گئے تو یہ ایک کافی لمبی حرکت تھی جس کو انشاء کی اسطلاح میں عمل کثیر کہتے ہیں اور عمل کثیر اور مسلسل ہو تو لڑا کو قاسد کہتے ہیں۔

اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس سے کوئی انکال نہیں ہو سکتا کیونکہ ممکن ہے یہ جدائی قبلہ کا حکم عمل کثیر کی حرمت سے پہلے چل رہا ہو اور یہ کہ یہ عمل کثیر مسلسل ہو جیم نہ ہو اور۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: پہلے بیان ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ ام ہاشم کے پاس تھریٹھ لے گئے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ پنج جگہ، مدائن، یمن، خضراء، مام، حرام، بیت المقدس اور یمن کی بنی امیہ، کعبہ کے پاس بھی تھریٹھ لے جاتے تھے اور انہی جگہوں پر بھی وہاں تھریٹھ لے جاتے تھے۔ ان میں ام حرام آنحضرت ﷺ کا سر بھی لڑا کرتی تھیں اور آنحضرت ﷺ بھی وہاں سو بھی جایا کرتے تھے۔ ان چیزوں کی وجہ سے دشمنوں کے انہی عورت کو دلچسپی تھیں کہ ان عثمانی میں چھیننے کی اہذت آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے تھی کیونکہ اس صورت میں کسی غلہ کا کوئی اندیشہ نہیں تھا (جبکہ امت کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے) آگے اس کا بیان آ رہا ہے واللہ اعلم۔

اس مسجد کا نام جس میں جدائی قبلہ کا حکم آیا مسجد قبا میں تھا بنی دو قبیلوں والی مسجد چڑکیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ لڑا یعنی تھریٹھ لڑا جس میں جدائی قبلہ کا حکم آیا مسجد بنی یمن میں ہوئی تھی۔

جدائی قبلہ کا بیان۔۔۔ فرض جدائی قبلہ کے بعد حضرت عباد بن بشر جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ یہ لڑا چڑھی تھی مسجد سے نکل کر چپے۔ ایک جگہ وہاں ان کے پاس سے گزرا۔ یہ مصر کی لڑا چاہا رہے تھے اور وہاں تھے، انہیں دیکھ کر عباد نے کہا۔

”میں نے اسی قسم کا کرکنا ہوں کہ میں نے ابھی آنحضرت ﷺ سے ساتھ کعبہ کی طرف سے تو کے لڑا چڑھی ہے۔“

اس کے بعد قباہوں تک پہنچے اس وقت جبکہ وہ انگلیوں کی نماز چھو رہے تھے۔ وہ لوگ اس وقت دوسری رکعت کے رکوع میں تھے۔ اسی وقت مہاجرین نے پکار کر اعلان کیا،
”تو کو آخر درہم ہذا کہ قبلہ کا رکوع کی طرف تبدیل ہو گیا ہے۔“

نماز پڑھنے والے یہ سن کر تعجب کی طرف مڑے۔ بخاری میں یوں ہے کہ جب لوگ قبائش مسجد کی نماز چھو رہے تھے وہیں ایک شخص قباہوں میں گیا،

”اے رسول اللہ ﷺ راستہ تو بدل ہوئی ہے اور آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ رکوع کی طرف رخ کر کے نماز پڑھیں لہذا تم بھی بیت اللہ کی طرف ایسے رخ کر لو۔“

چنانچہ لوگ رکوع کی طرف مڑ گئے۔ مسلم میں روایت ہے کہ جو لفظ جس میں مسجد کی نماز کے بجائے پاشت کی نماز کا غلط ہے اس بارے میں حاضرین غمزدہ ہو گئے۔ یہ لفظ بھی مسجد کی نماز کے ناموں میں سے ایک ہے مگر بعض لوگوں نے مسجد کی نماز کے اس نام کو غمزدہ لکھا ہے۔

(قباہ وہوں کو مسجد کی نماز میں تبدیل قبلہ کی اطلاع ملی جبکہ یہ تبدیلی کز شہدوں عصر کی نماز میں ہو چکی تھی) مگر ان کی کوئی روایت نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ قباہوں کو عصر، مغرب اور مشاکی نمازوں کے گمانے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ کہ مسجد کی نماز کی قبلہ رکعت کے بعد نماز چھوئے تھے لہذا ان کا حکم دیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ تاریخ کی روایت یعنی کز شہد حکم کو منسوخ کرنے والی روایت کا حکم اسی وقت سے جاری ہوتا ہے جب اس تاریخ کا حکم ہوا اس سے پہلے نہیں، یا یہ کہ تاریخ کا حکم پھر عرصہ پہلے ہی باطل ہو چکا ہو۔

دوسرے کہ یہاں حکم جو قطعی تھا یعنی وقت اللہ کی طرف رخ کرنا اس کو صرف ایسے حکم یا اطلاع پر چھوڑ دینا محض غلطی ہو یعنی خبر واحد ہو کہیں تک درست ہے (خبر واحد کی تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے)۔

اس شہد کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ اس تبدیلی قبلہ کی خبر کے ساتھ ایسے قرآنی موجد تھے کہ لوگوں کو یقین تھا کہ خبر دینے والے صحیح اور باجہ اللہ ہی نے انہوں نے اگر کسی قطعی حکم کو چھوڑا تو قطعی حکم کے بدلے میں ہی چھوڑا (خبر قطعی حکم سے بدلے میں نہیں چھوڑا) کی غلط فہمی کی کٹھن جس پر چلتا ہے وہ حکم ہو چکا ہے اور یہ خبر صحیح کی روایت قطعی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اس موضوع پر جن کتابوں میں بحثیں ہیں ان سے یہ بات ثابت ہے۔

کہا جاتا ہے کہ قباہوں کو بھی یہ خبر پہنچانے والے حضرت مہاجرین بخاری تھے۔ اب یوں کہنا چاہئے کہ مہاجرین پہلے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلے خبر دہاں مصر کی نماز ہو رہی تھی اور اس کے بعد قباہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کے لوگوں کو مسجد کی نماز کے وقت انہوں نے اس تبدیلی کی اطلاع دی۔ اس سلسلے میں جو آیت باطل ہوئی تھی وہ یہ ہے،

لَا تَرَوْا ثَقُفًا وَجَهَكَ فِي السَّعَاءِ فَلَوْ لَبَّكَ قُلَّةُ تَرْجُحًا فَوَلَّى وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

(آیت ۱۸ سورہ البقرہ ص ۲ ص ۱۶)

ترجمہ :- ہم آپ کے منہ کا یہ بدلہ آسمان کی طرف الٹا دیکھ رہے ہیں اس لئے ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف متوجہ کر دیں گے جس کے لئے آپ کی مرضی ہے۔ اور پھر اپنا رخ نماز میں مسجد حرام مکہ کی طرف کیا کیجئے (ی) اور اللہ کی طرف ایک شاخ سے اپنے ان شجرہوں میں اشارہ کیا ہے،

کَلِمَ الْبَلَسَى الْمَصْطَفَى مِنْ مَعَانَا
عَرَاهِ حَلَوَ الْكَفَرِ اِلَى مَعَانَا

ترجمہ :- آنحضرت ﷺ کی صداقتان نبوت کے لئے کتنی ہی نکالیاں موجود ہیں جو نہایت روشن ہیں اور جن کی حقیقت پانے کے لئے انسانی فکر حیران ہو جاتی ہے۔

لَعَارِي الْقَلْبِ الْبَلَسَى قَلْبَ بَرَضَا
وَلَا اَيْتَ قَلْبَ بَرَضَا

ترجمہ :- جب حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو بار بار آسمان کی جانب اٹھنے دیکھا تو اس نے آپ ﷺ کی اُردو کے مطابق ایک مہارک مسعود قبلہ نہایت فرمایا۔

حضرت علامہ ابن ابی نعیم نے روایت ہے کہ ہم سر پہری دو لہاؤں میں سے ایک لہہ یعنی عمرہ لہہ صحری لہاؤں میں سے ایک لہہ چاند ہے جسے کہ ایک شخص صبح کے دروازے پر آکر کھڑا ہوا جبکہ ہم لہہ میں مشغول تھے اور اس نے پند کہ کہ لہہ صحری کی طرف توجہ نہ کی تھی۔ یہ سن کر ہمارے لہہ نے رخ بدلا اور گھوم کر کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔

حق تعالیٰ نے اپنے ارشاد قد تَرَى قَلْبَی وَجْهَی فِی السَّمَاءِ میں فرمایا ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ ﷺ کوئی کی امید میں بار بار آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور پُر شوقی لہہ میں اس کی تمنا کر رہے ہیں کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے لہہ چاند کا حکم آجائے۔ چنانچہ ہم آپ ﷺ کا رخ اسی جیسے کی طرف پھیر دیں گے جو آپ ﷺ کی توجہ کر رہا ہے۔ تو کچھ ایسا نہ سمجھ کر ہم کعبہ کی طرف پھیر گئے۔

اس کے بعد حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَاُولَئِكَ مَخْرُجُکُمْ فَذَرُوهُنَّ اِنَّ الْکُفْبَ لِعَمَلُوْنَ اِنِّهٖ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ (سورہ بقرہ ص ۱۱۶ آیت ۱۱۷)

ترجمہ :- اہل کتاب بھی یقیناً جانتے ہیں کہ یہ قسم یا کھنک ہے اور ان کے پروردگار ہی کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی ان کا درویشوں کی طرف سے ہاتھ نہ خیر نہیں ہیں۔

اہل کتاب اس بات کو اس لئے یقیناً جانتے ہیں کہ ان کی قدیم کتابوں میں آنحضرت ﷺ کا ذکر اور آپ ﷺ کا طریقہ وغیرہ بھی درج ہے اور یہ بھی درج ہے کہ آنحضرت ﷺ کا پہلا قبلہ بیت المقدس ہو گا اور پھر ان کا قبلہ بدل کر کعبہ ہو جائے گا۔

اقول :- مؤلف کہتے ہیں : کچھلی سطروں میں جو روایت علامہ ابن ابی نعیم نے بیان کی ہے غالباً اسی کو وضع ابن طہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ہمارے پاس ایک شخص آیا کہ ہم نبی عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محلہ میں نماز چاند ہے جسے اس نے آکر لہاؤں کیا کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہوا ہے کہ نماز میں کعبہ کی طرف رخ کیا کریں۔ یہ سن کر ہمارے امام نے اپنا رخ پھیر لیا اور اس کے ساتھ ہم نے بھی رخ پھیر لیا واللہ اعلم۔

یسودیوں کے اعتراضات :- دوسرے ائمہ پر یسودیوں کے تمام معزوات تکمیل ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

”اے محمد ﷺ! آپ نے کہا کہ جو سے اپنا قبلہ چھوڑ دیا۔ جس کی طرف آپ اب تک رخ کرتے کر رہے تھے حالانکہ آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ اور انہم کے طریقہ اور دین پر چلتے ہیں۔“

یعنی ابراہیم کا قبلہ بیت اللہ نہیں تھا۔ یہ بات یہود کے اس دعویٰ کے مطابق ہے کہ تمام نبیوں کا قبلہ بیت المقدس ہی رہا ہے جبکہ کہ آگے اس کا بیان آئے گا۔ نیز اس بدعت میں جزا کا اہل ہو گا وہ بھی آگے ذکر ہو گا۔
فرض اس کے بعد یہودیوں نے پھر آپ ﷺ سے کہا۔

”آپ ﷺ اگر یہ اپنے اہل قبلہ کی طرف لوٹ جائیں جس پر اب تک ہے تو ہم آپ ﷺ کی پیروی کر لیں گے اور آپ ﷺ کی تصدیق کریں گے۔“

فقہ انکیزی کی خوشحالیت۔ حقیقت میں اس صدی گھٹو سے یہودیوں کا مذہب (آخضریت ﷺ کی تصدیق یا رد) کی راہ کو نہیں تھا بلکہ اکثر یہود اٹھا کر کہہ کر آخضریت ﷺ کی بات مان جائیں تو لوگ کچھ نہیں کہتے کہ آپ ﷺ اپنے دین کے معاملے میں حیران ہیں (یعنی کبھی ایک راستہ اختیار فرما لیتے ہیں اور کبھی دوسرا راستہ اختیار کر لیتی ہیں) نہ بھی کتابوں میں آخضریت ﷺ کی تحدیدات کے ساتھ چہ کہ یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ بیت المقدس کا رخ چھوڑ کر بیت اللہ کا رخ اختیار فرمائیں گے۔ لہذا اگر آخضریت ﷺ نے ان کی بات مان کر دوسرا بیت المقدس کا قبلہ اختیار فرما لیا تو وہ مسلمانوں کے سامنے اپنی مذہبی کتابوں کا حوالہ دے کر ”آخضریت ﷺ کو بھٹکا نہیں گئے کہ تم ہی آخر کار میں کی نکالی ہے کہ وہ بیت اللہ کا قبلہ اختیار کریں گے جبکہ انہوں نے بیت اللہ کا قبلہ اختیار کر کے ہمارے سامنے ہے۔“

کیا انبیاء کا قبلہ بیت المقدس رہا ہے؟ ایک روایت میں ہے کہ تہذیبی قبلہ کے بعد یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا۔

”تم نے آخر میں وہاں سے موسیٰ و یونس اور دوسرے تمام پیغمبروں کا قبلہ چھوڑ دیا ہے۔“

اس بات کی تائید امام ذہبی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ تو تم کے زمین پر ان کے وقت سے اللہ تعالیٰ نے وہی نبی بھیجا جس کا قبلہ بیت المقدس کا صغیر یعنی چھوٹا رہا ہو۔ اسی طرح امام نسائی کے ظاہری قول سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنے قصیدہ کا یہ شعر کہا ہے۔

وَصَلَّيْتُ نَحْوَهُ
وَعَلَّيْتُ نَحْوَهُ
وَصَلَّيْتُ نَحْوَهُ
وَعَلَّيْتُ نَحْوَهُ
وَصَلَّيْتُ نَحْوَهُ
وَعَلَّيْتُ نَحْوَهُ

ترجمہ۔ آپ ﷺ کا وہ پیغمبر ہیں جس نے دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور بیت اللہ کی طرف لہذا چہ گئے اب کہ دوسرے تمام نبیوں کا ایک کے علاوہ اور قبلہ نہیں رہا۔

اس قصیدہ کے شاعر نے اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شاعر کہتا ہے کہ ہر نبی کا قبلہ صرف بیت المقدس تھا جبکہ آخضریت ﷺ اس قبلہ یعنی بیت المقدس میں تو سب نبیوں کے شریک ہیں یہی لیکن بعد کے آپ ﷺ کا قبلہ ہونے میں آپ ﷺ تمام نبیوں میں ممتاز ہیں اور یہ صرف آپ ﷺ کی خصوصیت ہے چنانچہ اسی لئے تو بیت میں آخضریت ﷺ کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں آپ ﷺ کو صاحب قبلت بھی فرمایا گیا ہے۔

بیت اللہ کے انبیاء کا قبلہ ہونے کے ثبوت ... غرض اس قول پر ایک شبہ ہو تا ہے کہ ایک روایت نے مطابق تمام انبیاء کا قبلہ بیت اللہ یعنی کعبہ ہی تھا چنانچہ ابو حاتم سے روایت ہے کہ تعجب تمام نبیوں کا قبلہ تھا اور موسیٰ بیت المقدس کے رخسار کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے جو موسیٰ اور کعب کے درمیان چار تھا

(۱) اس کا مطلب یہ ہوا کہ مومن کا راج کعبہ ہی کی طرف ہو تا تھا کیونکہ جب دو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے تو ای سمت میں بیت المقدس کے بعد کعبہ چاہتا تھا اور دونوں قبلوں کا سامن ہو جاتا تھا اور ظاہر ہے انکی بات تو حقیقی طور پر یعنی شکر سے سن کر ہی مکی جا سکتی ہے۔ لہذا اب گزشتہ سطر میں یہودیوں اور عہدہ زہری کا جو قول گزرا ہے اگر اس کو درست مانا جائے کہ بیت المقدس کا صفر و تمام گزشتہ نبیوں کا قبلہ رہا ہے۔

تو اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ دو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے گزرا جاتے تھے اور بیت المقدس کو اپنے نور کعبہ کے درمیان میں کر لیتے تھے (لہذا ایک وقت دونوں کی طرف رخ ہو جاتا تھا اور اس طرح گزشتہ دو اہل میں کوئی اختلاف نہیں رہا۔

یہاں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس صورت کے مقابلے میں افضل نہیں جو اس کے برعکس ہوتی کہ راج کعبہ کی طرف اس طرح ہو کہ کعبہ ان کے اور بیت المقدس کے درمیان میں آجائے۔ (جیسا کہ مکہ میں آنحضرت ﷺ کا عمل تھا یعنی اگر یہ صورت ہو تو اس کا مطلب ہو گا کہ اصل مقصود کعبہ کا سامنا کرنا ہے اور بیت المقدس ضمنی طور پر سامنے آجاتا ہے جو کعبہ کے جدا چاہتا ہے۔

اس شبہ کے جواب میں کتاب اصل یعنی یحییٰ بن ابی شریک کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ کتاب اصل نے حق تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے،

وَلَوْ قَرَّبْنَا بَثْمًا مِّنْهُمْ لَيَسْتَفْتِنَا إِلَهُ الْفَلَاحِ وَهُمْ يَكْفُرُونَ وَالْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكْفُرْ مِنَّا مَن لَّيْسَ لَهُمْ شِرْكٌ (سورہ بقرہ ص ۱۷۷) (۱۷۷)

ترجمہ: اور بعض اہل میں سے اگر واقعی کو پادریوں یہ کہ خوب جانتے ہیں ٹکراؤ کرتے ہیں حالانکہ یہ امر واقعی منجانب اللہ ثابت ہو چکا ہے۔ سو ہرگز شک نہ ہے کہ انہوں میں شکر نہ ہوگا۔

اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دو یہودی چوٹی کو چمپاتے تھے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ کعبہ ہی صحیحہ تمام نبیوں کا قبلہ رہا ہے یعنی ان کے نزدیک اصل مقصود کعبہ کا سامنا کرنا ہی ہوتا تھا صرف اس طرح ضمنی طور پر نہیں کہ اصل میں دو بیت المقدس کے صفر و کا سامنا کرتے ہوں اور اس کے نتیجہ نور ضمن میں خود بخود کعبہ کا سامنا ہو جاتا ہو (کیونکہ کعبہ بھی اسی کی سمت میں چاہتا تھا)۔

بیت المقدس میں اصل سمت قبلہ کے متعلق ایک قول۔ مگر بعض ماذہبوں نے لکھا ہے کہ یہودی اپنی کتاب قرابت میں کہیں یہ نہیں دیکھتے کہ قبلہ جو تھا دو بیت المقدس کا صفر و تھا بلکہ اصل میں اس صفر و چٹکان پر ہی بیت المقدس کی طرف رخ کر کے وہ نمازیں پڑھا کرتے تھے (مگر جب اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے براہی ہوا تو اس نے بیت المقدس کو اٹھ لیا لہذا اب یہودیوں نے انکی میں مقبورہ کے بعد اس پڑان کو ہی قبلہ قرار دے لیا اور اس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھنے لگے اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کرنے لگے کہ اصل میں وہ چٹان ہی گزشتہ نبیوں کا قبلہ تھی۔ اس بارے میں گزشتہ سطروں میں ملاحظہ فرمائی گا تو اب بھی گزرا ہے اور اس پر جو شبہ قلعہ بھی بیان ہو چکا ہے۔

فرض اس کے بعد ان یہودیوں نے مسلمانوں سے کہا،

"اللہ کی قسم تم بہت ہی گمراہ لوگ ہو۔"

اس پر حق تعالیٰ نے یہ دعویٰ قبول فرمایا۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَهُمْ عَن قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِّلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ ۗ

(آیت ۱۲۴ سورہ بقرہ، پ ۲ ص ۱۶)

جو رابطہ مستقیم

ترجمہ: اسباب تو یہ ہے، وقف لوگ ضرور کہیں گے ہی کہ ان مسلمانوں کو ان کے سابق سبقت سے (کہ بیت المقدس تھا) جس طرف پہلے حضورؐ ہو کر تھے کسی بات نے بدل دیا۔ آپؐ فرمادیتے کہ سب مشرق اور مغرب اللہ ہی کی ملک ہیں جس کو اللہ چاہا ہیں بعد خاطر حق بتا دیتے ہیں۔

یعنی یہ تمام بحثیں چاہے مشرق کی ہوں یا مغرب کی۔ اللہ ہی کی ہیں لہذا وہ جس طرف چاہے بھیج دے اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہ کر سکتا کیا حق ہے غرض اس طرف ہندوستان، مسیحیوں اور قہلہ کا عہد ہے (یعنی پہلے ایک عہد ہی جس کا حق تعالیٰ نے مسیحیوں کو فرما کر بعد میں دو سرانظم فرمایا) چنانچہ انی عمان سے روایت ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے حکم جو ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے مسیحیوں کو فرمایا، قہلہ کے بارے میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ جانتا ہے۔ چنانچہ پہلے آنحضرت ﷺ کے بعد دین و دونوں جگہوں میں بیت المقدس کا رخ فرمایا کرتے تھے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا رخ مکہ کی طرف بھیج دیا۔

اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے،

فَلْيَسِّرْ لَنَا نَوَافِقَهُ وَحَدِّثْ لَنَا اللَّهُ وَاسْخِ عَلِيمًا

(آیت ۱۱۵ سورہ بقرہ، پ ۲ ص ۱۳)

ترجمہ: کیا تم لوگ جس طرف منہ کرو اور جی اللہ تعالیٰ کا رخ ہے کیا اللہ تعالیٰ تمام جہان کو عیبہ ہیں۔ (اس ارشاد میں فرمایا گیا ہے کہ تم جس طرف بھی رخ کرو اللہ کے سامنے سید ہو گے) تو یہ درحقیقت سب سے زیادہ صحت میں ایک رخصت ہے، بعد سفر کے دوران قہلہ کا رخ معلوم نہ ہو اور مسافر نماز پڑھے تو اس کے لئے ارشاد ہے کہ تم ہر طرف حق تعالیٰ کو پکارو گے۔

بعض صحابہ نے اس آیت کے ذیل ہونے کے سبب کے حلقہ بیان کیا ہے کہ ہم ایک وفد ایک اندھیری رات میں سفر میں جا رہے تھے ہمیں قہلہ کا رخ معلوم نہیں تھا اہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے رخ پر نماز پڑھ لی۔ صبح کو ہم نے آنحضرت ﷺ سے اس اتھار کا ذکر کیا تو یہ آیت ذیل ہوئی۔

خبر اس روایت کے قبول کرنے میں اشکال ہے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے یا بخیر یہ حدیث اس پر محمول ہے جبکہ اجتہاد اور اندازہ سے نماز پڑھی جاتی ہے۔

تبدیلی قہلہ پر مشرکین مکہ کی بار بار کوئی۔ (ی) تبدیلی قہلہ کے حکم کے بعد جب آنحضرت ﷺ مکہ کی طرف رخ کرنے لگے تو مکہ کے مشرکوں نے کہا،

”تمہ ﷺ نے اپنا قہلہ اب قہلہ کی طرف کر لیا۔“

زید بن حارثہ اور سہیل بن عمروؓ نے یہ کہہ کر مکہ سے مدینہ کی طرف رخ کر لیا اور انہی نے یہ کہہ کر مدینہ کی طرف رخ کر لیا۔

مشرکین مکہ کی اس بے سر و پا بات پر بعض لوگ اسے حاد ثور ہونے کا دعوہ کر بھراہنی کھلی کر اسی میں جا پڑے اور کہنے لگے کہ کبھی اور کبھی اللہ ہی کی بات ہم نہیں مانتے۔

مردم صحابہ کے حلقہ سوال ... جب قہلہ تبدیلی ہو گیا تو اس کے بعد آنحضرت ﷺ مسجد قہلہ میں شریف لائے اور مسجد کی دیوار کو آگے بڑھا کر اس جگہ پر نماز پڑھا، وہاں پہلے ہی کے واقعہ پر بعض صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا،

”یہ رسول اللہ اہم میں سے کچھ صحابہ تبدیلی قہلہ سے پہلے ہی رخصت ہو چکے ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ ان کی

اور وہابی نمازیں قبول فرمائے گا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ وَلَوْلَا رَحْمَةُ اللَّهِ بَالِغٌ لِّقُوتِكُمْ (سورہ بقرہ، ص ۲۷۷ آیت ۱۷۷)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ ایسے نہیں ہیں کہ تمہارے ایمان کو خالص اور ناقص کر دیں اور ان کی اللہ تعالیٰ تو آپ کو ان کی پرستش کی شہادت اور سراہاں ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی طرف پر بھی ہوئی تمہاری لہذا ان کو خالص نہیں فرمائے گا (بلکہ ان کا پورا پورا اجر دے گا) کتاب میں ان الاثر میں یہ ہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ سے یہ عرض کیا کہ بیت اللہ کی طرف قبلہ کی تبدیلی سے پہلے مسرت سے حضرت مرثیہ ہیں اور مسرت سے قتل ہو چکے ہیں۔

(یہ ان صحابہ کی تعداد میں تھی جو اس تبدیلی سے پہلے قتل یا فوت ہو چکے تھے۔ ان میں ائمہ صحابہ کو کہا کہ تم لو اور انصاف دی تھے انصاف ان میں حضرت برادر ان معمر اور حضرت اسد ابن زرارہ تھے۔ عرض صحابہ نے کیا کہ ہم نہیں جانتے کہ ان مرتدوں کے بارے میں کیا کہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو گزشتہ سطروں میں ذکر ہوئی۔

ان کو کہہ جانے والے صحابہ کے مطلق موت اور قتل کے اعلان کر دے ہیں۔ ان میں سے قتل کا اعلان بتا دی میں آیا ہے مگر حاتم ابن جری نے اس فقرے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نے سوائے ذر کی روایت کے کسی میں قتل کا اعلان نہیں دیکھا ہائی روایتوں میں صرف موت کا اعلان ہے جس میں نے کسی بھی حدیث میں یہ دیکھا کہ تبدیلی قبلہ سے پہلے مسلمانوں میں سے کوئی قتل ہوا تھا۔ قرآن بھی ہے کہ روایت میں قتل کا اعلان ہونے سے یہ ضروری نہیں ہو تا کہ تبدیلی قبلہ سے پہلے کوئی مسلمان قتل نہیں ہوا تھا۔ لہذا اگر یہ اعلان روایت میں موجود ہے تو اس کا مطلب ہے وہ مسلمان جن کی شہادت نہیں ہوئی اس عرصہ میں قتل ہوئے تھے اگرچہ جہاد میں قتل نہیں ہوئے (بلکہ ممکن ہے کفار کے حملہ جیسا غزوہ بدر میں قتل ہوئے ہوں)۔

چنانچہ بلکہ کہا ہے کہ بعض علماء نے حج سے بتایا کہ ممکن ہے اس فقرے سے وہ گزرا ہو کہ یہ مسلمان مر رہے ہوں جو کہ میں مشرکوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے حضرت علیؓ کے ہاتھ باپ تھے۔ میں نے اس پر یہ کہا کہ بلکہ ثابت ہو ضروری ہے کہ وہ لوگ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی لہذا کی فریخت کے بعد قتل ہوئے ہیں، کیونکہ لہذا کی فریخت سے پہلے جو لوگ قتل ہوئے صحابہ نے ان کے بارے میں یہ سوال نہیں کیا تھا۔ یہاں تک حافظ ابن حجر کا کلام ہے۔

مگر یہاں ایک اعتراض ہو سکتا ہے (کہ قتل ہوئے والوں کا قتل مسلمانوں کی لہذا کی فریخت سے پہلے ضروری نہیں ہے کیوں کہ مسلمان سے پہلے مسلمان کو کشتہ مارا گیا اور کشتہ لہذا کی لہذا کی فریخت میں ہو چکی تھی)۔ بیت المقدس کی طرف سے ان کے پر بھی جاتی تھیں (اللہ اصحاب نے آپ ﷺ سے جو سوال کیا اس کے تحت آپ قتل ہوئے والے بھی آجاتے ہیں جو پانچ لہذا کی فریخت سے پہلے قتل ہو گئے تھے) لہذا یہ بات صحیحہ بیان ہو چکی ہے کہ مسلمان سے پہلے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کب کی طرف سے کر کے اس طرح لہذا پڑتے تھے کہ ان کے درمیان بیت المقدس کی طرف ہو جائیں چنانچہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کی پہلی اور خبر اسوہ کے گوشے کے درمیان کھڑے ہو کر تے تھے جس سے بیت المقدس کا بھی سامنا ہوا تھا اور بیت اللہ بھی سامنے

درجہ اول

حرف پہچان دینا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو لازم نہیں کروا تھا بلکہ بھی آپ ﷺ کعبہ کی طرف سے نکرنے کی بھی سمت میں کھڑے ہوتے اور لفظ افرات تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ طریف سے آئے تو آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف سے نکرتے اور کعبہ کی طرف سے نکرتے تھے یہاں تک کہ تبدیلی قبلہ کا حکم آیا۔

کتاب اصل یعنی بیون الاثر میں ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ طریف میں آئے تو انہوں نے کہا کہ یہاں آپ ﷺ کے لئے ایک طرف کھڑے ہوتے کہ کعبہ آپ ﷺ کے لئے بیت المقدس کے لئے یہاں آجائے تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ کا رخ کعبہ کی طرف ہو گا پھر یہاں تک کہ آپ ﷺ مدینہ طریف سے مدینہ طریف کے لئے بیت المقدس کا رخ فرماتے اور کعبہ کی طرف لا جملہ آپ ﷺ کی پشت ہو جاتی تھی۔

سمت قبلہ کے متعلق منسوی حکم ایک بار ہوئی ہے..... حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طریف سے آئے جہاں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ بھی بیت المقدس کی طرف ہی رخ کر کے نماز پڑھا کریں۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ پہلے کی طرف ہی رخ کر کے نماز پڑھا کریں۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ پہلے کی طرف ہی بیت المقدس کی طرف ہی رخ کر کے کھڑے ہو اگرچہ مطلب نہیں ہے کہ کعبہ آپ ﷺ بیت المقدس کے لئے ہے لیکن اب بیت المقدس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوا کریں گے۔

یہاں حضرت ابن عباس کا ایک اور قول ہے اس سے بھی یہی مراد ہے۔ اس قول کو بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ پہلے کی طرف آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ہی کھڑے ہو گئے اور کعبہ کی طرف پشت نہ کیا کریں۔ پھر آپ ﷺ کو حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کیا کریں۔ لہذا اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ منسوی حکم صرف ایک بار ہوا ہے اور یہ نہیں ہے کہ روایت کی ظاہری تفصیل سے شہ ہو جاتا ہے۔

ابن جریر کا قول یہ ہے کہ مکہ نماز میں آنحضرت ﷺ نے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تھی۔ پھر مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف رخ کر دیا اور تیسرا رخ یعنی مکہ سال تک آپ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد بھی بیت المقدس کی طرف ہی نماز پڑھی اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا رخ کعبہ کی طرف پھر دیا۔ یہاں تک کہ ابن جریر کا حکم ہے۔

بیت المقدس کے سمت قبلہ رہنے کی ایک حکمت..... "اسی وجہ سے حانفہ ابن جریر نے اس قول کو

ضعیف تھا کہ اس سے ثابت ہو ۳۰ ہے منقولی حکم دوم مرتب ہوئی ہے۔ ایک قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بیت المقدس کو ہی قبلہ باقی رکھنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ عرب کے اہل کتاب کے دلوں کو ملوس کیا جاسکے کیونکہ اس وقت ابتدائی معاملہ قہور ایسے میں ضروری تھا کہ اہل کتاب کی ولولہ مری جتنی ہو سکے گی جائے خاص طور سے ان معاملات میں جن سے ابھی تک روکا نہیں گیا ہے۔ مخالف یہ بات اس گزشتہ قول کے خلاف نہیں دی جس میں گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ کعبہ کی طرف رخ کرنا اس لئے چاہتے تھے کہ بیت المقدس کی طرف رخ کرنے میں یہودیوں کے طریقہ کی موافقت ہوتی تھی جو کبھی کبھار کوہ ہند تھی۔

اسی طرح ایک اور قول ہے کہ آنحضرت ﷺ رخ کر کے پہلے ان باتوں میں یہودیوں کے طریقہ کی موافقت کرنا پسند کرتے تھے جن سے حق تعالیٰ کی طرف سے روکا نہیں گیا تھا لیکن رخ کر کے بعد آپ ﷺ یہودیوں کے طریقہ کے خلاف چلنا پسند فرماتے تھے۔ ثمر اس قول سے بھی گزشتہ قول پر کوئی شبہ نہیں ہوتا کیونکہ ممکن ہے اکثر معاملات میں آپ ﷺ عیسائی کرتے ہوں۔

اس بارے میں ایک شبہ اور کیا جاتا ہے کہ گزشتہ ایک روایت کی روشنی میں جب پہلے تمام نبیوں کا قبلہ بیت اللہ شریف اور کعبہ ہی تھا تو کعبہ میں رہتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے بیت المقدس کی طرف رخ کرنا کیوں پسند فرمایا؟

اس شبہ کا جواب بھی اسی بات سے مل جاتا ہے جو پہلے گزری کہ بیت المقدس کو قبلہ پر قرار دیکھنے کی وجہ اہل کتاب کی ولولہ مری تھی کیونکہ کعبہ میں رہتے ہوئے آپ ﷺ کا بیت المقدس کی طرف رخ کر کے غم پڑھنا خود آپ ﷺ کا اجتہاد تھا (حق تعالیٰ کی طرف سے اس کا حکم نہیں فرمایا تھا) اور آپ ﷺ نے یہ اجتہاد اہل کتاب کی ولولہ مری کے لئے تھا تو جواب کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بیت المقدس کے قبلہ جاننے کا اگر حکم دیا گیا تو بھی اور آپ ﷺ نے خود یہ فیصلہ فرمایا تو بھی اس لئے کہ آپ ﷺ کو مقرب ایک ایسی قوم کے درمیان جا کر، بنا تھا جن کا قبلہ بیت المقدس تھا اور آپ ﷺ کا بھی وہی قبلہ ہوئے تھے اس قوم کی ولولہ مری ہو جاتی تھی۔ یہی بات اصل کتاب یعنی نبیوں الاثر میں محمد ابن کعب قرظی کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ نبیوں میں سے کسی نے بھی قبلہ کے بارے میں ایک دوسرے کے طریقہ کے خلاف نہیں کیا سوائے آنحضرت ﷺ کے کہ آپ ﷺ نے بیت المقدس کی طرف رخ فرمایا۔ (ی) لہذا آپ ﷺ اس بارے میں دوسرے نبیوں سے مختلف تھے یہ بات اجمالیہ کی اس گزشتہ روایت کے مطابق ہے جس میں گزرا ہے کہ کعبہ ہی تمام نبیوں کا قبلہ رہا ہے۔

روزوں اور صدقہ فطر کی فرضیت

پہلی سال یعنی احد میں رمضان کے روزے اور صدقہ فطر کا حکم نازل ہوا۔ (ی) نیز اسٹیجی قرطبی کا حکم ہوا حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رمضان کے روزے قبلہ کی بیت المقدس سے نہج کی طرف تہجد کی کے ایک مہینہ بعد شعبان کے مہینے میں فرض ہوئے۔ (ی) یعنی گزشتہ بیان کی بنیاد پر۔ واضح آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ، رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے ہی مہینے تھے اور روزے رکھا کرتے تھے۔ یہ تین دن وہ ہوتے تھے جن کو عربی میں ایام بھی کہتے ہیں یعنی مہینے کی تیر ہوئی، چود ہوئی اور

پھر ہمیں یاد نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ روزہ واجب ہے۔

پانچ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایام نبی کے دوران آنحضرت ﷺ چاہے سفر میں ہوتے چاہے سفر میں ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور دوسرا دن کو ان روزوں کے رکھنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

رمضان کی فرضیت سے پہلے کا روزہ ایک قول یہ ہے کہ رمضان کے روزوں سے پہلے آنحضرت ﷺ پر ایام عاشوراء کا روزہ واجب تھا۔ پھر رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد یہ روزہ منسوخ ہو گیا۔ عاشوراء اللہ کے حکم میں حرم کی دوسویں تاریخ نکلتی ہے۔ چنانچہ عبادی میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب رمضان فرض ہو گیا تو آپ ﷺ نے عاشوراء کے دن کا روزہ رکھنا چھوڑ دیا۔

مکرم شرافی کے نزدیک مشہور قول یہ ہے کہ رمضان کے روزوں سے پہلے اس صحت پر کوئی روزہ فرض نہیں تھا۔ اب جس تک حضرت ابن عباسؓ کی گزارشت حدیث کا قطع ہے تو اس سے یہ بات ہرگز نہیں معلوم ہوتی کہ روزے فرض تھے کیونکہ ممکن ہے یہ آنحضرت ﷺ کی عادت رہی ہو کہ آپ ﷺ ان دنوں میں روزے رکھتے ہوں۔ اسی بنیاد پر جو پیچھے ذکر ہوئی اور یہاں تک کہ ممکن ہے کہ رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد بھی آپ ﷺ روزے رکھتے رہے ہوں۔

اسی طرح جہاں تک عبادی کی حدیث کا قطع ہے تو اس میں بھی ایسی کوئی بات نہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ روزہ فرض تھا کیونکہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان کے روزے فرض ہونے کے بعد ایام عاشوراء کا روزہ بھی رکھی صرف اس لئے چھوڑ دیا ہو کہ نہیں لوگ اس روزے کو رمضان کے روزوں کی طرح فرض نہ سمجھیں۔

عاشوراء کا روزہ ترمذی میں بھی ایک ایسی ہی حدیث ہے جس کا جواب ثنائی علماء اس طرح دیتے ہیں وہ حدیث حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ عاشوراء کے دن قریش کے لوگ جاہلیت کے زمانے میں روزہ رکھا کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ بھی ان ہی کی سواخت میں اس دن کا روزہ رکھتے تھے مگر آپ ﷺ نے اپنے صحابہ میں سے کسی کو بھی اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم نہیں دیا۔ مگر جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے خود بھی عاشوراء کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس روزے کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو قریش کے طور پر رمضان نے اس کی جگہ لے لی اور عاشوراء کا روزہ چھوڑ دیا کیا اس کے بعد جس کا دل چاہتا وہ روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا چھوڑ دیتا (یہی) یعنی آنحضرت ﷺ نے یہ روزہ ایسا چھوڑ دیا کہ نہیں اس کو بھی فرض ہی نہ تصور کر لیا جائے۔

یسود کا روزہ حضرت عائشہؓ کا یہ جو قول ہے کہ مدینہ آنے کے بعد آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس کے رکھنے کا حکم دیا۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اپنے آنے کے ابتدائی دنوں میں جو رائج اصول کے دن تھے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہودی اس دن روزہ رکھتے ہیں اور اس دن کا بہت احترام کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس بد سے مشق لوگوں سے بچا تھا انہوں نے کہا،

”یہ بہت عظیم دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو ان کی قوم کو نبوت عطا فرمائی تھی اور فرعون اور اس کی قوم کو طوق کیا تھا جس پر موسیٰؑ نے اس دن شکر ادا کیا اور اللہ تعالیٰ ہم بھی اس دن روزہ رکھتے

فرماتا۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰؑ کے مندر قول سے زیادہ ہم ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی اس کا حکم دیا جیسا کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے۔

حافظ ناصر الدین نے ابن عباسؓ کی ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مشورہ کے دن مدینہ پہنچے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہودی روزہ رکھتے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ نے قرآن کو خلق کیا تھا اور موسیٰؑ کو نبی بنا دیا تھا فرمائی تھی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰؑ پر میرا حق زیادہ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن کے روزہ کا حکم دیا یہ صحیح حدیث ہے جس کو بخاری اور مسلم نے قیض کیا ہے۔

جہاں تک اس روایت میں مدینہ پہنچنے کا ذکر ہے تو اس کا بھی احتمال ہے کہ مدینہ سے مروی قباہ طور پر بھی احتمال ہے کہ مدینہ سے خود ان دن کا سفر مروی ہو۔

پھر حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو آنحضرت ﷺ نے مشورہ کے روزے کے متعلق صحابہ سے فرمایا۔

”جو چاہے اس دن کا روزہ رکھے جو چاہے نہ رکھے“

آنحضرت ﷺ نے یہ بات اس لئے فرمادی تھی کہ کبھی لوگ اس روزے کو بھی رمضان کے روزوں کی طرح فرض نہ سمجھ لیں۔ اس روایت میں گمراہی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو اس دن روزے سے باز رکھا۔ اس بارے میں احتمال ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بیان ہوا مشورہ اللہ کے محرم مہینے محرم کی دوسری تاریخ کو کہتے ہیں۔ یا پھر یہ اس مہینے کا نویں دن ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں پھر یہ تاریخ الاول کا مہینہ کیسے ہو گا؟

اس کا جواب یہودیوں کا سال قمری نہیں بلکہ شمسی سال ہے جو سورج کے اعتدال سے ہے (جیسے انگریزی مہینے ہوتے ہیں) اللہ کا مشورہ اکابر جو محرم کی دوسری تاریخ میں تھا اور جس میں قرآن کی طرز قلی کا واقعہ پیش آیا۔ دوسری محرم کو ہی نہیں جو گا (کیونکہ یہودیوں کے سنہ کے اعتدال سے اس دن جو سورج قمری ہوا شمسی مہینے کی تاریخ تھی جو ہر سال دوسری محرم کو ہی نہیں آسکتی) بلکہ اتفاق سے اس وقت جبکہ آنحضرت ﷺ مدینہ پہنچے تو یہی دن تھا اسی لئے آپ ﷺ نے یہودیوں سے پوچھا کہ مئی یہودی سال کے اعتدال سے وہی دن تھا جس میں قرآن کی طرز قلی ہوئی تھی (لیکن مشورہ اکابر نہیں تھا) نہ ظاہر ہے آنحضرت ﷺ یہودیوں سے نہ پوچھتے۔

اس بات کی تائید بخاری کی کتاب التیم کبیر کی ایک روایت سے ہوتی ہے جو حکم پر ابن زید نے بیان کی ہے کہ مشورہ اکابر دن نہیں ہے جس کو لوگ کہتے ہیں کہ اس دن کعبہ پر خلاف چڑھایا جاتا تھا اور جس میں چٹائی ہے آنحضرت ﷺ کے پاس کھینچے کوڑتے تھے بلکہ یہ دن چارے قمری سال میں کویت تھا لوگ فلاں یہودی کے پاس جا کر اس سے پوچھا کرتے تھے جب وہ مر گیا تو وہ زید ابن ثابتؓ سے آکر اس دن کے بارے میں پوچھنے لگے۔ اس دن آنحضرت ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا ہے اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا ہے۔ یہاں تک کہ اس دن آپ ﷺ نے اسلام این مدینہ کو ان کی قوم بنی اسلم کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ اپنی قوم کو مشورہ کے دن روزے رکھنے کا حکم دے انہوں نے عرض کیا کہ اگر وہ لوگ کھائی پئے ہوں تو کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر وہ اس

دن کی تعلیم میں کمال پانے سے دن کے باقی حصے میں رہ کر ہیں۔

تفاتی کی کتاب کا مکمل جوت میں ایک سہولت کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خود ان کے دن کی بڑی محنت کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس دن آنحضرت ﷺ شیر خرما کھجور کے لئے دعا میں فرمایا کرتے تھے اور ان کے منہ میں اپنا صواب و کلمہ نکال کر کھجور کی پانوں سے غریبات،

”آج دن مجھے تک ان بچوں کو روکنا ہے۔“

خباہری طور پر اس یوم عاشوراء سے مراد وہی سو گئی محرم ہے جو چاند کا معینہ ہے۔ حشیشیہ کا نام نہ عاشوراء نہ محرم نہیں ہے (جو کہ سو گئی کا مقتدری دان ہے) ایسی بات آگے آنے والی یا یک روایت کے بارے میں بھی کسی جاتی ہے۔

یومِ عا شورا ء کی فضیلت کے اسباب ۔۔۔ ایک قول یہ ہے کہ اس دن کو یہ مہما شورا ء اس نے کیا کیا ہے کہ اس سے اس خیراتوں کو ملے تعالیٰ نے اس کو عطا فرمائے تھے جو یہ چاہے کہ اس دن حق تعالیٰ نے کوئی نعم کی تو یہ قبول فرمائی، اس دن جو دینی یا دنیوی چیز پر غور کی گئی کہ کیا کیا جس پر غور اور حق کے ماحقیوں نے روزِ نور عطا یہاں تک کہ ان کے ساتھ بدو عشق جانور تھے ان تک نے شکر اٹھایا اور روزِ نور عا شورا ءی دن حق تعالیٰ نے نورائین کو آسمانوں پر اٹھایا، ماسی دن صوفی کو فتح نصرت عطا فرمائی، ماسی دن ابراہیم کو آگ سے نکالتی، ماسی دن جہنم کو آگ سے آزاد کیا، (ای ماسی دن صوفی کو فتح نصرت عطا فرمائی) یہاں تک کہ جوئے تھے اور اسی دن حق کے اہل عا شورا ء کو جوئے کو جوئے کی ماسی دن حق کے چھتے سے نکال دیا اور اسی دن حق کے شہداء والوں کی دعا قبول فرمائی، ماسی دن وفاق کی تو یہ قبول فرمائی اور اسی دن حق کے عا شورا ء کو عا شورا ء صحت عطا فرمائی۔

اس قول کے بارے میں بھی یہی سمجھا جاتا ہے کہ جلاوطن اس جانشین کو جسے مراد قرنی جیسے عرصہ کی دوسری تاریخ میں کاہن مراد نہیں ہے۔ جو قضا ابن جابر قدیری نے اپنی کتاب میں ابو ہریرہؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ساری بھاری ایک دن کا روزہ فرض فرمایا تھا جو یوم عاشوراء کا تھا اور یوم عاشوراء عجم کی دس چوتھ ہے لہذا اس دن تم بھی روزہ رکھا کرو اور اپنے گھر والوں کے لئے اس دن وسعت اور کشادگی پیدا کرو (یعنی دس روزہ وسعت کرو اور کھانا پکھاؤ) کیونکہ جو شخص عاشوراء کے دن اپنے گھر والوں پر ایصال تیار و خرچ کرے گا (یعنی زیادہ کھانا پکائے گا) تو اللہ تعالیٰ ساری بھاری ایک دن کے روزہ میں وسعت اور کشادگی پیدا فرمائے گا۔ لہذا اس دن روزہ رکھو۔ کیونکہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے توہم کی توبہ قبول فرمائی۔ وغیرہ وغیرہ۔ آخر حدیث تک جو صحیحے بیان ہوئی۔ پھر آخر میں اس میں اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"کیونکہ وہ ان ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر قورعۃ کمال فرمائی ماسی دن حق تعالیٰ نے اسے عظیم کی ہونا کے بدلے میں (بجائز کاغذ) یہ عزت فرمایا۔ یہی وہ دن ہے جس میں یعقوب کو ان کی بیوی ابلیس ملی، یہی وہ دن ہے جس میں سلیمان کو ان کی سلطنت و ابلیس ملی، یہی وہ دن ہے جس میں حق تعالیٰ نے محمد ﷺ کے جسم زکے اور پچھلے گناہ معاف فرمائے اور دنیا میں جو پہلا دن پیدا کیا گیا وہی عشاءِ اکابر ہے، آسمان سے پہلی بار جو بادشہ برسی وہ عشاءِ اکابر کے دن ہی برسی اور آسمان سے پہلی بار جو رحمت نازل ہوئی وہ عشاءِ اکابر کے دن ہی نازل ہوئی۔ اتنا کہ جس نے عشاءِ اکابر کے دن روزہ رکھا اس نے گوشت پسندی خیر اور سدا سے ڈانٹنے تک روزہ رکھا اور یہی نبیوں کا

روزہ ہے۔"

یہاں تک حدیث ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن کثیر الدینی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اس کے رجال و لوئی ثقہ یعنی معتبر ہیں۔

ابن عباسی حافظ مذکور نے ایک بزرگ کی روایت نقل کی ہے جو کہتے ہیں کہ میں روزانہ خود خیراتوں کے قریب روئی کا پھول لٹا کر چلا آؤں جب عاشورا کا دن کیا اور میں نے پھول لٹا کر دیکھا کہ بیچ خیراتوں کے کچھ نہیں لکھا یہ بات گزر چکی ہے کہ گیارہ چاند پڑا ہے۔ جس نے عاشوراء کے دن روزہ رکھا تھا

یوم عاشوراء کی شرعی حیثیت۔۔۔ مگر بعض علماء نے ابن کثیر سے کہہ دیا کہ تو تم کی قہر قبول ہوئے اور دوسرے ائمہ کے ہاتھ میں گزری ہے لکھا ہے کہ یہ سب احادیث سو ضعیف ہیں۔ بعض دوسرے معرات نے لکھا ہے کہ عاشوراء کے دن بعض لوگ غصہ پھر دوسرے نے پیڑیاں، پکوان، غسل اور خوشبو وغیرہ لے کر زیارت اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں یہ سب جموں نے لوگوں کی ذلیل ہوئی اور کبھی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ واقعہ میں نے اس عاشوراء کے دن کو ماتم، نوح و زاری اور غم و انداد کا دن قرار دے رکھا ہے اور جاہلوں نے اس دن کو ہاتھ دیا ایک مذہبی دن بنا لیا ہے۔ دونوں قسم کے لوگ غلطی پر ہیں اور صلہ کے خلاف کرتے ہیں۔ جس تک اس دن اپنے اہل و عیال اور گھر والوں کیلئے کھانے پینے اور میل میں وسعت کرنے کا قطع ہے تو اس کے لئے حدیث موجود ہے مگر چہ وہ روایت حدیث کئی نہیں ہے مگر حدیث حسن ضرور ہے۔

مگر ابن تیمیہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اہل و عیال کے لئے اس دن وسعت پینے اور کھانے کے صلے میں آنحضرت ﷺ کا کوئی اثر نہ ہو سکتا ہے۔ اس دن آنحضرت ﷺ بھی روزہ رکھا کرتے تھے جیسا کہ یہودی کہتے تھے۔ مگر واضح رہے کہ یوم عاشوراء مختلف ہیں کیونکہ یہودیوں کے نزدیک یوم عاشوراء ہے وہ شخصی سال سے ہے اور اہل اسلام کے نزدیک یوم عاشوراء ہے وہ قمری سال سے ہے۔

مسلم میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ عاشوراء کے دن آنحضرت ﷺ نے روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس کا حکم دیا تو بعض صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا،
 "یا رسول اللہ! یہ تو یہودیوں کا محترم اور مقدس دن ہے۔"
 آپ ﷺ نے فرمایا،

"آئندہ سال ہم نو بدین کو روزہ نہیں گے۔ (ی) تاکہ یہودیوں کی موافقت نہ رہے۔"
 مگر اگلے سال آنے سے پہلے آنحضرت ﷺ کی وفات ہو چکی تھی۔ مگر اس حدیث میں ایک اختلاف ہے کہ اس حدیث کی رو سے آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات پاک کے آخری سال میں ہے روزہ رکھا ہے اور دوسروں کو اس روزہ کا حکم فرمایا ہے اس سے پہلے نہیں لایا جیسے کہ اب ہے کہ اس دن آپ ﷺ رضوان کے روزوں سے پہلے ہی روزہ رکھا کرتے تھے اس لئے یہ بات کو مشورہ روایت کے خلاف ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے اس دن کے روزہ کا اہتمام پہنچنے کے ساتھ کر لیا تب یہ سوال کیا گیا اور یہ سوال اتفاق سے اسی سال میں ہوا جس میں آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔

حالانکہ سے پہلے تک آنحضرت ﷺ کی شان یہ تھی کہ آپ ﷺ اہل کتاب کی موافقت کرنا پسند

فرماتے تھے کہ اگر تم کے بعد آپ ﷺ ان کے اور ان کے طریقوں کے خلاف فعل کرنا پڑے فرماتے تھے جیسا کہ بیان ہوا۔

بعد کے بعض ثانی فقہاء کا خیال یہ ہے کہ لوہ ذکر ہوئی حدیث میں جو آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مکرر ہے کہ اگلے سال ہم یوں ہی رہیں گے اور وہ ہمیں کے تو اس حدیث کا تحت اور آخری حصہ ہے جو پہلے اس طرح گزری ہے کہ جب آپ ﷺ مدینہ پہنچے تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو روزہ کی حالت میں پلا پتہ تاج آپ ﷺ نے انکی روزہ کی اور مسلمانوں کو انکی روزہ کا حکم فرمایا۔ اس صورت میں انکی پیروی ہو اور اس کا جو لب یوں دیا گیا کہ مراد یہ ہے کہ جب آپ ﷺ ایک سفر سے لوٹے جس کے لئے آپ ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ سے گئے تھے اور یہ سفر اور اس سے داکہی اس سال میں ہوئی تھی جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے یہودیوں کو روزہ کی حالت میں پلا۔

(بہر حال یہ بات صرف ثانی فقہاء کے حلقے ہے جنہوں نے مذکورہ دونوں حدیثوں کو ایک سمجھا تھا اور نہ یہ بات گزری ہوئی ہے کہ یہ دونوں ٹیکہ و ٹیکہ حدیثیں ہیں اور اس حدیث کا مطلب اور خلاصہ بھی ذکر ہو چکا ہے جس کا آخری حصہ یہ ہے کہ اگلے سال ہم یوں ہی رہیں گے۔

جہاں تک اس بات کا حلقہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جس دن مدینہ پہنچے تو یہ وہ دن تھا جس میں فرعون کو فرقاب کیا گیا تھا اور موسیٰ کی کجبت دہی گئی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دن (یہودیوں کے منشی سن کے اعتبار سے کوئی خاص تاریخ کا ہو گا یا خاص مہینے سے لکل کر محرم کے دسویں دن میں آگیا تھا اور قمری سال کے اعتبار سے محرم کا مہینہ تھا اور پھر جیسا کہ حدیث ثانی ظاہری تفصیل سے معلوم ہوتا ہے یہ دن اسی مہینے میں پڑا تھا۔ (مگر کب تک پڑا تھا اس کی تفصیل ذکر نہیں ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ منشی سال کی کوئی تاریخ قمری مہینے میں داخل ہوئی تو ایک خاص مدت تک اس میں باقی رہ کر اس سے گزر جانے کی اور اگلے مہینے میں داخل ہو جائے گی۔ مثلاً اگر پڑی مہینہ قمری مہینے میں داخل ہو جائے تو تین سال اس میں باقی رہتا ہے اور پھر اس سے گزر جاتا ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ قمری مہینہ اگر پڑی مہینے میں داخل ہو گا اور اس سے گزر جائے گی تو قمری سال منشی سال کے مقابلے میں اس دن کے قریب کم ہو جائے۔ قمری مہینے سو سوں کے ساتھ ملتے ہوئے نہیں ہوتے جیسا کہ منشی مہینے ہوتے ہیں اس لئے ہر قمری مہینہ کبھی کی سو مہینے میں آتا ہے اور کبھی کی سو مہینے میں آتا ہے اور اس طرح ایک قمری سال پچیس برس میں منشی سال کا پورا چکر کر لیتا ہے۔

غرض حدیث نے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ غرقابی فرعون اور نہایت موسیٰ کا دن پھر اسی محرم کے مہینے میں باقی رہا جو حدیث میں گزرا ہے کہ اس دن کے روزے پر کھنگی پڑا ہو گی۔

جہاں تک اس بات کا حلقہ ہے کہ آپ ﷺ نے پہلے اس دن کے روزے کے سلسلے میں یہودیوں کی موافقت فرمائی اور پھر دوسرے سال محرم اور اس کے بعد کے برسوں میں ان کے خلاف کیا۔ یہ بات بالکل قرین قیاس نہیں ہے۔ میں نے ابورحمان بیرونی کی کتاب آئہ پاتہ من قرآن نزلہ دیکھی جس میں انہوں نے اس موضوع پر کافی بحث کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جہاں تک اس روایت کا حلقہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جس روزہ پر پہنچے تو یہ وہی دن تھا جس میں انہ تھائی نے فرعون کو فرقاب کیا اور موسیٰ اور اس کی قوم کو نجات دی۔ یہ ایک روایت ہے کہ اس کو چاہا اور کسویٰ پر پڑا تھا جسے تو یہ باطل ثابت ہو گی۔ پھر الحیرہ دہی نے اس پر طویل بحث

کی ہے۔

مذہب اس حوالے کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ حدیث اور اس کا قرآن اور آنحضرت ﷺ کا اس دن روزہ رکھنا اور مسلمانوں کو اس روزہ کا حکم نہایت کاسب کاسب کا ان باتوں میں ٹھہرنا جو کاشی کو باطل یعنی بے اصل قرار دیتا ہے۔

رمضان کی فرضیت اور اختیار..... فرض حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر رمضان کے روزے فرض ہے اور ہر دن کے بدلے میں ایک سنگین کوکھانا کھانا فرض فرمایا۔ اس بارے میں آیت مآزل ہوئی،

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ بَقِيَ عَلَيْهِ أَجَلُهُ فَلَمْ يَنُفِقْ مِنْهُ شَيْئًا مِّنْ طَعَامٍ يُسْبِغُ بِهِ يَدَيْهِ فَيَكْتُمُونَ فِيهِمْ أَنِ امْلَأُوا مِنْ حَبِّ بَقِيَّةِ يَوْمٍ خَلَقْتُمُوهُم مِّنْ غُلٍّ مِّنْ حَبٍّ وَلَا تُكْتُمُونَ

(آیت ۱۸۵ سورہ بقرہ پ ۲، ص ۲۳)

ترجمہ: (اور دوسری آسمانی جو بعد میں مضمون ہو گئی ہے) اگر جو لوگ روزے کی طاقت رکھتے ہوں ان کے ساتھ غیب ہے کہ وہ ایک فریپ کو کھانا کھلا دینا ہے دینا ہے اور جو شخص غنی سے زیادہ خیرات کرے کہ زیادہ غیب دے تو یہ اس شخص کے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے اور تم لوگو! کھانا اس حال میں زیادہ بہتر ہے اگر تم روزے کی فضیلت سے خبر رکھتے ہو۔

رمضان کی تفصیلی فرضیت..... یعنی اگر تم روزے رکھو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم بے روزہ ہو اور روزے کے بدلے میں کسی فریپ کو کھانا کھلا دو۔ فرض اللہ میں حق تعالیٰ نے یہ آسمانی حکم کی جو شخص چاہے روزہ رکھ لے اور جو نہ چاہے ہر دن کے بدلے میں ایک کھانا کھلائے۔ مگر پھر اللہ تعالیٰ نے اس اختیار کو مضمون فرما دیا اور رمضان کا روزہ فرض میں قرار دے دیا۔ اس جملے میں یہ آیت مآزل ہوئی۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُصُمْهُ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُفِطْهُ (سورہ بقرہ پ ۲، ص ۲۳ آیت ۱۸۵)

ترجمہ: سو جو شخص اس میں سے چاہے وہ اس کو ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہئے۔

اہل عذر کے لئے رخصت و رعایت..... قرآن آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ اعتبار ختم فرما دیا کہ جو چاہے رکھے اور جو چاہے روزہ رکھنے کے بجائے فریپ کو کھانا کھلا دے بلکہ اب ہر شخص کے لئے فرض ہو گیا کہ وہ رمضان کے روزہ رکھنے سوائے ایسے آدمی کے جو انتہائی بڑا عیب یا کسی بیماری کی وجہ سے روزہ رکھنے کے قابل نہ ہو یا اس بیماری کے بخار جانے کا خطرہ ہو تو اس کے لئے اجازت دی گئی کہ وہ فریپ کو کھانا کھلا دے۔ یہاں کو اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے تنہا نہیں دی۔ جیسا کہ اگر یہاں کو تکلیف کا ذکر تو اس کے لئے حکم کی اجازت ہے۔ اسی طرح مسافر کے لئے رعایت دی گئی یعنی ایسا سفر جس کے لئے نماز میں قصر کرنا جائز ہے چاہے اسے چاروں نماز پڑھنے سے کوئی غنی اور وقت نہ پیش آئے مگر اس کے لئے نماز میں قصر کرنا ضروری ہو جائے۔ اسی طرح چاہے مسافر کو روزہ رکھنے سے کوئی وقت نہ پیش آئے مگر اس کو یہ رعایت دی گئی ہے اور ساتھ ہی اس روزہ کی تفصیل بتا دی ہے کہ روزہ کی کیا ہے کہ جب یہاں کا فرض چاہد ہے یا مسافر کا سفر پر ہو جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان روزوں کی تفصیل کرے۔ اس بارے میں حق تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا۔

كُلُّ مِمَّنْ شَرَفَ فَمَنْ شَرَفَ فَمَنْ شَرَفَ فَمَنْ شَرَفَ فَمَنْ شَرَفَ (سورہ بقرہ پ ۲، ص ۲۳ آیت ۱۸۵)

ترجمہ: اور جو شخص چاہے وہ سفر میں ہو تو اس سے ایسا کرنا چاہئے کہ ان میں روزہ رکھنا اس پر

واجب ہے۔

یعنی یہ دور مسافر کے لئے پہچانش ہے کہ رمضان کا روزہ رکھے مگر بچنے والہ رمضان میں اس نے روزے نہیں رکھے اسے ہی دن بعد کے دنوں میں نماز کے قصور سے روکے۔

روزے کے اوقات کا ابتدائی حکم ابتداء میں یہ قسم تھا کہ رمضان میں غروب آفتاب نے ابھ صرف سونے سے پہلے یا مٹھا کا آخری وقت ہونے سے پہلے لوگ کھانی نہ تھے یا اپنی عورتوں سے ہم بستری کر سکتے تھے لیکن اگر غروب آفتاب کے بعد سوئے یا مٹھا کا آخری وقت آپہنچا تو اس کے بعد آگے نہ نکلتے کھانی نہ کئے تھے اور نہ عورتوں سے ہم بستری کر سکتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ قسم مفعول فرمادیا اور اظہار کے بعد سے طوعاً و کرہاً کھانا پینا اور عورتوں سے ہم بستری کرنا جائز فرمادیا چاہے اس دوران سو بھی سکے چمکا چاہے مٹھا کا آخری وقت بھی آپہنچا ہو۔ اس بار میں حق تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا۔

أَمِلْ لَكُمْ قُلُوبَ الْعِصَامِ لِقَوْلِهِ إِنَّ رَبَّكُمْ (سورہ بقرہ ص ۲۳ آیت ۷۵)

ترجمہ: تم لوگوں کے دل ایسے روزہ کی شب میں اپنی عورتوں سے مشغول ہو یا کھا کر دیا گیا۔

پھر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَسْمَعَ الصَّخْرُ مِنْ الْقُعُوقِ (سورہ بقرہ ص ۲۳ آیت ۷۶)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو بھی اس وقت تک کہ تم کو سفید غدا (کہ عہدت ہے نور) کی صداقی کا تمہیز

ہو جائے یہ الفاظ سے۔

اس حکم میں تبدیلی اور اس کا سبب... اس آیت کے نازل ہونے کے وقت حبش صحابہ نے سفید غدا یعنی سفید روزہ سے اور سیاہ غدا یعنی سیاہ روزہ سے روزہ رکھنے کے اصلی معنی یعنی حاکم یا رقی کو روکے تھے اور یہاں تک کہ بعض صحابہ نے اپنے بچے کے پاس سفید اور سیاہ روزہ رکھنے (تاکہ اچھے اور بدیہی کا اظہار کریں کہ سفید اور سیاہ روزہ اٹلہ و پچانے یا کھیں) کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے آخری لفظ میں غداً نازل فرمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کی امر اور نوح ہو جائے کہ سفید اور سیاہ روزہ سے مراد کھانے کا دور اور رات کی سیاہی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں سہولت کے دینے کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ رمضان میں حضرت عمرؓ نے غداً کی غماز بھنے کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ بھرا کر لیا مگر غسل کرنے کے بعد وہ روزے اور اپنے آپ کو غریب کرنے لگے۔ آخر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں اپنے اس گناہ کار غصے کی حرکت پر اللہ تعالیٰ سے اور آپ ﷺ سے سوائی ہاتھ پاؤں کو کہ آج جب میں اپنے گناہگار بیوی کے پاس پہنچا تو مجھے اس کے جسم سے جڑی دل کو جو طو شہو نکلتی ہوئی محسوس ہوئی جس پر میں بے اختیار ہو گیا اور میں نے اس کے ساتھ ہم بستری کر لی۔

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”اے عمر! تمہارے لئے تو یہ بات بڑی اچھی تھی“

اس پر کہ وہ سر سے ٹوٹی کمرے سے ہو گئے اور انہوں نے بھی اسی بات کا اعتراف اپنے ہاں سے میں کیا اس پر آیت نازل ہوئی۔ (جس کے بعد یہ حق تعالیٰ نے لوگوں کو یہ وصایت اور سہولت عطا فرمائی کہ غروب آفتاب سے طوعاً و کرہاً کھانا پینا کر سکتے ہیں اور اپنی عورتوں سے سے بھلا بھی کر سکتے ہیں)

ایک قول ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے بتایا گیا کہ بعض صحابہ روزے کی وجہ سے غش کھا کر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ آنحضرت ﷺ نے اس واقعہ کی تحقیق فرمائی تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ نئی حرث کا ایک ٹھکڑا لایا جویں کہ اس پر دیکھنے کے لئے آیا کہ وہاں لکھنور حرام کے کھانے کے لئے اس کے واسطے کیا پکا کر ہی ہے انہی وقت اس پر غنیمت کا تلبہ ہو اور وہ سو گیا اس کی آنکھ اس وقت کھلی جبکہ آناب غروب ہو چکا تھا۔ اس نے اس وقت بھی کچھ نہیں کھایا یا (میں سے کہہ رہی ہیں کہ وہی) اس واقعہ پر حق تعالیٰ نے وہی جلال فرمائی کہ تو غش نہ کھا۔
(جو پیچھے ذکر ہوئی)

اسی طرح حق تعالیٰ کا ایک ارشاد ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (سورہ بقرہ ۱۸۳)

(سورہ بقرہ پ ۲، ص ۲۳)

ترجمہ : اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے امتوں کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے اس توقع پر کہ تم روزہ کی بدولت رفقہ و رفقاء مطلق بن جاؤ۔

گزشتہ روزہ اور اقوام سے مراد۔۔۔۔۔ اس بارے میں کہ پہلی امتوں کے لوگوں سے کون لوگ مراد ہیں ایک روایت میں آتا ہے کہ ان لوگوں سے مراد اول کتاب ہیں یعنی یہودی اور نصرانی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ایسے لوگوں سے مراد خاص طور پر عیسائی ہیں اور بعض روایتوں میں ہے کہ ان لوگوں سے مراد پہلی تمام امتوں کے لوگ ہیں (یعنی اسی طرح پہلی تمام امتوں پر روزہ فرض کیا گیا تھا)

چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس پر رمضان کے روزے فرض نہ کئے گئے ہوں سوائے اس کے کہ وہ اس مہینہ کو سمجھ نہ پائے اور اس کی طرف حق کی ہدایت نہ ہو سکی۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ امتوں میں سے کسی نے بھی روزہ نہیں رکھا تھا اور وہ صرف اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔ انہی تہذیب کی کتاب انساب میں ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے وہ حضرت نوحؑ ہیں۔ یہاں تک انہی تہذیب کا حوالہ ہے۔

کیا نصرانی پہلے روزہ رکھتے تھے؟۔۔۔۔۔ بعض روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نصرانی روزہ رکھتے تھے مگر ایک بار رمضان کا مہینہ سخت گرمی کے موسم میں آیا تھا ان لوگوں نے اسے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ روزوں کو سردی اور گرمی کے موسموں کے درمیان رکھا جائے (جب کہ نہ گرمی ہو اور نہ سردی ہی زیادہ ہو اور روزوں کو اسی طرح مؤخر کر کے بدلے میں تین روزے ڈال کر رکھ لئے جائیں۔

اب اس روایت کی بنیاد پر یہ کہنا چاہئے کہ رمضان کے روزے اس امت کی خصوصیت نہیں ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ انہی تہذیب و غیرہ کی جن روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ امتوں نے روزے رکھے ہیں تو ان کے ساتھ اس امت کی تہذیب صرف روزے میں ہے خاص طور پر رمضان کے روزے میں تہذیب نہیں ہے کیونکہ گزشتہ امتوں میں سے ہر ایک پر ہر مہینہ میں تین دن کے روزے فرض تھے۔ یہی روزے نوحؑ نے اور دوسرے پیغمبروں نے رکھے یہاں تک کہ خود آنحضرت ﷺ نے بھی یہ روزے رکھے جیسا کہ گزشتہ سطروں میں بیان ہوا ہے۔ یہ بھی بیان ہوا ہے کہ یہ دن جن میں آنحضرت ﷺ روزہ رکھا کرتے تھے ایام بیض ہوتے تھے جو چاند کے مہینہ کی تہذیبوں میں چودہویں اور پندرہویں تاریخیں ہوتی ہیں۔ نیز یہ بھی بیان ہوا ہے کہ یہ

روزے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی امت پر واجب تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ رمضان کے روزوں سے پہلے آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ پر حرم عاشرہ اور بکروزہ واجب تھا اس قول کی تردید بھی کثیرہ سطروں میں بیان ہو چکی ہے۔

صدقہ فطر کی فرضیت

صدقہ فطر عید سے دو دن پہلے فرض ہوا آنحضرت ﷺ عید سے دو دن پہلے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا کرتے تھے جس میں آپ ﷺ صحابہ کو صدقہ فطر کی تعلیم دیتے تھے اور یہ حکم دیا کرتے تھے کہ یہ صدقہ عید کی نماز کو جانے سے پہلے دیا جائے۔ یعنی صدقہ فطر کے واجب ہونے کے بعد آپ ﷺ یہ تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ صدقہ فطر عید الاضحیٰ کی نماز کے واجب ہونے کے بعد واجب ہوا ہے۔

اسی طرح صدقہ فطر کا حکم مال کی ذکوۃ کے حکم سے پہلے ہوا ہے۔ جہاں تک مال کی ذکوۃ کا تعلق ہے تو یہ ۲ھ میں فرض ہوئی ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ ذکوۃ کون سے مہینے میں فرض ہوئی۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ بعد کے علماء میں سے ایک عالم نے جو فرقہ کے بھی عالم تھے شاید اسی لئے کہا ہے کہ ذکوۃ کے فرض ہونے کا وقت مجھے معلوم نہ ہو سکا مگر وہ مال کی ذکوۃ کا ذکر نہیں۔

غالباً یہاں اس بعد کے عالم سے مراد امام ربیع الدین بقیہ ہیں کیونکہ ایک مرتبہ امام بقیہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ مال کی ذکوۃ کس سال میں فرض ہوئی؟ انہوں نے اس طرح جواب دیا:

”خداوند عزت اور سیرت نگاروں نے اس سال سے بحث نہیں کی جس میں مال کی ذکوۃ فرض ہوئی البتہ سیری فطر سے دو ایسی حدیثیں گزریں جن سے اس سال کا قاعدہ اور عقیدہ ہو سکتا ہے اور مجھ سے پہلے ان حدیثوں تک کوئی اور نہیں پہنچ سکا۔“

یہ انہوں نے کہا۔

یہ بات واضح ہے کہ مال کی ذکوۃ صدقہ فطر کے بعد فرض ہوئی ہے اور حدیث ابن عمر کے مدینہ آسنے سے پہلے فرض ہوئی ہے اور حدود ۵ھ میں آئے ہیں۔“

کیا صدقہ فطر کا حکم مکہ میں پڑا ہوا؟..... یہاں تک امام بقیہ کا حکم ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ صدقہ فطر ہجرت سے بھی پہلے فرض ہو گیا تھا۔ چنانچہ کتاب سفر لمصلحت میں جو قول ہے اس کے ظاہر ہی اتفاق سے بھی یہ کہ میرا ہی اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کے بازار، ٹکڑوں اور کئی کوٹوں میں اعلان کرنے والے بھیج کر اعلان کر لیا کرتے تھے کہ لوگو! بروزر ہو کہ صدقہ فطر ہر مسلمان مرد و عورت پر واجب ہے۔ حدیث۔

مگر اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ مکہ میں یعنی ہجرت سے پہلے ایمان کے فرض ہونے کے بعد پانچ نمازوں کے سوا اور کچھ فرض نہیں ہوا اپنی تمام فرائض و احکام ہجرت کے بعد فرض ہوئے ہیں۔ مگر اس بارے میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے ہجرت سے پہلے ہی تہجد اور نیکو شام کی ۱۱ اور کعت نماز بھی فرض ہوئی تھی۔ اس کے جواب میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہاں فرائض سے مراد وہ فرائض ہیں جو آج تک

موجود ہیں اور جن کی فریضہ اب تک باقی ہے۔

جہاں تک کتاب سفر مسعودات کے گزشتہ قول کا تعلق ہے تو ممکن ہے جب مدید میں صدقہ فطر واجب ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے کامد کے بھیج کر وہاں سلطان کو لیا کہ صدقہ فطر واجب ہو گیا ہے۔

جب صدقہ فطر واجب ہو تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ پھر مدید اور اہل اسلام اور آزاد، مرد اور عورت صدقہ فطر میں ایک صاع گھریا، ایک صاع جو یا، ایک صاع کنش یا ایک صاع گیسوں نکالے، آپ فطر سے پہلے عید کی نماز ملاواں اور عجمیر کے چار کرتے تھے۔ (ای ایک حصہ حصہ کہ کر لہذا کی اطلاع کر دی جاتی تھی۔ مگر کتاب سفر مسعودات میں ہے کہ آپ ﷺ جب عید گاہ میں بھیج کر نماز شروع فرماتے تو اس کے لئے نماز ملاواں اور عجمیر ہوتی اور نصف حصہ کے بارے میں نماز کی اطلاع کی جاتی۔ سنت یہی ہے کہ ان میں سے کوئی چیز نہ ہو۔ یہاں تک کہ کتاب سفر مسعودات کا حوالہ ہے۔

یار مکی عید..... عید گاہ جاتے ہوئے آپ ﷺ کے سامنے ایک سو تھوہر عطا لایا جاتا۔ جب آپ ﷺ عید گاہ میں بھیج جاتے تو اسے آپ ﷺ کے سامنے نصب کر دیا جاتا۔ یہ ایک عطا جس کی لمبائی آٹھ یزہ کے برابر تھی اور اس کے ایک سرے پر یثی نیچے سرے پر لوبے کی سونہ کی ہوئی تھی۔ یہ عطا حضرت ذہیر ابن عوام کا تھا جو جوش سے ملے کر آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے یہ عطا لیا تھا آنحضرت ﷺ اس کو سامنے سترہ کے طور پر نصب کر کے نماز پڑھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ذہیر سے یہ عطا فرمادہ کہ بعد لیا تھا۔ فرمادہ کہ میں حضرت ذہیر نے اس عطا سے سید ای سید ای عطا کو قتل کیا تھا عید کو ایذات انکریں کیا جاتا تھا۔

حضرت ذہیر فرماتے ہیں کہ جنگ کے دوران میں نے ایذات انکریں کو اس طرح لوبے میں فرق دیکھا کہ اس کی صرف آنکھیں نظر کر ہی تھیں مجھے دیکھ کر اس نے کلمہ میں ایذات انکریں بول دیں میں نے اس عطا کے ذریعہ اس پر حمل کیا اور اس کی آنکھوں میں مداس سے وہ فواریں مریں گئیں کہ یہ عطا کی آنکھ میں ٹکس گیا تھا میں نے اس کو نکالنے کے لئے اپنا ہر عیدہ کے نو پار کو کر پوری طاقت سے یہ عطا کی آنکھ میں سے نکھپا جس سے یہ ایک طرف سے تھوڑا سا مڑ گیا۔ (فرض اس کے بعد یہ عطا آنحضرت ﷺ نے لے لیا جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ذہیر نے یہ عطا ہر خدوے لے لیا۔ ہر حضرت ابو بکر نے اس سے یہ عطا مانگا تو حضرت ذہیر نے ان کو دے دید۔ حضرت ابو بکر کی وفات کے بعد ہر حضرت ذہیر نے اس کو خدوے لے لیا۔ ہر حضرت عمر نے اسے ان سے مانگ لیا۔ حضرت عمر کی وفات کے بعد حضرت عثمان نے مانگ لیا۔ حضرت عثمان کے قتل کے بعد یہ عطا حضرت علی کو دے دیا گیا۔ ہر ان کے پاس سے یہ حضرت عبداللہ ابن ذہیر کے پاس پہنچا اور ان کے قتل ہوئے تک ان ہی کے پاس رہا۔

آنحضرت ﷺ جب نماز عید اور فطر سے واپس تشریف لاتے تو آپ ﷺ غریبوں اور مسکینوں کے درمیان صدقہ فطر تقسیم کرتے تھے۔ غالباً ہر روز صدقہ فطر ہے جو خود آپ ﷺ کی مہدک سے حلقی قند کیونکہ جبکہ بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ نماز عید سے پہلے صدقہ فطر لو کر دیا کریں البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ لوگ اپنی کا حکم دینے سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے حصہ کا صدقہ فطر لو کر

ہوئی وہ چٹ کر ٹوٹ گیا۔ ایک روایت ہے کہ اس سچے میں سے ایسی کوڑا لٹی جیسے پورے دنوں کی کیا اچھی
لو ٹنٹی بلبلاتی ہے۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ جیسے وہ ٹنٹی روتی ہے جس کا چہرہ کم ہو گیا ہو۔

ایک روایت میں یہاں ہے کہ جیسے اس ٹنٹی کی کوڑا بکا ہوتی ہے جس کا چہرہ اس سے ہوا کر دیا گیا ہو۔
ایک روایت میں ہے کہ جیسے غلے کے دانے کی کوڑا ہوتی ہے۔

فرض اس کوڑا کو سن کر آنحضرت ﷺ کوڑا اپنی جگر پر سے اترے اور اس سے کے پاس جا کر اسے بیٹے
سے لگایا اس وقت اس سے سے ایک بچے کے سسٹے اور بچنے کی سی کوڑاں آئے تھیں جوڑا کے رنگ کر ہسلیاں
لے رہا ہو۔

ابن عباس نے اسراہیل کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس سے سے کوڑا بکا کی کوڑاں سن کر
آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنے پاس آنے کا اظہار کیا جس پر وہ کار میں کو چڑھا تا آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا
آپ ﷺ نے اس کو اپنے گلے سے لگایا جس کے بعد وہ ایسی اپنی جگر پر چلا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ کب ﷺ نے اس سے سے کہ آپ ہاتھ بھیرا اور اس سے فرمایا: "سکون اور
خاموش ہو جاؤ چنانچہ اس سے کوڑا لٹی پڑا ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے سے کہ دانے کی کوڑا سن کر فرمایا،
"یہ جان سنے رہا ہے کہ یہ اس اگر انھی سے محروم ہو گیا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں
میری جان ہے اگر میں اس کو نہ چکا کر تا تو یہ ہمیشہ یعنی قیامت تک اسی طرح خود ڈرتی کر رہتا۔"

ایک روایت میں یہ غلط ہیں کہ "آنحضرت ﷺ کے طرف میں اسی طرح رہتا رہتا۔"
آنحضرت ﷺ کے جو یہ الفاظ ہیں کہ یہ اس ذکر الہی سے محروم ہو گیا تو یہ جملہ جمل روایت کی روشنی
میں قواضیح ہے کہ ذکر الہی اس کے قریب ہو رہتا ہو گیا تھا اور دوسری روایت کی روشنی میں اس کلمہ کا مطلب
یہ ہے کہ چونکہ ذکر الہی سے یہ محروم ہو رہا ہے۔

اس سے سے کہ یہ دھام کی طرف نام نہانی اپنے قصیدہ کے اب شعر میں شہرہ کیا ہے،

وَمِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ الْعَلِيِّ عَمَّ الْوَجْهَ
مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ الْعَلِيِّ عَمَّ الْوَجْهَ

ترجمہ جب آپ ﷺ نے اسے چھوڑا تو اور نہ کہ وہ خاک آپ ﷺ کے سامنے پاؤں کی طرح نہک
بلکہ کراس لئے دانے لگا کہ وہ اپنے محبوب چیز سے محروم ہو گیا تھا۔

ایک عالم نے امام شافعی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا،
"اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو جو نعمتیں اور حرف عطا فرمائے، کسی دوسرے ہی کو نہیں دیئے"
میں نے عرض کیا کہ یہی تو قوموں کو نذرہ کرنے کا تجرہ عطا کیا گیا تھا۔
امام شافعی نے فرمایا،

"کوڑا لٹھ ﷺ کو یہ حرف عطا فرمایا کہ (اور نہ کہ اس کو وہ) تھان گیلے رہا۔ یہ بات اس سے زیادہ ہے۔"
ایک روایت میں ہے کہ اس سے سے کہ پاؤں کی طرح نہک نہک کر رونے پر اس کو ملامت مت کرو۔
کیونکہ آنحضرت ﷺ کی جہاں سے جس چیز کو بھی وہ چاہا ہوتا وہاں ہی طرح، رنگ و قسم میں گھٹنے لگی۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے دلائل و قیاس..... ایک روایت میں ہے کہ جب وہ خاروں نے لگا تو آنحضرت ﷺ نے اس سے فرمایا۔

اگر تو چاہے تو میں تجھے اسی بستان یعنی باغ میں لو باروں میں میں تو خاک کو تجھ میں ہلک کر چلیں پھرت آئیں تو ہلک کر ہلک کر چلے اور تیرے چلے اور شاخیں وہ پھاڑے آئیں اور اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں باروں تاکہ لو لیا ہوا تیرے چلے چلا کر۔

یہ کہ کہ آنحضرت ﷺ اس کی طرف چلے کر اس کا جواب سنے گئے۔ درخت سے چلی آؤ میں جواب کیا جو آنحضرت ﷺ کے قریب کھڑے ہوئے لوگوں نے بھی سنا اس نے کہا۔
”آپ ﷺ مجھے جنت میں ہی بودیجئے۔“

اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا۔ میں نے ایسا ہی کر دیا۔
ایک روایت میں یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اس کی طرف چلے کر جواب سننے لگے تو آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

”اس نے اسے پسند کیا ہے کہ اس کو جنت میں لو دیا جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے دار الفناء کے مقابلے میں دارالابقاء کو پسند کر لیا ہے۔“

یہ وہی روایت پہلی سے تھک نہیں ہے کہ کہ درخت سے جواب آنحضرت ﷺ سے صحابہ نے پوچھا (جو وہاں سے دور رہے ہوں اور) جنہوں نے اس میں سے آنے والی کو سنتی تھی۔

فرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس سے کو ہنر کے نیچے دلی کرنے کا حکم دیا ایک قول ہے کہ اس کو مسجد کی پھرت میں لگا دیا گیا اس قول کے روئے کہتے ہیں کہ ہر جب مسجد نبوی کی یہ غیر حرم کی گئی اور پھرت نکال گئی تو اس سے کو میرے ہاتھ آجڑ کر لے گئے۔ ہر وہی ہی کے پاس رہا یہی تک کہ اس کو ایک نے کہا ہر ہنر شک ہوتے ہوتے وہاں سے لے گئے۔

مہاجر کی تیاری..... اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: سیرتہ صحابی میں ہے کہ صحابہ نے تیار کیا کہ آنحضرت ﷺ سے ان کے لئے ایک سے سے ٹھیک ٹھاکر کھڑے کھڑے طلبہ دیا کرتے تھے۔ ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھڑے ہونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ اس پر حضرت عیسیٰ بن مریم نے آپ سے عرض کیا،

”میں آپ کے لئے ایک ایسا مہاجر بنا دوں جیسا آپ ﷺ نے دیکھا ہو کا نام میں ہوتا ہے؟“
(اس کا نام میں خیرانی لوگ آجے کر جائیں گے لئے مہاجر بنا کرتے تھے جس پر ان کے پھر دی کھڑے ہوا کرتے تھے اور اس کا نام مہاجر ہی ہو؟) لیکن انہوں نے دعا کے وقت وہ لوگ اس پر چڑھ کر کھڑے ہو کر آتے تھے۔ فرض اس پر آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ فرمایا میں میں سب کی رائے یہ ہوئی کہ ایسا مہاجر بنوایا جائے اس پر حضرت عباس بن عبدالمطلب نے کہا،

”میرے پاس ایک حکام ہے جس کا نام کباب ہے اور وہ نہایت مہاجر بن رہا ہے۔“
آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کو مہاجر بنانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ حضرت عباس نے اس کو بھیجا کہ جنگ سے مہاجر کا وقت کاٹ کر لائے وہ مہاجر کا وقت کاٹ کر لیا اور اس کھڑی سے اس نے دو بیڑے لیا اور ان کے اوپر بیٹھے کہ مہاجر بنایا۔ مہاجر کر کے وہ لیا اور اس کو مسجد نبوی میں اس جگہ رکھا دیا گیا جو آج تک مہاجر کہتے

کی جگہ ہے اور جہاں خبر، کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ جب مدینہ کا غلبہ دینے کے لئے تشریف لائے تو آپ ﷺ اس پر کڑے ہوئے اور فرمایا:

میں نے بھی ٹھہر اختیار کر لیا ہے کیونکہ میرے باپ اور اہم نے بھی ٹھہر اختیار کیا تھا۔

عالمِ ہدایت کے مہر سے آنحضرت ﷺ کی مراد وہ مقام یعنی جبر تھا جس پر کفر سے ہو کر وہ بیت اللہ کی تعمیر کیا کرتے تھے کیونکہ اگر یہ مراد میں ہے تو پھر کسی روایت سے یہ ثابت ہو ضروری ہے کہ ابراہیمؑ کا کوئی مہر تھا جس پر کفر سے ہو کر وہ لوگوں کے سامنے ٹھکانا کرتے تھے۔

حضرت امی قمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو مہجر کے پاس کھڑے دیکھے یہ فرماتے



”جہد یعنی اللہ تعالیٰ آپسوں اور میمنوں کو اپنے ہاتھ میں افکار فرماتا ہے۔ میں جہد ہوں۔ میں جہد

ہوں۔ جہادی کلاہ عریٰ کرتے اے کہاں ہیں؟ حکیم لوگ کہاں ہیں؟“

آنحضرت ﷺ یہ بیان فرماتے ہاتھ تھے لورہ انکی بائیں گھومتے ہاتھ تھے اس وقت میری نظر آپ کے گھر پر پڑی میں نے دیکھا کہ گھر لڑ رہا ہے لورہ اتنا زور زور سے مل رہا ہے کہ مجھے ڈر ہوا کہیں یہ آنحضرت ﷺ سمیت گرنے لگے۔

مغرب نیوی کا جنت سے تعلق۔۔۔ ابن عمرؓ سے ہی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ وہ مہجر ایسے ایسے عین مہاجر کہ آیا اور گیا۔ ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مہجر پر تھے تو وہ اپنا ایک اس طرح کا کاپٹا تھا کہ عورتوں نے اس کی حالت دیکھ کر کہا کہ یہ سنت فخرہ ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

”میرا یہ بھجر جنت کی روٹوں میں سے ایک دوش کے اوپر ہے لہٰذا اس کا نام جنت کی روٹوں پر ہے اور اس کے نام جنت میں نصب ہیں۔“

کا طرح آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھائی میری طرف ہے۔

نی عرص کے پردے میں آپ کی فکر تیار ہے۔

میری حوصلہ شکنی بڑی ہے جتنا دل سے ملان تک کا حاصل ہے۔ یعنی اس کا پانی ۱۱۵۰ سے زیادہ
 سفید، شہد سے زیادہ شفاف اور تنگ سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کے مہرنگوں کی تعداد اتنی ہے جتنے آسمان پر
 ستارے ہیں۔ جو شخص اس سے ایک گونف پانی پی لے تو اس کے بعد وہ کبھی بیمار نہ ہو قیامت کے دن جو لوگ
 اس حوصلہ سے زیادہ پیئیں گے وہ غریب اور نادار سما جائیں ہوں گے۔"

میں نے عرض کیا کہ یہ سولہ لکھ کون ہیں تو آپ نے فرمایا:

”وہ لوگ جن کے سروں کے بال جگمگاتے اور فہرہ اکوڑ ہوں گے، جن کے کپڑے پھٹے ہوئے ہوں گے، جن کے دھبہ دار اور قوی سے نکال دیے گئے ہوں گے، جن کے لئے بخار دوا کرے نہیں گئے (یعنی جنہیں لوگ دوا دانا سے بھلا دیتے ہیں) اور دوسروں کے حق کو ادا کرتے ہیں مگر باقی حق دوسروں سے نہیں لیتے۔“

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر اور میرے حجر کے درمیان اور ایک روایت میں ہے کہ حجر سے گھر اور حجر سے حجر کے درمیان اور ایک روایت میں حجر کا حفظ ہے ان سب سے مراد قبر مبارک اسی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی قبر مبارک آپ ﷺ کے حجرہ میں ہے اور آپ ﷺ کا حجرہ ہی آپ کا گھر ہے۔ غرض

آپ جتنے سے فرما کہ میری قبر اور میرے مہر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یعنی جنت میں بالکل نئی مقام کو کہنا اٹھ صفائی اس مقام کو جنت میں اٹھانے کا اور اس طرح نئی مقام جنت میں کھینچ جانے کا۔

اس جگہ پر لکھی جانے والی دعا کی فضیلت..... چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اسی جہ پر اس مقام پر چڑھی جانے والی نماز جو مانگی جانے والی دعا کا تاج و تاجدار ہے کہ وہ کوئی کو جنت کا مستحق بنا دیتی ہے۔ یہ قول میرا بھی ہے جیسے آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جنت تو لوگوں کے سامنے کھلی ہے چاہے یہ تو لوگوں میں زمین کی طرح ہی کیوں نہ ہو (جیسے تو لوگوں کے سامنے جنت میں سے مراد یہ ہے کہ جہنم اور اللہ کی راہ میں ٹھکرا ٹھکانا کا زری کو اس ثواب کا مستحق بنا دیتا ہے جو اس کے جنت میں جانے کا سبب بن جاتا ہے)۔

ایک قول ہے کہ قبر سے جبرائیل کے حصہ کو اس کی زبردست برکت کی وجہ سے جنت کے پہاڑ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ جیسا کہ دہ کے بادے میں ایک قول ہے کہ یہ جنت کے سائیکھوں میں سے ہے۔ قرآن مجید میں جو اس نے کہا ہے کہ یہ بات نہیں ہے جیسا کہ جاہل لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قبر مبارک سے مہر تک کا تعلق جنت کے ٹکڑوں میں سے نکلا ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس مہر کی حرمت و تقدس میں کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ جس شخص نے میرے مہر پر کھڑے ہو کر جموعہ منک کیا تو چاہے وہ نیکر کی ایک مسواک کے برابر میرے ہی جیسا کہ جہنم میں آگ پر جھوٹا جانے لگا۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ اس کے لئے جہنم ایک چو جائے گی۔

مہاجر پر غلبہ دینے کے وقت آنحضرت ﷺ کا طریقہ اقول۔ منافع کہتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مہاجر پر ایک کے بعد کا سدا لئے ہوئے قمر ہف فرما تھے۔ کہ جب حدیثی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ غلبہ کے دوران بھی قمر کا سدا لئے کر نہیں کھڑے ہوتے تھے بلکہ مہاجر پیش سے پہلے آپ ﷺ بیٹھ نماز کا سدا اب کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ (یہ ایک قول ہے کہ جب کسی جنگ کے دوران آپ ﷺ قمر کا شہد دیتے تو نماز کا سدا اب کر کھڑے ہوا کرتے تھے اور جب مہاجرین میں غلبہ دیتے تو سدا اب کر کھڑے ہوتے تھے۔

اس حصہ کے متعلق یہاں اختلاف ہے کہ آیا یہ وہی موناخو دار یزید تھا جس کو آپ علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور کیا یہ ایک اور شخص تھا۔ اس کو قتل ہونا تو اس وقت ہی ہوا تھا۔ مگر یہاں تو اس کے قتل کے بعد ہی اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے اس کو قتل ہونا تو اس وقت ہی ہوا تھا۔ مگر یہاں تو اس کے قتل کے بعد ہی اس کی جڑواں بہن پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے اس کو قتل ہونا تو اس وقت ہی ہوا تھا۔

یہاں ایک بات کی وجہ سے افکار پر ابوجہ کے بعض شاعری نقادوں نے کھسکے کہ غلبہ کے دور میں آپ خلیفہ تھوڑا سا سدا کے ہی غزل سے ہو کر تے جسے یہ ایک روایت میں ہے لیکن عبارت نہیں ہے۔ اسی طرح بعض شاعری نقادوں نے اس کی نسبت بیان کی ہے کہ غزل کھسکے کے عصبانہ تھوڑا سا کھسکے کے سدا سے غزل سے ہو کر تے جسے جو شخصیت پر شیدا تھی وہ یہ انداز تھا کہ یہ ایک جھولوں کے ذریعہ قائم ہوا ہے۔

دوسرا کتاب چوری کی جو عہدہ تہ جان بھائی ہے کہ مجھ نے سے پہلے آپ ﷺ مسایا کن کا سدا آیا کرتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھ پر ہر جانے کے بعد آپ ﷺ نے ان تمام چیزوں کا سدا لیا پھر نہ اقلہ

صاحب قاسم نے کتاب سزا سادات میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ ﷺ تو لوہا پائیز کا سدا لے کر نہیں کھڑے ہو ا کرتے تھے بلکہ کتان یا عصا کا سدا لیا کرتے تھے اور یہ بھی مہر چل رہے تھے پہلے تک تھا لیکن انکی کوئی روایت نہیں ہے کہ مہر چل رہا ہے یا نہ ہے۔ بعد آپ ﷺ نے عصا کتان یا اور کسی چیز کا سدا لیا ہو۔ یہاں تک صاحب قاسم کا حوالہ ہے۔ لہذا مہر کے لوہے کی چیزوں کا سدا لینا بدعت جتنی نئی بات ہو گی۔

مگر یہ بات بعد سے اثر کے مسلک کے خلاف ہے کہ کہ فن کا مسلک یہ ہے کہ مہر پر اس طرح کھڑے ہو مانت ہے کہ وہاں ہر مہر کے ساتھ لگا ہوا ہو اور وہاں ہر عصا غیرہ کی قسم کی چیز کے ساتھ مصروف ہو۔ مگر ان ہی فقہاء نے کہا ہے کہ اس طرح جیسے وہ شخص ہوتا ہے جو ٹکڑے سے حملہ کرنے کے لئے کتان سے تیر پھینکے گا اور وہ کر رہا ہو۔ مگر یہ صورت نہ تو عصا کے ساتھ پیدا ہو سکتی ہے اور نہ اس صورت میں پیدا ہو سکتی ہے بلکہ میان پوش ٹکڑے کا سدا لیا جائے۔

مگر بعض مقالات پر خطبہ دینے سے پہلے ایک مرقی یعنی مصلیٰ مہر پر چڑھ کر قرآن پاک کی آیت اور حدیث مشہور پڑھتا ہے جن میں فرمایا گیا ہے کہ جب حق تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو تو خاموش رہا کر دس لئے لو کہ خاموش ہو چلا اور خطبہ سنو یہ طریقہ بدعت ہے کیونکہ صحابہ کے زمانے میں یہ طریقہ نہیں تھا بلکہ یہ بعد کی ایجاد اور پیدا ہو رہا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ طریقہ سب سے پہلے کس نے اور کب شروع کیا؟ تاہم یہ بدعت ہے۔

مگر بعض علماء نے اس طریقہ کو صحیح ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ چوتھوں کے ساتھ پر آنحضرت ﷺ نے جب خطبہ دینے کا ارادہ کیا تو فرمایا کہ کوئی شخص اگر لوگوں کو خاموش ہو جانے کی ہدایت کرے تو دس لئے لو کہ خاموش ہو جانے کی ہدایت کی گئی ہے تو مرقی یا مصلیٰ کا بھی یہی حدیث سن کر لوگوں کو خاموش کرنا بدعت نہیں ہو سکتا۔

مگر اس کا جواب یہ ہے کہ جمہور کے خطبہ کے وقت یہ طریقہ اختیار کرنا بدعت ہے (بلکہ آنحضرت ﷺ نے اس کا حکم چوتھوں کے مشہور خطبہ کے وقت ہی قائم کر کے خطبہ کے لئے نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ جو حدیث بیان فرماتے تھے وہ مہر پر بیان فرماتے تھے لہذا سنت یہ ہے کہ خطبہ بھی اسی طرح بیان کرے۔

خطبہ جمہور کی اہمیت۔ چنانچہ کتاب سزا سادات میں ہے کہ خطبہ کے دور میں آنحضرت ﷺ لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص نے اپنے ساتھی کو یہ بھی لکھا کہ خاموش رہو تو اس نے غلطی کی اور جس نے غلطی کی اس کا جہنم میں ہو۔

اسی طرح آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص جمہور میں امام کے خطبہ کے دوران بول رہا ہے اس کی مثل ایک گدھے کی سی ہے جس کے لوہے کتاہیں ہوجو کی طرح لہدی ہوئی ہیں اور جو شخص خطبہ کے دوران دوسرے کو خاموش کرنے کے لئے بول کر دے کہ خاموش رہو تو اس کا جہنم میں ہو گا۔

حافظ دہلوی کا قول بھیجے گزرا ہے کہ آنحضرت ﷺ گدھ کے تے کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ گدھ پر کھڑے ہونا مثالی ہو تا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تے

کی تودہ کا اس وقت ہوئی جب آپ ﷺ مگڑی کے رہنے والے تھے اس مہجر پر مگڑے ہوئے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس مگڑی کے مہجر سے پہلے مٹی کا مہجر نہیں بنایا گیا تھا جس کا نام لے ڈالا گیا ہے۔

مہجر نبوی کی تاریخ۔۔۔ مگر اس بارے میں اختلاف ہے۔ اسی لئے مجھے قیوداری کا آنحضرت ﷺ سے جو کلام گزارش ہے اس میں بھی اختلاف ہے کیونکہ قیوداری ۹ھ میں مسلمان ہونے سے جبکہ مگڑی کا یہ مہجر ۱۰ھ یا ۱۱ھ میں تیار ہوا تھا۔ کتاب اصل یعنی حوالہ ثانی نے حوالہ کے ذیل میں اس بارے میں صرف ۱۰ھ کا ذکر کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اسی سال یعنی ۹ھ میں مہجر مگڑ کر بنایا گیا اس پر خطبہ ہوا اور مگڑ کے ستارے کے گریہ و ماتم کا واقعہ پیش کیا۔ اور یہ پہلا مہجر ہے جو اسلام میں بنایا گیا۔

مگر کتاب اصل نے یہی بات اس سے پہلے یوں کہی ہے کہ اس سے پہلے آپ ﷺ کے لئے مٹی کا مہجر بنایا گیا تھا اور یہ کہ اس وقت ہی مگڑ کے ستارے سے تودہ کا مگڑا آئی تھی۔ (مگڑے سے مراد مگڑی کا مہجر بنانا) بنانے سے مراد مٹی کا مہجر تعمیر کرنا ہے) مہجر کے ۹ھ میں مگڑے جانے سے اس بات میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا کہ حضرت عباسؓ نے اس کے تیار کرنے کے لئے اپنے غلام کو مشورہ دیا تھا کیونکہ حضرت عباسؓ ۹ھ میں ہی مدینہ آئے تھے۔ مگر بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بلا کر اس سے فرمایا کہ کیا تم میرے لئے ایک مہجر تیار کرو گے؟ اس نے کہا ہاں آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام بتلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم یہ کام کیسے کر سکو گے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک دوسرے شخص کو بلا کر فرمایا اس سے بھی یہی فرمایا اور اس نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ پھر آپ ﷺ نے تیسرے شخص کو بلا کر اس سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا یر ایم۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے مہجر تیار کرو چنانچہ اس نے مہجر تیار کیا۔

ایک قول ہے کہ یہ مہجر ایک روٹی شخص نے مگڑا تھا۔ جس کا نام باقوم تھا اور جو سعید ابن عامر کا غلام تھا۔ غالباً وہی شخص ہے جس کا ذکر اس سے پہلے قریش کے ہاتھوں کعب کی تعمیر کے سلسلے میں گزارش ہے۔ ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک عورت کے پاس کہا کہ اپنے غلام کو حکم دو کہ میرے لئے مگڑی کا مہجر بنادے جس پر مگڑے ہو کر میں لوگوں سے کلام کیا کروں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے لئے مہجر بنایا جو بانس کی قسم کی مگڑی سے بنایا گیا تھا۔

لیکن ہے حضرت عباسؓ کا غلام اس عورت کی ملکیت میں آیا ہو اور یہ سعید ابن عامر کا غلام ہاں اور یہ کہ اس نے یر ایم کے ساتھ ہی کر مہجر تیار کیا ہو جس کا ذکر گزشتہ سطر میں ہوا ہے۔ لہذا مہجر کے بنانے کا کام دونوں کی طرف منسوب ہو گیا۔

اب گویا کتاب اصل میں حوالہ کے ذیل میں جو بات لکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ابتدا میں آنحضرت ﷺ مگڑ کے ستارے پر خطبہ دیا کرتے تھے پھر مٹی کے رہنے والے مہجر پر خطبہ دینے لگے اور یہ کہ اس سے کی گریہ و زاری کا واقعہ اس وقت پیش آیا جبکہ آپ ﷺ نے مٹی سے بنائے گئے مہجر پر خطبہ دینا شروع کیا۔

مگر کتب اصل میں ہی حوالہ کے ذیل میں جو بات بیان کی گئی ہے یہ اس کے خلاف ہے کیونکہ حوالہ کے ذیل میں انہوں نے لکھا ہے کہ ستر کی تودہ زاری کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب آپ ﷺ نے مگڑی کے مہجر پر مگڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کیا۔ اور یہ کہ یہ پہلا مہجر تھا جو اسلام میں بنایا گیا (جبکہ ان ہی کے قول

کے مطابق اس سے پہلے آنحضرت ﷺ کے لئے منیٰ کا مہجر بنایا جا چکا تھا اب اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے یہاں کہا جاسکتا ہے کہ نگزی سے بنایا جانے والا یہ پہلا مہجر ہے جو اسلام کے دور میں بنایا گیا۔ (ابن عساکر منیٰ کا مہجر اس سے پہلے بھی بن چکا تھا)

اب جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ منیٰ کی گریہ و زاری کا واقعہ اس نگزی کے مہجر پر خطبہ دینے کے وقت پیش آیا تھا تو یہ دعویٰ کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے (کیونکہ یہ واقعہ اس سے پہلے منیٰ کا مہجر بننے کے وقت پیش آیا تھا اور ایسی کوئی روایت نہیں جس سے معلوم ہو کہ یہ واقعہ دونوں مہجروں پر پیش آیا ہو یہ کہا جاسکتا ہے کہ منیٰ سے گریہ و زاری کی یہ تکرار ایک دفعہ اس وقت آئی جب آپ ﷺ نے منیٰ کے مہجر پر خطبہ دینا شروع کیا اور ایک بار اس وقت آئی جب آپ ﷺ نے نگزی کے مہجر پر خطبہ دینا شروع کیا۔

کتاب نور میں کتاب اصل کے غیر حوالہ کے کام نور حوالہ کے کام کو یکجا کر کے ان میں موافقت پیدا کی گئی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ کتاب اصل نے غیر حوالہ میں جو یہ بات کہی ہے کہ آپ ﷺ کے لئے مہجر تعمیر کیا گیا بنایا گیا یہ محض عام لفظ کے طور پر ہے (یہ مرد نہیں کہ منیٰ کا مہجر تعمیر کیا گیا کیونکہ آپ ﷺ کے لئے مہجر تعمیر کیا گیا بنایا گیا یہ محض عام لفظ کے طور پر ہے (یہ مرد نہیں کہ منیٰ کا مہجر تعمیر کیا گیا کیونکہ آپ کے لئے منیٰ کا کوئی مہجر نہیں بنایا گیا تھا) اس لئے تعمیر کرنے سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے لئے مہجر اختیار کیا گیا کیونکہ آپ ﷺ کا وہ مہجر قعدہ ہنس کی نگزی کا بنا ہوا تھا اور ایک مشہور نگزی ہے۔ یہاں تک کہ کتاب نور کا حوالہ ہے۔

یہ بات جو کتاب نور نے کہی ہے اگر اس کے برعکس ہوتی تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ اس کا مطلب یہ تھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب سے مسجد نبوی میں خطبہ دینا شروع کیا تھا اس وقت سے ۸۷ تک اس مہجر کے تحت پر ہی خطبہ دیتے رہے اس لئے کہ کتاب اصل کے گوشہ حوالے کے مطابق نگزی کا مہجر ۸۷ میں تیار کیا گیا تھا

اور ۸۷ کی بات حضرت عائشہ کے ایک قول سے ظاہر ہو جاتی ہے یہ قول واقعہ ایک یعنی واقعہ تمت کے سلسلے میں ہے۔ اس قول کے ایک حصہ میں ہے کہ، بلکہ اس و خراج کے قبیلے ایک دوسرے کے خلاف اس قدر برا چلتے ہوئے کہ ان کے درمیان جنگ کا اندیشہ ہو گیا اور اس وقت آنحضرت ﷺ مہجر پر (خطبہ دے رہے) تھے۔ یہ بات معلوم ہے کہ واقعہ ایک ۸۷ میں پیش آیا ہے (اور اس وقت آنحضرت ﷺ کے مہجر پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مہجر ۸۷ میں نہیں بنایا گیا اس سے تین سال پہلے بھی موجود تھا)

پھر میں نے آنحضرت کی کتاب شریعت دیکھی جس میں حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک نگزی سے مکرنا کا خطبہ دیا کرتے تھے جب لوگوں کی تعداد بڑھ گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے مہجر بنانا یعنی تعمیر کرو تو آپ ﷺ کے لئے دو بیڑ جہول کا مہجر بنایا گیا جو بیٹھنے کی جگہ کے ساتھ تھیں چنانچہ جب آپ ﷺ مہجر پر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو اس نگزی سے گریہ و زاری کی تکرار آئی۔

سہل ابن سعد سے روایت ہے کہ جب لوگوں کی تعداد بڑھ گئی اور انہیں جمع ہونے کا کہ لوگوں کو آنحضرت ﷺ کے خطبہ کی تکرار آتی تو صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا

”یا رسول اللہ! لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور ان میں سے اکثر کے کانوں تک آپ ﷺ کی

تو دور آپ جتنے کا نام نہیں پہنچا اس لئے بلاوجہ ہو کہ آپ جتنے کسی ایسی چیز پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کریں جو زمین سے اٹھتی ہو اور لوگوں تک آپ جتنے کی کوئی تکلیف ہے۔

اس پر آنحضرت جتنے نے ایک نام کے پاس بیٹھ کر سمجھا جو حق تھا اور ایک انصافی صورت کا نام تھا اس نے ہانس کی کھڑی ہے آپ کے لئے دو سبز حیلوں کا کیم۔ جب آپ جتنے نے اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو گیارہ کے سب سے آگے بھاگی تو آگے یہاں تک کہ اس کا حوالہ ہے۔ یہی بات کتاب اصل کے حوالے سے پیچھے بیان ہوئی ہے جو انہوں نے حوالے کے اہل میں دکر کی ہے۔

اب یہ وہاں کے وہ یہاں مہمانت کی عقل یہ فقی ہے کہ ہانس کا گھر چھ کرائے سے پہلے آپ جتنے نے مٹی کا گھر بنایا تھا۔ بعد میں ہانس کی کھڑی کا گھر اس لئے بنایا کہ وہ مٹی کے گھر کے مقابلے میں زیادہ مضبوطی کے ساتھ اونچا کیا جاسکتا تھا۔ اور وہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آگے بھاگی تو اس ہانس کے گھر پر خطبہ دینے کے وقت آئی تھی تو یہ دلوں کی غلطی سے اس طرح نہ کر ہو گیا ہے۔ کیونکہ آگے بھاگی تو صرف مٹی کا گھر بن جانے کے بعد آئی تھی اور وہاں کی وقت نہیں آئی جیسا کہ پیچھے بھی بیان ہو چکا ہے۔

اب میر معاویہ نے خلافت صحابہ کی قوائموں نے اس گھر پر قبلی پڑے کا خلاف چڑھا تھا۔ پھر امیر معاویہ نے اپنے مدینہ کے گورنر یعنی مروان ابن حکم کو لکھا کہ اس گھر کو زمین سے اونچا کر دیا جائے۔ چنانچہ مروان نے وہ مٹی بنائے انہوں نے سات سبز حیلوں کا بنایا اور گھر ان پر رکھا اس طرح کل نو سبز حیلوں ہوئیں۔ اسی سے اس کو ثبوت قول کی تائید ہوتی ہے جس میں گزرا ہے کہ جتنے کی جگہ کے علاوہ دو سبز حیلوں دہائی گئیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے پیچھے گزرا ہے کہ آپ جتنے کے سب سے سبز حیلوں دہائی گئیں (یعنی جانے بھر کے صرف سبز حیلوں کا کر رہا ہے)۔

گھر نبوی کو متعلق کرنے کی کوشش کا انجام ایک قول ہے کہ امیر معاویہ نے اس گھر کو مدینہ سے ایک شام میں منتقل کرنے کا حکم دیا۔ مگر یہ لوگوں نے گھر کو مسجد نبوی سے الگ کرنے کا ارادہ کیا تو پاک سورت کو گنہگار کیا اور مدینہ میں اتنا غصہ نہ پھیل گیا کہ سارے چٹکے گئے۔ اس کے ساتھ ہی زبردست قسم کی آندھ لگی پھیلے گی۔ یہ وجہ کہ مروان لوگوں کے سامنے تھا اور ان کے خطبہ دینے ہوئے تھا۔

اسے مدینہ و انوار ام کوک شایہ یہ سمجھتے ہو کہ امیر معاویہ یعنی امیر معاویہ نے میر سے ہانس علم سمجھا ہے کہ میر رسول اللہ جتنے کے گھر کو یہاں سے اٹھا کر ان کے پاس تک تمام بھیج دوں۔ لیکن امیر معاویہ اس بات کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور وہ رسول اللہ تعالیٰ کے گھر کو بنانے کی بات نہیں کر سکتے انہوں نے میر سے ہانس صرف یہ حکم سمجھا ہے کہ میں اس گھر کا احترام کروں اور اس کو بٹھ کر دوں۔

اس کے بعد مروان نے گھر کو بٹھ کر ہانس کی تفصیل کو ثبوت سطروں میں بیان ہوئی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ امیر معاویہ جب حج کو آئے تو اسی دوران میں انہوں نے گھر کو مدینہ سے شام لے جانے کا ارادہ کیا تھا جس پر اچانک سورج گرہن ہو گیا اور آندھ لگی آئی جیسا کہ بیان ہوا ہے۔ دیکھ کر امیر معاویہ نے لوگوں کے سامنے صفائی پیش کی اور کہا کہ گھر کو اس کی جگہ سے الگ کر میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کسی بچے اس کو بیک وقت نہ لگے ہی ہو۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے گھر پر قبلی پڑے کا خلاف چڑھا۔

یہ بات قرین قیاس ہے کہ وہ جگہ دیکھتے دیکھتے ہوں اور امیر معاویہ کا واقعہ مروان کے واقعہ سے پہلے کا

ہو جس کی دلیل امیر معاویہ کا یہ قول ہے کہ میں کبیر کے بیٹے کا میل دیکھتا چاہتا تھا کہ خدا اگر اس واقعہ کو مردان کے بعد کا واقعہ ٹھنڈا کیا ہے تو مردان تو اس کبیر کو بلند کر اپنا تھا اس لئے دینے وغیرہ اس وقت دیکھی جاسکتی تھی۔

کبیر نبوی جل جانے کے بعد مسجد کے لئے مبینی مجبر۔۔۔ اس کے بعد جب مسجد نبوی میں پہلی بار آگ لگی تو یہ کبیر بھی میں گیا تھا جس کے بعد میں نے حاکم نے مسجد نبوی کے لئے ایک دوسرا کبیر بھیجا تو اس کی جگہ رکھ دیا گیا۔ یہ کبیر دس سال تک یہاں رہا۔

کتاب اصحاب میں یہ ہے کہ وہ کبیر نبوی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بوسیدہ ہو جا رہا تھا آخر میں عباس کے عہد میں سے ایک نے ایک کبیر ڈالا اور کبیر نبوی میں سے کچھ ٹکڑی نکال کر تھرک کے طور پر اس نئے کبیر میں لٹکوائی اور اسے مسجد نبوی میں رکھ دیا اور کبیر جب مسجد میں آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تو یہ کبیر اس میں چل گیا۔ اس واقعہ میں کے بادشاہ مظفر نے مسجد نبوی کے لئے کبیر بنا کر بھیجا یہاں تک کتب اصحاب کا حوالہ ہے۔

مصر کے شاہ مصر میں اور شاہ برقوق کی طرف سے مجبر۔۔۔ اس کے بعد بادشاہ ظاہر مصر میں نے مصر میں ایک کبیر بنا کر مسجد نبوی کے لئے بھیجا اور شاہ میں کا کبیر مسجد سے اٹھوا کر شاہ ظاہر کا ڈالا اور کبیر اس کی جگہ رکھ دیا گیا۔ یہ کبیر ایک سو تیس سال تک کھڑا رہا آخر اس میں دیکھ تک ٹکڑی اب بادشاہ ظاہر برقوق نے مصر میں کبیر بنا کر مسجد نبوی کے لئے بھیجا اور شاہ ظاہر مصر میں کا کبیر وہاں سے اٹھا کر شاہ ظاہر برقوق کا کبیر رکھ دیا گیا۔ یہ کبیر تیس بارچ میں سال تک رہا۔

شاہی کبیر۔۔۔ اس کے بعد جب مصر کے سلطان مونیو نے قاہرہ میں ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام مدرسہ مونیو ہے تو شاہ اول نے سلطان کے لئے ایک کبیر ڈالا اور وہاں کے پاس لٹکھا تا کہ وہ اسے مدرسہ میں رکھوا دیں۔ آخر اس وقت معلوم ہوا کہ مدرسہ کے لئے مدرسہ والے ایک کبیر مانگتے ہیں چنانچہ سلطان مونیو نے وہ شاہی کبیر مسجد نبوی کے لئے دید۔ لیکن شاہ اول اس کو مسجد میں رکھوا دیا گیا یہ کبیر مسجد میں سو سو سال تک رہا۔ آخر کبیر جب مسجد نبوی میں دوسری بار آگ لگنے کا واقعہ پیش آیا تو یہ کبیر اس میں چل گیا۔

مصر میں کبیر۔۔۔ اس واقعہ مسجد نبوی کے لئے ایضاً کبیر ڈالا گیا اور اس پر چار سونے کا پتھر کر لیا گیا۔ یہ کبیر ایک سو سال تک مسجد میں رہا اس کے بعد اس کی جگہ تک مدرسہ کا کبیر بنا کر رکھا گیا اور قرون تک (یعنی سولہ کے زمانے تک) اس جگہ رہا۔

جامع قرطبہ میں دنیا کا سب سے قیمتی کبیر۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ خوبصورت کبیر جامع قرطبہ کا ہے جو مغرب میں انیس سو تین آئین کا پتھر تخت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کبیر میں جو کچھ ہیں اس قدر نیکی کی کئی ہیں دو سو سال آئینوں اور عطر کی گڑھیں ہیں اس کبیر کو چھٹے میں اور نقش و نگار سے تزیین کرنے میں سات سو سال کی طویل مدت صرف ہوئی۔ سات بہترین فنکار اس پر کام کرتے تھے جن میں سے ہر ایک کی دوازدہ ہرت تھیں۔ محال سمجھا جی۔ اس طرح صرف اس کی تیار تہ ہوئی وہ چار ہزار پچاس محال سو کا تھا (ایک محال ۱۸ دان) (۱۸ دان ہیک کے دان کے برابر ہوتا ہے اور کسی زیادہ بھی ہو سکتا ہے)۔

اس مسجد کے دیگر عجائبات۔۔۔۔۔ اس جامع قرطبہ میں ایک قرآن پاک بھی ہے جو صرف چار سو تین کا ہے اور

خود حضرت علیؓ فتحی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس قرآن پر حضرت عثمانؓ کے طون کے شکلات بھی ہیں (یعنی وہ قرآن پاک ہے جو حضرت عثمانؓ فتحی اس وقت چھو رہے تھے جب ان کو شہید کیا گیا۔ غالباً قرآن پاک کا یہ نسخہ اب تک مستوحش کے قبضہ میں ہے)

اسی جامع قرطبہ میں تین ستون ہیں جو سربراہ گ کے ہیں۔ ان میں سے ایک ستون پر رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی تحریر ہے۔ دوسرے ستون پر حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام کف کے حالات لکھے ہوئے ہیں۔ تیسرے سے ستون پر نوحؑ کے کتے کی تصویر ہے اور یہ سب چھین اس حجر پر قدوقی طور پر نقش ہیں اسلیٰ ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہیں (یعنی قدوقی طور پر حجر کے ٹکڑے میں یہ تحریر اور تصویر نقش ہے۔ اور اس میں کوئی توجہ کی بات بھی نہیں ہے کیونکہ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ کہ قاہرہ کے ایک حرم میں ایک سنگ مرمر کے ٹکڑے پر بہشتی ارضی درجیم لکھا ہوا ہے اور اس کی پوری تفسیر بھی تحریر ہے جس کو سب لوگ جانتے ہیں اور یہ سب تحریریں قدوقی طور پر نقش ہے اسلیٰ ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔

حضرت سل سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا جب آپ ﷺ پہلی بار اس کھڑکی کے منبر پر بیٹھے تو آپ ﷺ نے تعبیر کی جس پر آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تمام لوگوں نے بھی تعبیر کی۔ پھر آپ ﷺ نے منبر پر بیار کھڑا فرمایا۔ پھر آپ ﷺ وہیں کھڑے ہوئے اور اگلے درجہ منبر سے اترے اور منبر کی لڑائی میں بیٹھا۔ کیا اور پھر آپ ﷺ نے دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جس طرح پہلی رکعت میں کیا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے اور آپ ﷺ نے لوگوں کی طرف مڑ کر فرمایا۔

لوگو! میں نے یہاں سے کیا تاکہ تم میری پوری کر اور میری اس نماز کا طریقہ جان لو۔

یعنی اس طرح کی نماز میں تم میری پوری کر سکو جس میں ایک لمبی جگہ پر، پھر اس پر سے پہلے اتر جانا اور اس بلند جگہ کے پہلے بیٹھ کر کیا جاتا ہے اور پھر اس پر چڑھا جاتا ہے یہاں تک کہ اسی طرح نماز پوری کی جاتی ہے۔

دوسرے ثانی فقہاء کے نزدیک صرف اسی صورت میں یہ نماز جائز ہے کہ اس میں قبلہ کی طرف چہرہ نہ ہوئی ہو۔

جہاں تک آپ ﷺ کا یہ جملہ ہے کہ۔ تاکہ تم میری اس نماز کا طریقہ جان لو۔ تو یہ بات اس صورت میں توہر سے قبیح جبکہ آپ ﷺ نے پہلی بار لوگوں کے سامنے نماز پڑھی ہوئی (جبکہ ایسا نہیں تھا) اس لئے پھر یہ مرد وہ سبھی ہے کہ۔ تاکہ تم میری اس نماز کے جائز ہونے کو جان لو۔

دوسرے ثانی فقہاء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ منبر سے پہلے اتر کر بعد از صلا ت کیا کرتے تھے۔ لیکن۔

منبر نبوی ﷺ کے در ہے۔..... فرض لب یہ بات معلوم ہو گئی کہ بیٹھنے کی جگہ سمیت آنحضرت ﷺ کے منبر کے تین درجے یعنی تیز میں تھیں۔ مگر اس صورت میں ایک روایت کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے اگر وہ روایت صحیح ہے۔ اور روایت یہ ہے کہ خلافت سنبھالنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے غلطی کے وقت آنحضرت ﷺ کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ایک نیز می لپکے کھڑا ہوا شروع کیا۔ پھر حضرت عمرؓ کا دور آیا تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی نیز می سے ایک نیز می لپکے کھڑا ہوا شروع کیا۔ پھر حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو انہوں نے

حضرت عمرؓ کے کفر سے ہونے کی جگہ سے ایک نیر می بیٹے کفر ابوہنا شروع کیا۔ یعنی اس صورت میں بیٹھنے کی جگہ کے علاوہ چار نیر حیراں مانے جن میں ایک چنانچہ کتاب نور میں بھی لکھا گیا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیر حیراں جن سے بھی زیادہ یعنی چار تھیں جو بیٹھنے کی جگہ کے علاوہ تھیں۔ دونے ظاہر ہے یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ زمین پر کھڑے ہو کر غلبہ دیا کرتے تھے ایک نیر می بیٹے کفر سے کاسولہ می پیدا نہیں ہو سکتا۔ پھر انہوں نے لکھا ہے کہ کفر اس بات کی بجائی ممکن ہے۔ یہاں تک کتاب نور کا حوالہ ہے۔

اب یہ کہنا ہے کہ اس کی بجائی کیا ہو گی کہ جو بیٹھنے کی جگہ کے علاوہ چار نیر حیراں سے کام طلب ہو رہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ دوسری نیر می پر غلبہ دیتے تھے اور حضرت عمرؓ زمین پر کھڑے ہو کر غلبہ دیتے تھے نیز حضرت عمرؓ کی طرح حضرت عثمانؓ بھی کرتے تھے۔ خدا یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ پھر حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ کے کفر سے ہونے کی جگہ سے ایک نیر می بیٹے کفر ابوہنا شروع کیا کہ دوسری نیر می کے بعد پھر کوئی نیر می ہی کہاں پائی رہی جس سے بیٹے کفر ابوہنا ہوئے۔

چنانچہ کتاب احسن کی مہدت سے بھی احوال ہوتا ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حجر میں بیٹھنے کی جگہ کے علاوہ دوسرے تھے اور آنحضرت ﷺ غلبہ کے دوران جب بیٹھتے تو دوسرے درجہ پر آپ ﷺ کے جی ہوتے اور آپ ﷺ بیٹھنے کی جگہ پر تشریف فرما ہوتے۔ پھر جب حضرت ابو بکرؓ کا دور آیا تو دوسرے درجہ پر کھڑے ہوتے اور جی ٹھپے اور جہ پر رکھتے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کا دور آیا تو انہوں نے ٹھپے اور جہ کو اختیار کیا اور بیٹھنے تو ان کے جی زمین پر ہوتے۔ پھر حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو انہوں نے اپنی خلافت کے ابتدائی چھ سال تک حضرت عمرؓ کی طرح ہی کیا اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے کفر سے ہونے کی جگہ پر کفر ابوہنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کتاب احسن کا حوالہ ہے۔

مناسب بات یہ تھی کہ یوں کہا جاتا کہ حضرت ابو بکرؓ کا دور آیا تو انہوں نے دوسرے درجہ پر کفر ابوہنا اور دوسرے درجہ پر عثمانؓ شروع کیا اور اسی طرح یوں کہتے کہ جب حضرت عمرؓ کا دور آیا تو انہوں نے ٹھپے اور جہ پر کھڑے ہوئے اور ٹھپے اور جہ پر عثمانؓ شروع کیا یعنی زمین پر کھڑے ہو کر غلبہ دیتے اور اسی طرح حضرت عثمانؓ نے کیا۔

اب اسے شامی فقہاء نے کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حجر کے تین درجے تھے جو اس درجہ کے علاوہ تھے جسے بیٹھنے کی جگہ کہا جاتا ہے جسے عربی میں مسترا یا مقعدا کہتے ہیں کہا جاتا ہے اس طرح آنحضرت ﷺ ٹھپے اور جہ کے اعتبار سے تیس درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو مسترا پر بیٹھتے اور آپ ﷺ کے پاؤں مہاک اس درجہ پر ہوتے جس پر غلبہ کے دوران کھڑے ہوتے تھے۔ پھر اسی طرح تین جگہ بھی کرتے تھے جتنی ہر ایک اس درجہ پر جی رکھتے جس پر کھڑے ہوتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ خلیفہ حوکل مہامی نے ایک دن اپنے ہم نشینوں سے کہا جن میں عبادہ بھی تھے، کیا تمہیں معلوم ہے ہم عثمانؓ قتی سے کس لئے ہذا حق ہیں۔ ہم ان سے کئی باتوں کی وجہ سے ہذا حق ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے حجر پر حضرت ابو بکرؓ نے اس جگہ سے ایک نیر می بیٹے کفر سے ہونا شروع کیا جس پر آنحضرت ﷺ کھڑے ہو کر کرتے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی نیر می سے ایک نیر می بیٹے کفر سے ہونا شروع کیا۔ پھر جب عثمانؓ قتی کا زمانہ آیا تو پھر

کی پوئی پر چڑھ کر کھڑے ہوئے گئے۔

یہ سن کر عبادہ نے حوکل سے کہا،

”امیر المومنین آپ کئے مٹان فٹی سے جو احسن آپ کے لئے کوئی نہیں ہے۔“

علیفہ نے پوچھا، کیسے؟ تو عبادہ نے کہا،

”اس طرح اگر آپ میرا علیفہ اپنے دشمن کے مقام سے ایک ایک نیر می نیچے تو جو جاتا تو اس وقت آپ

بیس سی اکائی کمرے کوئیں میں کھڑے ہو کر علیفہ دیا کرتے۔“

یہ سن کر حوکل اور اس کے ہم عقین چلنے لگے۔

جہاں تک حضرت عثمان کے جبر کی پوئی پر کھڑے ہو کر علیفہ دینے کا تعلق ہے تو اس بارہ میں جیسے

کمزہ کا ہے کہ انہوں نے (ابتداء میں) چھ سال تک حضرت عمرؓ کے درجے سے ہی علیفہ دیا لیکن آخر میں گھر

کے سب سے اوپر کے درجے پر کھڑا ہوا شروع کر دیا۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے جس نے چند روز صیول کا گھر دیکھا وہ امیر مودینہ ہیں اسی

طرح وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں پہلی بار اپنے شاہی حرم میں جوہر، زہر، گے کی کوٹھی کر لیا تاکہ

حرم سر کی خواہشیں ان سے محفوظ رہیں۔

اسی طرح انہوں نے ہی پہلی بار اپنے گھوڑے کے ساتھ دو قاتلوں گھوڑے لے کر سفر کرنا شروع کیا تاکہ

ایک ٹھک جائے تو دوسرے پر سوار ہو جائیں۔

اسی طرح حضرت عثمانؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے پہلی بار قبلی کپڑے سے گھر کو حرجی کیا۔

واقعی سے روایت ہے کہ ایک عورت نے وہ خلاف چاہا جو حضرت عثمانؓ نے گھر پر چاہا تھا۔

چنانچہ اس عورت کو پکار کر حضرت عثمانؓ کے سامنے لایا گیا تو علیفہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے خلاف چاہا

ہے؟ پہلے تو اس نے منکار کر دیا آخر پھر اس نے اپنے حرم کا قرار کر لیا۔ جس پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔

اس کے بعد امیر مودینہ نے گھر پر خلاف چاہا جیسا کہ بیان ہوا۔

اس کے بعد حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے گھر پر خلاف چاہا جس کو بھی ایک عورت نے چاہا جس

پر عبداللہ ابن زبیرؓ نے بھی اسی طرح اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا جس طرح حضرت عثمانؓ نے کا تھا۔

اس کے بعد بارہ دوسرے فقہاء نے بھی اپنے اپنے گھر پر خلاف چاہا۔

باب چہل و دوم (۲۴)

غزوہ بدر کبریٰ

اس غزوہ کو بدر عظمیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ نیز اس کو بدر قتال اور بدر فرقان بھی کہا جاتا ہے۔ بدر فرقان کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس غزوہ کے ذریعہ حق اور باطل کے درمیان فرق ظاہر فرمایا تھا۔

طرح جب وہ تہجدی قافلہ جس کے قہاقب میں آنحضرت ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے نہ ملے اور آپ ﷺ اس کا قہاقب کسے ہوئے مشیرہ کے مقام تک پہنچ گئے تو معلوم ہوا کہ وہ قافلہ کئی دن کی مسافت پر آئے نکل چکا ہے تو آپ ﷺ اس قافلہ کی ملک شام سے واپسی کا انعقاد فرماتے گئے (کیونکہ قرین کا یہ تہجدی قافلہ شام میں اپنے مال کا ٹھکانہ دین کرنے اور تہجدی تلخ حاصل کرنے کا مقصد اسے تلخ کا کر دیا جس کو حری سے ہو کر مکہ جانا تھا)۔

قافلہ قریش کی واپسی کی اطلاع..... آخر آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ وہ قافلہ شام سے واپسی کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو بلا پاورانا سے فرمایا۔

”یہ قرین کا تہجدی قافلہ اگر ہا ہے جس میں ان کا مال و دولت ہے تم اس پر حملہ کرنے کے لئے جو صوفیہ
مکمل ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے فائدہ پہنچائے۔“

اس کو چونکہ لوگوں نے توہین کیا مگر چونکہ لوگوں کو یہ بات کہیں معلوم ہوئی۔ (ی) ممکن انہوں نے اس ذیل سے اس کو نہیں مانتا کہ ان کے نزدیک جنگ کرنا آنحضرت ﷺ کے خیال میں تھا۔ مگر آپ ﷺ نے اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی بلکہ یہ فرمایا کہ جو شخص اس سے ساتھ چنانا چاہتا ہے وہ چلے اور ان کا انعقاد کرے جو نہیں چنانا چاہتے۔

ایک خاتون کا جذبہ جہاد اور آنحضرت ﷺ کی خوش گوئی..... جب آنحضرت ﷺ مقام بدر کی طرف روانہ ہوئے تو اہل بدر نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

”یا رسول اللہ ﷺ اچھے بھی جہاد میں چلے کی ہدایت پہنچائی ہے۔ میں آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے جہاد کی جہاد دہی کر دے گی مگر یہ مجھے بھی اس طرح اللہ تعالیٰ شہادت نصیب فرمادے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

”تم اپنے گھر میں قرآن سے غلو نہیں لے لو، تعالیٰ شہادت نصیب فرمائے گا۔“

ان خاتون نے قرآن پاک پڑھنا تھا۔ آنحضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے اور آپ ﷺ نے ان کا کام شہیدہ زہرا رضی اللہ عنہا پر بھیجا۔ عام سلطان بھی ان کو شہیدہ ہی کہنے لگے تھے۔ بلکہ جب حضرت عمرؓ نے غزوہ بدر کے وقت حضور ﷺ کو ایک روز ان پر ان کے ایک خادمہ اور ہانسی نے حمل کر دیا جن کو انھوں نے کہا تھا کہ میرے گھر کے بعد تم آؤ ہو گئے۔ انھوں نے ان خاتون کو ایک سوئی اور عمارہ چارہ میں بیوٹی کر کے ہاتھ دیا یہاں تک کہ ان کا دم گھٹ گیا اور وہ شہید ہو گئیں۔ اس کے بعد قاتلوں کو حضرت عمرؓ نے خدمت میں لے کر پیش کر دیا۔ انھوں نے ان کو پھانسی دینے کا حکم دیا۔ اس طرح یہ دونوں پہلے محرم جہنم میں کودنے میں پھانسی پڑھ گئی۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ نے حج فرمایا تھا، آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے، میرے ساتھ یہو شہیدہ سے مل کر آئیں۔“

ابو سفیان کو لشکر اسلام کی اطلاع اور اس کی گھبراہٹ... غرض ابو سفیان نے یہ حالت دیکھی کہ جب وہ ان تبدیلی قافلے کے ساتھ شام سے آتے ہوئے تھوڑی سڑک میں کے قریب پہنچا تو ہارسوں کے ذریعہ راستے کی خرابی معلوم کی کہ قافلہ اور رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ سے۔ دلوں جو بھی سوار تھیں اسے حالت معلوم کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ اسے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو کہہ کر اس کے چھوٹی کافے پر حمل کرنے کے لئے دو سو ہو چکے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے ایک شخص نے قافلہ اس نے اسے خبر دی کہ آنحضرت ﷺ شروع ہی میں اس نے قافلہ کا راستہ روکنا چاہتے تھے اور یہ کہ اب اس نے آنحضرت ﷺ کو دلوں میں اس قافلے کی واپسی کا انتظار کرتے ہوئے پھونکا ہے۔

مستمع کے ذریعہ قریش کو خبر دینے کا منصوبہ... یہ خبر سن کر ابو سفیان بہت ڈر پڑا اور اس نے ایک شخص مستمعیٰ ابن عمرؓ غفاری سے اجازت پر معاملہ کر کے اس کو کہہ جانے کے لئے تیار کیا۔ اس شخص سے ابو سفیان نے اس شخص پر معاملہ کیا تھا۔ یہ کہ اس شخص یعنی مستمعیٰ کے اسلام کے متعلق کوئی روایت نہیں ہے کہ آیا اس نے اسلام قبول کیا تھا۔ البتہ مستمعیٰ صحابہ میں شمار ہیں، مستمعیٰ ابن عمرؓ غفاری ہیں۔

غرض ابو سفیان نے مستمعیٰ سے کہا کہ وہ کہہ دے کہ ان لوگوں کے کان کاٹ دے، کہہ دے کہ انہیں مار دے اور اپنی تہمتیں کاٹ کر اور پھیلادیں پھر سے اور اس حالت میں کہ میں داخل ہوں۔ ہمارے قریش کو جنگ پر چلنے کے لئے چار کر رہے اور اس سے پہلے کہ تم ﷺ ان کے قافلے پر اپنے صحابہ کے ساتھ حملہ کر رہے ہیں۔ مکہ میں جانکوار کا خواب... چنانچہ مستمعیٰ غزایت حیرہ لڑی کے ساتھ دو سو ہول وحر مستمعیٰ کے کہہ سہنے سے نیند رات پہلے آنحضرت ﷺ کی پھر بھی مانتا نہ تھا۔ عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا اس حادثہ کے اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

اس نے ایک ڈرانا خواب دیکھا۔ اس سے یہ سخت گھبرائی اس نے اپنے بھائی عباسؓ ابن عبدالمطلب کے پاس آئی پہنچ کر انھیں بلا پھر اس سے کہہ

”بھائی! اللہ کی قسم میں نے رات ایک لایمت وحشت ناک خواب دیکھا ہے اور مجھے ڈر لگا ہے کہ

شاید تمہاری قوم پر کوئی بڑی چھی اور مصیبت آئے ہلے ہے۔ اس لئے جو کچھ میں تمہاری اس کو پوشیدہ رکھتا۔
خواب سنانے سے پہلے کہاں سے راز و کرمی کا عہد ... (جمال کا ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ عاصم
 نے حضرت کہاں سے کہا۔

”جب تک تم مجھ سے یہ عہد نہیں کرو گے کہ تمہاری بات کا کسی سے ذکر نہیں کرو گے اس وقت تک
 میں تمہیں نہیں بتاؤں گی کہ تک اگر میں فوٹوں نے یعنی قریشی مشرکوں نے یہ بات سن لی تو وہ تمہیں پریشان کرے
 گے اور تمہیں برا ہو۔ نہیں کرے۔“

چنانچہ حضرت کہاں نے اس سے عہد کیا اور پوچھا کہ تم نے کیا عہد کیا ہے؟ وہ خود نے کہا؟
 ”میں نے یہ کہا کہ ایک شخص لوٹ پر سوار کر رہا ہے یہاں تک کہ وہ اس میں آکر رک جائے یعنی جو مصعب اور
 کہ کے درمیان میں ہے۔ وہاں گڑ سے ہو کر اس نے پوری آواز سے پکار پکار کر کہا، لوگو! لاے آؤ خدو تمہیں ان
 کے اندر اپنی تمہیں گاہوں میں چلنے کو تیار ہو جاؤ۔“

عاصم نے آؤ خدو یعنی نہیں کے فحش کے ساتھ لکھا ہے یعنی اگر تم لوگ مدد کو نہیں آتے تو تم
 خدو ہو۔ فرض اس کے بعد عاصم نے آگے بیان کرتے ہوئے کہا۔

”پھر میں نے دیکھا کہ لوگ اس کے گرد گرد جمع ہو گئے۔ اب وہ آئے اور وہاں سے چل کر مسجد یعنی حرم
 میں داخل ہوئے اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے آئے۔ ابھی لوگ اس کے گرد جمع ہو رہے تھے کہ وہ شخص اچانک اپنے
 لوٹ سمیت عقب کی ہمت پر نظر آیا اور وہاں سے دوچار کی طاقت سے پکارا کہ اب وہاں کے بعد وہ شخص اب جس پہاڑ پر
 نظر آیا اور وہاں سے بھی وہی طرف نظر پڑا اور اس نے ایک جھڑپا کر لڑکھا جو وہاں سے فرار ہوئے اور چلتے چلتے جب پہاڑ
 کے دامن تک پہنچا تو اچانک فوٹ کر ٹوٹے ٹوٹے ہو گئے اور پھر کہ کے گرد اس میں سے کوئی کمر اور مکان اٹھا
 نہیں رہا جس میں اس کے ٹکڑے نہ پہنچے ہوں۔“

خواب میں کہ حضرت کہاں نے عاصم سے کہا۔

”خدا کی قسم یہ بہت عجیب خواب ہے۔ تم خود بھی اس کو پوشیدہ رکھو اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرو۔“
 کلمہ میں اس خواب کا ترجمہ چلا۔ اس کے بعد کہاں یہاں سے لگے قریشی میں ان کو ولید ابن عقبہ ملا یہ ان کا
 دوست تھا۔ کہاں نے خواب اس سے بیان کر دیا اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ کسی سے نہیں لے گا ولید نے ہا کر یہ
 ساری بات اپنے بچے عقبہ ابن ولید سے بتادی اور اس طرح پر خواب ایک سے دوسرے تک پہنچتے لگا اور یہ بات
 سارے میں عام ہو گئی۔

یعنی ہاشم پر ابو جہل کی جھڑپ۔ حضرت کہاں کہتے ہیں کہ انکادان میں صبح کو طوفان کرنے گیا تو میں
 نے دیکھا کہ حرم میں ابو جہل ابن ہشام قریشیوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا وہ اسی خواب کے متعلق باتیں
 کر رہا تھا۔ جوں ہی اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا کہ ابو الفضل جب تم طوفان سے طاری ہو تو زرا میرے پاس آؤ۔
 چنانچہ میں طوفان کر کے اس کے پاس گیا تو وہ کہنے لگا۔

ابو الفضل! تم میں اس نبی کا ظہور کب ہوا ہے؟

میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو کہنے لگا کہ عاصم کے خواب کے متعلق کہہ رہا ہوں۔ میں نے کہا اس
 نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا اس پر وہ بولا۔

”اے عبدالملک کی کوہا! تم اس سے زیادہ آخر کار کیا چاہتے ہو۔ تمہارے خاندان کے مرد تو یہی ہوتے ہی تھے اب جو تمہیں بھی نہ ہو وہ خبری کا دعویٰ کرتے گئیں۔“

ایک روایت کے مطابق ہیں،

”اے نبی ہاشم! کیا اتنی قسمیں کافی نہیں تھا کہ تمہارے مرد بھوت ہوتے تھے کہ اب جو تمہیں بھی بھوت مارتے تھے۔“

تیسری روایت تعبیر خواب کا انتظار..... پھر ابو جہل بولا،

عاصمہ کہتی ہے کہ اس نے خواب میں اس آئے والے شخص کو یہ کہتے سنا کہ تین دن کے اندر اندر جنگ کو پھٹ کے نئے چڑ ہو جاؤ اب ہم تین دن تک انتظار کریں گے۔ اگر جو مانعہ عاصمہ کو رہی ہے کچھ ہے تو تین دن بعد یہ واقعہ ثابت ہو جائے گا ورنہ اگر تین دن گزر گئے اور اس طرح کی کوئی بات پیش نہ آئی تو ہم تمہارے خلاف ایک آخری کارروائی کریں گے کہ تمہارا خون اب کاسب سے جھوٹا ٹرنے لگے۔

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے اس کے سوا اس سے کچھ نہیں کہا کہ عاصمہ نے کوئی خواب نہیں دیکھا اور اس واقعہ سے انکار کر دیا۔

ایک روایت ہے کہ عباسؓ نے ابو جہل سے کہا،

”کوہا! یہی وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ وہ اپنے؟ جھوٹا خود اور حیرانہ فخر ہے!“

اس پر ابوبکرؓ اور اس سے لوگ جمع تھے انہوں نے حضرت عباسؓ سے کہا،

”اے ابو الفضل! تم ہر گز بے عقل نہ بننا یہ سب تو نہیں ہو۔“

خواتین نبی ہاشمؐ میں ابو جہل کے خلاف غصہ..... اس دن کے کھانے پر حضرت عباسؓ کی بہن عاصمہ نے سخت توہینیں پہنچا دیں۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ شام کو نبی عبدالملک کی ساری ہی عورتیں ایک ایک کر کے ہر سپاہی آئیں اور ہر ایک (ابو جہل کی) کو اس پر غصہ کیا کہ اسے جسے بدامت کرتے ہوئے یہ کہتی تھی،

”تم نے آخر اس خبیث فاحشہ کی یہ بات سنیے پروا نہ کرو کہ وہ تمہارے خاندان کے مردوں کی عیب جوئی کر رہا ہو بلکہ اس نے عورتوں کو بھی نہیں بخشا بلکہ ان کے مصلحت بھی زبان و لہجہ کی اور تم سب سے کہہ رہا ہے کہ تمہیں غیرت ہی نہیں ہے تم یہ باتیں سن کر اٹکے۔“

میں نے کہا،

”میں یقیناً میں اس سے نہیں کاہن اور اس نے وہ بارہا یہی بات کہی تو میں اس سے خونریزی کر رہا ہوں۔“

تعبیر خواب کا تصور..... آخر عاصمہ کے خواب کا تیسروں ائمہ میں سخت غصے میں تھا کہ اس وقت میں نے اس معاملہ کو یہاں تک دیا کہ چاہتا تھا کہ پھر کوئی بہت مل جائے چنانچہ میں اسی حالت میں حرم میں داخل ہوا جہاں میں نے اس کو چھپنے ہوئے دیکھا کہ انی قسم میں اس بارہو سے اس کی طرف دھاوا کرتا ہوں اس سے انہوں نے کہ وہ اسی بات ایک بار پھر کہہ دے اور میں اس پر حملہ کر دیا۔ مگر اسی وقت میں نے دیکھا کہ وہ زنا کارہ حرم کے دروازے کی طرف بھاگتا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ اس کم بخت پر خدا کی لعنت ہو شاید یہ گھم سے ڈر کر بھاگ رہا ہے مگر فوراً ہی میں نے محسوس کیا کہ وہ ایک ایسی کوہا کی طرف دھاوا کر رہا تھا جو اب تک نہیں سن سکا تھا۔ وہ مختصر اس امر و غصہ کی کوہا میں دھاوا کر رہا تھا کہ اس کے پیچ میں کھڑا ہو چکا وہ اپنے گھونٹ پر کھڑا تھا جس کے ناک

روایت میں سوتے لئے لایا کاٹھا استعمال ہوا ہے جس کا مادہ لاطیلاط لوطیہ ہے۔ اس کے معنی لیچا ہوا پیکانی پن ہے جو سوراصل معالجہ یعنی لیچ کے ساتھ ضروری کر دیا جاتا ہے حالانکہ کوئی معاملہ نہیں ہے ایسے اس کو لایا بھی کہتے ہیں۔ (دیسے عربی میں جو کے لئے باکالٹھا استعمال ہوتا ہے)۔

مادہ رازوی نے لکھا ہے کہ ابو اسب اور یہ دونوں جو اکٹھا کرتے تھے۔ اس جنگ کے موقع پر ابو اسب نے اس بات پر حاس کے ساتھ جو اکٹھا کر لیا حاس پر جانے تو وہ ابو اسب کی فراہم رازی اور امانت کیا کرے چنانچہ جو نے اس ابو اسب ہیست کیا ابو اسب نے اس پر قاض کر کے اس کو شک کر ہاروں کیل بھر حاس نے وہ ہار دی جو ان کا تر اس دفعہ بھی ابو اسب ہیست کیا چنانچہ اس نے حاس کو اپنی جگہ جنگ دار میں بٹھا دیا۔ اس حاس اس شام کو اس غزوہ نادر میں حضرت عمر فاروقؓ نے قتل کیا تھا۔

امیہ کا جنگ سے انکار اور قریش کا دیاؤ۔۔۔ اس جنگ کے لئے قریشی سردار ہر شخص کو لے جانے کے لئے حاضر کر رہے تھے۔ امیہ ابن خلف نے جانے سے انکار کر دیا کیونکہ یہ یوزخا بھی تھا وہ بے حد مونا اور بھاری ہل کا تھا۔ یہ اپنی ایک ٹھیس میں وہ ستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے پاس عقد ابن معیط کیا جس کے ہاتھ میں نور ابن تھا اور اس میں بخار اتھے (جس سے نور تیسڑی ہوئی دیا کرتی ہیں) عقد نے وہ بخار ابن امیہ کے سامنے لا کر دکھانے لگا۔

”آپ نے علیؓ اور موہی سے دہلی لے کر تم بھی تو غور توں ہی کی منصف سے قطع کر دیتے ہو۔“

امیہ نے کہا تھا اتھار اور اس بخار ابن کا جس کر سے جیسا کہ حق لکھاری میں ہے یہ عقد ابن معیط ایک نہایت بد تمیز اور منہ پھٹ آوی تھا اور ابو جہل نے ہی اس کو اس کام پر متعین کیا تھا کہ جو لوگ جنگ میں جانے سے پہلو نہ جائیں ان کو یہ ٹھ منہ کرے اور غیر متہ دے۔

ایک روایت میں ہے کہ امیہ کے پاس ابو جہل آیا اور اپنے انکار

کے ابو جہل ابن امیہ رازی نے سرداروں میں سے ہو۔ ایک روایت کے لفظ ہیں کہ تم لوہی کے معزز لوگوں میں سے ہو اگر تو انہوں نے تمہیں جنگ سے پیچھے ہٹنے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رک جائیں گے اس لئے ہر سے سرخو پہلو چاہے ایک وہ ان کے سر تک ہی ساتھ چلو (اس کے بعد وہ اپنی آیا)۔

ان دونوں کے در سے ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو تاکہ عقد بھی امیہ کے پاس گیا ہو اور ابو جہل بھی گیا ہو۔ چنانچہ امیہ بھی ساتھ جانے پر راضی ہو گیا۔

امیہ کے انکار کا سبب۔۔۔ امیہ کے جنگ سے پہلو جانے کا سبب یہ تھا کہ حضرت سعد ابن معاذ دین سے عمر آکر نے کیلے کہ آئے تھے وہ وہ میں امیہ کے یہاں آکر ٹھہرے کیونکہ جب امیہ ہیست کے سلسلے میں شام پایا کہ تھا تو دین میں حضرت سعد ابن معاذ کے یہاں ٹھہر آکر تھا یہاں حضرت سعد نے امیہ سے کہا۔

”میرے لئے اس کا خیال رکھنا کہ جب بھی حرم خانی ہو تو مجھے ملنا چاہیے جس میں جنت اللہ کا طواف کرنے میں کامیاب ہو چلا۔“

امیہ نے کہا۔

”تو انتظار کر! اب وہاں پہر ہو جائے گی اور لوگ داخل ہو جائیں گے تو چل کر طواف کر لے۔“

سعد ابن معاذ اور ابو جہل کا جھگڑا۔۔۔ ایک روایت میں ہے کہ وہاں کے قریب امیہ حضرت سعد کو لے

کریں گے دوسرے بھی ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سعدؓ کے سامنے یہ فرمایا ہو کہ میں اپنی اپنی طرف کو
 قتل کروں گا اور سعدؓ نے یہ سمجھا ہو کہ کتب جنگ نے نبی کے بجائے امیر اپنی طرف کے بارے میں فرمایا ہے۔

پانچ قریشی سرداروں کی قریحہ اندازی..... کتب استعار میں ہے کہ امیر اپنی طرف دھبہ اور شیبہ اپنی
 ریبہ زائد امیر اسودہؓ علیہما میں قریش نے حجوں کے بارے میں پانچ سال کا محاسبہ کیا تھا جس میں انکا دھبہ اور شیبہ نکلا تھا کہ یہ لوگ
 جنگ میں نہ جائیں مگر وہ حج نکلا تھا جس پر یہ لکھا ہو تھا کہ "میت کرو۔" لہذا ان سب نے مل کر فیصلہ کر لیا کہ یہ
 لوگ جنگ میں نہیں جائیں گے۔ مگر یمن کے پاس ابو بکرؓ کیلئے اس نے انھیں لے جانے پر اصرار کیا اس
 سلسلہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابن حارثؓ نے بھی ابو بکرؓ کا ساتھ دیا اور ان لوگوں پر ساتھ چلے کیلئے اصرار
 کیا۔

عداس کی طرف سے آقاؤں کو روکنے کی کوشش..... کیا جاتا ہے کہ عداس نے اپنے آقاؤں شیبہ اور
 شیبہ ابن ریبہ سے کہا تھا کہ تمہاری قسم آپ دونوں جنگ میں نہیں بلکہ اپنی قتل گاہ میں چاہے چاہے میں اس پر ان
 دونوں نے جنگ میں نہ جانے کا فیصلہ کر لیا تھا مگر پھر ابو بکرؓ کیلئے اس کا اصرار دیکھا جاتا ہے کہ یہ دونوں اس نیت سے سب
 کے ساتھ جانے پر تیار ہو گئے کہ دونوں سے دشمنی آجائیں گے۔

قریشی لشکر کا حصار اور کوچ..... آخر قریش کے لوگ غزوہ بدر میں اور ایک قول کے مطابق وہاں میں
 اپنی جدیوں سے مدد سے مدد سے آئے اور اب انھوں نے کوچ کرنے کا فیصلہ کیا ان کے لشکر کی تعداد ستر سو تھی۔
 ایک قول ہے کہ ایک جزو محمدؐ ان کیلئے سو گھوڑے تھے جن کے سولہ زبرد پوش، بیڑاؤں کے علاوہ ایک سو
 پندرہ زبرد پوش تھے یہ لوگ جدی کی وجہ سے سخت غور و شوق اور کھوار استخوان کی پرہیزگار تھے اور وہ اپنے ان کے
 ساتھ گائے بھانے والیں بھی تھیں۔ کتب استعار میں بھی ہے کہ ان کے ساتھ گائے والیاں تھیں جو دف بجا
 بہ کر لیتے گائے گاؤں تھیں جن میں مسلمانوں کی چھ لاکھ برائی کی تھی۔

قریش اور بنی کنانہ کی پرانی آویزش..... آگے امد کے ساتھ ہر قریشی مورخوں کے بھی لشکر کے
 ساتھ لٹکے گا یہاں آئے گا جس میں ہے کہ ان کے ساتھ دف دار رہتے تھے۔

فرض اس رہائی کے وقت ان کو بنی کنانہ کی طرف سے بھی اندیشہ تھا کہ کہیں وہ جیسے سے ان کے پاس
 حملہ نہ کریں کیونکہ قریشی اور بنی کنانہ کے درمیان سخت دشمنی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ قریشیوں نے ایک
 دفعہ بنی کنانہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اسی طرح بنی کنانہ نے بھی قریش کے ایک نوجوان کو قتل کر دیا تھا
 جس کے بعد یہ یہ اتفاق کہ قریشی نوجوان جو نہایت حسین و طویل صورت اور بہترین پڑے پہنے ہوئے تھا اپنی کسی
 کشتہ وچ کی تلاش میں نکلا۔ اس کا گزرتی کنانہ کے علاقہ میں بھی ہو رہا تھا بنی کنانہ کا سردار عامر بن ملحجؓ بھی
 بیٹھا ہوا تھا اس نے اس قریشی نوجوان کو دیکھا تو یہ اسے بہت اچھا لگا اس نے اس سے پوچھا کہ تیرے تم کون ہو؟
 اس نے کہا کہ میں قریشی ہوں۔ اس کے بعد جب یہ نوجوان وہاں سے واپس ہونے لگا تو عامر نے اپنی قوم کے
 لوگوں سے کہا،

"میں قریشی کے ذمہ حملہ کوئی خون نہیں ہے؟"

لوگوں نے کہا بے شک ہے۔ عامر نے ان لوگوں کو ابھار دیا اور انھوں نے اس نوجوان کو قتل کر دیا۔
 اس کے بعد بنی کنانہ نے قریش سے یہ کہہ دیا کہ ایک نئی کے بدلے میں ایک نئی کو قتل کر دیا گیا ہے (لہذا

نے ان کو جنگ پر پہلے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ جنگ میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔ اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی۔ مگر ان کو ادائیگی کا حکم دینے کے مسئلے میں اختلاف ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے شہداء کے نزدیک بدر و سال کی عمر پہنچنے سے پہلے کی عمر ہے۔

لشکر اسلام کا معائنہ..... آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس لشکر میں تین سو پانچ صحابہ تھے۔ ان میں چار نسلہ صحابہ ہیں تھے اور اپنی انصاری مسلمان تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ صحابہ عربی کی تعداد اتنی سے کچھ زیادہ تھی اور انصاریوں کی تعداد سو پانچس سے کچھ لوہ تھی۔

صحابہ میں بدر کے ناموں کی برکت..... امام وہابی نے لکھا ہے کہ میں نے مشائخ حدیث سے سنا ہے کہ اس کتاب بدر کا نام لے کر جو دعا کی جاتی ہے وہ مقبول ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تجربہ بھی کیا ہے (جو صحیح ثابت ہوا)۔

حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں فصرے کا حکم..... حضرت عثمانؓ کو آنحضرت ﷺ نے مدینہ میں ہی جھوڑ دیا تھا کیونکہ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ یعنی حضرت عثمانؓ کی چوتھی بیوی تھیں۔ ایک قول ہے کہ خود حضرت عثمانؓ چار تھے اور ان کے چچا بھی ہوئی تھی۔ ہر حال دونوں ہی باتیں دی ہوں تو بھی کوئی شبہ کی بات نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں فصرے کا حکم دے کر فرمایا کہ تمہارے لئے ایک کوئی گاہر بھی ہے اور ایک کوئی بیٹی بھالو کا حصہ بھی ہے۔

ابو عامر ابن اظہرؓ کی والدہ اگرچہ چار تھیں مگر ابو عامر نے جنگ میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر پھر آنحضرت ﷺ نے ان کو غم نہ دیا کہ وہ اپنی والدہ کے پاس فصرے۔ جب آپ ﷺ غزوہ بدر سے واپس آئے تو ان کا استقبال ہو چکا تھا آپ ﷺ نے ان کی قبر پر جا کر ان کی نماز پڑھی۔

مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی قائم مقامی..... آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر حضرت ابو لہبؓ کو مدینہ کے ولی کی حیثیت سے اپنا قائم مقام ہلا۔ یہ کبریا کہ آپ ﷺ کے ساتھ ہی تھے۔ مگر یہاں آپ ﷺ نے ان کو اپنا قائم مقام مصلحین فرمایا کہ انہیں مدینہ بھیج دیا۔ کتاب مصلحین میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ وہ سراسر اعظم۔ قول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو ردواء کے مقام سے واپس فرمایا۔ قد یہ مدینہ سے دورالت کی مسافت پر ایک گاڑی تھا جس کا چچے گزر چکا ہے۔

مدینہ میں امامت کے جانشین..... اپنی عدم موجودگی کے دوران مدینہ میں آپ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتومؓ کو مسلمانوں کا امام مصلحین فرمایا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ اسی طرح قبائل کو ولی حضرت عامرؓ کو بھلا۔ یزیدؓ کو یمن کا ولی بھلا۔ اسی کو امام مصلحین فرمایا جس کی وجہ یہ تھی کہ جن منافقوں نے سبھ ضرر پہنچائی تھی ان کے حقوق آپ ﷺ کو بہت تھوڑے تھے۔ انہیں آپ ﷺ نے ان کے معاملات کو دیکھنے کے لئے حضرت عامرؓ کو ولی ہلا۔

خواتین کی غزوہ بدر میں شرکت سے معذوری..... اسی طرح ردواء کے مقام پر حضرت خواتین ابن جہر کے چوتھ آئیں۔ (ابو عامر ابن عبداللہ نے سوتلی امیں) حقہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ خواتین ابن جہر آنحضرت ﷺ کی ساتھ روانہ ہوئے مگر جب وہ معزنا کے مقام پر پہنچے تو ان کی ہانگ میں ایک بچہ سے پٹنگ لگ گئی اور خون بر لگا۔ جس کی وجہ سے وہ پہلے کے قابل نہ رہے اس لئے وہ واپس ہو گئے اسی لئے آنحضرت ﷺ نے

بال غیبت میں ان کا حشر نکلا۔ مگر موزعین و متذہبین کہتے ہیں کہ وہ جنگ بدر میں شریک ہوئے ہیں۔
 خواتین سے آنحضرت ﷺ کا مزاج۔۔۔ ان کا جاہلیت کے زمانہ کا ایک قصہ ذات النہین کے ساتھ مشہور ہے جس کے حقیقی عرب میں ایک کثرت بھی چلتی تھی کہ ذات النہین کی وجہ سے وہ عیان ہٹ گیا (ذات النہین ایک بڑی کام قہاں کام طول قہا ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خواتین جبر سے ایک مرتبہ ذات النہین کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ سحرانے لگے خواتین نے کہہ

”یا رسول اللہ ﷺ اچھے اللہ تعالیٰ نے آپ اس سے سحر عورت دے دی ہے اور میں کور یعنی بھڑوں کے حصّہ کے بعد حور سے اللہ کی پامنا نکلتا ہوں۔“

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک مرتبہ ان سے

پوچھا

”قصہ دے دیکھو اے لونٹ کا کیا ہوا؟“

انہوں نے کہہ

”یا رسول اللہ اس کو اسوم نے گر کر کر کے باغداد دیا ہے۔“

ایک قول یہ ہے کہ لونٹ کے حقیقی اس سوال میں آنحضرت ﷺ نے ذات النہین کے واقعہ کی طرف اشارہ نہیں فرمایا تھا بلکہ ایک دوسرے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا جو یہ تھا کہ ایک دلہ جاہلیت کے زمانے میں خواتین کچھ عورتوں کے پاس۔ گزروا ہے تھے کہ ان کا حسن و جمال ان کو بھائیہ انہوں نے ان عورتوں سے کہا کہ میرے لونٹ کے لئے ان کے خیال میں دیکھنے والا لونٹ قہا ایک دہی بنتا ہے۔ یہ کہہ کر اس ہانے سے یہ خواتین ان عورتوں کے پاس چلے گئے۔ اسی وقت جنگ یہ وہاں پہنچے ان عورتوں سے باتوں میں لگے ہوئے تھے وہاں سے آنحضرت ﷺ کا گزر ہوا۔ آنحضرت ﷺ ان کو دیکھ کر ان کی باتوں کی طرف توجہ دے بغیر گزر گئے (یعنی آپ ﷺ ان کے وہاں پہنچنے کا مقصد کچھ کئے تھے ان کو نظر انداز کر کے گزر گئے) جب یہ خواتین مسلمان ہوئے تو آپ ﷺ نے سحرانے ہوئے ان سے اس لونٹ کے حقیقی سوال کیا (جو گزشتہ سطروں میں بیان ہوا ہے)۔

لشکر اسلام کے چاہوس۔۔۔ اسی طرح حشر ابن مسر کے بھی چٹ آتی تھی۔ ابوہریرہ رسول اللہ ﷺ نے طو ابن عبید اللہ اور سعید ابن زید کو چاہوس کی حیثیت سے آگے روانہ کیا تاکہ وہ قریش کے جہدنی قاتلنے کی خبریں لائیں۔

یہاں روایت میں قسّ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو ”سا“ سے ہے اس کے معنی ہیں کسی مقصد سے خبریں معلوم کرنا۔ دوسرے لفظ ”جسّ“ ”جا“ سے ہے جس کے معنی بڑے مقصد سے خبریں معلوم کرنے کے ہیں چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ قسّ کو جسّ نہ کرو۔

غرض آنحضرت ﷺ نے ان دونوں کو مدینہ سے ہی خبریں معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا اور اسی لئے یہ دونوں جنگ میں شریک نہیں ہوئے کیونکہ خبریں معلوم کرنے کے بعد یہ دونوں اس خیال سے واپس مدینہ ہی آئے کہ آپ ﷺ مدینہ میں ہوں گے یہاں جب ان کو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ جا چکے ہیں تو یہ دونوں بدر کے لئے روانہ ہوئے مگر راستہ ہی میں ان کی آنحضرت ﷺ سے ملاقات ہو گئی جبکہ آپ ﷺ غزوہ بدر سے فارغ

ہو کر وہاں تفریف دار ہے جسے آپ ﷺ نے مالِ نصرت میں سے ان دونوں کا حصہ نکال دیا۔ یہاں میں آپ ﷺ جس کا حصہ بھی دیتے ہیں وہاں پہنچتا ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ”؟“

آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”مصدقہ“ کے لئے اور بھی ہے۔

غزوہ بدر کے اسلامی پرچم۔۔۔ اس غزوہ کا جنگی پرچم سفید تھا آنحضرت ﷺ نے یہ اسلامی جھنڈا حضرت مصعب ابن عمیرؓ کو حمایت فرمایا۔ آنحضرت ﷺ کے آگے آگے لشکر میں دو سیارہ گ کے جھنڈے تھے جن میں سے ایک حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا جس پرچم کا نام عقبہ تھا یہ پرچم حضرت عائشہؓ کی چادر میں سے ہٹا گیا تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابو سفیانؓ ان حربہ قریش کے حمایت بلند مرتبہ سرداروں میں سے تھا اس کے پاس ایک پرچم تھا جس کا نام عقبہ تھا جو جنگوں میں اس پرچم کو صرف ابو سفیانؓ ہی اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا باقی کوئی ایسا شخص اپنے ہاتھ میں لے سکتا تھا وہی کے برابر معزز اور بلند درجہ سردار ہو۔ آگے بیان فرمایا ہے کہ اس غزوہ بدر میں اس عقبہ پرچم کو جس شخص نے اٹھا رکھا تھا وہ نام شائلؓ کی بی بی خنیس بنت حبابؓ کی بیوی تھی۔

آنحضرت ﷺ کے آگے آگے لے جایا جانے والا دوسرا پرچم ایک انصاری مسلمان کے ہاتھ میں تھا (اور یہ بھی سیارہ گ کا تھا) مگر ابن کثیر نے غزوہ بدر کے ذکر میں صرف اس سفید جھنڈے کا ذکر کیا ہے جو حضرت مصعبؓ کے ہاتھ میں آنحضرت ﷺ نے دیا تھا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ دوسرا سیارہ گ پرچم جس انصاری کے ہاتھ میں تھا وہ حضرت سعد ابن معاذؓ تھے اور ایک قول کے مطابق حضرت حباب ابن منذرؓ تھے۔

مگر چچے غزوہ بدر کے بیان میں ابن اسحاقؒ کی ایک روایت گزری ہے اور آگے غزوہ بدری تو قلعہ کے بیان میں ابن سعدؒ کی روایت آئی ہے کہ اسلامی جنگی پرچم غزوہ بدر میں پہلے موجود نہیں تھے بلکہ غزوہ بدر میں یہ طریقہ شروع ہوا ہے۔ یہ دونوں روایتیں اس بات کے خلاف ہیں کہ غزوہ بدر میں اسلامی پرچم موجود تھا مگر ان دونوں روایتوں کی تردید نہیں روایت سے ہوتی ہے وہاں یہاں بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں آنحضرت ﷺ نے اسلامی پرچم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں دیا اور اس وقت ان کی عمر میں سال تھی۔

کتاب حدیث میں یہ ہے کہ ساجد بن کاہنؓ کا جھنڈا حضرت مصعب ابن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا اسی طرح قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت حباب ابن منذرؓ کے ہاتھ میں تھا اور قبیلہ اس کا پرچم حضرت سعد ابن معاذؓ کے ہاتھ میں تھا۔ مگر اس روایت میں ان دو سیارہ جھنڈوں کا ذکر نہیں ہے (جن میں سے ایک حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا اور ساجد بن کاہنؓ پرچم تھا اور دوسرا کسی انصاری کے ہاتھ میں تھا اور انصاری کا پرچم تھا)۔

کتاب اشعار میں بھی یوں ہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر تین جھنڈے بنائے تھے۔ ایک جھنڈا حضرت مصعب ابن عمیرؓ کے پاس تھا باقی دو پرچم سیارہ گ کے تھے جن میں سے ایک حضرت علیؓ کے پاس اور دوسرا کسی انصاری کے پاس تھا۔

اس روایت میں پرچم کے لئے لواء کا لفظ استعمال ہوا ہے جبکہ اس سے پہلے روایتوں میں لواء کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس بات سے میں یہ تحصیل کر رہی ہوں کہ ان دونوں لفظوں کے معنی جھنڈے کے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ یہ روایت سے آنحضرت ﷺ بطور پرچم بلند کئے گئے ہوئے تھے۔

کتاب اصل کے حوالے سے آگے آگے کا کہ آنحضرت ﷺ کے لئے جو عریض یعنی پتھر لایا گیا تھا

اس کی تہائی حضرت سعد ابن معاذ کرتے تھے۔ (تامل) اصل کے حوالے سے جو بات بیان ہوئی ہے اس کے حعلق کہتے ہیں کہ عرض میدان بدر میں چلایا گیا تھا۔

(ی) حضرت سعد ابن معاذ کے ہاتھ میں پرچم نہونے کا مطلب یہ ہے کہ روانگی کے وقت فوراً اسے میں ان کے پاس دیا گیا کہ عریض کی تہائی فوراً پرچم برداری دونوں ایک ساتھ کچھ میں نہیں آتیں) مگر اس تفصیل کے بعد اس میں کوئی اشکال نہیں رہتا کیونکہ ممکن ہے میدان بدر میں پہنچ کر حضرت سعد ابن معاذ نے حضرت علف کے علم پر پرچم کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دیا ہو تاکہ خود عریض میں آپ علف کی تہائی کے قرائن اہل ہا ہ سے سمجھ سکیں۔

عسکری لباس میں آنحضرت علف کی دعا..... آنحضرت علف نے اس موقع پر اہل ذرہب تن فرمایا جس کا نام ذات اصول قہای طرح آپ علف نے اپنی نکلور میں کام منصب تھا حاصل فرمایا۔ جب آپ علف یہ بات استیاء سے آگے بڑھے تو آپ علف نے یہ دعا فرمائی۔

"لَقَدْهُمْ لَهِمْ عِلَالَةٌ فَاصْلَحْهُمْ وَ عِرَالَةٌ فَاصْلَحْهُمْ وَ جِيَاعٌ فَاصْلَحْهُمْ وَ عَالَةٌ فَاصْلَحْهُمْ مِنْ فَضْلِكَ"

اے اللہ! یہ مسلمان بیلہ و چاہیں ان کو سولیاں عطا فرما سے، یہ نکلے ہیں ان کو لباس عطا فرما سے، یہ بھوکے ہیں ان کو حکم بری عطا فرما سے، اور یہ لوگ مسکین و غریب ہیں ان کو اپنے فضل و کرم سے نئی اور خوشحال بنا سے۔ دعا کی قیہ لیست..... چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور غزوہ بدر سے واپس آنے والوں میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا کہ اگر اس نے سولاری پر چلا چلا تھا اس کو ایک دایسے لونٹ نہ مل گئے ہوں جن کو دستمال کر سکے اسی طرح جن کے پاس پڑے نہیں تھے ان کو پینے کوڑھنے کے لئے پکڑے مل گئے اسی طرح، دشمن کا سامان و سدا تھا کہ کھانے پینے کی کوئی شئی نہیں رہی۔ اسی طرح جنگی قیدیوں کی رہائی کا سچا بردست معاضد ملا کہ ہر ہر خانہ و دولت مند ہو گیا۔

آنحضرت علف کی طرف سے غیر مسلم کی مدد لینے سے انکار۔۔۔ مدینہ میں حبیب ابن یسف ای ایک نہایت طاقتور اور بھارہ شخص تھا۔ یہ شخص علف غزوہ بدر کا تھا اور غزوہ بدر کے موقع تک مسلمان نہیں ہوا تھا مگر یہ بھی اپنی قوم غزوہ بدر کے ساتھ جنگ کے لئے روانہ ہو اور جنگ جیتنے کی صورت میں اس کو مال قیمت ملے کی بھی امید تھی۔ مسلمانوں کو اس سے بہت خوشی ہوئی کہ یہ بھی ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہو رہا ہے۔ مگر آنحضرت علف نے اس سے فرمایا۔

"ہمارے ساتھ صرف وہی جنگ میں جانے گا جو ہمارے دین پر ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس لئے تھا ابھی ہذا ہم مشرک کی مدد نہیں لینا چاہتے۔"

آگے غزوہ احد کے واقعہ میں آئے گا کہ آنحضرت علف نے جب مردہ متافین عبد اللہ بن ابی اسلول کے ساتھیوں کو لشکر سے واپس کیا تو یہ فرمایا تھا کہ ہم مشرکوں کے مقابلے میں مشرکوں کی مدد نہیں لیں گے۔

اب حبیب ابن یسف کو آنحضرت علف اور جہ واپس لوٹ چکے تھے۔ آخر تیسری مرتبہ میں آپ علف نے ان سے فرمایا کہ کیا تمہارا دل اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں اور اس کے بعد یہ مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے نہایت بھاری کے ساتھ ذرہ دست جنگ کی۔

کتاب امتحان میں ہوں کہ یہ صوبہ اہل بیابان کی حیثیت سے روماء کے نظام پر انگریزی
حکمر میں شامل ہو گئے تھے۔ ان سے کوئی فرق نہیں پڑا اور تاکہ کلمہ ممکن ہے یہ روماء سے پہلے مسلمان ہوئے ہوں۔
اس غزوہ کیلئے روانہ تھے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ایک بار وہاں روانہ ہو کر دیکھا۔ پھر آپ ﷺ کے قاصد
نے آپ ﷺ کی طرف سے یہ اطلاع کیا کہ اے سرکشوں کے گروہ! میں اللہ کو پکارا ہوں اس لئے آپ تم بھی
وہاں سے نہ رکو۔

اسا اعلان ہو چکا ہے جو جی جی تھی کہ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ نے لوگوں کے پاس کہلایا تھا کہ آپ روزے میں نہ کھو جائے گا۔ یہ خبر لوگوں نے دوزخ میں پہنچا دیا۔ آگے کے حکم کے بیان میں بھی آئے گا کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو غلو کا حکم دیا تھا مگر یہ کہ لوگوں نے اس پر عمل نہیں کیا جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ سرکش ہیں۔ عشاء میں۔

فکر میں لوٹوں کی تعداد کوئی کے اہل صواب کے لوٹوں کی تعداد جو ان کے ساتھ تھے ستر تھی اس لئے ایک ایک لوٹ تھی تھی کو بیوں کے لئے کہ باوجود ہر ایک بادی بادی سوار ہوا تھا، ایک لوٹ چار کو بیوں پر بھی تقسیم تھا، جن میں سے نصف حضرت داؤد علیہ السلام، اہل بیت اور آنحضرت ﷺ کے غلام غلامہ شامل تھے۔ چاروں ایک لوٹ پر بادی بادی سوار ہوتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حکم پر غزوہ بدر کے موقع پر انھوں نے اپنی گودوں سے کھینچیاں نکال دیں کئی قصیدے کتاب امتحان میں یہ ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر انھوں نے کئی کی حاجت سے ایک ایک نوٹ دودھ اور تین تین لوہے اور چار چار نوٹوں کے حصے میں تقسیم کر دیے۔ انکے امتحان کا حوالہ ہے۔

چنانچہ ایک اہانت میں رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ شریک تھے اور ہدی ہدی بیٹھے تھے۔ ایک روایت میں آنحضرت ﷺ اور حضرت علیؓ کے ساتھ عمرؓ کے بیٹے ابولہبانؓ کا نام ہے۔ تحریر ابولہبانؓ روحاء کے مقام سے واپس واپس بھیجا دینے کے لئے تھے لہذا انہیں تک یہ ساتھ رہے آنحضرت ﷺ اور حضرت علیؓ کے اہانت میں شریک تھے بلکہ ان کے واپس لکھ جانے کے بعد ان کی جگہ عمرؓ نے لی۔ ایک قول کے مطابق ان کی جگہ زید ابن عداۃ آگئے تھے۔ مگر ایک قول یہ ہے کہ حضرت زیدؓ اور حضرت حمزہؓ کے ساتھ تھے جیسا کہ گزرا۔ یہ ممکن ہے کہ حضرت زیدؓ انکی حضرت حمزہؓ کے ساتھ رہتے ہوں اور انکی آنحضرت ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے اہانت میں شریک رہتے ہوں۔

مسائل کا عملی نمونہ۔۔۔ (عرضِ آنحضرت ﷺ کے ساتھ دو ساتھی اس بحث میں شریک تھے اور تینوں ایک ایک ہدی ہر سووار ہوتے تھے یعنی ایک سووار ہوتا تو چار ہتھیار دو ساتھی پیادل (پٹنے) کو رب بھی آنحضرت ﷺ کے پیادل بننے کی ہدی آتی تو آپ ﷺ کے دونوں ساتھی عرض کر رہے کہ تمہیں کبھی سووار ہیں ہم پیادل ملیں گے۔ مگر آپ ﷺ فرماتے:

”تمہاری پولی پٹنے میں کچھ سے زیادہ مضبوط نہیں ہو سکتی۔ تمہارے مقابلے کس کے اجر سے ہے۔“

ایک مہاجر بنجوری۔۔۔ اسی طرح حضرت ابی بکر، حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم ایک گٹھ جوڑے تھے، نیز خالد و عمرو بن ابی سفیان اور عبید بن جریہ انصاری رضی اللہ عنہم ایک گٹھ میں

شریک تھے ان کا اونٹ روحاء کے مقام پر پہنچا تو ٹھک کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت وہاں سے آنحضرت ﷺ کا گزرا ہوا تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارا اونٹ ٹھک کر بیٹھ گیا ہے (یعنی اس کی ہمت جواب دینے لگی ہے) آپ نے فوراً اپنی سگاریا ہر دست میں کچھ پانی لے کر ایک ہر تن میں لگی کر دی۔

استراح میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے اس پانی سے گلی کی اور وہ غصہ کر کے وہ پانی ایک ہر تن میں جمع کیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ کا سر نکالو، چنانچہ آپ ﷺ نے اس ہر تن کا کچھ پانی قنوت کے حوالے کر دیا اور باقی اس کے بدن پر ڈال دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب سوار ہو کر روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اونٹ تیز رفتاری سے چل کر لشکر سے چلا اور اس پر تھکان کا نشان بھی نہ رہا۔

لشکر اسلام کی تعداد۔۔۔ یہاں آپ ﷺ نے لشکر کے معائنہ کا حکم دیا۔ لیکن ہے آپ ﷺ نے روحاء کے بعد دوبارہ معائنہ کا حکم دیا۔ یہ کہ اس سے پہلے آپ ﷺ نے اپنی شب بیتی کوڑیوں پر لشکر کا معائنہ فرما کر ایو لیا ہے۔ گو وہاں سے واپس فرما چکے تھے۔ فرض شب یہاں لشکر کا معائنہ اور شہر کیا کیا تو معلوم ہوا کہ لشکر کی تعداد تین سو تیرہ ہے۔ آپ ﷺ یہ جان کر بہت خوش ہوئے اور فرماتے گئے کہ یہ وہی تعداد ہے جو جلاوت کے اٹا ساقیوں کی تھی جو اس کے ساتھ سرحد تک پہنچے تھے۔

لشکر کی تعداد کے حقائق ابن جریر کے کہنے کے مطابق عام سلف کا قول یہی ہے اب جن لوگوں نے تعداد اس سے زیادہ بتلائی ہے انہوں نے شاید ان لوگوں کو بھی یمن میں شامل کر لیا ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے روحاء کے مقام سے واپس فرمادیا تھا اور میدان جنگ میں غیر حاضر ہونے کے بعد جو یمن کا آپ ﷺ نے مال غنیمت میں حصہ لگایا تھا (جن کی تفصیل گذشتہ سطروں میں ذکر ہوئی ہے)۔

اور بعض علماء نے لشکر کی تعداد تین سو تیرہ سے کم بھی لکھی ہے مثلاً تین سو پانچ، تین سو چھ اور تین سو سات تک۔ چنانچہ اس کی اس کا جواب واضح ہے۔

لشکر میں گھوڑوں کی تعداد۔۔۔۔۔ اس لشکر میں گھوڑوں کی تعداد صرف پانچ تھی ان میں سے دو گھوڑے آنحضرت ﷺ کے تھے، ایک گھوڑا حضرت عمرؓ کا تھا، جس کا نام بیل تھا اور ایک گھوڑا حضرت مقدادؓ ابن اسودؓ کا تھا۔ ان مقداد کو اسود کا بیٹا اس لئے کہا جاتا ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں اسود نے حضرت مقداد کو گوارے لیا تھا اور پرورش کیا تھا جیسا کہ یہاں اس گھوڑے کا نام سعد تھا اور پانچ اس گھوڑا حضرت ذرؓ کا تھا جس کو یسوب کہا جاتا تھا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اس لشکر میں صرف دو ہی گھوڑے تھے ایک مقداد کا گھوڑا تھا اور دوسرا حضرت زبیرؓ کا گھوڑا تھا۔ حضرت علیؓ کی روایت یہ ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر سوائے مقداد کے ہم میں سے کسی کے پاس گھوڑا نہیں تھا۔

اقول۔ سوائے کہتے ہیں۔ لیکن ہے مراد یہ ہو کہ غزوہ بدر میں گھوڑے پر سوار ہو کر سوائے حضرت مقداد کے کوئی نہیں لڑا۔ یہ کہ پانی جن لوگوں کے پاس گھوڑے تھے وہ چارہ دہلائے۔ چنانچہ اسی بات کی تائید آگے آنے والے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب مال غنیمت تقسیم فرمایا تو آپ ﷺ نے پیادل لڑنے والے کو دس سے پرستار نہیں فرمایا اور ایک گھوڑے پر دس سے گھوڑے سوار پر فطرت نہیں دی (مگر اس روایت سے گذشتہ قول کی تائید ہونا خود کامل غور ہے) لیکن عامہ زحرفی کے قول

”کب ﷺ نے ہم سے صرف تبدیلی کا طے کر دیا تھا اور اسی کے لئے ہم آئے ہیں اور نہ ہم جنگ کی تبدیلی کر کے آئے۔“

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں،

”یا رسول اللہ! آپ ﷺ صرف تبدیلی کا طے پر ہی بس کہنے دشمن کو بھڑکانے کے لئے۔“

اس پر آنحضرت ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ہے کہ یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی تھی،

”لَقَدْ أَخَذَ لَكُمْ مِنْ ظَنِّكُمْ ذِكْرًا فَذُكِرْتُمْ فَتَقَرُّوْنَ أَوْ تَنْصَرِفُونَ“ (سورہ انفال، آیت ۹) (پھر ۹ سے آیت ۱۵)

ترجمہ :- جیسا آپ کے رب نے آپ کے غرور پر اپنی سے مصلحت کے ساتھ آپ کو ہدایت کی طرف رہنمائی کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گمراہ سمجھتی تھی۔

مساجد حرمین کی طرف سے جاں نثاری کا اعلان..... خیرای! قت حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہوئے اور انہوں نے حمایتِ خویشِ اسلامی کے ساتھ جاں نثاری اور فرما رہی تھی کہ اعلان کیا۔ پھر حضرت عمرؓ فرماتے ہوئے اور انہوں نے بھی حمایتِ خویشِ اسلامی میں جاں نثاری کا اقرار کیا۔ ان کے بعد حضرت مقدادؓ فرماتے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا،

”یا رسول اللہ! آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ علم فرمایا ہے اس کے مطابق عمل فرمائیے، ہم کب ﷺ کے ساتھ ہیں، اللہ کی قسم ہم اس طرح نہیں کہیں گے جیسے بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ آپ اور آپ کا رب جا کر جنگ لڑ لیجئے ہم تو نہیں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کا رب جا کر جنگ کریں ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں اور اس وقت تک ساتھ ہی لڑیں گے جب تک کہ اللہ کی آگہوں میں روشنی اور حرکت رہتی ہے کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے اگر آپ ﷺ ہمیں برکِ خدا میں بھی لے جائیں گے جو ملک جوش کا شرف ہے تو ہم آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ جہنم کے دروازوں کے چٹائی پانی کو دروں سے لڑتے اور رات جاتے ہوئے وہیں تک نہیں گے۔ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے لڑیں گے اور آخر دم تک لڑیں گے۔“

آنحضرت ﷺ کی خوشی..... ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ اس تقریر پر میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کا چہرہ مہرک ہوئی اور مسرت کی وجہ سے چمکنے لگا اور آپ ﷺ بہت مسرور ہوئے۔ قہرِ کثیف میں ہے کہ اس تقریر پر آنحضرت ﷺ خوشی کی وجہ سے مسکرائے گئے اور آپ ﷺ نے حضرت مقدادؓ کے حق میں کلمہ خیر فرمایا اور ان کو دعا دی۔

کتابِ عرائس میں روایت ہے کہ خود اللہ تعالیٰ کے موقع پر جب آپ ﷺ کو کلمہ قریش نے بیت اللہ کی نزول سے روک دیا تو آپ ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا تھا کہ میں ہدی کے چاروں لے کر جا رہا ہوں۔ آپ ﷺ بیت اللہ کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اس بارے میں صحابہؓ سے حضورؐ فرمایا اس وقت حضرت مقدادؓ ابن اسودؓ نے عرض کیا تھا کہ اللہ کی قسم ہم ہرگز اس طرح نہیں کہیں گے جیسے موسیٰؑ کی قوم نے کہا تھا کہ آپ خود جا کر لڑ لیجئے ہم تو نہیں ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ لڑیں گے۔

ہم آپ ﷺ کے دائیں بائیں اور سامنے لڑیں گے۔ اگر آپ ﷺ مسلمانوں کو بھی ہمدرد کریں گے تو ہم

آپ ﷺ کے ساتھ مسند میں بیٹھا رہیں گے۔ اگر آپ ﷺ ہزاروں پرچہ میں کے تو وہی بھی ہم آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہیں گے اور اگر آپ ﷺ ہر ک فلاں کا بھی دیا کریں گے تو وہی بھی ہم آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔“

انصار کی یقین دہانی کے لئے آنحضرت ﷺ کی خواہش..... تو یہ یہی ہے کہ ساتھ پر جب حضرت مقدادؓ کی یہ بات سنی تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ میں نے بھی ان ہی بات کا اعلان کیا اور آنحضرت ﷺ کا پرہیزگاری سے چھٹے آکر چہ یہ ممکن ہے کہ حضرت مقدادؓ نے انہوں کو تو کہیں پر یہ بات ہی نہ کر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے۔

فرض حضرت مقدادؓ کی تقریر سننے کے بعد آپ ﷺ نے ہمارے فرمایا کہ مجھے حضورؐ اور حضرت عمرؓ نے عرض کیا،

”یا رسول اللہ! یہ قریشی کے لوگ ہیں جنہیں عزت و ناموری حاصل ہے۔ لہذا ان کی قسم جب سے یہ لوگ سوز ہوئے ہیں ان کی کچھ بات نہ دہرائیں کہ وہ سوائے ہمیں ہوئی اور جب سے یہ لوگ گمراہ ہوئے ہیں ان کو ایمان نہ دہرائیں ہمیں حاصل ہوئی۔ آپ ﷺ ان سے ضرور جنگ کیجئے اور اس کے لئے ہمارے چاروں فرمایا ہے کہ ضروری اختیار فراہم فرمائیے۔“

آنحضرت ﷺ نے ہمارے تقریری مرتبہ بھی لکھ فرمایا کہ مجھے حضورؐ اور اب انصارؓ مسلمان سمجھنے کے آپ ﷺ کا مشورہ ہی ان کی طرف سے اور آپ ﷺ ان کی طرف سے جاں نثاری کا اعلان دینا چاہتے ہیں کیونکہ انصارؓ ان کی تعداد میں سب سے زیادہ تھی۔ چنانچہ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ان میں میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں یہ سہولت کرنے کا مقصد بھی تھا کہ آپ ﷺ انصارؓ کا جذبہ اور حال دیکھنا چاہتے تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ کو خیال تھا کہ ہمیں انصار کے دشمن میں یہ نہ ہو کہ ان پر آپ ﷺ کی مدد اور حفاظت کی ذمہ داری صرف ان صورت میں ہے جب کہ کوئی دشمن انہماک مدینہ میں آپ ﷺ پر حملہ کرے۔ یعنی وہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ مدینہ سے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہمیں دوسری جگہ جاکر آپ ﷺ کی مدد کرنا اور آپ ﷺ کی حفاظت کرنا ان کی ذمہ داری نہیں ہے۔ کیونکہ مدینہ کے مقام پر جب انہوں نے آپ ﷺ سے رحمت اور عہد کیا تھا تو اس میں یہ کہا تھا کہ جب تک آپ ﷺ مدینہ میں اپنی مدینہ میں خطرہ نہیں آتا اس وقت تک تو ہم آپ ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے سے معذور ہیں ہاں جب آپ ﷺ مدینہ سے دھن میں ہمارے درمیان کچھ پائیں گے تو آپ ﷺ مدینہ کی ذمہ داری اور ہمارے ہاں ہوں گے ہم ان کی حفاظت سے اپنے دیوانہ بچال کی حفاظت کرتے ہیں ان ہی سے آپ ﷺ کی حفاظت بھی کریں گے۔

سعد ابن معاذؓ کی طرف سے جاں سپاری کا اعلان..... فرض اسی وجہ سے حضرت سعد ابن معاذؓ نے جو قبیلہ لوگوں کے سردار تھے اور ایک قول کے مطابق قبیلہ ”غزوہ“ کے سردار حضرت سعد ابن معاذؓ نے آپ ﷺ کے ہاں پہنچنے پر عرض کیا۔ صحیح قول یہی ہے کہ حضرت سعد ابن معاذؓ نے تھے کیونکہ حضرت سعد ابن معاذؓ کو جب یہ بد میں تھے ہمیں کیا جاہل اور صحیح قول یہی ہے کہ وہ خود مدینہ میں شریک نہیں تھے کیونکہ انہوں نے جنگ کے لئے کوچ کرنا اور کیا تھا نہ وہ انہوں نے سے پہلے ہی ان کے ساتھ لے کاٹ لیا اس لئے وہ مدینہ میں رہ گئے تھے (مگر ہرگز وہ جنگ میں جانے کا فیصلہ کر چکے تھے اس لئے مال قیمت میں ان کا حصہ لکھا گیا تھا) فرض

حضرت سعد ابن معاذ نے عرض کیا،

”یارسول اللہ! کیا آپ ﷺ کا شمار ہم انصار میں کی طرف ہے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، فقہ کہ حضرت سعد نے عرض کیا،

”اگر عرض یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور آپ ﷺ کی تصدیق کر چکے ہیں اور گواہی دے چکے ہیں کہ آپ ﷺ جو کچھ دیکھیں وہ سب صحیح ہے، تو آپ ﷺ کی اور کیا ہے۔ اسی بنا پر ہم آپ ﷺ کو یہ وعدہ بیان دے چکے ہیں کہ ہم ہر حال میں آپ ﷺ کے تابع رہیں اور فرمانبردار رہیں گے۔“

ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ،

”یارسول اللہ ﷺ! کیا یہ آپ ﷺ کو یہ دار ہے کہ انصاری یہ سوچتے ہیں کہ وہ صرف اپنے وطن میں آپ ﷺ کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے میں یہ بات سب انصار کی طرف سے آپ ﷺ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ﷺ جس طرف چاہیں شریف لے جائیں، جس کے ساتھ چاہیں نیک سلوک کریں اور جس کے ساتھ چاہیں بے تعلقی کا عند فرمائیں، جس کو چاہیں اس دین اور جس سے چاہیں دشمنی رکھیں، ہمارے دل میں سے جتنا چاہیں لے لیں جو کچھ ہمارے دل میں سے آپ کی خدمت میں عرض ہو گا وہی ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ہو گا۔ ہم جو کچھ آپ ﷺ کو پیش کریں گے تو ہمارے لئے وہ زیادہ خوش کام ثابت ہو گا یہ نسبت اس چیز کے جو آپ ﷺ کو نہیں پیش کر سکیں گے۔ آپ ﷺ جس معاملہ میں بھی ہمیں کوئی حکم فرمائیں گے تو ہم اس کو اپنے معاشرت سے منہ ہر رکھیں گے۔ اس لئے یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے جو امر فرمایا ہے اس کے مطابق چلنے ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ﷺ ہمیں سہارے کے کھدے لے جائیں تو اس میں اتنا ہمارا نہیں ہے کہ ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ اس میں چھٹا لگا دیں گے، ہم میں سے کوئی شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا، ہم دشمن سے ٹکرانے میں کوئی جھک محسوس نہیں کرتے بلکہ ہم جنگوں میں بڑے ثابت قدم رہتے ہیں اور بڑی ہمدردی سے دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں۔ خدا کرے آپ ﷺ ہمارے جو ہر دیکھیں اور آپ ﷺ کی آنکھیں نہٹتی ہوں۔“

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ

”اس لئے اللہ کے نام پر ہمیں ملے کہ جو جتنے ہم انہیں یا انہیں اور آگے پیچھے آپ کے قدم بدم رہیں گے۔“

پیش قدمی کا حکم..... حضرت سعد ابن معاذ کی یہ بے جوش اور غلغلہ تقریر سن کر آنحضرت ﷺ نے استہسا سرور ہوئے اور خوشی سے آپ ﷺ کا ہر زانو اور زانو اور شاکہ جھانک ہو گیا چنانچہ اس کے بعد آپ ﷺ نے کوئی حکم دیتے ہوئے فرمایا،

”آپ آگے بڑھو۔ تمہارے لئے خوش خبری ہے کہ کل اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میں دینا دوں گا میں سے ایک ہر کچھ کو فتح دے گا۔“

”دینا دوں گا میں سے ایک تو ان سفیان کا تہذیبی قافلہ مر رہا ہے اور دوسرا قریش کا وہ لشکر ہے جو اس تہذیبی قافلے کی مدد کے لئے مکہ سے بڑے کڑو فرار کن ہیں ان کے ساتھ روانہ ہو اقلہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا،

”خدا اکی قسم، ایسا ہے جیسے میں قریش کی قتل گاہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ کون کس کچھ

قتل ہو گا۔

حق تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ اس دوسری بعثت یعنی لشکر قریش پر شہر آفرست دے گا اور اس کے بعد آپ ﷺ کو قریش کے سرداروں کی قتل گاہیں دکھا دی گئیں کہ یہ وہاں جنگ میں کس کا قتل کیا ہو گا چنانچہ آپ ﷺ نے پہلے ہی صحابہ کو اطلاع دے دی تھی کہ انہیں جنگ سے دوچار ہونا ہے اور تہذیبی فرقوں کو نہیں مل سکے گا (اس کے لئے حدود سے دور رکھ دئے گئے تھے)۔

ایک روز سے مطلوبات میں اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے افریقہ کی دعوت سے کوچ کیا اور مقام بدر کے قریب ایک جگہ چڑھا لیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد آنحضرت ﷺ سوار ہو کر ایک طرف چلے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ بھی تھے ایک قول ہے کہ ابو بکرؓ کے چہلے قدم وہاں نکلے تھے اور ایک قول کے مطابق آپ ﷺ کے ساتھ حضرت معاذؓ بھی تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک روز سے عرب کے پاس پہنچ کر اس کے جس کام میں تھے کتاب فہرست میں ہے کہ اس شخص کے اسلام کے بارے میں کچھ پتہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ سنانؓ روز سے قریش کو خود اپنے اور اپنے صحابہ کے متعلق سوال کیا کہ کیا ان سب کے متعلق اسے کچھ خبر ہے؟ روز سے نے کہا:

”بب تک آپ دونوں اپنے متعلق مجھے نہیں بتائیں گے کہ آپ کون ہیں اس وقت تک میں آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔“

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”پہلے تم ہمیں اطلاع دو ہم اپنے بارے میں بتائیں گے“

روز سے نے پوچھا کیا میری خبر کے بارے میں ہی آپ اپنے بارے میں بتائیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا میں اب روز سے نے کہا:

”مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ﷺ افریقہ کے صحابہ نے قاتل قاتلوں میں سے کوئی کیا ہے سزا دے گا اس قاتل دانے نے مجھ سے کچھ بتایا ہے تو انہیں کو قاتل تک ہونا چاہیے۔“

یہ سنا اس نے وہی بتائی وہاں مسلمانوں کا لشکر تھرا اور افریقہ پر اس نے کہا:

”اوسرے مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریش کے لشکر نے قاتل قاتلوں میں سے کوئی کیا ہے۔ سزا دے گا اس قاتل دانے نے مجھ سے کچھ بتایا ہے تو انہیں کو قاتل تک ہونا چاہیے۔“

یہ سنا ہی جگہ تھی جہاں اس روز قریشی لشکر بھی چکا تھا قریش جب وہ یہ اطلاع سنا دے چکا تو اس نے پھر اپنا سوال دہرایا کہ آپ دونوں کون ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

”ہم بالکل جھل کر تھے دانے پانی یعنی مٹی اسے تعلق رکھتے ہیں۔“

اس طرح آنحضرت ﷺ نے اس روز سے کو گول مول جواب دے کر اپنا وعدہ بھی پورا فرما دیا اور اس کو اپنے بارے میں بے خبر بھی کر دیا۔ عرب میں یہ طریقہ تھا کہ مختلف طاقتوں میں جہاں لوگ رہتے تھے وہاں کا پتہ وہ پانی کا نام سے کر دیتا کرتے تھے کہ ہم قاتل قاتل کے پانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ روز احابہ جواب دیں کہ انہیں سے کچھ پتہ نہ تھا۔

”پانی سے تعلق رکھتے ہیں کیا عربی کے پانی سے آئے ہیں؟“

(یعنی وہ پانی سے مراد اس بخار کے مطابق سمجھا جائے کہ آپ ﷺ کا اشلہ اس حقیقت کی طرف تھا کہ انسان کی اصل پانی یعنی مٹی کا ایک قطرہ ہے جس سے وہ اس دنیا میں آتا ہے جس کو قرآن پاک میں ماء طہیر یعنی اچھل کر نکلنے والا پانی فرمایا گیا ہے) مگر کتاب احتیاج میں یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب یہ فرمایا کہ ہم پانی سے آئے ہیں تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے عراق کی سمت میں اشلہ فرمایا تھا اسی لئے اس نے پوچھا کہ کیا عراق کے پانی سے آئے ہیں؟ چونکہ عراق میں پانی کی کثرت اور برکت تھی اس لئے بزرگے نے اس اشلہ سے یہ کلمہ لیا کہ عراق کا پانی مراد ہے کہ ہم عراق سے آئے ہیں۔

یہاں یہ احتمال ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس جواب میں تو یہ اور ملاحظہ کیا گیا ہے کہ ایک بات کہ کہہ دوسری بات ضروری تھی ہے۔ جبکہ ہجرت کے بیان میں گمراہی نہ پڑے کہ نبی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ظاہری طور پر ہی کسی بحث پر اترے اور ملاحظہ آجیز بات کرے۔

خبر کا صحیح بیانیہ نے لکھا ہے کہ دورِ اہلسنت جو ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے اہل ایمان کے ہارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے تمہیں جھوٹ بولے تو وہاں آپ ﷺ نے اسی معاذِ امیری اور قرآن میں کو جھوٹ کا نام دیا ہے کہ گمراہی طور پر قزوہ جھوٹ ہی ہیں۔ (یہ نہیں جھوٹ کے متعلق حدیثِ مسلم کی ہے جس پر بہت طویل اور مفصل بحثیں ہیں جو یہاں غیر ضروری ہیں)۔

فرغی اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان وہاں تک تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے ان کو کہنے کا فرمائی جو چاہے گھر چلی ہے۔ چنانچہ اہل تعالیٰ نے مسلمانوں کو میدان بدر میں فتح و نصرت عطا فرمائی اور ہر وہاں سے لوگ قیامی حالت ہی بدلی ہوئی تھے۔ کوئی شخص میرا نہیں تھا جس کے پاس ایک دو اونٹ نہ ہوں، سب کے پاس لباس اور پتیلی کی برسات ہو گئی اور حق تعالیٰ نے ان کو رزق سے باز نہ فرمایا۔ یہ روایت ابو داؤد نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پیش کی ہے کہ قریش کا جو سالانہ دھند اور پڑے وغیرہ تھے وہ سب بھانڈوں کو مل گئے۔

کتاب احسن میں ہے کہ یہ دعا آنحضرت ﷺ نے اس وقت فرمائی تھی جب آپ ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ یعنی مدینہ میں انکار کے کوڑے سے پہلے جو چھائی بنی ہوئی تھی وہاں سے روانگی کے وقت یہ دعا فرمائی تھی اور وہ جگہ جسے استیفاء تھی جیسا کہ وہاں ہول چچھے جو اس دعا کے اہتمام کرنے میں ان میں سے بھی تھا کہ یہ مسلمانوں کو میں ان کو فتنی بناؤں۔ چنانچہ مجاہدوں نے جو جنگی قیدی بنائے ان کی وجہ سے مسلمانوں کو دولت بھی ملی اور ہر خانہ ان طوفان میں ہو گیا۔ ہر حال یہ بات قرآن قیاس ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دعا مدینہ سے فرمائی ہو۔

ایک عربی مجسّتی سے پوچھ چکے..... تمام کو آنحضرت ﷺ نے فکر کے چڑ سے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور عوامؓ کو حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ کو پانچواں سرے صحابہ کے ساتھ میدانِ جدیؓ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہاں کے ہرے میں جادو خیریں لے کر آئیں۔ انہیں قریشی کا ایک بانی ڈھونڈنا یا جانور فکر آسان کے ساتھ ایک قرینی جانور کا تمام قہار ایک نبیؐ خاص کا تمام قہار صحابہ میں ان کو بکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ اس وقت آنحضرت ﷺ غزوہ میں مشغول تھے۔ صحابہ نے ان سے پوچھا کہ تمہاروں کو کون جو ۲ صحابہ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ دو سنگیوں کے ٹوٹی ہیں (اور اس تجدیدی قافلے سے قطعاً رکھنے میں لگائے انہوں نے کہا۔

”ہم قریش کے ہائی ذمہ دار ہیں۔“

صحابہ نے اس پر یقین نہیں کیا اور انہیں مالِ حبش پر مار پڑی تو انہوں نے ہاتھ بچانے کے لئے نہ روکا کہ ہم جو مسلمان کے کوئی ہیں۔ اس پر صحابہ نے ان کو مار مار پھوڑ دیا۔ اسی وقت آنحضرت ﷺ قہقہہ سے قارخ ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا،

”جب ان دونوں نے تم سے بچ بولا تو تم نے ان کو مار مار دیا جب حبش انہوں نے صحت بولا تو تم نے مارنے سے ہاتھ روک لئے۔ خدا کی قسم یہ قریش کے لشکر کے کوئی ہی ہیں اور مجھے قریش کے مصلحتی خبریں دیں گے۔“

رسول خدا کی حکمت عملی۔۔۔ انہوں نے کہا کہ قریش دیت کے اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو ہادی کے بلند کردہ کی طرف ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ ان لوگوں کی تعداد کتنی ہے۔ انہوں نے کہا بہت ہے (یعنی انہوں نے صحیح تعداد نہیں بتائی) ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا،

”خدا کی قسم ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور جیسے بڑے بہادر لوگ ہیں۔“

آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ان کی تعداد کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے بہت کوشش کی کہ ان سے قریش کی صحیح تعداد معلوم فرمائیں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر آپ ﷺ نے حکمت عملی کے ساتھ ہر بات معلوم فرمائی۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ وہ لوگ روزانہ کتنے اونٹ اٹارتے ہیں۔ ان مسلمانوں نے کہا کہ کئی دنوں کو وہ اس چاندوڑیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بس تو ان کے لشکر کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔ یعنی ایک اونٹ کا گوشت سو اونٹوں کو کافی ہوتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا؟

”قریش کے معزوں کو کس میں سے ان کے ساتھ کون کون ہے؟“

انہوں نے کہا کہ جبہ اور شبیر ابن ربیعہ اور ابوالگترہ ابن ہشام، حکیم ابن حزام، نوفل ابن خویلد، حرث ابن عامر ابن نوفل، طلحہ ابن عدی ابن نوفل، لہر ابن حرث، ذمعدہ ابن اسودہ اور حنظل ابن ہشام نامیہ ابن خلف، خبیہ اور تہہ ابن نبال اور سہیل ابن عمرو نامی۔

یہ حضرات سہیل بعد میں جنگ کے وقت مسلمان ہو گئے تھے اور قریش کے بڑے سرداروں اور بڑے پاپہ خفیوں میں سے تھے۔ آگے آئے گا کہ یہ اس فوج میں کون کون ہو گئے تھے۔ ان کے علاوہ قریشی لشکر میں عمر ابن عبدود بھی تھا۔

فرض یہ کہ اگر آنحضرت ﷺ صحابہ کی طرف متوجہ ہوتے اور آپ ﷺ نے فرمایا،

”تم نے اپنی ہڈی جگر نکال کر تمہارے مقابلے کے لئے بھیجا ہے۔ یعنی اپنے تمام معز اور بڑے بڑے لوگ بھیجے ہو۔“

قریشی لشکر کا سیطرہ۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ قریش کے معز اور قیام میں وہ ساتھی لگے یہاں تک کہ وہ جحفہ کے مقام پر پہنچ گئے جو، اربع کے قریب ایک گاؤں ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ یہاں وہ ہشام کے وقت پہنچے۔ کتابِ احزاب میں ہے کہ جحفہ کے مقام پر پہنچ کر انہوں نے اپنے ساتھ کی گائے اپنے والدین بھیج دی تھیں۔

اقول۔ موافق کہتے ہیں: مسلم اور ابوداؤد میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے

جب حضرت علیؓ فرما کر قریش کی خبریں لینے کے لئے حاتم بدر کی طرف بھیجا تو وہاں قریشی بھینٹیں نہیں ملے تو پانیءِ صوف سے ان میں بنی حجاج کا ایک سیاقہ نام بھی قند حضرت علیؓ فرما دیا۔ انھیں کھانے کے پاس آئے اور اس سے ابو سفیان کے مصلحتی معلوم کر لئے۔ وہ کہنے لگا کہ ابو سفیان کے مصلحتی ہیں جسے کیا معلوم ہے۔ جب وہ یہ کہتا تو صحابہ اس کو دہاتے اور جب کہتا کہ یہ لوگ ابو سفیان کے کوئی ہیں تو صحابہ اس کو چھوڑ دیتے۔

کتابِ امتحان میں یوں ہے کہ اس رات حبیبہ امی سعیدہ امی حاتم کا خادم پیدا پڑا گیا۔ منہ امین حجاج کا خادم سلطان ہو گیا۔ یہ اس سے امی حاتم کا خادم اور افغان بھی پڑا گیا۔ ان سب کو آنحضرت ﷺ کے پاس لایا گیا اور اس وقت لڑائی میں مشغول تھے و غیرہ وغیرہ۔

اس سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوا صرف ان کا ہے کہ بعض روایوں نے جنوں کو قند ہونے والوں کا ذکر کیا اور بعض نے صرف وہی کا ذکر کیا۔ بشرطہ بعض روایوں نے صرف ایک ہی شخص کا ذکر کیا۔ وہ اظہر۔

قریش کے ایک لشکر کی جہم کا خواب..... قریش کے ساتھ بنی مطلب بنی عبد مناف میں کا ایک شخص بھی حاتم کا خادم جہم امی ملت قند۔ غزوہٴ خیبر کے سال میں سلطان ہو گئے تھے اور آنحضرت ﷺ نے خیبر سے مال غنیمت میں سے ان کو شہید حق وزن کا مال دیا تھا (عرب کا ایک وزن جو ساٹھ صاع کا ہوتا تھا اور ایک صاع ساڑھے تین پیرا یعنی ٹھکانہ کا ہوتا ہے۔ وہ حق ایک اونٹ کے وزن کو بھی کہتے ہیں بلکہ ایک قوس یہ بھی ہے کہ یہ شخص کہ ابو سلطان ہوئے تھے۔

فرض ایک دن لشکر میں یہ سونے کے لئے لیئے جیسے ہی ان کی آنکھ کھلی کہ اچانک یہ خبر آکر انہیں اپنے اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا،

”کیا تم نے وہ سولہ دیکھا جو ابھی میرے سامنے آکر دکھایا؟“

لوگوں نے کہا نہیں (جہم نے تو جہم نہیں دیکھا) تو یہ کہنے لگا،

”ابھی میرے سامنے ایک سولہ آیا تھا وہ یہاں دکھائے لگا کہ ابو جہل، عقبہ، شیبہ، زمعہ، ابو البرصی، امیہ بن خلف اور عقال خاں انھیں قتل ہو گئے۔“

انہوں نے ان تمام سردارانِ قریش کے نام کو ان سے غزوہٴ بدر میں قتل ہوئے پھر انہوں نے کہا کہ اس سولہ نے پھر کہا کہ سبیل امی عمرو اور عقال خاں لوگ گر قند ہو گئے۔ انہوں نے ان سب لوگوں کے نام کہنے سے غزوہٴ بدر میں گر قند کر کے قیدی بنائے گئے تھے۔ پھر جہم امی ملت نے کہا،

”پھر اس سولہ نے اپنے اونٹ کے چپے میں جھینڈا اور اسے قریشی لشکر کی طرف دوڑا کر لے گیا وہاں کوئی خبر نہ پہنچائی تھیں چنانچہ اس اونٹ کا خون نہ پہنچا۔“

یہ عجیبہ طریق بات سن کر ان کے ساتھیوں نے کہا،

”معلوم ہو رہا ہے کہ اسے ساتھ شیطان آکر کوئی دل بھی کر گیا ہے۔“

اس کے بعد جلد ہی یہ خواب تمام قریشی لشکر میں مشہور ہو گیا۔ جب ابو جہل نے حاتم کو جان،

”اب بنی ہاشم کے ساتھ ساتھ بنی مطلب کا بھوت اور دروغ کوئی بھی سامنے آنے لگی

ہے۔ کل تمہارے ہی لوگ کہہ کر کون قتل ہو رہا ہے؟“

ایک روایت میں یوں ہے کہ ابو جہل نے یہ خواب سن کر کہا،

کوئی مطلب میں یہ دوسرا نبی پیدا ہو گیا ہے۔ کل بڑا چل جانے لگا کہ کوئی مداجاتا ہے ہم یا محمد ﷺ اور ان کے ساتھی۔

لشکر میں بد شکوئی اور بدنی عدوی کی وجہ سے..... قریشی لشکر جب کہ سے چلا تو سب سے پہلے جس نے لوٹ ڈرا کے، اور حمل ہی تھا اس نے اس لوٹ کر عمر ان کے مقام پر ڈرا کے تھے۔ ان میں سے کچھ لوٹ پوری طرح ڈرا نہیں ہو سکے اور اٹھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور ذہنی حالت میں لشکر کے درمیان پکارتے پکارتے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر کے حصوں میں سے کوئی غیر ایسا نہیں چلا جس میں ان کا خون نہ چھاپا ہو۔ کلب احتجاج میں پڑا ہی ہے۔

لشکر کی ضیافتیں..... ان کے ساتھ نبی عدوی کے جو لوگ تھے وہ یہ واقعہ دیکھ کر میں سے دلہن ہو گئے کیونکہ انہوں نے اس کو بڑی بد شکوئی سمجھا۔

بحر معائن کے مقام پر پہنچے تو اس واقعہ سنیاں انہیں اسے نے لوٹ ڈرا کے۔ بحر قدح کے مقام پر سمیل ابن عمرو نے اس لوٹ ڈرا کے۔ قدح سے روانہ ہو کر یہ لوگ راستہ بھٹک گئے آخر میں کو جبوز کے مقام پر پہنچے تو یہاں عبد ابن ربیع نے اس لوٹ ڈرا کے۔ اس کے بعد ابو لہ کے مقام پر پہنچے تو مقصص ابن عمرو انہی نے لوٹ ڈرا کے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو لہ کے مقام پر جس نے چلو ڈرا کے تھے وہ نبیہ اور عبد ابن جراح تھے انہوں نے اس لوٹ ڈرا کے تھے۔ اسی طرح حضرت عباس نے بھی اپنی طرف سے اس لوٹ ڈرا کر کے لشکر کو کھانا کھلایا۔ پھر حرث ابن عامر ابن نوفل نے فوٹ ڈرا کے۔ مقام بدر کے پہاڑ پر پہنچ کر ابو البختری نے اس لوٹ ڈرا کے۔ پھر اسی مقام پر مقصص ابن عمرو انہی نے فوٹ ڈرا کے۔

اس کے بعد جنگ شروع ہو گئی تو سب لوگ اپنے اپنے کمانے میں سے کھانے لگے جو ہر ایک ساتھ لے کر آقا تھا (یعنی اب تک تو اس طرح بلا سے بڑے سرداروں کی طرف سے دعوتیں اور ضیافتیں ہورہی تھیں پھر جنگ کے پھٹنے میں ہر شخص خود اپنے ہاتھ سے کھانے لگا۔

مسلم جاسوسوں کی سرگرمیاں..... دوسرا آنحضرت ﷺ کے لشکر اور قریشی لشکر کے درمیان سے پہلے صحابہ میں سے دو آدمی بدر کے مقام پر پہنچے تھے جیسا کہ آئندہ لہذا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں صحابہ ان دونوں لشکروں سے پست پست پہنچے تھے اگرچہ کہ شدت تفصیل اس کے خلاف ہے۔ یہ دونوں بدر میں ایک ٹپے کے پاس آکر ٹھہرے (یعنی یہ دونوں آنحضرت ﷺ کی طرف سے روانہ کئے گئے تھے تاکہ قریشی لشکر کے متعلق جہہ خبر لے کر آئیں) یہاں یہ دونوں بدر کے ہمشہ پر پہنچ کر اپنے منگیزے پھرنے لگے۔ وہاں ایک اور شخص بھی تھا وہ جہہ دو لوہیاں کھڑی ہوئی انہیں میں قرض کے لین دین پر بھڑک رہی تھیں۔ ان میں سے جو قرض خود بھی وہ قرض واپس نہ لے سکتا تھا کہ وہی قرض واپس نہ لے سکتا تھا۔

تکلیف سوں یہاں ایک جدائی واقعہ پہنچنے والا ہے جس میں اس کی ضروری سے میرا قرض نہ کھادوں گی۔ ابو سفیان کے قاتلے کا بحفاظت سفر..... اس پر اس شخص نے جہہ وہاں کھڑا ہوا تھا تاکہ قرض تک نہ دے۔ پھر اس نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا۔ یہ بات ان دونوں کو میں نے سنی کہ کل یہاں جدائی واقعہ پہنچنے والا ہے کہ وہ دونوں فوراً اپنے لوٹ پر سوار ہو کر واپس لوٹے اور آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر

آپ ﷺ کو یہ اطلاع دی کہ عہدِ ابوسفیان اپنے قافلے کو (مسلمانوں کے در سے باہر نکلنے کے لیے گیا اور دوسرے راستے سے لٹکا ہوا وہیں بدر کے چشم پر جا پہنچا وہاں اس نے اسی شخص کو دیکھا تو ابوسفیان نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہاں کی کو آتے دیکھا اس نے کہا:

”میں نے یہاں کی کو نہیں دیکھا۔ ہاں دولتِ سطر مدبر وہاں آئے تھے انہوں نے اس بیلے کے پاس اپنا اونٹ بٹھایا پھر اپنے منگیز سے پہلی سے ہر سے دوران کے بعد وہ دونوں یہاں سے روانہ ہو گئے۔“

ابوسفیان کا چھٹس اور انتظار اب۔۔۔ یہ معلوم کر کے ابوسفیان اس جگہ گیا جہاں انہوں نے اپنے اونٹ بٹھائے تھے۔ یہاں سے اس نے اونٹوں کی چنگیاں اٹھائیں اور انہیں قود کر دیکھا۔ ایک چنگی جس سے ایک شعلہ اٹھی۔ ابوسفیان اس کو دیکھ کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم یہ مدینہ کی گھوڑی شعلہ ہے۔

ابوسفیان کا قریشی لشکر کو واپسی کا پیغام۔۔۔ اس کے بعد وہ جزیرے سے اپنے قافلے میں گیا اور اپنے قافلے کو ایک دوسرے راستے سے اس طرح لے گیا کہ مقام بدر کو بائیں جانب بٹھوڑا جا رہا ہوتا گیا۔ ابوسفیان نصرتِ نبوی سے اپنے قافلے کو لے جا رہا تھا۔ آخر جب اسے اطمینان ہو گیا کہ وہ اپنے قافلے کو بچانے میں کامیاب ہو گیا ہے تو اس نے قریش کے پاس پیغام بھیجا کہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ قریشی مکہ اس کے قافلے کو بچانے کے لئے پورا لشکر لے کر مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور اس وقت نجد کے مقام پر پہنچاؤ لے ہوئے ہیں۔ خدا ابوسفیان نے قافلے کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد قریشی لشکر میں قاصد بھیجا جس نے اس سے کہا:

”تم لوگ لشکر لے کر اسی لئے نکلے تھے کہ اپنے قافلے اپنے آرمیوں اور بل و دولت کو دشمن سے بچا سکو۔ اب سب کو اللہ تعالیٰ نے چھوڑا ہے اس لئے تم لوگ واپس مکہ کو روانہ ہو جاؤ۔“

ابو جہل کا واپسی سے انکار اور رنگ و لہاں۔۔۔ مگر یہ پیغام سن کر ابو جہل نے کہا:

خدا کی قسم ہم اس وقت تک واپس نہیں ہوں گے جب تک کہ بدر کے بیلے میں تین دن نہ گھر جائیں۔ وہاں ہم تین دن تک دستِ دعا کریں گے، شرابِ کباب میں وقت گزاریں گے اور عورتوں پر قاصد بھیجیں۔ تین روز کے اس جشن میں غلو و سادہ سے عورتوں پر ہلائیں گی۔ جب عرب کے لوگ بداری آئیں اور ہند سے لشکر کے متعلق سنیں گے تو ان کے دلوں میں بداری صیت بیٹھ جائے گی اور وہ ہمیشہ ہم سے دوستہ رہیں گے۔“

یہاں طبلہ و سادہ کے لئے معاذ کا خط استعمال ہوا ہے اس کے معنی گانے گانے کے بھی ہیں۔ ایک قول ہے کہ جنگ و باب کو کہتے ہیں اور ایک قول ہے کہ خیموں کو کہتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ یمن کے سادوں میں سے ایک قسم کا ساز ہو تا تھا۔

آگے بدر موعد کے بیان میں آئے گا کہ بدر کی سختی میں ہر سالہ ذی قعدہ کا چاند نظر آنے پر میلہ لگا کر تاجروں اور دن تک بدی رہتا تھا۔ مگر یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ ابو جہل نے اس میلے تک بدر کے مقام پر گھر سے نکلا ہو کیا ہو کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ اس کے لشکر کو بدر و صفین کا جیتے مبینہ طور پر اقبال کا مبینہ نصرت و اعانت (خدا کا شکر سطر میں ابو جہل کا جو قول گزرا ہے کہ ہم بدر کے میلے میں تین دن گھر کر قراباں کریں گے قابلِ غور ہے)۔

(حال) جب ابوسفیان نے اپنے قافلے کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد قریشی لشکر کو واپس مکہ جانے کے لئے کہا اور اس پر ابو جہل نے یہ جواب دیا کہ ہم بدر کے میلے تک گھر کر کے جیسا کہ چاہتے ہیں اس

پر ابو سفیان نے کہا:

”یہ سرکشی کی بات ہے اور سرکشی نقصان دہ اور بد قسمتی کا نشان ہوتی ہے۔“

ابو سفیان کے پیغام پر بنی زہرہ کی دلچسپی..... ابو سفیان کی طرف سے اس پیغام اور اس جمل کے جواب پر اس کے لشکر میں سے بنی زہرہ کے لوگ فوراً لوہیں چلے گئے۔ بن کی قلعہ اور تحریک ایک سو تھی۔ ایک قول ہے کہ جنیں سو تھی اور ان کا سیرا انھیں شریق قلعہ اسی لئے ہمارے ابن اثیر جوری نے لکھا ہے کہ غزوہ بدر میں بنی زہرہ کے لوگوں میں سے ایک کوئی بھی قتل نہیں ہوا۔ مگر ایک دوسرا قول یہ ہے کہ بنی زہرہ میں سے غزوہ بدر میں دو آدمیوں کے سوا کوئی شریک نہیں ہوا اور دونوں کفر کی حالت میں قتل ہوئے۔ غرض انھیں ابن شریق نے اپنی قوم بنی زہرہ سے کہا:

”اے بنی زہرہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارا دل دھوا لیا اور تمہارے کوئی عزم اور ابن نوفل کو بھی وہابی دلا دی تم سے اور اس کے بل کوئی بھانے کے لئے بن لوگوں کے ساتھ آئے تھے۔“

سروا بنی زہرہ کی ابو جہل سے گفتگو..... (بنی زہرہ کے قبیلے میں سے یہ عزم اور ابن نوفل، ابو سفیان کے قاتل کے ساتھ ہمدت کی غرض سے کیا تھا اور اس کے بل میں قبیلے کے دوسرے لوگوں کا بل بھی رہا ہو گا۔ اس لئے جب ابو سفیان سے قاتل کو بھانے کے لئے قریش کے لوگ لشکر لے کر نکلے تو بنی زہرہ کے لوگ بھی اپنے کوئی اور اس کے بل کو بھانے کے لئے نکلے تھے۔ اب جبکہ ابو سفیان اپنے قاتل کے مسلمانوں سے بچ کر نکلے لے گیا تو ابو سفیان نے لشکر کے سروا ابو جہل سے کہا کہ تمہارے آئے کا مقصد میرے قاتل کو بچانا تھا سو وہ بچ گیا اس لئے اب ابیہ تک چلے جانا مگر ابو جہل نے گھنڈ میں ڈاکر یہ کہا کہ اب میں بدر کے میلے میں شرکت کر کے بنی ہاشم کا گم اس پر بنی زہرہ کے سروا انھیں ابن شریق نے اپنے آدمیوں کو ابیہ چلنے کے لئے کہ کہ ہمارا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا لہذا اب بلا کہ ہم مسلمانوں نے نکرنا نہیں چاہتے غرض انھیں نے کہا:

”اب تم میرے ساتھ اس مال کی حفاظت کرو اور لوٹ چلو کیونکہ اب نے فائدہ تمہیں لشکر لے کر نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس کی کیا ضرورت ہے کہ بدر کے میلے میں شریک ہوں جیسا کہ یہ شخص یعنی ابو جہل کہتا ہے۔“

پھر اس نے ابو جہل سے بیچھ گئی میں کہا:

”کیا تمہارا ذلیل ہے کہ تمہیں بیچھ لے رہا ہے؟“

ابو جہل نے کہا:

”آمنوں نے بھی بھوت نہیں رہا یہی تک کہ ہم ان کو امیں کہا کرتے تھے مگر اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر بنی عبد المطلب کے خاندان میں منصب ساقیہ یعنی حاجیوں کو پہنی پائے کا اعزاز، منصب رقاد، یعنی حاجیوں کے لئے کھانے کے انتظام کا اعزاز اور منصب مشورہ کے ساتھ ساتھ نبوت کا اعزاز بھی چاہا گیا تو آخر ہمارے لئے کیا اعزاز اور جانی باقی رہ جائے گی۔“

اس پر انھیں ابیہ سے ہمت آیا اور بنی زہرہ کو ساتھ لے کر لشکر سے لوٹ گیا۔ انھیں کا اصل یا ساقی قلعہ اس کو انھیں اسی وجہ سے کہا جائے گا کہ ابیہ پر قریشی لشکر کا ساتھ بھڑو کر چکے ہوتے یا تھا کہ کیونکہ انھیں کے سنی چکے ہوتے آئے کے ہیں۔ یہ انھیں بنی زہرہ کا ملیف یعنی معاہدہ و رول تھا اور ان میں سرکردہ کوئی سمجھا جاتا

قد ہمارے ساتھ کے وقت مسلمان ہو گئے تھے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو بھی دلداری کے طور پر ہاتھ مائل حمایت فرمایا تھا جیسا کہ آپ ﷺ نے پچھلے دوسرے لوگوں کی بھی اسی طرح دلداری فرمائی تھی۔

مگر حاکم نے ایک روایت بیان کی ہے کہ یہ غزوہ بدر میں کفر کی حالت میں ہلے گئے تھے۔ یہی بات حاکم حسینی نے کتاب شفاء کے حاشیہ میں بھی لکھی ہے۔ انہوں نے اس سلسلے میں قاضی بیضاوی کے قول کو دلیل مطلقہ کے تحت نقل کیا ہے۔

وَمِنْ أَهْلِ الْأَمْسِ مَنْ يَصِفُ قَوْلَهُ فَمِنْ الْغَنَاقَةِ الدُّنْيَا وَيَسْهَدُ اللَّهُ عَلَى مَعْنَى قَلْبِهِ وَهُوَ اللَّهُ فَتَبَيَّنَ

(آیت ۸۶ سورہ بقرہ ص ۲۵)

ترجمہ :- اور بعض آدمی ایسا بھی ہے کہ آپ کو اس کی گنگو جو شخص دنیوی فرض سے ہوتی ہے حریہ اور معصوم ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر مانتا ہے اپنے باقی انصیر پر حالانکہ وہ آپ کی مخالفت میں نہایت شدید ہے۔

اوس کہتے ہیں کہ یہ آیت انھیں ائین شریعت کے حلقہ داخل ہوتی تھی۔ اور اگر کتاب احادیث میں ہے کہ انھیں (مسلمان ہوئے اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کی آنحضرت ﷺ نے مال دے کر دلداری فرمائی ہے اور یہ کہ حضرت عمرؓ کی مخالفت میں ان کی وفات ہوئی۔

سودی سے روایت ہے کہ انھیں نے آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا اور کہا تھا کہ اللہ جانتا ہے کہ میں سچا ہوں۔ اس کے بعد یہ وہاں سے فرار ہو گئے۔ راستے میں یہ مسلمانوں کے ایک علاقہ سے گزرے تو وہاں انہوں نے مسلمانوں کی کھیتیاں جلا دیں اس پر وہ آیت داخل ہوئی تو پیچھے ہٹا دی۔ انہیں عطیہ کئے گئے ہیں کہ یہ بات لکھا جاوے کہ انھیں مسلمان ہوئے تھے مگر میں کتابوں کے مصنف کی ایک مخالفت نے ان کا مسلمان ہونا ثابت کیا ہے لہذا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاید وہ مسلمان ہوئے اور پھر بعد میں مرتد ہو گئے اور اس کے بعد پھر مسلمان ہو گئے۔ یہاں تک کتاب احادیث کا حوالہ ہے۔

انہیں توبہ نے لکھا ہے کہ انھیں مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مگر بعض علماء نے ان کو لکھا ہے کہ غزوہ بدر میں شریک ہونے والے تین آدمی ایسے تھے جو بیجا باپ اور داماد تھے مگر انھیں مال کا بیجا بڑے اور اس کا بیجا مین بر جاہل روایتوں کے اس اشکال کہ جس سے یہ بات قابل غور ہے۔

بنی ہاشم کی ہوا بھری کی خواہش اور ابو جہل کا دباؤ... (قال) فرض آگے کہتے ہیں کہ پھر بنی ہاشم نے بھی نہیں سے واپس نہ جانے کا ارادہ کیا مگر ابو جہل نے ان پر بہت زیادہ تلخی کی اور لوگوں سے لگایا کہ یہ گروہ کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑ کر جانے پڑے بلکہ ہمارے ساتھ ہی جائے۔

مسلمانوں کو پانی کی پریشانی اور بھیجی اور... فرض اس کے بعد یہ قریشی لشکر آگے بڑھتا ہوا یہاں تک کہ اس کے علاوہ انصاری کے مقام پر پہنچا اور اس سے پانی قریب تھا۔ اور آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کے لشکر نے پانی سے کافی فاصلے پر پہنچا۔ مسلم چاہا کہ پانی تک ایک منزل کا فاصلہ تھا۔ مسلمانوں کو پانی کی تکلیف ہوئی اور بہت سوں کو قتل کی ضرورت پیش آگئی ان میں سے اکثر حضرت عباسؓ کے لئے اور ان کے دلوں میں شیعان نے غصہ پیدا کر دیا اور یہ دوسرے لشکر تم اپنے آپ کو کتہہ دالے سمجھتے ہو کہ تم حق پر ہو اور تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں بلکہ مشرک تم پر اس لحاظ سے غالب آگئے کہ انہوں نے پانی پر قبضہ کر لیا اور تم پر اس سے بکد ہے اور اور چاہتی

کی حالت میں قہر چڑھ رہے ہو۔ بلکہ قہر سے دشمن صرف اس کا اعتقاد کر رہے ہیں کہ پیاس کی وجہ سے قہر سے جو میلہ ٹوٹ جائیں اور قہر سے قوت و طاقت ختم ہو جائے تاکہ بکھر وہ جیسے چاہیں قہر سے ساتھ معاملہ کریں۔

کتکب شفا میں یہ لکھا ہے کہ تاکہ جب پیاس سے تم لوگ غم حال اور کمزور ہو جاؤ تو وہ قہر کی طرف بڑھیں اور جن کو قتل کرنا چاہیں انہیں قتل کر کے بقیہ کو اپنے ساتھ قیدی بنا کر تک کی طرف ہٹانے جائیں (یہ دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں شیطانی ڈالنے شروع کیے) اس پر وہ بہت سخت پریشان ہو کر غم مند ہوئے۔ جس دلدلی میں مسلمان ٹھہرے ہوئے تھے اس میں مٹی اور ریت بہت تھا اور زمین نرم تھی جس میں بکھرو جھٹتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی پریشانی دیکھ کر اپنا کھنڈا بدش برسا دی جس سے گرد و غبار پکڑا اور مٹی جم گئی اس طرح آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی تکلیف ختم ہو گئی۔ سب بدش کے پانی سے چھو ہو گئے۔ لوگوں کے دلوں سے شیطان کے دوسرے دور ہو گئے سب نے سر ہو کر پانی پیا اور اپنے جھانگ بھرنے اور اپنی سولہوں کو بھیجی پانی اور خوب خدا کو کرتہ چڑھو گئے۔ اسی کے حلق حق تعالیٰ کا شہادہ ہے،

وَيَوْمَآذٍ عَلَيْنَا مِنَ الْقِسْمِ مَا يَصْغُرُ عَلَيْكُمْ وَنَحْنُ أَعْيُنُهُمْ وَاللَّهُ يَوْمَئِذٍ فَاعِلٌ

(آیت ۱۱ سورہ فالح ۱۰ و ۱۱)

ترجمہ:- اور اس کے عملی تم پر آسمان سے پانی برسا دیا تاکہ اس پانی کے ذریعہ تم کو حادثہ امغیرہ اکبر سے پاک کر دے اور تم سے شیطانی دوسرے کو رفع کر دے اور قہر سے دلوں کو مضبوط کر دے اور قہر سے پاؤں جدا کر دے۔

یعنی حق تعالیٰ نے تم پر بدش کی پانی ڈال فرمایا تاکہ تمہیں گدگیوں سے پاک کر دے اور شیطانی دوسرے قہر سے دلوں سے اکل دے اور قہر سے دلوں کو قوت و حوصلہ عطا فرمائے اور قہر سے پاؤں جدا کر دے یعنی مٹی اور ریت کو چھوڑ دے تاکہ اس میں قہر سے قہر نہ ہو۔

یہی اللہ لو مسلمانوں کے لئے رحمت اور کھار کے لئے رحمت۔۔۔ اور اسی بدش کی وجہ سے قریش سخت مصیبت میں پڑ گئے اور وہ تو اپنے چاؤ سے نکلنے کے قابل رہے اور پانی کے چھٹے تک پہنچنے کے قابل رہے۔ اس طرح یہ بدش جہاں ایک طرف مسلمانوں کے لئے قوت اور قوت کا بہت ہوئی وہیں دوسری طرف مشرکوں کے لئے ایک مصیبت اور بگاڑ بن گئی۔

آنحضرت ﷺ کی دعا کہیں۔۔۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رات میں ایک بدش ہوئی اور ہم پانی سے بچنے کے لئے غصہ و غصہ و غصہ کے بچے نکلے اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے چہرہ سے دعا کہیں مانگتے ہوئے گزری۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ اس رات ہم میں سے سوائے رسول اللہ ﷺ کے کوئی شخص شب بیدار نہیں تھا آپ ﷺ ایک دو وقت کے لیے کھڑے ہوئے نماز چھوڑ دے تھے اور بہت لمبے لمبے بچے کر رہے تھے۔ آپ ﷺ کے بچے کہہ کر مسلسل پانی پیا اور فرما دے تھے یہاں تک کہ اسی طرح صبح ہو گئی۔ (ی) اس لئے کہ اس رات تمام مسلمانوں کو زبردست سختی اور عید کا قہر محسوس ہوا جس کی وجہ سے ہر شخص پہلو پر لیٹ کر سو گیا۔

(ی) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل کا سکون حاصل ہو گیا تھا۔

جہاں تک سستی اور لوگوں کا قطع ہے تو ایسی سستی اور لوگوں کو دور سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک غزوہ بدر کی سستی اور دوسری غزوہ ہند کی سستی۔ کہ نگہِ ریاں یعنی غزوہ بدر میں رست کے وقت یہ لوگوں اور سستی پیدا ہوتی تھی اور غزوہ ہند میں جنگ کے وقت یہ سستی پیدا ہوتی تھی۔

اب جہاں تک جنگ کے وقت یا جنگ کی چوٹی کے وقت یا نگرانِ طاقت قہور کو دور سستی کے دل کا سکون ہونے کا قطع ہے تو یہ بات ظاہر ہے کہ اس سے پہلے نہیں (اور لوگوں اور غزوہ کا ہمارے فکری کی دلیل ہے تو کوپا حق تعالیٰ نے غزوہ بدر سے پہلے اور غزوہ ہند کی شکست کے وقت مسلمانوں میں سستی یعنی بے فکری پیدا فرمادی کہ۔

غزوہ بدر میں ملائکہ کی شرکت..... علامہ شمس ثنائی نے لکھا ہے کہ جب اس جنگ میں ملائکہ یعنی فرشتے چل رہے تھے اور لوگ اپنی صفوں میں کھڑے تھے انہوں نے دشمن پر حملہ نہیں کیا تھا اور آنحضرت ﷺ نے ان کو فرشتوں کے چل رہے ہونے کی خوش خبری سنائی تو سب لوگوں کو اطمینان اور سکون حاصل ہو گیا۔ ساتھ ہی ان کو لوگوں اور سستی بھی پیدا ہوتی جو اطمینان کی دلیل ہے۔ اس کا یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو میں نگران کے وقت غزوہ بدر غمناک نہیں ہوا۔ نہ کما جاتا ہے کہ یہ حملہ کہ سب لوگوں کو غزوہ بدر غمناک نہیں ہوا۔ حملہ حالیہ مانا جائے گا یعنی یوں کہا جائے گا کہ اس حال میں اس رات میں لوگوں کو یہ قرار اور سستی جنگ کے وقت نہیں بلکہ اس سے پہلے غمناک ہوئی تھی۔ چنانچہ اب اگر جنگ کے بعد بھی یہ خدایان لیا جائے تو کوئی لکال کی بات نہیں۔

چنانچہ حضرت ابن مسعود کا قول ہے کہ یہی جنگ میں نگران کے وقت سستی اور قرار کا غمناک ہو یا ایمان کی علامت ہے اور نماز میں خدا کا غمناک ہو یا ہمت کی علامت ہے۔ (ان کی ایک جگہ جنگ کے وقت خدا کا غمناک ہونا دل میں اور اطمینان قلب کو ظاہر کرنا ہے اور نماز کی حالت میں خدا کا ہو یا ہمت سے اپنی رانی کو ظاہر کرنا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا خطبے اور تمنا..... فرضِ شب صحابہ کوئی نورِ رسول اللہ ﷺ نے اطمینان فرمایا کہ لوگوں نماز کے لئے تیار ہو جائیں۔ چنانچہ لوگ دو ٹوکوں وغیرہ کے نیچے سے نکل نکل کر آگئے اور آنحضرت ﷺ نے نماز پڑھائی اور پھر آپ نے جو خطبہ دیا اس میں لوگوں کو جنگ کے لئے ہمدرد آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا،

”آج ہم اسی غمناک بات کے لئے اہلِ جاہلوں جس کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے اہلِ اہل ہے۔ یہاں تک کہ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اور غشی اور غشی کے سوا تو میں پر مہر کرنے سے اللہ تعالیٰ تمام تکلیفوں سے بچا دیتا ہے اور تمام قوموں سے نجات دلا دیتا ہے۔“

صحابہ کا مشورہ..... اس کے بعد آنحضرت ﷺ قریش سے پہلے پانی تک پہنچنے کے لئے بڑھے اور کامیاب ہوئے اور آپ ﷺ تمام دور کے قریب ترین پانی کے خطبے پر پہنچ گئے جو بدر کے سب سے زیادہ قریب تھا اور اہیں آپ ﷺ نے قیام فرمایا۔ حضرت صحابہ اہی منذر نے آپ ﷺ سے عرض کیا،

”یا رسول اللہ! یہاں جس حوالہ پر آپ ﷺ نے قیام فرمایا ہے کیا یہ ایسی حوالہ ہے جہاں قیام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے اور ہم یہاں سے نہ آگے جاہ سکتے ہیں نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں یا یہ صرف آپ ﷺ کی رائے اور جنگی ہال ہے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں یہ صرف اس لئے اور اپنی چال ہے۔ جب حضرت نہایت سے عرض کیا،
 "تو را رسول اللہ ای جگہ مناسب نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ لوگوں کو یہاں سے جٹائیجے اور وہاں قیام کیجئے جو
 دشمن کے پہنچنے سے قریب تری جگہ نہ ہو۔ جب دشمن یعنی قریش نے ان کو ان کے قہور پشہ وہاں سے قریب تری ہو۔"
 پھر حضرت نہایت سے عرض کیا،

"میں اس خٹے کے ذریعہ سوت اور پانی کی کھات سے واقف ہوں کہ وہ کبھی ٹٹک نہیں ہو تاہم
 وہیں چٹاؤ لیں گے اور بحران کے علاوہ کو جسے اور سوت میں ان کو پناہ دیں گے۔"

یعنی جو دوسرے مقام پر پہنچے کوئی چیز ان کو بحران کے پھر ہم اس خٹے پر عرض کیا کہ اس میں پانی جمع
 کر لیں گے اور اس طرح بارے پانی پینے کا پانی کافی مقدار میں ہو گا جبکہ ان لوگوں کو پانی نہیں ملے گا کیونکہ
 دوسرے مقام کو جسے اس خٹے کے پیچھے ہوں گے۔

یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے بہت اچھی رائے دی ہے۔ اسی وقتہ جبرئیل چل ہوئے
 اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ جب اب نے جو رائے دی ہے وہ بہت عمدہ اور مناسب ہے۔ چنانچہ اس کے
 بعد آنحضرت ﷺ اور تمام لوگ وہاں سے روانہ ہوئے اور اس خٹے پر آئے جو اس جگہ سے قریب تری تھا جہاں
 قریش نے چٹاؤ لیا تھا۔ مسلمانوں نے یہاں قیام کیا اور پھر آپ ﷺ نے گڑھے پھر سے کاٹوا دیے۔

حاضرہ کہتے ہیں کہ چونکہ کنوئیں میں یعنی پشہ ہو تا ہے اس لئے اس کو انہوں کی میں یعنی آنکھ
 کے حور پر روا کیا اور انہوں نے آنکھ کے بارے میں کہا ہوتا ہے کہ آنکھیں اور کدو حشش نکلیں۔ یہ نہیں سمجھا جا سکتا
 وحید دی نہیں۔

فلکھ اسلامی کے لئے عرض کی قصیر۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے کنوئیں پر ایک عرض دہائی جہاں
 آپ ﷺ نے چٹاؤ لیا تھا اور اس میں پانی بھر دیا اور دال ڈالوا دیے۔ اور اس طرح حضرت جب کے مشورے پر
 عمل فرمایا ایسے جگہ اور پھر من کے کنوئیں کو قریش میں قریب کیجئے ہیں۔

اسی وقت سے حضرت نہایت کو آئی رائے لکھا جانے کا تھا۔ اگرچہ بعض لوگوں کے کام سے یہ بھی
 معلوم ہو تا ہے کہ حضرت نہایت اس سے پہلے اس قبہ سے مشہور تھے۔

یہاں یہ شبہ ہو تا ہے کہ جب وہ قریب مسلمانوں کی پشت پر قہار ہائی گڑھے اس قبہ کے پیچھے تھے تو
 بحران کو پناہ دینے کا کیا مطلب ہے کیونکہ اگر ان کو نہ بھی پناہ جائے تو بھی مسلمانوں کو پانی ملتا ہے اور مشرکوں کو
 نہ ملتا۔ لہذا وہ بھی کہنا نہ سکتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ مشرکین پشت کی طرف سے نہ آئیں لہذا ان کو حرم کو پناہ دینے
 کی غرض سے بھی کہ مشرکوں کو پانی کا لائی جگہ نہ ہے۔ ہر حال یہ بات قابلِ غور ہے۔

حضرت نہایت کے پیچھے پر آنحضرت ﷺ نے اپنے چٹاؤ لے کر ان کے خٹے پر فرمایا تھا کہ یہاں خدا
 تعالیٰ کے حکم پر چلا نہیں آتا کیا ہے بلکہ صرف اپنی چال اور رائے کے پیش نظر چٹاؤ لیا گیا ہے۔ اس سے یہ
 دلیل ملتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے جگہ میں اجتہاد نہ تھا چنانچہ آپ پر جو فریاد و غصہ مس حالات کے لحاظ
 سے قہا مطلقاً ایک صدقہ سبب غصہ میں نہیں ہوتی۔ لہذا ترجمانی قول یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے لئے
 مطلقاً اجتہاد نہ تھا۔ اب انعام کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ سے جو اجتہاد سرزد ہوا اس کی دلیل
 آپ ﷺ کے اس قول سے ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے حرم کی سب چیزیں اپنی رائے، پھر اور ٹکڑی وغیرہ کو کاٹنا

”تھانہ کی قسم یہ بن کر ہم میں ہو بکڑائی آگے بڑھے اور آنحضرت ﷺ کے سر مبارک پر اپنی تلوار کا ساپ کر کے بیٹھ گئے کہ جو شخص بھی آنحضرت ﷺ کی طرف آنے کی جرأت کرے گا اسے پیسے اس سے یعنی ان کی تلوار سے لٹکایا جائے گا۔“

اسی لئے آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ کو سب سے زیادہ بھاری فحش قرار دیا۔ چنانچہ اس روایت سے شیعوں اور رافضیوں کے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے کہ خلافت کا مستحق حضرت علیؓ کے سوا کوئی شخص نہیں تھا کیونکہ وہ سب سے زیادہ بھاری فحش تھے۔

مگر یہ بات جنگ کی آگ بھڑکنے سے پہلے کی ہے کہ (صرف حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت کی ذمہ داری لی تھی) کیونکہ جنگ کے شروع ہونے کے بعد خود حضرت علیؓ، چھپر کے دروازے پر کھمبائی کے لمباٹھن انہماں سے رہے تھے جبکہ وہیں یعنی چھپر کے دروازے کے پاس حضرت ابو بکرؓ اور حضرت سعد ابن معاذؓ انصار یوں کے ایک دستے کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لئے بیٹھتے تھے جیسا کہ آگے آئے گا۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؓ سے زیادہ بھاری تھے تو اس کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت علیؓ کو آنحضرت ﷺ پہلے ہی اطلاع دے چکے تھے کہ ان کو ان تکلم ہی قتل کرے گا اسی لئے حضرت علیؓ جب بھی جنگ میں شریک ہوتے اور دشمن کے سامنے پہنچتے تو ان کو یقین سے معلوم ہوتا تھا کہ ان میں سے کوئی شخص بھی مجھے قتل نہیں کر سکتا کیونکہ ایسے مطمئن رہتے تھے جیسے اپنے بستر پر سو رہے ہوں۔ لیکن جہاں تک حضرت ابو بکرؓ کا تعلق ہے تو ان کو اس کی اطلاع نہیں تھی کہ ان کو قتل کرنے والا کون ہے؟ چنانچہ وہ جب جنگ میں شریک ہوتے تو ان کو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کیوں قتل ہو جائیں گے یا نہ ہو جائیں گے۔ لہذا اس حالت میں بھی وہ کبھی صحت اور صحت کرتے تھے اتنی کوئی دوسرا نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس کی مثال میں سرحدوں کے ساتھ ان کی جنگ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ نیز انہوں نے جس قزم اور حوصلہ کے ساتھ ان لوگوں کے خلاف جنگ کر کے کامیاب کیا اور کوفہ لینے سے انکار کرتے تھے وہ اس کا ثبوت ہے حالانکہ حضرت عمرؓ اس وقت نرم نہ تھے۔

مجاہد بن جریئہؓ انھار کے سامنے۔۔۔ غرض جب مکا ہوئی تو قریشی لشکر ریت کے ٹپکے کے پیچھے سے نمودار ہوا اس سے اس گدڑی قول کی تائید ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ ریت کے وقت ہی پانی پر قبضہ کرنے کے لئے نکلتے تھے کیونکہ قریش کی تو فخر طعنوں سے اور مٹائی کی نڈا کے بعد ہوئی جیسا کہ بیان ہوا کیونکہ ان کی حفاظت سے کسی ظاہر ہے کہ ہمیں وہیں قریشی لشکر ہوا ہے تو مسلمان وہاں پہنچنے والے ہوئے تھے۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے قریش کی قتل گاہوں کی نشان دہی..... دوسرے مسلم میں حضرت انسؓ کی روایت ہے اس سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ اس روایت میں ہے کہ بدر کی رات میں جب کہ آپ ﷺ میدان جنگ میں تھکے آپ ﷺ نے زمین پر پاتھ رکھ کر فرمایا۔

”اے اہل بیت! یہ جگہ قریش کی قتل گاہ ہوگی اور یہاں اس جگہ قریش فحش قتل ہو گا اور یہاں قریش قتل ہو گا۔“

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جس لوگوں کے نام آنحضرت ﷺ نے لے کر ان کی قتل کی جگہ بتائی تھی وہ

قریش کی وہ ایسی کے لئے عکیم کی حبیہ سے در خواست عکیم ابن حرام نے یہ بات سنی تو وہاں سے حبشہ ابن ربیعہ کے پاس آئے اور کہنے لگے،

”کہو لید اتم قریش کے بڑے اور سردار ہو اور لوگ تمہاری بات مانتے ہیں۔ کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ وہ اپنی تپانگ تمہارا کر بھائی اور خبر کے ساتھ ہو چلے ہے۔“

حبشہ نے پوچھا کیا بات ہے تو عکیم نے کہا کہ ہماری ہی میں ہے کہ قریشی لشکر کو دیکھیں لے چلو۔ حبشہ نے سب ساری بات سنی تو اس کی کچھ میں آئی اور اس نے محسوس کیا کہ یہ خلیفہ بڑی نقصان دہ ہے چنانچہ اس نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر غلبہ دیا اور کہا

”اے کروہ قریش! خدا کی قسم تمہیں تمہارے ان کے صحابہ سے جنگ کرنے کے بلکہ فائدہ نہیں پہنچے گا (مگر) ان کے صحابہ سب کے سب تمہارے دشمن اور ہار جاتی ہیں اس لئے تمہاری قسم اگر تم نے ان لوگوں کو لڑا تو تم میں سے ہر شخص (ایک دوسرے کے دشمنوں کا قاتل ہو گا اور تم میں سے ہر ایک ایک دوسرے کو اس وجہ سے بڑی فکر اور غرت سے دیکھے گا کہ ہر شخص دوسرے کے دشمنوں اور خاندانوں کا قاتل ہو گا۔ لہذا ہماری ہی میں ہے کہ وہاں لوٹ چلو اور محمد ﷺ سے شینے کے لئے تمام عربوں کو بھجوز دو۔ اگر انہوں نے تمہیں ﷺ کو نقصان پہنچا دیا تو یہ تمہارے دل کی سرور ہو گی اور اگر دوسری صورت ہوئی تو تمہارے دل پر کوئی فائدہ داری نہ ہو گی بلکہ وہ بھی تمہاری ہی عزت ہو گی لہذا تم ان کے ساتھ مت الجھو۔ اے قوم! حرج اگر تمہیں اس طرح حالت میں غیرت آتی ہے تو اس کی جادو اور اس دہری تمہارے پر ڈال دو اور جیسے بڑول کہہ سکتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تم میں بڑول نہیں ہوں۔“

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ عکیم ابن حرام نے حبشہ ابن ربیعہ سے یوں کہا۔
”تم لوگوں کو اپنی پتادو دے دو اور مردان حضرت کی کاٹوں پر اپنے ڈم لے لو جو تمہارا حلیف تھا اور اس کے تہذیبی قافلے کا جو سامان تمہیں ﷺ کے دست کے امیر عبداللہ ابن جش کے ہاتھ لگا اس کا بیوان اپنے سر لے لو کیونکہ یہ دگ تمہیں ﷺ سے صرف اسی کے ٹوں پر اور مال جہالت کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔“

(مردان حضرت حبشہ ابن ربیعہ کا حلیف یعنی مجاہدہ بردار تھا جو جہالت کی غرض سے سفر میں تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ایک دست حضرت عبداللہ ابن جش کی سربراہی میں قحط کی طرف دشمنوں کی سرکوبی اور ان کے قاتلے روکنے کیلئے بھیجا ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ کا سامان ابن حضرت کے قافلے سے ہوا اس مطالبے میں حضرت عبداللہ ابن عبداللہ نے مردان حضرت کی کو قتل کر دیا اور حضرت عبداللہ ابن جش نے اس قافلے کے بدلے پر قبضہ کر لیا) اس واقعہ کی تفصیل آگے کہنے کی۔

اس طرح مردان حضرت کی وہ پہلا شخص ہے جس کو مسلمانوں نے مقابلے میں قتل کیا۔ (عکیم ابن حرام نے حبشہ کو اسی کے حلق مشورہ دیا کہ لڑائی کی بنیاد مردان حضرت کی قتل ہے لہذا تم اس کی جان کی قیمت اپنے ڈم لے لو اور اس کے قاتلے کا جہال جہالت مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا ہے اس کی لڑائی بھی اپنے سر لے لو اور اسی طرح اس جنگ کو نہ ہونے دو جو سر پہ لکھی ہے) حبشہ اس پر راضی ہو گیا اور اس نے کہا،

”ہاں، میں اس کاٹوں پر اپنے ڈم لیتا ہوں۔ وہ میرا حلیف تھا اس لئے اس کی جان کی قیمت اور مال کے نقصان کی لڑائی کا ڈم میں اپنے سر لیتا ہوں۔ تم نے یہ کہا اور جو حضور ﷺ میں اس کو قبول کرنا ہوں۔“

اس کے بعد جب اپنے ٹونٹ پر سوار ہو کر لشکر کی صفوں میں گھومنا اور قریش کے سامنے اعلان کرنا کیا۔
 جسے قوم کے لوگ اسییری بات مانے۔ تم صرف مردانین حضری کے خون بہاؤ اس کے لئے ہوئے ملی
 کا مطالبہ ہی کر رہے ہو۔ میں وہ دونوں کی دوائی کھانسی کا دوا لیتا ہوں۔“
 بعض علماء نے اس میں یہ لفاظ بھی نقل کیا ہے،

”اے گروہ قریش! میں تمہیں اپنی چرواہوں کی قسم دیتا ہوں جو چ انہوں کی طرح روضہ دشمن اور چاہناک ہیں
 یعنی قریش کے چرے کہ تمہیں کو ان چرواہوں کی نظیر بنادو جو سر پشتمہ حیثیت کی طرح ہیں، یعنی انصار کے چرے۔“
 اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مردانین حضری کی چاہن کی قیست لیا کر دی تھی
 مگر اس گزشتہ روایت اور آگے آنے والی ایک دوسری روایت سے اس قول کی تردید ہوتی ہے۔

عقبہ کی کوششوں کی آنحضرت ﷺ کی اطلاع..... تو عمر جب رسول اللہ ﷺ نے ریت کے ٹیلے کے
 پیچھے سے قریشی لشکر کو غموار ہوتے دیکھا اور اس کے بعد لشکر میں عقبہ ابن ربیعہ کو ایک سرخ رنگ کے ٹونٹ پر
 گھوستے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا،

”میں دونوں یعنی لشکر یا ٹونٹ والے میں سے اگر کسی کے ساتھ اس وقت خبر ہے تو وہ سرخ ٹونٹ والے
 کے ساتھ ہے۔“

ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کوئی خبر کا حکم دینے والا شخص ۳۰-۴۰ جس کی بات لوگ مانتے تو وہ سرخ
 ٹونٹ والا ہے جس سے یہ لوگ غلام جانتے۔

جب آنحضرت ﷺ نے اس سرخ ٹونٹ والے شخص کو قریشی لشکر میں گھوستے دیکھا تو آپ ﷺ نے
 حضرت عقی سے فرمایا کہ مزہ کو تو تو وہ حضرت حمزہؓ مشرکوں کی صفوں کے سب سے زیادہ قریب تھے۔
 آنحضرت ﷺ نے حضرت حمزہؓ سے پوچھا،

”یہ سرخ ٹونٹ والا شخص کون ہے اور کیا کہہ رہا ہے؟“

حضرت حمزہؓ نے عرض کیا،

”وہ عقبہ ابن ربیعہ ہے جو لوگوں کو جنگ کرنے سے منع کر رہا ہے۔“

اب گویا آنحضرت ﷺ کا ہاتھ کے بارے میں وہ گزشتہ لڑچکا آپ ﷺ کی نبوت کی نشانیوں میں سے
 ایک تھا کہ آپ ﷺ نے اور سے اس شخص کو کہہ کر اور بغیر پہچانے ہو بغیر اس کی کواڑ سے اس کے حلقے ٹھہر
 دے دی۔

ابو جہل کا عقبہ پر غصہ..... غرض حکیم ابن حزم سے بات کرنے کے بعد جب عقبہ نے مردانین حضری کا
 خون بہانے ڈرے لینے کا اعلان کر دیا تو اب اس نے حکیم سے کہا کہ تم زہرا بن حنظلہ یعنی ابو جہل کے پاس جاؤ۔
 حکیم کہتے ہیں کہ میں روانہ ہوا یہاں تک کہ ابو جہل کے پاس پہنچا میں نے دیکھا کہ وہ زہرا بکھر چکے تھے
 قہر میں نے اس سے کہا،

”مجھے عقبہ نے یہ پیغام دے کر بھیجا ہے۔“

عقبہ کو بزدلی کا طعنہ..... ابو جہل یہ سن کر غضبناک ہو گیا اور اس نے بڑی عداوت سے کہا کہ عقبہ بزدل ہو گیا
 ہے۔ یہاں عربی کا ایک خاص ٹکڑا مشتعل ہوا ہے جو بزدلی کا طعنہ دینے کے لئے بولا جاتا ہے۔ ایک روایت میں

یہ بات ہے کہ ابو جہل غرہ اچھا سپاہی آیا اور غصہ کے ساتھ اس نے حق سے کہا۔
 ”یہ بات تم نے ہی مانی ہے۔ اس کی قسم اگر تم لوگ جاؤ تو کسی طور سے یہ بات مانی ہوئی تو میں اس کو
 رہنمائی دے دوں گا۔“ اس نے غصہ سے کہا کہ جس سے دل میں دشمنی کا خوف ہو اور اپنے گناہوں سے خدا کی قسم ہم اس وقت تک ہرگز
 واپس نہیں ہائیں گے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ دے اور تم لوگ جنت کے درمیان فیصلہ نہ فرمادے۔“
 یہ بات مانی نے تسلیم سے کہی۔

”اتحاد“ نے یہ بات مانی ہی نہیں مانی بلکہ اس نے کہا ہے کہ وہ جانتا ہے مسلمانوں کی تعداد اس قدر کم
 ہے کہ ان کو نہ دے اور نہ دے۔ اس کا خیال یہ تھا کہ اس کی بات مانی میں ہی حق کا بیجا اور غلط بھی ہے (مثلاً
 مسلمانوں کی بدعت کا مطلب ہے کہ چاہے کچھ بھی بنا کر ہو یا نہ ہو، مگر وہ قوم کو اس کو طوطی کو لہذا مر رہا ہے۔“
 حضرت ابو طلحہ نے اسی بات میں دیکھ کے پہلے تھے اور بہت پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔
 ”ایک حدیث میں یہ بات ہے کہ ابو جہل نے حق کی بات مانی کر کرنا شروع کر دی تھی۔
 ”اسے“ ابو طلحہ نے کہا کہ تم لوگوں میں منظور ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اس کا بیجا بھی تم لوگوں کے ساتھ ہے اور
 اس کے پاس سے چھوڑ دینا چاہیے۔ مگر وہ نہیں چاہتا کہ تم اس کے لئے اور اس کے چاروں بھائی کو قتل کرو۔“
 یہ بات مانی نے کہا کہ وہ اس کا کیا کرے؟ اس نے کہا کہ اس کا کیا کرے؟

”اس نے یہ بات مانی کہ اس کے پاس سے کوئی اپنی قوم کے حق میں کاٹے گا اور ہے۔“
 ”اس نے اس میں حق سے کہہ دیا کہ تم لوگوں کی قسم“ ایک نے کہا کہ یہ ہے کہ اسی حق میں دیکھ کر اس نے کہا کہ
 یہ ہوئی اور وہ چاہتا تھا کہ سب ہی اس جگہ پر رہیں۔ ایک نے کہا کہ اس میں سے وہ بھائی مسلمان تھے اور وہ شریک
 تھے۔ اسی طرح وہ دونوں پہلوؤں میں سے ایک مسلمان تھے اور ایک کافر تھے۔ دونوں مسلمان بھائی تو حضرت
 ابی بن کعبہ اور حضرت مصعب بن عمیر تھے۔ یہ حضرت مصعب کا بھائی تھا۔ اس کی شریک بھائی تھی۔ حق چاہے
 اپنے نہیں تھے۔ یہ حق ہی تھا۔ اور وہ کافر بھائی ابی بن کعبہ اور ابو جہل تھے۔ اسی طرح ابی بن کعبہ
 جب مسلمان بنا تو اس نے کہہ دیا کہ یہ حق ہے۔ یہ بھی شیعہ چاہے کہ اس کی شریک بھائی تھی۔ اور کافر بھی شیعہ ابی بن کعبہ
 جیسی حضرت وحماتہ۔ خدا کی قسم اس موقع پر یہ ظاہر ہوئی کہ جب تک جنگ شروع نہیں ہوئی
 اور اس مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد وہ تھی کہ ان کے حوصلے بڑھنے
 پر جب جنگ شروع ہوئی تو حق تعالیٰ نے کافروں کی نظر میں مسلمانوں کی تعداد بڑھ کر دیکھائی۔ اس وقت انہیں
 مسلمان بہت زیادہ تھے۔ میں نے کہہ دیا کہ ان کے دلوں میں خوف اور عجب پیدا ہوا۔ اور جب تک شروع
 ہونے سے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نظر میں شریکوں کی تعداد بہت کم کر دی تاکہ خدا کے لئے ان
 کے حوصلے بڑھ جائیں۔

چنانچہ ایک روایت میں حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں،
 غزوہ بدر کے موقع پر مشرکوں نے کہا کہ تم لوگوں کی تعداد بہت کم ہے کہ تم لوگوں کی تعداد بہت کم ہے کہ تم لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔
 سب لوگ ساتھ آگئے ہیں۔ اس بات نے انہیں کہہ دیا کہ تم لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔“

چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ وقت بڑی فرمائی۔
 ”وَاللّٰهُ يَكْفِيْكُمْ هٰذَا الْقِتَامَ فِىْ اَحْسَنِ الْاَحْسَنِ وَاللّٰهُ يَكْفِيْكُمْ هٰذَا الْقِتَامَ فِىْ اَحْسَنِ الْاَحْسَنِ وَاللّٰهُ يَكْفِيْكُمْ هٰذَا الْقِتَامَ فِىْ اَحْسَنِ الْاَحْسَنِ“

الْأَمْرُؤَ (سورہ بکراہ) پہ واسع حد تک ہے۔

ترجمہ۔ اور اس وقت کہ اگر وہ آپ کو اللہ تعالیٰ تم کو آپ کے تم سے کشی ہوئے ہو لوگ تمہاری فکر میں کم کر کے دکھ رہے تھے اور اسی عرصہ میں تم کو ان کے خلاف ہے چاک ہو گئے کہ ان کے حضور حق اس کی تکمیل کر دے اور سب مقدسے اللہ کی طرف سے جو اس کے جائیں گے۔
پہنچے حق تعالیٰ کا ایک اور اشارہ ہے۔

لَا تَحْزَنْ لِمَا يَفْعَلُ الْفِتْرَةُ وَالْمَلَأَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَرْءُ كَفُورًا وَنَجِيمًا يَلْبِسُ وَالْحَقُّ

(ان کا سورہ بکراہ) پہ واسع حد تک ہے)

ترجمہ۔ سب شک تمہارے لئے بڑا کر دے اور تمہاری کے واقعہ میں جو کہ باجمیل ہے۔ اس سے متعلق ہوئے تھے ایک کروہ تو اللہ کی راہ میں کرتے تھے۔ کئی مسلمان اور دوسرا وہ کافر ہو گئے تھے یہ کافر اپنے نو دین رہے تھے کہ ان مسلمانوں سے نئی مسند بنیادیں بھی آنکھوں دیکھتے۔

نبوت کی ایک اور نشانی۔ ایک روایت ہے کہ قبائل انی الیم جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے اور غزوہ بدر میں فخر و شجاعت سے شریک تھے اپنے دل میں سوچتے تھے کہ اگر مسلمان اسے خود آپ سے ہیں اگر انہی قریش کی مورچہ بھی ساری کی ساری نکل آئیں تو وہی تمہارے اور ان کے صحابہ کو چھپا کر دیں گی۔

پھر ان واقعہ کے کئی سال بعد کئی غزوہ غزوہ کے بعد قبائل مسلمان ہو گئے تھے ان کے پیچھے دانت تھے کہ وہ حق میں نہ رسول اللہ کا تھے نہ آپ سے ہیں یا چھوٹا دن سے تھے کہ آپ اللہ کے صحابہ کی ہیں تو آپ کے پیچھے ہو گئے ہیں۔ میں وہاں پہنچا ہوا صحابہ سے کہ میں میں آپ کا تھکا دیکھتا ہوں کہ میں نے اس میں یہ آغوش سے لٹکتے ہوئے فرمایا۔

”قبائل غزوہ بدر کے موقع پر یہ بات تم نے ہی کہی تھی۔ ان قریش کی مورچہ بھی ساری کی ساری نکل آئیں تو وہی تمہارے اور ان کے صحابہ کو چھپا کر دیں گی۔“
قبائل نے کہا۔

”قسم ہے ان باتوں میں سے آپ کا تھکا تو حق ہے۔ اگر میں کہ یہ بات نہ کہہ دیتا تو میں حق نہیں کہی اور نہ ہی میرے ہونٹوں تک پہنچے کہ آتے تھے نہ ہی اس قبائل کو ان کے دل تو یہ کہ یہ بات تو میرے دل میں صرف ایک خیال کے طور پر نہ تھی۔“

اس کے بعد قبائل غزوہ بدر میں کئی شہادت دیا کہ ان مسلمان ہو گئے۔ اب وہاں کسرت شک کے دوشہ مطلب یہ ہوا کہ یہ بات تم نے ہی تو اپنے دل میں سوچی تھی اقبائل نے فوراً ہی کہا۔ میں وہی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور تمہارے ان کے رسول میں اور نبیجہ سہولے کہ آتے ہیں وہ چہی اور حق ہے۔

جب کا ابو جہل پر غصہ۔ غرض جب اللہ کو معلوم ہوا کہ انہی میں سے ایک وہی کہ ہے تو شیوے کے کہ ان میں کو جو اپنے سرخین خوشیوں سے رنگ رہا ہے۔ یہی معلوم ہوا کہ انہی کو ان میں بڑا دل ہے۔ میں چھو؟

سرخین کو خوشیوں سے رنگ کا مطلب چھپے گزرتا ہے۔ ان موقع پر اس موقع کے استعمال کی فکر نہ

کرتے ہوئے حماد سہیلی نے کھانا کھا لیا کہ یہ کھانا جبہ کا ایجاد کیا ہوا نہیں تھا۔ وہ اس کو سب سے پہلے استعمال کرنے والی شخص ہے۔ جبکہ یہ حماد اصل میں ایک بادشاہ کو طعنہ کے طور پر کہنا گیا تھا (جس کا ہم قاری اس ابن نفعان یا قاری ابن نضر تھا) یہ بادشاہ بہت زیادہ بیش پیش ہند تھا اور جنگوں سے جان چڑا تھا یعنی ہر وقت خوشبوؤں میں معطر پیش و نکلا میں غرق رہتا تھا اس لئے اس کو کہنا گیا کہ وہ جان چڑا خوشبوئیں لے لے ہوئے یعنی زعفران و غیرہ لگانے لگا۔ یہ لوگ یہاں میں مصروف رہتا ہے۔ تو حماد وہ ملک دکھا ہوا ہونے سے مراد خوشبوؤں یعنی زعفران و غیرہ کی نزدیکی ہے۔ چنانچہ سرداران عرب صرف آسودگی اور سکون و بھگن کے وقت ہی خوشبوئیں لگاتے تھے۔ جبکہ کے موقعوں پر خوشبوئیں لگانا بے اختیار اور محبوب سمجھتے تھے (کیونکہ اس سے نزاکت اور بیش پیش ہندی کا اظہار ہوتا ہے)۔

حماد سہیلی کہتے ہیں سیر انبیاء ہے کہ جب ابو جہل کو یہ معلوم ہوا کہ ابو سلیمان کا جہداتی کاغذ صحیح سلامت بنا کر نکلیں کیا ہے تو اس کو ٹوٹی میں اس نے لوث ڈال سکے۔ ہمارے مقام پر شرب و کباب کی محفل ہوئی اور اس میں طوائفوں کے قصہ و نثر سے دل بسلیا اسی وقت اس نے شاید خوشبو بھی لگائی یا اس کا رونا کہنا اسی لئے جبہ نے اس کے حلقی یہ حماد استعمال کیا جس سے اس کا قصد یہ ظن کرنا تھا کہ وہ میدان جنگ میں خوشبوئیں لگا کر جانا مسخر ہوتا ہے۔

جہاں تک مزین کا لفظ ہونے کا حلقی ہے تو اس سے مراد تو سارا بدن ہے لیکن اختیاری غریب و بزرگوی ظاہر کرنے کیلئے جسم کے سب سے گندے اور لڑائی سے کا کر کیا گیا ہے۔ یہاں تک حماد سہیلی کا کام ہے۔

ابو جہل کی ضد اور سرکشی۔ ایک روایت ہے کہ جنگ سے پہلے آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر ابن خطاب کو مشورہ کیا کہ پاس یہ پیغام دے کہ جیسا کہ تم لوگ دعاؤں پہلے جازیکہ تک یہ معاملہ اگر میں قصد سے سوا دوسروں کے ساتھ کروں تو یہ میرے لئے زیادہ مضر ہے یہ نسبت اس کے کہ قصد سے ساتھ پیش آئے۔ یہ پیغام سن کر عظیم ابن حرام نے کہا:

”خدا کی قسم یہ انصاف کی بات ہے۔ اس انصاف کے بعد تم لوگ ہر گز ان پر رجا نہیں حاصل کر سکتے۔“

مگر ابو جہل یوں۔

”جب جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمد سے قابو میں کر دیا ہے تو خدا کی قسم ہم ہر گز انہیں لو نہیں گے۔“

جبہ کے خلاف عامر کا اشتعال۔ اس کے بعد ابو جہل نے عامر ابن مضر کی کھانا پکوا کر اس مقتول شخص یعنی عمر ابن مضر کی کھانا پکوا کر اس سے کہا:

”یہ جبہ قصد اور مست اور معاہدہ بردار ہے اور لوگوں کو دانا بننے چاہتا ہے۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ یہ چاہتا ہے کہ سب لوگوں کو سوار کرے۔ اس لئے قصد سے بھائی کی جان کی قیمت اپنے پاس سے لے کر لے کر اٹھان کیا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ تم اس خوں بہا کر قول کر لو گے۔ تمہیں اپنے بھائی کا خوں بہا جبہ کے مال سے لینے ہوئے شرم نہیں آئے گی جبکہ تم اس کا مضر اپنی آنکھ سے دیکھ چکے ہو۔ انھوں نے اپنے بھائی کے خون کا قصد لوگوں کے سامنے بیان کر دیا۔“

یہ عامر ابن مضر بھی اپنے بھائی عمر ابن مضر کی طرح جبہ کے معاہدہ برداروں میں سے تھا جس کی قصص آگے آئے گی۔ چنانچہ عامر انھوں نے اپنا بدن کھول کر اس پر منی لی اور لوگوں کے درمیان چھینا

شرعاً ایک ہائے میرا بھائی، ہائے میرا بھائی، یہ سن کر لوگوں میں جو شہ کر دوش پھیل گیا۔
 عامر کے بھائی عطاء کا مرتبہ..... عامر ابن مضر کے سلطان ہونے کی کوئی روایت نہیں ہے۔ کتاب
 استیعاب میں ہے کہ عامر جنگ بدر میں کافر کی حیثیت سے قتل ہوئے جہاں تک کہ ان دونوں کے بھائی حضرت
 عطاء کا تعلق سے قزوین کے چٹیل احمد صحابہ میں سے ہیں۔ ایک قول ہے کہ وہ صحابہ اللہ عزوجل تھے یعنی ان کی
 دعا قبول ہوتی تھی اور یہ سند پر چلے تھے۔ یہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے کی بات ہے جب انہوں نے ان کو
 ایک دستہ کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کے لئے دریا جنگ ہو گیا تھا یہاں تک کہ گھوڑوں کے
 کمروں پر گروہ لیا۔ ہم کہیں یہ ان گھوڑوں کا اثر تھا جو انہوں نے سند میں داخل ہونے سے پہلے کئے تھے انہوں نے
 ان گھوڑوں کے ساتھ دعا کی تھی۔

وَعَلَىٰ يَا سَيِّدُنَا عَلِيُّ يَا عَظِيمُ يَا فَتِيكَ وَلِي سَيِّدِكَ تَقْبَلُ عُدُوَّكَ أَتَقْتُلُ لَنَا فِيهِمْ سَبِيحًا

ترجمہ: اے بلند و برتر اور اے حکمت والے اے بلند و برتر اور اے عظمت والے میں تم ایک حقیر
 بندہ ہوں اور میری والدہیں نکلا ہوں، اے تم سے دشمنوں سے لڑنے کے لئے بھیجے ہیں۔ اے اللہ ان تک
 پہنچنے کے لئے ہمارے لئے دست بردار ہے۔

ایک اور عجیب واقعہ..... اسی قسم کا ایک واقعہ بغیر کشتی وغیرہ کے سند میں داخل ہو کر سفر کرنے کا ایک اور
 بھی قائل کیا ہے۔ یہ واقعہ مسلمان خواتین کا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب یہ روہیوں سے لڑنے کے لئے
 اپنا لشکر لے کر نکلے تو راستے میں ایک بہت بڑا دریا تھا جس کے لشکر اور روہیوں کے لشکر کے درمیان جاکر تھا۔
 اس وقت حضرت خواتین نے دعا کی اور حق تعالیٰ کی مدد گاہ میں عرض کیا،

"اے اللہ انہوں نے نبی مہر اُتیل کو سند مجبور کر لیا تھا ہم تو بے ہمت ہیں اور میری والدہیں بھیجے ہیں
 اس لئے آج ہمیں بھی یہ دریا مجبور کر لے۔"
 اس دعا کے بعد انہوں نے اپنے لشکر سے کہا،
 "بسم اللہ چلا کر دریا مجبور کر لو۔"

چنانچہ سب بھیجے گئے اور اسے مجبور کر لیا۔ دریا کا پانی گھوڑے کے پیٹ تک بھی نہیں پہنچا۔
 اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت ابو حنیفہؓ کی چالی کے ساتھ بھی پیش آیا ہے۔ یہ بھی حضرت عمرؓ کی
 خلافت کے زمانے میں ایک اسلامی لشکر کے امیر تھے اور دشمن کی طرف چلا رہے تھے کہ ایک جگہ دریا بہا، بعد
 ان کے اور دشمن کے درمیان جاکر ہو گیا۔ اس وقت انہوں نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی،

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ يَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يُخَوِّضُ الْفُجُورَ (سورہ نمل ص ۴۱) (پھر صواعق کا گھونٹا)

ترجمہ: پس کسی شخص کی موت کا تا تک نہیں ہوا کہ اس خدا کے اس طور سے کہ اس کی پیدا نہیں
 کس ہو لہذا حق ہے۔

اس کے بعد انہوں نے اللہ کا نام لیا اور اپنا گھوڑا پانی میں اس دریا کے ساتھ ہی ان کے لشکر نے بھی اپنے
 گھوڑے پانی میں ڈال دیئے۔ جب ان کو گلیوں کی دھنوں نے پانی میں اس طرح اترتے دیکھا تو وہ ایک دم کچل
 اٹھے کہ یہ دریا اسے اور پاگل ہیں، یہ بھتوں ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے
 ان کا چہرہ کر کے ان کو کھنکھار دیا اور ان کے بال و دست کو بال خیمت کے طور پر حاصل کیا۔

حضرت نواز امین دہلوی نے ایک بھائی اور بھی تھے جن کا نام میمون تھا۔ ان ہی میمون نے مصر نے
 دہلوی مصر میں دو کنوئیاں خریدوا لیا تھا۔ ان کا نام میمون ہے۔ حرمین نے اسلام نے بارے میں لنگہ مضمون لکھا
 ہے البتہ ان کی ایک بہن تھیں جن کا نام عذیرہ تھا اور یہ حضرت محمد امین علیہ السلام کی والدہ تھیں اور صحابیہ تھیں۔
 پھر یہ ابوحنیفہ امین حرمین کی بیوی تھیں پھر انہوں نے مصر کو طلاق دے دی تو عذیرہ نے جس سے نکاح کر لیا
 جس سے حضرت طحاوی پیدا ہوئے۔ حضرت طحاوی کے بارے میں دو سال بعد شیخ کا ذکر ضرور ہے۔

[illegible]

اسودہ قزوئی کا عہد اور انتظام : غرض مسلمانوں نے پہلی کے آٹھ ہجرت پر غرض سے کسی قسم کی امن سے مشرکین زیادہ غصہ کیا گئے تھے ان میں ایک شخص قحاش کا رہا۔ وہ ابن عبد الاسد قزوئی کا قہار ان کی یہود اور بد نظریے کوئی قہار رسول اللہ ﷺ کا شیعہ ترین دشمن تھا۔ ان کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ قحاش سے ان میں ایک شخص کے بائیس ہاتھ ہیں۔ سب سے پہلے اس کا اہل بیت شہید ہونے کا وہ بھی اسودہ ہو گا جیسا کہ اس روز سب سے پہلے جس شخص نے ایمان بائیس ہاتھ میں اس کا ہر اہل بیت یا جانے کون اس کے چھلکی ہو مسلمہ ہوں گے جیسا کہ یوں ہو غرض اس شخص اسودہ کے قہر کا نمونہ ہے۔

”میں اللہ کے سامنے صبر و استقامت کہ جانتا“ مطلقاً نہیں کہتی کہ میں خود سے پہلی بیوی نکلیاں کو
توڑا تھا اور اب اس کی ششک میں بوجھ رہا ہے۔“

[illegible]

خوشی کی طرف پیش قدمی کی کوششیں کرتے ہیں۔ یہ خوشیوں سے ہرگز نہیں ڈرتے۔
خوشی کی تلاش کرتے ہیں۔ یہ خوشیوں سے ہرگز نہیں ڈرتے۔
خوشیوں کی تلاش کرتے ہیں۔ یہ خوشیوں سے ہرگز نہیں ڈرتے۔

[illegible][illegible]

ختم کر دیا اس کے بعد انہوں نے حضرت عیدہ کو اٹھایا اور اپنے لشکر میں آکر ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا۔ وہاں آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے اپنا ٹکٹا پہنایا اور حضرت عیدہ نے اپنا سر اُپر آپ ﷺ کے قدم مبارک پر رکھ کر آپ ﷺ سے دریافت کیا،

”یہ رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں ہوں؟“ آپ ﷺ نے فرمایا،

”میں کو ایسا چاہوں کہ تم شہید نہ ہو۔“

حضرت عیدہ کی شہادت اس کے بعد وصال میں حضرت عیدہ کا انتقال ہو گیا اور ان کو وہیں دفن کر دیا گیا۔ جبکہ مسلمان غزوہ بدر سے فارغ ہو کر مدینہ کو لوٹ رہے تھے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب سے حضرت حمزہ کا مقابلہ ہوا تھا، شیر سے حضرت عیدہ کا دل اور دین سے حضرت علی کا دل شیر اور حضرت عیدہ کے دل میں کھار دیا گیا تھا جس سے ان کا ایک ہی چہرہ تھا اور چنڈی کی ہڈی سے خون کی دھار نکل رہی تھی۔ اسی وقت حضرت حمزہ اور حضرت علی شیر کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو ختم کر دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عیدہ کے دل سے شیر ذہین پر گرا کر فوراً ہی اٹھ کر اس نے دل کھپا۔ اسی وقت حضرت حمزہ اس کے مقابلہ میں آئے اور دونوں میں ٹکڑوں کے دل ہونے لگے مگر دونوں کے دل بے کا۔ کئے تو دونوں ایک دوسرے کو پھٹ گئے۔ اسی وقت حضرت عیدہ جو زمین پر گرے ہوئے تھے اٹھنے لگے تو شیر نے ان پر دیر کیا جس سے ان کی چنڈی کٹ گئی۔ اسی وقت حضرت حمزہ نے شیر کا کام تمام کر دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ شیر سے حضرت علی کا مقابلہ ہوا تھا اور دین سے حضرت عیدہ کا مقابلہ ہوا اور جب سے حضرت حمزہ نمودار کیا ہوا ہے، چنانچہ من سند کے ساتھ حضرت عثمان نے روایت بیان کی ہے کہ میں نے حمزہ دین کے مقابلہ میں عیدہ کی مدد کو پہنچے اس پر آنحضرت ﷺ نے ہم پر اعتراض نہیں فرمایا۔ حافظ ابن جابر کہتے ہیں کہ یہی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ حضرت علی کا مقابلہ دین سے ہوا تھا اور یہی بات مناسب بھی معلوم ہوتی ہے کہ جب وہ شیر حضرت عیدہ اور حضرت حمزہ کی طرح ہتک کار اور مریعہ تھے، جبکہ دین اور حضرت علی دونوں فوجوں کا سر تھے۔

اسی طرح حضرت حمزہ نے عظیم ابن ہدی کے بھائی حبیبہ ابن ہدی کو بھی قتل کیا۔ یہ بات صحیح بیان ہو چکی ہے کہ خود عظیم اس غزوہ بدر سے چھ مہینے پہلے کافر کی حیثیت سے سرچکا تھا۔ ایک قول ہے کہ حضرت حمزہ غیر دین اور قیدہ وغیرہ کے اور یہاں جو یہ مقابلہ ہوا، اسلام میں پہلا مقابلہ ہے۔

محققین میں روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کراں آیت پاک کے بارے میں کہا کرتے تھے،
 هَذَا نَحْنُ الْمُتَحَبِّرُونَ فِي رَهْبَتِهِمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا وَالْقُلُوبُ لَهُمْ قَدَافٌ مِنْ عَارِ لَيْسَ مِنْ قَوْلِهِمْ وَهُمْ الْقَائِمُونَ
 (آیت ۱۶ سورہ نوح) آپ نے اس پر

ترجمہ: یہ جن کا لوہہ آیت میں ذکر ہو اور فرقہ ہیں جنہوں نے دین سے اپنے دل کو دین کے بارے میں اختلاف کیا۔ سو جو لوگ کافر تھے ان کے پھٹنے کے لئے قیامت میں آگ کے پکڑے قلعے چنڈی کے طور پر کے سر کے اوپر سے تھوکر مہائی، پھر زاپہ سے گا۔

کہ یہ آیت حضرت حمزہ اور ان کے ساتھیوں یعنی حضرت عیدہ اور حضرت علی اور عقبہ اور اس کے

ساتھوں یعنی شہید اور ولید کے غزوہ بدر کے حلیے میں بدل دی گئی تھی۔

بھلائی میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جو لوگ ہامی و خشی کے حلیے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے نکلیں گے ان کو کھڑے ہوں گے۔ اور ایک قول کے مطابق حق تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے وہ علیؑ اور معاویہؓ ہوں گے۔

لشکروں کا ٹکڑا۔ غرض اس کے بعد دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے اور لوگ ایک دوسرے سے کٹ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کی صفوں کو ایک ٹکڑے کے دار پے پیدا کیا تھا جو آپ ﷺ اپنے ہاتھ میں لے رہے تھے۔ اس سونچہ میں بھل یا بڑھ کا ہوا نہیں تھا۔ آپ ﷺ جب اس سونچہ کے ذریعہ صفوں کو پیدا کرتے ہوئے سوانہاں غزیہ کے پاس سے گزرے جو بنی نجران کے حلیف تھے تو وہ اپنی صف سے کچھ آگے کو کھڑے ہوئے تھے آپ ﷺ نے اس سونچہ سے ان کے پیٹ میں ٹھوکا دیا اور فرمایا،

”سونا میدھے یعنی صف میں کھڑے ہوا۔“

اس پر حضرت سولہ نے عرض کیا،

شہداء رسول ﷺ۔۔۔۔۔ ”یا رسول اللہ! آپ ﷺ نے مجھے ٹھوکہ دیا کہ تکلیف پہنائی۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حق اور انصاف دے کر بھیجا ہے لہذا مجھے موقعہ دیجئے کہ میں آپ ﷺ سے بدلہ لوں!“

آنحضرت ﷺ نے فوراً پناہ لے کر ان کو اور حضرت سولہ سے فرمایا،

”لو! تم اپنا بدلہ لے لو۔“

حضرت سواہرؓ اور آنحضرت ﷺ کے بیٹے سے ٹک لگے اور آپ ﷺ کے غم مہلک کو بوسیدہ آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ سواہرؓ نے کیا کیا تو حضرت سولہ نے عرض کیا،

”یا رسول اللہ! آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں کہ ہنگ سر پہ اسٹلے میری کتنا آگئی کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میرے آخری رخ لیے گزریں وہاں طرہا کہ میرا جسم آپ ﷺ کے جسم مہلک سے ٹک کر رہا۔ میں آپ ﷺ نے حضرت سواہرؓ کے لئے دعا مانگی خیر فرمائی۔“

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے یعنی شامی قضاہ کے نزدیک ایسے معاملے میں قصاص اور بدلہ واجب نہیں ہوتا لہذا یہ بات قابل غور ہے۔

ان ہی حضرت سواہرؓ کو آنحضرت ﷺ نے خیر فرما ہونے کے بعد وہاں کا حال یعنی حاکم بدلتا تھا جیسا کہ آگے بیان آ رہا ہے۔

حضرت عبدالرحمن ابن عوفؓ سے ایک حدیث ہے کہ غزوہ بدر کے موقعہ پر جبکہ آنحضرت ﷺ ہماری صفیں درست فرمادے تھے کہ کچھ لوگ صفوں سے آگے بڑھ کر (جو شجہہ میں) پیش قدمی کرنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی طرف کچھ کر فرمایا کہ تم میرے ساتھ ساتھ رہو۔

اقول۔ سوائف کہتے ہیں: سوانہاں غزیہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا جو واقعہ پیش آیا یہاں بھی ایک واقعہ یا قصہ ہے کہ ساتھ بھی آپ ﷺ کو پیش کیا تھا جن کا نام سوانہاں عمرو تھا۔ چنانچہ ابوہریرہؓ روایت میں ہے کہ ایک انصاری شخص جو بہت بے مذاق آدمی تھا وہ لوگوں کے ساتھ باتیں کر رہا تھا اور ان کو ہندہ ہے تھے کہ آپ ﷺ نے ان کے پہلو میں ایک ہجری سے ٹھوکا دیا جو آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ

بگڑ کے آنے کی فحشی سے ہر ایک راہبیت کے مطابق اپنے مسائلے ٹھوکا دیا اس پر سولہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے بدلہ لینے کی اہذت دیجئے! آپ ﷺ نے فرمایا تم بدلہ سے بچتے ہو۔ اس پر حضرت سولہ نے عرض کیا۔

”پھر آپ ان کو نہ پہنے ہوئے ہیں، بنگلہ میرے آپ نے ملاتو میں نہ کرتے پہنے ہوئے تھیں ہوں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اپنا کرتا اغوا دیا حضرت سولہ اسی وقت آپ کے پلو سے لپٹ گئے اور آپ کے جسم مبارک پر انہی بھروسے نہ رہے۔“

نہ اس موفی میں آنحضرت ﷺ کی یہ خصوصیت ذکر ہے کہ جس مسلمان نے بھی آپ ﷺ کے جسم مبارک کو چھوا یا اس کے جسم کو آہٹ نہیں چھوئے کی۔ نہ اس شخص سے نفرت تھی نہ ایک دوسری جگہ ہے کہ جو حج آنحضرت ﷺ کے جسم مبارک سے ٹک لگی آگیاں کو نہیں مرنے کی اور تمام دنیا کا کی جاتی ہے۔

پھر یہ آپ ﷺ نے صلوات کو سیدھا کر دیا تو صحابہ سے فرمایا۔

”میرے اس تم سے قریب آجائے تو میں کو حج لاندازی کر کے چلے اور حکیمانہ کر اپنے حیروں کو اس وقت تک مت چھو کہ وہ قریب نہ آجائے کیونکہ قاصد سے حیر لاندازی اکثر بکار ثابت ہوتی ہے اور حج منع ہو رہے ہیں۔ اسی طرح تم لوگوں میں بھی اس وقت نہ نہ سوتا کہ تک کہ دشمن ہاتھ قریب نہ آجائے۔“

پھر آپ ﷺ نے صحابہ کے سامنے علیہ السلام میں ان کو ہر روز قریب ہی اور میری تحقیق فرمائی۔ علیہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”میرے وقت میرے کرنے سے اللہ تعالیٰ پر چٹا پائا اور فرمایا ہے اور قبول سے نہایت حد فرماتا ہے۔“

یعنی یہ نیک آپ ﷺ نے غزوہ بدر میں دو سو قبول پر فرمایا۔ جب تاہم ان جنگ میں چھپنے سے نہ اور ایسا خطر یہ ان جنگ میں چھپنے کے بعد (کیونکہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میں سے پتے تھے نہ)۔ پھر آج یہ کہ میں وہی اشکال کی بات نہیں ہے۔

اس سے بعد آنحضرت ﷺ اپنے واپس آتی تہجہ میں تھریٹ سے گئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ بھی تھے ان نے حارہ اور وہی نہیں قد پہچنے کے اور اس سے نہ سخت سے اس میں موافقہ انصاری مسلمانوں کے ساتھ تھی تو ہر بات میں لے کر نہ تھے تاکہ دشمن سے آنحضرت ﷺ کی حفاظت نہ کیگی۔ پھر آنحضرت ﷺ کے لئے سواروں کی جہاز تھی جس تاکہ اگر ضرورت نہ پڑے تو فوراً سوار نہ کر داتے ہو سکیں۔

جب مسلمان جنگ کے لئے صف بندی کر کے فارغ ہوئے تو ان میں سے ایک جہاز لے کر دو صلوات لے کر ان کے دل پہنچا دیا کہ اگر یہ جہاز میں سے ٹوٹے تو میں بھی فرار ہوں گا (یعنی میں ہرگز جہاز سے فرار نہیں ہوں گا)۔

مکرم اور حدیث کی شہادت۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے کنی مانی شخص آگے بڑھے جو حضرت عمر فاروق کے سامنے تھے۔ ان کو ہر مانی مانی نے تہذیب کر دیا۔ انہوں نے انہوں نے لکھا ہے کہ اس امت کے وہ پہلے

فصل میں جن کو شہید پکارا جاتا ہے۔ اور ایسا ہی ان آئمہ کے حلقے نے فرمایا تھا کہ ان امت کے شہیدوں کے سر وار ہیں۔

یہ بات اس حدیث کے خلاف نہیں ہے جس میں ہے کہ قیامت کے دن شہیدوں کے سر وار حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہ السلام ہوں گے۔ وہی جنت کی طرف شہیدوں کی رہنمائی کریں گے اور وہی قیامت کے دن موت کو داغ کریں گے اور موت کو ذبح میں کر انہیں گے اور ایک بھری سے جو ان کے ہاتھ میں ہو گی اس کو داغ کریں گے۔ تمام لوگ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

مگر ایک حدیث میں آتا ہے کہ شہیدوں کے سر وار بائبل میں قوم ہیں۔ اس کے مطلب یہ ہو گا کہ یہاں بائبل کا اضافی ہے یعنی قوم کی رہنمائی کریں جو شہید ہیں بائبل میں کے سر وار ہیں۔

ایسی طرح کئی جو مسلمانوں میں پہلے شہید نہ تھے اس روایت کے خلاف نہیں ہے جس میں ہے کہ مسلمانوں کے پہلے شہید خیمہ بنی حوام ہیں یا نہ کہ کئی صحابہ مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید ہیں اور خیمہ انصاری مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید ہیں۔

ایسی طرح ایک روایت میں ہے کہ انصاری مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید حارث ابن قیس ہیں مگر اس سے بھی کوئی شبہ نہیں ہو تا ہے کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حارث انصاری مسلمانوں میں ایسے پہلے شہید ہیں نہ پہلے ان ایسے جو سے ہلاک ہوئے۔ مثلاً قاتل کاچہ نہیں ہوا چنانچہ خلائی میں تہید سے روایت ہے کہ حضرت اس نکلتے ہیں غزوہ بدر میں حارث نے ایک تیر شہید اس وقت حارث غزوہ بدر کے تھے۔ (اسی کو آیا ہے کہ اگر تیر ان کا چکاچ نہیں کہ کس نے وہ تیر پڑھا تھا۔ اس وقت حارث حوض میں سے پانی پی رہے تھے۔

پھر صبر و شکیں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ مسلمانوں میں جو شخص سب سے پہلے شہید ہو گا حضرت عمرؓ کے نام سے کہی جاتے ہیں ان کے بعد حارث ابن عمرو تھے۔ حضرت حارث کی والدہ حضرت انسؓ کی بہن تھیں انھیں آئمہ سے تاج کی تہمت تھی حاضر ہو کر ان کے لئے تھیں۔

”یہ سب ان کے حلقے کے حلقے ہیں۔ یہ روایت میں ہے تو میں اس پر نہیں ہر دوں گی بلکہ اس کے ان کے حلقوں کی روایت۔ انھیں میں نے تو اب کہا کہ یا شہداء ہر دوں گی اس پر ہر دوں گی۔“

ایک روایت میں ہے کہ انھیں نے روایت میں ہے تو میں میر کر دوں گی اور اگر ایسا نہیں ہے تو نہ وہ سے نہ وہ روایت کی۔ اس کو روایت کیا۔

آئمہ کے حلقے نے فرمایا،

”اے ہم حارث! جنت اچھا نہیں ہے بلکہ دنیا بہت ہی بہتر ہے جہاں میں ہیں اور حارث فرار نہ پا رہی ہیں۔ یہ اس پر آم حارث بہت خوش خوش ہو رہی ہیں۔ یعنی وہی کہ وہی میر وہ کتنی جاتی ہیں۔“

”اور میں نے نہیں اسے روایت کیا۔“

میراث نے حلقے میں پڑھ کر کہی کہ میں نے قتل کے قتل کے خلاف ہے جس میں ہے کہ جنت ہر دو خوب مٹی تو اب ہر دو ہے۔ یہ سب بات کہ آئمہ نے ایک ہی ہے بہت سال اور اپنی منہ سے آئمہ سے بہت ہی ہیں۔ جہاں تک حارث جنت کا حلقہ ہے تو یہ عام بات ہے کہ اس میں تمام جنت کو مثال ہے جیسے جنت عدن و فردوس مدنی اور نہ کہ ہر دو حلقہ۔ اور ان کے حلقہ صدقہ و غیرہ جنتوں کے کل نام

میں سے ڈاکہ ہیں جن میں اللہ جنت سب پر لولا جاتا ہے۔

واقعہ کی سے ہی روایت ہے کہ جب حادثہ کے قتل کی خبر دینے میں ان کی والدہ وارہیں کو پہلی قاسم حادثہ نے کہا کہ لہ کی قسم میں آنحضرت ﷺ کے مدینہ واپس تشریف لانے تک نہیں دفن کی۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھاں کی کہ اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو اس کے لئے دفن کی قسمیں کھ مہر کر دیں کی اور اگر وہ جنت میں ہے تو میں اس پر دفن کی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ :۔ مگر دوسری صورت میں دیکھوں گی کہ کیا کریں؟ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ طرہ و فادہ سے فارغ ہو کر مدینہ واپس پہلے تو حادثہ کی والدہ نے آپ ﷺ کے پاس آکر عرض کیا۔

”یہ رسول اللہ! میرے دل نے مجھے حادثہ کی موت کی خبر دے دی تھی میں نے اس پر رونا چاہا مگر پھر سوچا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ سے اس کے حلق نہ پوچھ لوں اس وقت تک نہیں دفن کی۔ اگر وہ جنت میں ہے تو میں دفن کی اور جہنم میں ہے دفن کی۔“
آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

”تمہارا اہو کیا تم سمجھتی ہو کہ وہاں صرف ایک جنت ہے۔ جہنمیں بہت ہی ہیں اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ فردوس اعلیٰ یعنی سب سے اونچی جنت میں ہیں۔“

پھر آنحضرت ﷺ نے پانی سے پھر ایک پیالہ منگوا، آسمان سے آسمانیں اپنا دست مبارک اٹھا پھر منہ میں پانی لے کر اس میں ڈال دیا اور پیالہ اٹھ حادثہ کو عنایت فرمایا۔ انہوں نے تھوڑا سا پانی پیادیا اور پھر دوسرا پیالہ اپنی بیٹی کو دیا اور انہوں نے بھی وہاں پیادیا پھر آسمان سے ان کو عطا کیا کہ کچھ پانی پئے اور پھر پھر کھیں۔ انہوں نے اپنا ہی کیا اور وہاں سے واپس ہوئیں۔ اس کے بعد جب تک یہ دونوں عورتیں زندہ رہیں مدینہ میں ان سے زیادہ مطمئن اور خوش و خرم کوئی دوسری موت نہیں تھی۔

شوق شہادت... حضرت حادثہ نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ ان کے لئے شہادت کی دعا فرمائیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک مگر جب حادثہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا۔

”حادثہ! تم نے کس حال میں صبح کی؟“

انہوں نے عرض کیا۔

”میں اس حال میں صبح کا تھا کہ اللہ تعالیٰ پر صدقہ دل سے ایسا کہہ رکھا تھا۔“

آپ ﷺ نے فرمایا۔

”تم جو کہہ کر رہے ہو دیکھ کر کہو کہ تکہ ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔“

حادثہ نے عرض کیا۔

یہ رسول اللہ! میں نے اپنے قسم کو دینا سے بچانہ کر لیا ہے۔ اللہ اب میں نے اپنی راتوں کو سبے خواب اور دنوں کو پیاسا کر لیا ہے۔ گویا میں اپنے چہرہ اور نگاہ کے عرش کے سامنے کھڑا ہوں اور گویا میں جنت والوں کو کیف و نشاط میں دیکھ رہا ہوں اور گویا وہ دنیا والوں کو بڑبڑاتے دیکھ رہا ہوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا۔

بیکہ قول درجی کا بار کرم تھا میں نے سیاہو صدیوں کی دیکھیں جو اس قدر تھیں کہ ساری دہائیوں سے بھر گئی۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ حقیقت میں یہ فرشتے ہیں اور قوم شیعی مشرکوں کو شکست ضرور ہو گی۔

روایت میں یہاں کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی سیاہو صدیوں کو لایز سے کے ہیں۔ آگے چل کر آئے گا کہ اسی قسم کا دھواں غزوہ خنین میں بھی دیکھا گیا۔

فرشتوں کی مدد کی نوعیت..... (قال) جہاں تک فرشتوں کا تعلق ہے تو وہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی ہمت کو ششوں میں صرف شریک تھے تاکہ ان کو ششوں کی نسبت رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کی طرف سے رہے اور نہ خارجہ رکھیں کوئی یہ طاقت ہے کہ وہ اپنے بارہویں کے صرف ایک یا دو سے مشرکوں کو پیچھے دھکیل دیں۔ جیسا کہ انہوں نے مدائن میں ہونے والی قوم کے ساتھ کیا تھا اور اپنی صرف ایک گرج سے قوم خود کو ماری کی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا اس لئے ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ دشمن کے دل میں یہ حیرت پھیل جائے کہ مسلمانوں کے ساتھ فرشتے بھی جنگ میں شریک ہیں۔

اس تحصیل سے اس قول کی تردید ہو جاتی ہے جس میں ہے کہ بار کے ان فرشتے جنگ نہیں کر رہے تھے بلکہ وہ صرف مسلمانوں کی تعداد کو اپنی شرکت سے بڑھا رہے تھے اور نہ صرف ایک فرشتہ ساری دنیا کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔

فرشتوں کی حیثیت..... حدیث میں آتا ہے کہ بار کے دن جو فرشتے بادل ہوئے تھے ان کے بار بار سے میان اٹھ تھائی پر وہ حامل نہ فرما رہے تھیں کی گرج اور حبشہ تک کو تلوں سے دار کر ساری دنیا کے لوگ ختم ہو رہے۔

مشرکوں کو دیکھیں کی مش..... ایک مرحلہ حدیث میں آتا ہے کہ یوم حوف کے دن بھی شیطان اٹھ اٹھ اٹھ اٹھ کر رہے جس میں دیکھا گیا تھا بار کے دن دیکھا گیا۔ (یہ بار اسی طرح تمام مطہرات اور دوزخ سے بچانے کے لئے تھیں یہ بھی جیسے کہ وہ مصلحت کے دن ہوتے ہیں اور خاص طور پر شب قدر میں۔

حدیث میں آتا ہے کہ بار کے دن ان اٹھیں نہ تو انہیں مالک نہ کی تھیں کی صورت میں شیطاں کے ایک لشکر نے سارے کو توڑ سب کے سب فی کف کے لوگوں کے بھیجے میں تھے۔ اس کے ساتھ میں اس کا بھڑا بھی تھا جس نے مشرکوں سے انکار کیا۔

”ان ہائی انہاں قہر غالب نہیں آئے اور میں تمہارا بھڑا ہوں۔“

یہ بات شیطان نے مشرکوں کی کہ سے وہ آئی ہے وقت بھی اس سے کہی تھی جو جی کہتے یعنی سُرقت کی قوم کی وجہ سے مست ضرور ہے تھے (کہ ایسے میں کیسے وہ قریشی سے اپنی دشمنی نہ نکالیں) اگرچہ اس موقع پر بیان ہوا ہے کہ شیطان تمام مشرکوں سے کوئی شے نہیں ہونا چاہتے کیونکہ شاید انھیں کا شکر یعنی ہفت کے مشرکین ہند ہیں اگر اس کے ساتھ ثابت ہوئے۔

جبریل کو دیکھ کر انھیں کی بدحواسی ہو کر فرار۔۔۔ (قال) اسی وقت جہاں بارہ سرے ہاتھ نے انھیں کو بڑھا کر ایک مشرک کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پڑے کڑا تھا۔ (یہ مشرک ابو جہل کے بھائی حشاش ابن ہشام تھے جو اس وقت تک مشرک تھے۔ انھیں کو دیکھ کر بدحواس ہو گیا اور اسی طرح اس کے ساتھ ہی اس کے لشکر کی بھی حواس پٹا ہونے لگے۔ اسی وقت حشاش ابن ہشام نے انھیں سے کہا،

”سُرُود! کیا تم واقعی مددے غلام بن کر گئے ہو؟“

12345678910111213141516171819202122232425262728293031323334353637383940414243444546474849505152535455565758596061626364656667686970717273747576777879808182838485868788899091929394959697989910010110210310410510610710810911011111211311411511611711811912012112212312412512612712812913013113213313413513613713813914014114214314414514614714814915015115215315415515615715815916016116216316416516616716816917017117217317417517617717817918018118218318418518618718818919019119219319419519619719819920020120220320420520620720820921021121221321421521621721821922022122222322422522622722822923023123223323423523623723823924024124224324424524624724824925025125225325425525625725825926026126226326426526626726826927027127227327427527627727827928028128228328428528628728828929029129229329429529629729829930030130230330430530630730830931031131231331431531631731831932032132232332432532632732832933033133233333433533633733833934034134234334434534634734834935035135235335435535635735835936036136236336436536636736836937037137237337437537637737837938038138238338438538638738838939039139239339439539639739839940040140240340440540640740840941041141241341441541641741841942042142242342442542642742842943043143243343443543643743843944044144244344444544644744844945045145245345445545645745845946046146246346446546646746846947047147247347447547647747847948048148248348448548648748848949049149249349449549649749849950050150250350450550650750850951051151251351451551651751851952052152252352452552652752852953053153253353453553653753853954054154254354454554654754854955055155255355455555655755855956056156256356456556656756856957057157257357457557657757857958058158258358458558658758858959059159259359459559659759859960060160260360460560660760860961061161261361461561661761861962062162262362462562662762862963063163263363463563663763863964064164264364464564664764864965065165265365465565665765865966066166266366466566666766866967067167267367467567667767867968068168268368468568668768868969069169269369469569669769869970070170270370470570670770870971071171271371471571671771871972072172272372472572672772872973073173273373473573673773873974074174274374474574674774874975075175275375475575675775875976076176276376476576676776876977077177277377477577677777877978078178278378478578678778878979079179279379479579679779879980080180280380480580680780880981081181281381481581681781881982082182282382482582682782882983083183283383483583683783883984084184284384484584684784884985085185285385485585685785885986086186286386486586686786886987087187287387487587687787887988088188288388488588688788888989089189289389489589689789889990090190290390490590690790890991091191291391491591691791891992092192292392492592692792892993093193293393493593693793893994094194294394494594694794894995095195295395495595695795895996096196296396496596696796896997097197297397497597697797897998098198298398498598698798898999099199299399499599699799899910001001100210031004100510061007100810091010101110121013101410151016101710181019102010211022102310241025102610271028102910301031103210331034103510361037103810391040104110421043104410451046104710481049105010511052105310541055105610571058105910601061106210631064106510661067106810691070107110721073107410751076107710781079108010811082108310841085108610871088108910901091109210931094109510961097109810991100110111021103110411051106110711081109111011111112111311141115111611171118111911201121112211231124112511261127112811291130113111321133113411351136113711381139114011411142114311441145114611471148114911501151115211531154115511561157115811591160116111621163116411651166116711681169117011711172117311741175117611771178117911801181118211831184118511861187118811891190119111921193119411951196119711981199120012011202120312041205120612071208120912101211121212131214121512161217121812191220122112221223122412251226122712281229123012311232123312341235123612371238123912401241124212431244124512461247124812491250125112521253125412551256125712581259126012611262126312641265126612671268126912701271127212731274127512761277127812791280128112821283128412851286128712881289129012911292129312941295129612971298129913001

”میں تم لوگوں سے بڑی اور بزرگ ہوں گا جو کہ غلہ میں جو چیز دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ میں اللہ سے راز چاہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے سخت سزا دے گا۔“

حادثہ ایندھام نے سب کو بے گناہ کر دیا تھا۔ مظلوموں سے بڑا ہمارا گناہ،

”خدا کی قسم میں تو صرف یہ ہی خواہاں ہوں کہ آپ کی بیگم کی گلی کو مٹا دے۔“

سُرقا یعنی اٹھیس کے فرار پر ایو چنل کی تھیلہ لٹ۔۔۔ اس پر اٹھیس نے حث کے سینے پر ہاتھ مار کر
 تھیس دھکا دیا جس سے وہ گر پڑا۔ دوسری طرف حث ابن اشام کے بھائی عمرو ابن اشام یعنی ابو چنل نے
 سُرقا یعنی اٹھیس کی دھمائی دیکھی تو اس نے لوگوں سے کہا:

”نہ تو کوئی قسم سزاؤ کی وجہ سے بدلاؤ کیونکہ وہ پہلے ہی محمد ﷺ کے ساتھ یہ سزاؤں کر کے آیا تھا۔ یہی قسم لوگ تھپہ و شیبہ اور یسوع کے قتل پر بھی بدولت ہو گئے کہ انہوں نے جلد بازی سے کام لیا تھا۔ موت و سزاؤں کی قسم ہم اس وقت تک والہی نہیں جانتیں کہ جب تک محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کو سزاؤں سے نہیں بکڑا لیں گے۔“

[illegible]

انہیں قتل نہ کیا جائے

سُراق کی حقیقت کا علم ۔۔۔ علامہ سبکی نے روایت بیان کی ہے کہ جنگ کے بعد جو قریشی زندہ رہے اور بھاگ کر گئے، پہلے تو انہوں نے سُراق ابن مالک بن نُدَی کو گد میں موجود پایا (جنگ دواغیش کو سُراق کی شکل میں مدائن و مدینہ دکھاتے تھے اور اس کو سُراق ہی سمجھ رہے تھے) انہوں نے گد میں سُراق کو گرہ کر لیا۔

”سزاوارت! تم ہماری صفیں توڑ کر بھاگ آئے اور ہمیں جنگ میں بلا کم کر لیا۔“

المجلة

خدا کی قسم! تمہارے معاملات کا مجھے پتہ چھٹنسی سے نہ رہا تھا۔ یہاں پر میں کہتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ پر تھوڑا سا

انجلیس کے قول کا تجزیہ :۔ ... نعران قوموں نے سرائی کی بات کا جتنی نہیں کیا یہاں تک کہ یہ لوگ وہی مسلمان ہو گئے اور انھوں نے اس بارے میں جہل ہوئے، اسی بات کی تباہی کو چاہا کہ میں ان جنگ میں جو انھیں ملتا ہے سرائی کی صورت میں ملا تو وہ سرائی نہیں بلکہ اصلی میں انھیں قتل یہاں تک حارہ کیسی کا حوالہ ہے۔

حضرت قزوئی کہتے ہیں کہ یہ بات تو انہیں نے کبھی کبھی سنی ہوگی، مگر وہ خود راہِ ہدایت پر قدم نہیں رکھتے۔
مگر یہ اس نے محض یہ کہہ کر میں اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر خدا کی قسم اس میں خدا کا لگاؤ بھی خوف نہیں ہے۔

کتاب سراج دہشت میں ہے کہ مجھے اس بات پر کوئی تہیب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت نہ کہتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی معرفت نہ کہتا ہے وہ انسان سے بلیغ گزار ہے۔ یعنی چاہے حقیقت میں جس طرح اللہ سے دور رہا جائے اس طرح اللہ سے دور ہے۔

ایک قول پر ہے کہ انجس اس لئے ذرا اٹھا کہ کہیں پر دنیا ہی حسین دنیا نہ ہو جس کے بارے میں حق

خالی کار تھا ہے کہ

بَوَدِ بَرَدَنِ الْعَلِيَّةِ لَا مَشْرُوقَ يَوْمَئِذٍ لِلْعَبْرَةِ مِنْ ذِي الْقُرُونِ حَسْرًا مَحْشُورًا (سورہ فرقان ص ۳۱) اَللّٰهُ

ترجمہ :- جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے اس روز بحرِ مومن یعنی کافروں کے لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہو گی اور کہیں گے کہ یہاں ہے یہاں ہے۔

میں نے حضرت شیخ علی النعمان کا قول دیکھا کہ یہ ضروری نہیں کہ انہیں باطن میں بھی یہی عقیدہ رکھتا ہو جس کا وہ اظہار کر رہا ہے جیسا کہ تمام متافقیں کی حالت بھی یہی ہوتی ہے۔

انہیں کا خوف وہب کا قول ہے کہ وہ حقیقہً وہ جس تک انہیں کو مسلت دی گئی تھی یہی بد رکھوں تھا جس میں فرشتوں نے اس (کی ذمیت) کو قائل کیا۔ مگر مشہور قول یہ ہے کہ انہیں کو قیامت کے دن تک مسلت دی گئی ہے اس بات کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جب انہیں حشر کے سینے میں ہاتھ مار کر بھاگتا بھاگتے بھاگتے آکر وہ سمندر میں جا کر سمندر میں گر کر اس نے دغا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا،

”اے پروردگار یہ میری حقیقت یہ ہے جس تک تو نے مجھ کو مسلت دی تھی۔ اے اللہ! میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری طرف نظر کرم فرما“

اس وقت اس کو زلزلہ ہوا تاکہ وہ قائل نہ کر دیا جائے۔

انہیں اور قیامت اور موت کی ترتیب — جامع صیغہ کے زمانہ میں مسلم سے روایت ہے کہ حضرت جبریلؑ آسمان سے اترنے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہیں کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے اور مسلمانوں کی لکڑی انہیں کے خون سے رنگی ہوئی دیکھیں گے۔

ایک قول ہے کہ قیامت کے اس دن سے مراد جس تک شیطان کو مسلت دی گئی ہے وہ غلطہ یا پھوک نہیں ہے جس سے سب لوگ بددعا زدہ ہو جائیں گے بلکہ وہ مصطنع یا ہوشی دار ہے الی پھوک مراد ہے جس سے آسمان اور زمین کے وہ تمام مہمان بھی مر جائے گے جو اس وقت تک نہیں مرے تھے۔ مگر ایک قول کے مطابق سوائے ان فرشتوں کے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور عزرائیلؑ یعنی ملک الموت کے کہ یہ ہی کڑا کے پر نہیں مریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور خود میں ان کو مستحکم فرمایا ہے۔

وَجَعَلَ فِي الْقُبُورِ قَاصِدِينَ مِّنْ بَنِي آدَمَ وَفِي ظُلُومٍ مِّنْ جَهَنَّمَ لَمَّا أَفْتَدَ (سورہ قمر ص ۲۳) اَللّٰهُ
ترجمہ :- اور قیامت کے روز صور میں پھونک داری ہمارے کی سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوشی درجہوں کے مگر جس کو خدا چاہے۔

اس کے بعد جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کو موت آنے کی بھر عرش اٹھائے والے فرشتوں کو موت آنے کی دیگر امرائیں کو موت آنے کی اور ان سب کے بعد عزرائیلؑ یعنی ملک الموت کو موت آنے کی۔ اس طرح ملک الموت مرنے والوں میں سب سے آخری جاندار ہوں گے۔

موت کا پہلا دھماکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ مصطنع موت کے مقابلے میں اپنے مسموم کے اقتدار سے زیادہ عام ہے یعنی اس سے فحشی طاری ہو یا اور شعور کا ختم ہو یا مرے۔ لہذا جو لوگ اس پھوک سے پہلے مر گئے ہیں اور برفاں میں زندہ ہیں جیسے انبیاء اور شہید وہاں مصطنع سے نہیں مریں گے بلکہ ہر فحشی طاری ہو جانے کی اور شعور ختم ہو جانے کا اور وہ دھماکہ کی اس قسم سے مستحکم رہیں گے جس کا ذکر پہلے ہوا ہے۔

موتی لوہر موت کاو حاکم..... دوسری قسم میں موتی ہیں کہ ان کو اس فتنی سے مستثنیٰ کیا گیا ہے یعنی ان پر یہ فتنی طاری نہیں ہوگی کیونکہ ان پر طوری تواریکے ساتھ یہ فتنی جاری ہو چکی ہے (لہذا اس وقت ان کو اس فتنی سے مستثنیٰ رکھا جائے گا)۔

دھماکے کے بعد فتنی سے ہوش کی طرف..... مگر اس بار سے میں یہ شبہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے موتی کے حلقوں پر بات بچین کے ساتھ نہیں بتلائی بلکہ آپ ﷺ نے اس بار سے میں تردید کا اعلان فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”مگر اس وقت سب سے پہلے سرائے والے یعنی اس فتنی سے ہوش میں آنے والا میں ہوں گا۔ مگر ابھانک میں اپنے آپ کو موتی“ کے ساتھ مرثیٰ کا پادہ تھا ہے ہونے والی نگاہ میں نہیں جانتا کہ کیا پہلے سرائے والے موتی ہوں گے یا تو وہ جو پہلے ہوش میں آچکے ہوں گے پادہ ان میں سے ہوں گے۔“

اسی طرح بخاری و مسلم کی ایک روایت بھی ہے کہ جس میں ہے کہ سب سے پہلے میری قبر فتنی ہوگی۔ مگر بعض روایوں نے شاید غلط فہمی کی وجہ سے اس روایت کو اور فتنی نوئے والہ روایت کو ملا کر ایک کر دیا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر فتنی ہوگی مگر ابھانک میں اپنے آپ کو موتی“ کے پاس کھڑا دیکھوں گا غیر وہ غیر و مگر اس بات میں شبہ ہے کیونکہ قیامت کے دن سے مراد پادہ مذکور ہونے کی بجائے مراد ہے ایک صفت یعنی ہوش کروانے والی ہر ایک اس سے پہلے ہوگی جیسا کہ بتلایا گیا۔

موتی“ کے حلقوں آنحضرت ﷺ نے اگرچہ تردید ظاہر فرمائی ہے کہ نہیں معلوم ان کو پہلے ہوش آچکا ہو گا یا وہ ہے ہوش ہی نہیں ہوئے ہوں گے مگر تردید اس بار سے میں یقین سے فرماتا ہے کہ سب سے پہلے سرائے والے آپ ﷺ ہوں گے۔ اب اگر یہ دونوں روایتیں ایک ہیں تو اس تردید اور یقین کی وجہ سے یہاں یہ اذکار پیدا ہو چکے کہ جب موتی“ کے بار سے میں تردید موجود ہے تو آپ ﷺ نے اپنے بار سے میں یقین سے یہ کیسے فرمایا کہ آپ ﷺ سب سے پہلے سرائے والے ہوں گے۔

شیخ الاسلام نے اس کا جواب دیا ہے اس سے بھی اجابت ہو چکے کہ یہ وہ یقین و یقینہ روایتیں ہیں ایک نہیں ہے، مگر پھر بھی ایک شبہ پیدا ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا لڑکا ہے کہ مجھے موتی“ پر فوقیت مت دو کیونکہ قیامت کے دن سب لوگ ہوش ہوں گے تو میں بھی ان کے ساتھ ہوش ہوں گا پھر سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا تو موتی“ کو ہاں کھڑا لایا گا آخر حدیث تک اس حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ موتی“ سے افضل نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ لڑکا ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک دوسرے ساتھ یہ فرمایا کہ جس نے میرے بار سے میں یہ کہا کہ میں بولس ابن حق سے بہتر ہوں وہ مجھ سے۔ آپ ﷺ کا یہ فرمان واضح اور افسردہ ظاہر کر چکا ہے یا پھر یہ فرمان اس وقت کا ہے جب آپ ﷺ کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ آپ ﷺ تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔

مجھے یہاں یہ کہ وہ حیوانہ دن جو اللہ جل جلالہ کے مقرر کردہ ایک قول کے مطابق یہاں حیوانہ دن یا وقت معلوم سے مراد وقت ہے جب کہ وہ جانور ظاہر ہو گا اور وہاں کو اپنے جیروں سے رونے کر ہانک کر دے گا۔

ایٹھس لوہ پڑھایا... حضرت امی عباس سے روایت ہے کہ جب انھیں پرانا لہر صدیاں گزر جاتی ہیں اور وہ بالکل بوزخا ہو جاتا ہے تو اس کا ٹکڑا کر کے سال کو خیر القالیین جاتا ہے۔

جہاں تک صنم یعنی اس کوڑا کا تعلق ہے جس سے تمام جانوروں کے خوش ہونا جائیں گے اور ان پر موت کی طوفانی ہوا نہ پائے گی تو اس سے پہلے ایک لہر توڑ ہو چکی ہوگی جس کو غطف فروغ کہتے ہیں۔ اس کوڑا سے تمام آسمان اور زمین میں زندہ سب اتری لہر ٹکڑا کر لیا جائے گا۔ اس کوڑا پر زمین کی حالت اس خوشی کے ساتھ ہو جائے گی جیسا کہ پہلی لہر میں ہوئی جس کو سورجوں کے تجڑے سور سے سور خر لہے ہوئے۔ جس سے ہر جانور کی طرح فصائل اترتے پھریں گے، آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا، پانچ سورج گھٹ کر ایک ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے،

یَوْمَ تَرَىٰ خُمْرَهُمْ أَصْفًا ثُمَّ يَأْتِيهِمُ الْمَوْتُ الْأُولَىٰ (سورہ نازعات، پ ۳۰ ص ۱۱۱ آیت ۶)

جس دن پادشہ دلی چیز بادشاہ کی (سورہ نازعات اولیٰ ہے) جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آوے گی (معرہ غطف) جاری ہے۔

اسی طرح ایک لہر لٹا رہی ہے،

وَأَرْزُقَهُ اللَّهُ خَمْرًا يَوْمَ تَرَوْنَهَا لَكُمْ كُلُّ مَرَضٍ مُّضَوٍّ وَأَتَّبِعَ كُلُّ لُطَّافٍ حِيلَهُ مَضْمُونًا وَتَرَىٰ الْمَاءَ يَسْكُوٰنُ وَمَا هُوَ بِسَكُونٍ وَتَكُونُ عَذَابُ اللَّهِ شَدِيدًا (سورہ نازعات، پ ۳۰ ص ۱۱۱ آیت ۷)

ترجمہ:- کہ جس وقت قیامت کے دن کاڑھ لٹا رہی ہوگی جس روز تمام زمین کے کوڑے کوڑے کے اس روز تمام سورج پادشاہ الہاں سے نبوت کے پہنچاؤ اور حق تعالیٰ کو بحال ہونے کی لہر تمام مصلیٰ وایمان اپنے مصلیٰ پر سے دن ہونے سے پہلے اتریں گی اور اسے غطف اترے گا کہ جس کی سی حالت میں رکھائی دیں گے حالانکہ وہ اترنے میں نشتے میں نہ ہوں گے۔ لیکن اللہ کا عذاب ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

اسی طرح حق تعالیٰ کا عذاب ہے،

خُزَعٌ مِّنْ فِي السَّحَابِ وَمِنْ فِي الْأَرْضِ الْأَمْشَاءُ وَاللَّهُ (سورہ نمل، پ ۲۰ ص ۷)

ترجمہ:- سو جتنے آسمان اور زمین میں ہیں سب ٹکڑا جائیں گے مگر جس کو خدا چاہے وہ اس ٹکڑا ہونے سے اور موت سے محفوظ رہے گا۔

شہداء کا مقام بلند... ان لوگوں کے بارے میں جن کا اس آیت میں امتحان کیا گیا ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ شہید ہو گئے ہوں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اس دن مردہ لوگوں کو ان باتوں کا پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا کیا۔ ان پر ہم نے جتنی صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

ہمارے رسول اللہ! پھر حق تعالیٰ نے اِنَّمَا خُذَ اللَّهُ کے ذریعہ ان لوگوں کو مستحق فرمایا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا

”وہ شہید ہوں گے اتری لہر ٹکڑا کر لیا جائے گا ان میں ہوتی ہے لہر، یعنی شہداء اپنے عذاب کے برائی نہ لے، میں اور ان کو وہاں رزق بھی پہنچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دن کی ٹکڑا ہونے سے محفوظ فرمایا ہے اور ان کو اس سے لانا دے دی ہے۔“

یہاں آنحضرت ﷺ نے صرف شہداء کا ذکر فرمایا ہے اس کے ساتھ انبیاء کا ذکر نہیں کیا اس کی وجہ

یہ ہے کہ یہ بات اصولی طور پر معلوم ہے کہ انبیاء کا مقام اور وجہ شہادت سے بڑھ کر ہے چاہے کچھ جگہ میں کوئی ایسی چیز ہو جو اونچے طبقہ میں موجود نہ ہو۔ اسی لئے ایک قول ہے کہ رزق کی فراہمی صرف شہیدوں تک ہی مخصوص ہے اور اسی لئے لاش فنی انشاء کے نزدیک ایمان کے بڑھنے کی گواہی ضروری نہیں ہے۔

غزوہ بدر میں جنات کی شرکت کہا جاتا ہے کہ بدر کے دن مسلمانوں کے ساتھ جنات میں کے تتر اقوام کی شریک تھے جو سو گئے تھے۔ قرآن بات ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے جنگ میں بھی حصہ لیا یا نہ صرف د کے طور پر ساتھ تھے۔

نصرت کی بشارت خبر وہی عرب میں آنحضرت ﷺ کو پہلے دے کر کے غزوہ کی جتنی غزوہ کی تھی وہ سب آپ ﷺ کے گردن مہدک ایک طرف، صلہ کی طرف اور اسی قبیلہ جگہ تھے اور آپ ﷺ نے نصرت اور کثرت فرمائی۔

”اے ابو بکر! تمہیں خوشخبری ہو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ آئی ہے۔ یہ جبرئیلؑ اپنے گھوڑے کی ذمہ داری سے گزر رہے ہیں۔ ایک روایت میں یہ لفظ ہیں۔“

”اپنے گھوڑے کا سر پکڑے ہوئے اسے گروہ میں بٹکاتے ہوئے لے جا رہے ہیں اور یہ عداوت ہے جس کو بروہ نے باقی جتنی اللہ کی عطا کردہ آئی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ بدر کے صومر سے خارج ہوئے تو جبرئیلؑ آپ ﷺ کے پاس ایک ایسی سرخ رنگ کے گھوڑے پر آئے جس کی خوشنواں پر داغ تھا۔ اس کا منہ گروہ تھا جبرئیلؑ زور دے رہے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا، ”اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے اور اس وقت تک آپ ﷺ کے پاس سے نہ جاؤں گا جب تک کہ آپ ﷺ مطمئن نہ ہو جائیں۔“

بہر حال اس میں اختلاف کی بات نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس موقع پر دو مرتبہ جبرئیلؑ کو دیکھا ہو اور یہ کہ یہ واقعہ اس کے بعد ہوا۔ یہاں تک پہلی روایت کا تعلق ہے تو اس کی تائید سے اللہ تعالیٰ کا ہے کہ آپ ﷺ نے اس وقت جبرئیلؑ کو خواب میں دیکھا تھا اب یہاں تک خود کا تعلق ہے تو وہ پہلی مرتبہ میں بہت زیادہ تھا تاکہ اس کا منہ بھی گروہ کو دے گیا تھا۔

مجاہدوں کے سامنے آنحضرت کے دلوں میں کھلیات عرض اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنے مرسلین جتنی ہجرت سے باہر گئے کہ انہوں نے درمیان میں رخ پھرنے اور آپ ﷺ نے ان کو جنگ پر ابھارتے ہوئے فرمایا۔

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں لہر کی جہاں ہے کہ جو شخص بھی ایمان مشرکوں کے مقابلے میں مہر دہمت کے ساتھ لڑے گا ان کے سامنے جہنم تالے بند ہے گا اور جہنم نہیں بجھنے گا ان کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔“

مجاہدوں کا جووش و خروش اور شوق شہادت یہ سن کر حضرت خیر الانبیاء نے جن کے ہاتھ میں نہ بگوریں تھیں، دکھ رہے تھے کہ

”اے اللہ! تو میرے اور جنت کے دروازے کے درمیان صرف ایک فاصلہ ہے کہ ان میں سے کوئی مجھے قتل کر دے۔“

یہ کہ کراٹھوں نے ہاتھ سے بگڑی پھینک دی اور ٹکڑا سوخت کر دھتھوں سے بھڑکنے پر ہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

”اے جنت کی طرف جو صحابہ ہیں اور آنہوں سے بڑی ہے اور مشغول کے واسطے چڑی گئی ہے۔“

یہ سن کر حضرت صبر ابن حرام نے اعلان کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا،

”تم کس بات پر حیرت اور غرشی کا اظہار کر رہے ہو؟“

”میرے پاس ہے کہ وہ وقت آیا ہے جب میں جنت والوں میں شامل ہو جاؤں گا۔“

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کس نام پر اعلان کیا؟ میرے کیا،

”یہ سوال نہ! اور بچہ نہیں صرف اس سیدہ آرزو میں کہ میں بھی جنت کے ہاسیوں میں گمراہوں۔“

پھر وہ جلدی جلدی بگڑی پھینک دی چنانچہ لگے اور بولے،

”تو اکی قسم اگر میں ان کو کھانا نہ دے تو ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اگر میں ان کو کھانے کی وجہ سے

اکی نہ دے اور نہ ہاتھ بڑی طریقہ زندگی ہو جائے گی۔“

یہ کہ کراٹھوں نے باقی بگڑی پھینک دی اور ٹکڑا شرواع کر دیا۔ جنگ کے دوران وہ یہ شعر پڑھتے

جاتے تھے،

وَكَيْفَا بَلَىٰ ۖ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ
رَسُوْلِكَ وَ عَلَىٰ
اٰلِهِ وَ عَلٰى
سَلْوٰتِكَ

ترجمہ :- اے اللہ تعالیٰ کی طرف اس حالت میں سفر کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی زاد و مال نہیں ہے

سوائے اللہ کے خوف اور تھوڑے سے عمل کے۔

وَاَنْصُرْ بَلٰی ۖ
اَللّٰهُمَّ عَلٰی
رَسُوْلِكَ وَ عَلَىٰ
اٰلِهِ وَ عَلٰى
سَلْوٰتِكَ

ترجمہ :- اس کے علاوہ اپنی کوشش اور اس جہاد میں ہمارے پاس اللہ کی مدد میں صبر کا سرمایہ ہے اور ہر

سرمایہ اور زاد و مال فتم ہو لے لی چیز ہے۔ سوائے اس زاد و مال کے جو اللہ کے خوف، اپنی اور راسخی کی قوت میں ہے۔

آخر حضرت حمزہؓ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

آگے فرود آمد میں اسی قسم کا ایک واقعہ ایک دوسرے صحابی کے متعلق بھی کہہ رہے جنہوں نے اسی

طرح بگڑی پھینک کر ٹکڑا شرواع کیا تھا ان کی روایت حضرت جابرؓ نے بیان کی ہے مگر ان کا نام ظاہر نہیں کیا۔

چنانچہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرود آمد میں ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا،

”کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو کہاں ہوں گا؟“

آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں یہ سن کر اس شخص نے وہ بگڑی پھینک دی جو ہاتھ میں لے رہا تھا اور پھر ”

شرواع کر دیا یہاں تک کہ وہ لڑتے لڑتے شہید ہو گیا اس روایت کو بخاری، مسلم اور نسائی نے قوی کیا ہے اس

میں جو شہید ہو گیا آگے بیان ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کی قسمی..... حضرت عوف ابن عزیلہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا،
 ”یا رسول اللہ! بندے کے کس عمل پر وہ رگڑ کو قسمی آتی ہے۔ یعنی کس عمل پر اللہ تعالیٰ بہت لیاہ
 خوش ہوتے ہیں؟“

آپ ﷺ نے فرمایا،

”ہمارے پیغمبر اور پیغمبر پندہ دشمنی پر عمل گوار ہوتے ہیں۔“

یہ سن کر حضرت عوف نے اپنے جسم پر سے زرد پتھر اتار کر پھینک دی اور تلواریں گرا دیں اور فرمایا،
 ”میں نے یہاں تک کہ لڑنے لڑنے سے ہتھیار ہٹائے۔“

یہاں حق تعالیٰ کی قسمی سے اس کی انتہائی پسندیدگی اور خوشی مراد ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ
 آنحضرت ﷺ نے حضرت عوف ابن عزیلہ کے متعلق فرمایا،

”اے اللہ! عوف سے اس طرح ملاقات فرما کہ وہ میرے لئے بہت ہو اور تو اس کے لئے بہت ہو۔“

یعنی اس کی اور میری ملاقات ایسی ہو جیسے ”محبوب ایک دوسرے سے ملنے میں کہ ان کے دلوں میں
 ایک دوسرے کے لئے جو انتہائی محبت و عشق ہو تا ہے وہ قسمی بن کر ان کے چہروں سے ظاہر ہو تا ہے۔ اس طرح
 یہ ایک نہایت بارگاہی ہے جس میں خوشنودی، محبت اور بندگی کے تمام پہلو شامل ہیں اور یہ آنحضرت ﷺ کے
 جامع کلام کا ایک بہترین نمونہ اور مثال ہے۔

غزوہ بدر میں حضرت معبد ابن وہب دونوں ہاتھوں میں تلواریں لے کر لڑے۔ یہ حضرت معبد،
 بربرہ بنت زید کے شوہر تھے جو ام المومنین حضرت سہولہ بنت زید کی بہن تھیں۔ اس طرح یہ حضرت معبد
 رسول اللہ ﷺ کے ہنزلف تھے۔

مشرکوں پر آنحضرت ﷺ کی طرف سے مشیت خاک..... عرض ہمارے آنحضرت ﷺ نے زمین
 سے مٹی میں جو ہر ایک ٹکڑا لیا تھا۔ اس کا حکم آپ ﷺ کو حضرت جبرئیلؑ نے دیا تھا جیسا کہ ایک روایت
 میں ہے کہ جبرئیلؑ نے آپ ﷺ سے کہا،

”تو میں سے ایک مٹی لے کر مٹی لے کر ان لوگوں کو مٹی پر پھینک دیتے ہیں۔“

آنحضرت ﷺ نے مٹی اٹھائی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ مجھے
 مٹی لے کر وہاں لے کر آپ ﷺ نے قریش کی طرف رخ کیا اور فرمایا،

”یہ میرے گلاب ہو جائیں۔ ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہیں کہ اے اللہ! ان کے دلوں کو خوف
 سے محدود کر اور ان کے دلوں کو اکٹھا کر۔“

مشرکوں پر مشیت خاک کا اثر..... یہ کہ کہ آپ ﷺ نے وہ مٹی قریش کی طرف اچھال دی۔ قریش میں
 کوئی شخص ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں یہ مٹی نہ لگی ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ جس کی ناک پر مٹی نہ لگی ہو۔ اور ہر شخص اس قدر ہراساں ہو گیا
 کہ اس کی آنکھوں میں نہ آتا تھا کہ نہ دیکھ جائے اور کس طرح آنکھوں سے مٹی صاف کرے۔

پندہ جان کنری کی پسائی..... آخر نتیجہ یہ ہوا کہ مشرکین ہلکتے لگے اور مسلمان ان کا پیچھا کر کے انہیں
 قتل کر دے اور قتل کر دے گئے۔

مگر اس سلسلے میں مشہور اور روایتی قول یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ خندق میں پیش آیا تھا مگر بعض علماء نے ایک روایت نقل کی ہے جس سے اسی پہلے قول کی تائید ہوتی ہے (کہ یہ واقعہ غزوہ بدر میں پیش آیا تھا بلکہ قول یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا یہ لڑنا تھا ہے۔

وَمَا رَمَيْنَا فِيْهِمْ وَابْنُ مَرْثَدَةَ (سورہ فاطمہ) (پ ۹، ص ۱۰۲، ج ۱۲)

ترجمہ: اور آپ نے خاک کی ٹھکی ٹھکی جھینجھکی جھینجھکی سے انہیں مارا۔

جو غزوہ بدر میں ہوا اس واقعہ میں بات عروہ، عکرمہ، ہامد اور قتادہ نے بھی کہی ہے۔ لیکن یہ بعض علماء کا قول ہے کہ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے غزوہ فند میں بھی مٹی اٹھا کر پھینکی تھی۔ یہاں تک اس قول کا حوالہ ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تین ٹھکی ٹھکی خاک اٹھائی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک ٹھکی خاک، دشمن کے یمن یعنی دائیں جانب پھینکی، دوسری طرف بصرہ یعنی بائیں حصے میں پھینکی اور تیسری طرف دشمن کے سامنے کے حصہ میں پھینکی اور وہی جملہ فرمایا کہ یہ چرے بگڑ جائیں جس پر دشمن کو شکست ہو گئی۔

حضرت جابر ابن عبد اللہ ﷺ کہتے ہیں کہ یہ تینوں پشت خاک ہر کے دن آسمان سے اس طرح پڑاں ہوئیں جیسے کسی طشت میں پھر کر اڑائی جاتی ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو اٹھا کر مشرکوں کے چروں کی طرف پھینک دیا یعنی دائیں بائیں اور سامنے کے حصوں میں۔ جب آپ ﷺ نے یہ پشت خاک مشرکوں کی طرف پھینکی تو صحابہ سے فرمایا کہ تیزی سے حملہ کرو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کو ہری طرح شکست کا سامنا کرنا پڑا اسی وقت حق تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو گذشتہ سطروں میں بیان ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کی مصر کے فرمائی۔ اس سلسلے میں ایک بات بھی ہوتی ہے کہ دونوں صدوقوں کے ہاتھ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور دونوں ہی بائیں آیت سے مراد ہو سکتی ہیں۔

(تاریخ ابن کثیر) آنحضرت ﷺ نے زبردست جنگ فرمائی اور اسی طرح حضرت ابو بکر نے بھی۔ مٹی جس طرح آپ ﷺ دونوں حضرات اپنے حریفوں میں دنا کے درپیر جلا فرما دی تھی اسی طرح آپ دونوں نے اپنے ہمسوؤں سے بھی جلا فرمایا اور اس طرح ان حضرات نے دونوں مخالفت کو حاصل کیا۔

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: یہ روایت اموی سے اسی طرح بیان کی گئی ہے مگر اس کے قول کرنے میں تاخیر کیا گیا ہے کیونکہ یہ روایت سوائے ان کے اور کسی کے کام میں نہیں آتی۔ ایسا ممکن ہے کہ اس روایت کو آنحضرت ﷺ کے جنگ کے درمیان موجود رہنے سے قطعاً ختمی ہوئی ہے۔ جیسا کہ پیچھے حضرت عائشہ کی روایت بیان ہوئی ہے کہ بدر کے دن ہم آنحضرت ﷺ کے درپیر مشرکوں سے لڑنا چاہتے کرتے تھے (یعنی ایمانی خطرناک موقعوں پر بھی) آنحضرت ﷺ مردانہ دلرانی جبکہ بے رہتے تھے اور ہم آپ ﷺ کو اپنی زحماں جالیتے تھے اور آنحضرت ﷺ ہم میں سب سے زیادہ بہادر اور دلیر تھے۔ تو اگرچہ اس روایت سے کہیں یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت ﷺ نے خود بھی جنگ فرمائی مگر شاید گذشتہ روایت کے روایتی کو اس روایت سے قطعاً ختمی ہوئی ہے۔

واللہ اعلم۔

ہاں اللہ ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ جب مشرکوں کو شکست فاش ہو گئی اور وہ میدان جنگ سے ہٹ گئے تو آنحضرت ﷺ کو حکم دیا کہ ان کا پیچھا کرتے ہوئے دیکھا گیا اس وقت آپ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما

صحابہ کی کوکڑ کر کے تو آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ حضرت سعدؓ کے چہرے پر اس سحر سے ناگواری کی آثار ہیں۔ یعنی مسلمانوں کے اس عمل کو وہ نا پسند بھی کی نظر میں سے دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا:

”اے سعد! ایسا گفتار ہے کہ تم قوم کی اس حرکت کو اپنی مشرکوں کے کرنا کرنے کو پہنچا کر رہے

-۳۳-

انہوں نے عرض کیا،

بے شک ہمارے رسول اللہ! مشرکوں کے ساتھ یہ ہماری پہلی اور کامیاب جنگ ہے لہذا اس میں میرے نزدیک مشرکوں کو ذرا کھڑے رکھنے کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ قتل کرونا بہتر ہے۔

بنی ہاشم کو قتل نہ کرنے کی ہدایت ... بعض علماء نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا، ”تمہیں معلوم ہے کہ مشرکوں کے لشکر میں بنی ہاشم کے بھی کچھ لوگ تھے۔“

جو ذرہ سی قریش کے ساتھ چلے آئے تھے وہ نہ انہیں ہم سے جنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لہذا ہم میں سے جو بھی باقی شخص کو پکڑے وہ اس کو قتل نہ کرے۔ (اسی بلکہ اس کو کرنا کرے۔)

ان لوگوں میں آپ ﷺ نے ابو ہشیر بن امیہ و شام کا بھی ذکر کیا اور فرمایا،

”جو شخص ابو ہشیر کو پکڑے وہ اسے قتل نہ کرے۔“

کیونکہ بنی ابو ہشیر ہی ہے جو اس وقت مسلمانوں کی حمایت میں سب سے آگے آگے قلاب قریش نے کہ میں رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمانوں کا مقابلہ اور پانچواں کر دیکھا تھا۔ ان نے کوشش کی تھی کہ قریش کے اس عہدے کو بھاری دے جو انہوں نے مسلمانوں کے خلاف کیا تھا اور جسے حرم میں دیکھ کر کھتا تھا جیسا کہ یہاں ہو۔ اس ہدایت پر ابو ہذیفہؓ کو ناگواری۔ اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ کو بھی قتل نہ کرنے کی ہدایت فرمائی اس پر حضرت ابو ہذیفہؓ نے کہا،

”کیا ہمارے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور خاندان والوں کو قتل کر دیا جائے اور عباسؓ کو بھروسہ دیا جائے۔“

کیونکہ جیسا کہ یہاں جو ان کا باپ حبشہ بن کاہن تھا اور بھائی دھیرہ لوگ ہیں جو غزوہ بدر میں انہیں مقابلے کے دوران سب سے پہلے قتل کئے گئے تھے۔ اسی طرح ان کے بیٹے حضرت ابو ہذیفہؓ کے خاندان کے دوسرے کئی لوگ جنگ کے دوران قتل کئے گئے تھے (لہذا انہوں نے یہ اعتراض یہ کرنا شروع کیا۔)

”اگر ہمیں مجھے کسی جنگ میں تو نہیں جیتے تھے تو کھو رہے ہوں گا۔ یعنی قتل کر دیں گے۔“

آنحضرت ﷺ کو گولی ... حضرت ابو ہذیفہؓ کی یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا،

”اے ابو ہشیر! کیا اللہ کے رسول کے بچاؤ کی گردن تمہارے ہاتھ دی جائے گی؟“

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ پہلا دن تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ابو ہشیر کا لقب عطا فرمایا۔ غرض یہ کہ انہوں نے عرض کیا،

”یار رسول خدا! مجھے اجازت دیجئے کہ میں خود ابو ہذیفہؓ کی گردن اپنی تلوار سے ہاتھوں کیونکہ خدا

کی قسم! میں نے سنا ہے کہ ہاتھ کسی ہے۔“

ابو جہلؓ کو نہ امت و انصاف۔۔۔ اس کے بعد خود حضرت ابو جہلؓ کو اپنے اس بیٹے پر سخت التماس ہوا۔ رجا ہو اور کہا کرتے تھے کہ وہ کلہ جو اس دن میں نے کہہ دیا تھا اس کی وجہ سے میں ہمیشہ بے لگن رہتا ہوں اور ہمیشہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے دار تار جتا رہا ہوں۔ اب میں اس غلطی کو اسلام کے لئے شہید ہو کر رہا ہوں جو میرے دامن کشا ہوں۔ چنانچہ جنگ یدار میں ۱۰ کرتے ہوئے دوسرے صحابہ کے ساتھ شہید ہوئے۔ اس جنگ میں چار سو چالیس سپاہی قتل ہوئے تھے۔ ایک قول ہے کہ چھ سو صحابہ شہید ہوئے تھے۔

ابو البختری کو قتل نہ کرنے کی ہدایت۔۔۔ فرض اس کے بعد جب کہ مسلمان مشرکوں کو ہزار ہزار کر قتل کر رہے تھے۔ ابو البختری حضرت ہزردؓ کے ہاتھ آئید ہزردؓ نے اس سے کہا:

”سول اللہ ﷺ نے تمہیں قتل کرنے سے ہمیں منع کیا ہے۔“

اپنے ساتھی کیلئے ابو البختری کی قربانی۔۔۔ ابو البختری نے کہا اور میرے ساتھی کے بارہ میں کیا کہا ہے ۱۶ کے ساتھ اس کا ایک ساتھی بھی جو کہ سے اس کے ساتھ ہی کیا تھاں کا نام جندہ نامی بیٹہ قتل ہزردؓ نے

”نہیں۔ خدا کی قسم ہم تمہارے ساتھی کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔“ آنحضرت ﷺ نے ہمیں صرف اسکیلے تمہارے حلقہ ہی حکم دیا ہے۔“

ابو البختری نے کہا:

”نہیں۔ خدا کی قسم جب ہر ہمہ دونوں کھنڈے ہی میری کے اور نہ کہ کی مور تیں مجھے طعنہ دین کی کہ وقت پڑنے پر میں اپنے ساتھی سے منہ پھیر گیا۔“

یعنی اپنی جان بچانے کی خاطر اس کو قتل کر دیا ہے کہ کہ ابو البختری نے ہزردؓ سے مقابلہ کیا اور اس کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ہزردؓ سول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے۔

”قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ ظاہر فرمایا میں نے چوری کو قتل کی کہ ۱۷ کہ قتل ہو جائے اور میں اس کو آپ ﷺ کی خدمت میں لا کر قتل کروں تو اس نے انکار کر دیا اور لانے پر کہہ دیا ہو گیا آخر لانے میں نے اس کو قتل کر دیا۔“

اقول۔ مؤلف کہتے ہیں: شاید ہزردؓ آنحضرت ﷺ کے حکم کا مطلب یہ سمجھ گئے تھے کہ جن لوگوں کو قتل کرنے کی آنحضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے ان کے علاوہ جو بھی دوسرے لوگ ہاتھ آئیں وہ چاہے اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کریں ان کو قتل کیا جائے گا۔ اسی لئے انہوں نے یہ کہا کہ ہم تمہارے ساتھی کو نہیں چھوڑیں گے یعنی وہ اگر طاقت چاہے خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرے اسے قتل ہی کیا جائے گا۔ ان کے اسی جواب پر ابو البختری نے خود کو گرفتار کرانے سے انکار کر دیا کہ اپنے ساتھی کا ساتھ نہیں چھوڑاں گا کہ اسے قتل کر دیا جائے اور میں ذمہ دار قریبی مور قتل کے طعنہ سنوں۔ واللہ اعلم۔

جنگ بدر کے لئے مشرکوں کے ساتھ جو لوگ کہ سے آئے تھے ان میں حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ بھی تھے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اسلام سے پہلے ان کا نام عبد العزیز تھا۔ ایک قول ہے کہ عبدالعزیزؓ خدا کی قسم قبول کر لینے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمن رکھا۔ یہ انتہائی بداد قریبیوں میں سے تھے۔ بہت طاقتور اور بخیرین تھے انداز تھے۔ یہ حضرت ابی بکر صدیقؓ کے سب سے

ہیے تھے۔ ساتھ ہی یہ بہت نیک اور سیدھے بھی تھے۔

اب یہ مسلمان ہوئے تو اپنے والد حضرت ابو بکرؓ کے لئے گئے،

”جنگ بدویش کی یاد آپ میرے حیر کے ٹکانے پر آئے مگر ہر دفعہ میں نے آپ کو چھوڑ دیا۔“

حضرت ابو بکرؓ کے لئے کہا،

”اگر تم میرے حیر کی ذرا پہاڑی تو میں ہرگز نہ چھوڑ دوں۔“

یہاں حیر کی ذرا پہاڑی سے مراد یہ ہے کہ یہ اسٹیج میں حیرانہ کے سامنے آگئے اور اس سے بے خبر

رہے کہ حیر کے ٹکانے پر قحط گئے ہیں۔ چنانچہ اب یہ بات اس قول کے خلاف نہیں ہے کہ بدر کے دن

عبدالرحمنؓ میں اب بکرؓ نے مسلمانوں کو فائدہ دیا کہ کوئی ان کے سامنے شخص مقابلے کے لئے آئے اس پر حضرت

ابو بکرؓ نے بدر کے مقابلے پر جلا جلا کر آؤ حضرت علقمہؓ نے ان کو روکے ہوئے ہوئے فرمایا،

”حضرت ابو بکرؓ کا گھر تیرے بلکہ۔۔۔ ابو بکرؓ کا تھوڑی سی جہاد سے لئے جیتی ہے۔ کیا چھین معلوم نہیں کہ تم

میرے لئے آنکھوں اور کان کی حیثیت رکھتے ہو۔“

سیرت کی بعض کتابوں میں ہے کہ بدر کے دن جبکہ عبدالرحمنؓ مشرکوں کے ساتھ تھے حضرت

ابو بکرؓ نے ان سے کہا

”اے حبیبؓ! میرا لال کہاں ہے؟“

عبدالرحمنؓ نے جواب دیا،

”ہرگز نہیں۔ ہمارے پاس وہ نہیں، چا سوائے ابن ابھیہؓ کے اور حیر و فہرؓ وغیرہ کے اور باغوں

کے جن کے لئے بڑے اور عمارتیں اور گاہک باغیچہ سب گریبان ہو رہے ہیں۔“

اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ جب صدیقؓ اپنے لئے مکہ سے ہجرت فرمائی تو وہ اپنا لال اپنے گھر والوں کے

پاس چھوڑ آئے تھے۔ مگر اس بات سے حضرت امراءؓ بات اب بکرؓ کی اس گڑبگڑ روایت کی مخالفت ہوتی ہے جس

میں گزرا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہؓ کو جب قحط وہاں سے ان کا مال و دولت عمارتوں

میں سے لئے تھے اس مال کی مقدار پچاس ہزار درہم تھی۔ عبداللہؓ کے مال لے جانے کے بعد ہمارے پاس

ہمارے دو اور اقارب آئے، غیرہ و غیرہ، اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں مال سے حضرت ابو بکرؓ کی مراد فقہ رو بہ

نہیں تھی بلکہ ممالک اور سونے، نیر و تھ۔ اس طرح ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بیٹے عبدالرحمنؓ کو جو

مشرکوں کے ساتھ تھے مقابلے کے لئے بھیجا ان پر آنحضرت ﷺ نے صدیقؓ کو کھڑے دیکھ کر فرمائے تھے،

”بچے بیان ہوئے کہ تمہاری جان ہمارے لئے قیمتی ہے، یہ حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَاللّٰہُ فَعِیْرُ اَنْفُسِہُمْ اَسْبَحُوْا بِاللّٰہِ وَتَقْرَئُوْا اِلٰہَہُمْ اَللّٰہُ فَعِیْرُ اَنْفُسِہُمْ اَسْبَحُوْا بِاللّٰہِ“ (پ ۹ ص ۱۰۰)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! تم انہوں کو اس کے رسول ﷺ کے کہنے کو بھالنا یا کر دینا کہ رسول تم کو

تمہاری زندگی بھلی چیز کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مگر اس سے کوئی شبہ نہیں پیدا ہوتا ہے کیونکہ اس بات کے ایک سے زیادہ مرتبہ پیش آنے میں کوئی

اکال نہیں ہے حتیٰ کہ آیت کے ایک سے زیادہ مرتبہ نازل ہوئے ہیں بھی کوئی شبہ کی بات نہیں ہے ہاں اب

اس آیت کا فہم و فائدہ میں غزل ہوا قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ جب یہ آیت ایسے ہی موقع پر غزوہ بدر میں نازل ہو چکی تھی تو اس کے بعد غزوہ فاکہ میں وہ بدر و حضرت ابو بکر کا بیٹے کو مقابلے کے لئے لاکھ لاکھ نہیں معلوم ہو گا۔

اور علامہ فخر نے کتاب شریعہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر کا بیٹے کو مقابلے لئے لاکھ ۵۹ بہت نہیں ہے مگر یہ واقعہ غیر کنز الایمان میں ہی نہیں کہیں جاتا ہے کہ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی جو کبھی سطور میں بیان ہوئی ہے۔

ہمیں شک اس آیت کا تعلق ہے یہ مدینہ میں نازل ہو سکتا ہی آیت ہے کہ میں نہیں ہے۔ اس بات سے اور دلائل غلط ثابت ہو جاتی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ واقعہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے باپ کو برے لہ لڑائی آنحضرت ﷺ کا ذکر کرتے سنا اس پر حضرت ابو بکرؓ نے ابو قحزہ بنی اپنے باپ کے منہ پر اس زور سے طرہ زد کیا کہ وہ زمین پر گر پڑے۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ نے آنحضرت ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”آئندہ دینا کبھی مت کرنا۔“

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا،

”خدا کی قسم اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کو قتل کر دیتا۔“

(تو یہ جملہ صلہ کے قول کے مطابق اس موقع پر مذکورہ آیت نازل ہوئی تھی۔ مگر اس قول سے جس کے مطابق یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی کہ میں نہیں اس پر دایمہ کی توبہ ۳۰ جاتی ہے۔)

حاضر و حضرت کی کام میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی اس بات کو مدینہ کے موقع پر مسلمان ہونے سے قبل اس کے بعد ہی انہوں نے مدینہ کو ہجرت کی اور ۱۲ھ میں مکہ سے حج مکہ کے فاصلہ پر ایک مقام پر ان کا انتقال ہوا یہاں سے ان کا جنازہ نکال کر حوض پر اٹھا کر مکہ لے جایا گیا۔ پھر ان کی مومن ام المومنین حضرت عائشہؓ مدینہ سے مکہ آئیں تو وہ اپنے بھائی کی قبر پر نہیں اور وہاں نماز پڑھی۔

ابو عبیدہؓ کے ہاتھوں باپ کا قتل۔۔۔۔۔ غرض اس بار کے وہ ان حضرت ابو عبیدہؓ سے اس نے اپنے باپ کو قتل کیا جو مشرک قدامت کے باپ نے پہلے تو بیٹے پر حملہ کیا تھا حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کو طرہ زد کر وہاں سے اپنے جانے کی کوشش کی مگر باپ نے نہ ہٹا نہ چھوڑا آخر حضرت ابو عبیدہؓ چلت پڑے اور حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ اسی سلسلے میں حق تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ یہ آیت نازل فرمائی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَفُّوهُنَّ مِمَّا عَاهَدُوا وَرَسُولُهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ مِلَّةَ قَوْمٍ مَّا يَفِيضُونَ فِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَفِيٍّ (سورہ مجادلہ، آیت ۲۲)

ترجمہ: جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ آپسے خصموں سے اور نہ آپسے دینداروں اور رسول ﷺ کے برخلاف ہیں جو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اسی میں خلف کی گرفتاری۔۔۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی وفات سے دو اہمیت ہے کہ (مدینہ بدر میں) اچھے امتیاز میں خلف و ابو عبیدہؓ کے زمانہ میں میر دوست قدامت کے ساتھ اس کے بیٹے ہی بھی تھے جو باپ کا تھا پڑے ہوئے تھے۔ یہ علی مسلمان تھے اور اسی زمانہ میں اسلام قبول کر چکے تھے جبکہ آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے

یعنی ہجرت سے پہلے کا زمانہ تھا۔ اس وقت حق کے لوگ ان جیسے دوسرے لوگوں کے دشمن و دشمنوں نے انہیں اسلام سے بھگرنے کی کوشش کی آخر کار وہ لوگ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے۔ اور ہمارے لوگ کفر کی حالت میں ہی مرے۔ ان ہی لوگوں کے بارے میں حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدِّينَ كُفْرًا فَهُمْ يَدْعُونَ قَوْلَ آدَمَ كُفْرًا قُلُوا لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ فِي الْأَرْضِ (سورہ نساء، ص ۵۸) ترجمہ :- بے شک جب ایسے لوگوں کی جان لڑھکتے قتل کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو کفار کر رکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں تمہیں مغلوب تھے۔

ایسے لوگوں میں علی ابن ابیہ کے علاوہ دوسرے لوگ تھے جن کے نام یہ ہیں۔ حرث ابن ربیعہ، ابو قیس ابن فاکر، ابو قیس ابن ولید، عباس ابن خنیسہ وغیرہ۔ (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور پھر لوگوں کے ہاتھ سے مرتد ہو گئے۔)

کتاب سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حق لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے ہی اسلام قبول کیا تھا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو ان کے باپ، دو اور خاندان والوں نے ان لوگوں کو مکہ میں زبردستی دوک لیا اور وہیں سے بھگرنے کی کوشش کرنے لگے۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ ان کے دیباؤ میں آکر پھر کفر و شرک کی غلطیوں میں گم ہو گئے۔

اس کے بعد جب غزوہ بدر کا وقت آیا تو دوسرے مشرکوں کے ساتھ یہ لوگ بھی مسلمانوں سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے۔ غرمیدان بدر میں ان لوگوں کو ان کی موت پہنچی کہ ان کی قتل کیو کہ یہ سب کے سب وہیں قتل ہو گئے تھے۔

اس پوری تفصیل سے واضح ہو چکا ہے کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے اپنے دین سے نہیں پھرے بلکہ کتب ﷺ کے مکہ سے تشریف لے جانے کے بعد مرتد ہوئے۔ جبکہ حضرت عبدالرحمن کی روایت سے یہ معلوم بھی لگتا ہے کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے پہلے ہی مرتد ہو گئے تھے۔

غرض عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ میدان بدر میں مجھے ابیہ ابن خلف اپنے بیٹے علی کے ساتھ مل کر میرے ساتھ کئی روز ہیں تھیں جن کو میں اٹھائے ہوئے تھا۔ جب ابیہ نے مجھے دیکھا تو اس نے مجھے میرے جاہلیت کے نام سے اے عبد مرد کہ کر پکارا میں نے اس کو جواب نہیں دیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے جب میرا نام عبدالرحمن رکھا تھا تو فرمایا تھا:

”کیا تم اپنے اس نام کو چھوڑنا چاہو کہ کے جو قسم سے ابیہ دانے دے گا تھا؟“

میں نے عرض کیا: ”جی ہاں“

تب ﷺ نے فرمایا:

”عبدالرحمن۔ کہ یہ نام غائب نہیں کیا۔ اس لئے میں تمہارا نام عبداللہ رکھتا ہوں۔“

سرکش ابیہ کی بے بسی..... جیسا کہ بیان ہوا پھر اس کے بعد جب اس نے مجھے عبداللہ کہ کر پکارا تو میں نے اس کو جواب دیا۔

بھابھ معلوم ہو چکا ہے کہ جب ابیہ نے حق کے پرانے نام سے پکارا تھا تو یہ کچھ تو مجھے تھے کہ مر لو یہی ہیں تمہارے اس پکار پر اس لئے جواب نہیں دیا کہ پکارنے والے نے حق کو ایک بت کا نام دے کر پکارا تھا۔

ساتھ ہی اس بات کا بھی بڑی حد تک امکان ہے کہ وہ مجھے عین نہاں کو اپنا لیا ہے کیونکہ یہ عام معمول ہے کہ نہاں کو کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ پھر جب امیہ نے ان کے ساتھ وہاں سے پکارا تو وہ کچھ شے کہہ دی مگر وہیں وہ اور لوگوں کے ان کی طرف متوجہ ہوئے تب امیہ نے ان سے کہا،

”اگر میرا تم پر ہاتھ حق ہے تو میں تمہارے لئے ان زندہ ہوں سے بھڑھوں جو تم ہاتھ میں لئے ہوئے ہو۔“

میں نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر میں نے زور میں پینک بٹوں کو اس کا اور اس نے بیٹے کی ہاتھ بڑا لیا (ج) غلہ مشروں کو بڑی طرح شکست دہوئی تھی اس لئے جو مشرکین زندہ رہے تھے وہ جان بچانے کے لئے ہٹا دیا جاتا تھا۔

”میں نے زندگی میں کبھی ایسا نہ نہیں دیکھا تھا۔“

کچھ وقت کے بعد پھر اس نے کہا،

”اے عہد اٹھا! تم اس شخص کو نہاں ہے جس کے سینہ پر زور میں ہل رہا کاٹہ دھاگا ہوا ہے۔“

میں نے کہا جڑواہیں عہد مطلب ہیں۔ تو امیہ نے کہا،

”یہ سدا کیلہ صراحتی شخص کا ہے۔“

بیٹے کا نام کو دیکھ کر بالائی فریاد، ایک قول یہ ہے کہ یہ بات امیہ کے بیٹے کی تھی۔

اس کے بعد میں ان دونوں کو لے کر روانہ ہوا اور انکی ہم ہائی رہے تھے کہ ایک کھجور کے پتے میں وہ کھڑے رہے اور وہاں امیہ کی طرف سے حضرت بالائی کو اسلام سے مجبور کرنے کے لئے ڈانٹے ڈانٹے ہوئے۔ ایک خطاب دیا کہ تم جیسا کہ یہاں ہو چکا ہے۔ حضرت بالائی اس کو دے بیٹھے ہو۔

”کافروں کا سردار امیہ امیہ کی طرف یہ رہا۔ اگر امیہ بچ گیا تو کھجور میں نہیں بہا۔“

(حضرت عہد الرحمن چوہدری نے اس کے واسطے تھے ان لئے پہنچتے تھے کہ امیہ کو قتل کرنے کے بعد اسے قتل کر دیا جائے لیکن ہے اس سزا کی وجہ سے اس کو اسلام قبول کرنے کی توفیق ہو جائے لیکن ان کی فریادیں رانہوں نے کہا،

”کے بالائی کیا یہ معاملہ تم میرے قیدیوں کے ساتھ کر رہے ہو۔“

حضرت بالائی نے پھر بدکاری بھلا کر امیہ کی کیا تو کھجور میں نہیں چھ۔ پھر انہوں نے لوگوں کو رخ کرنے کے لئے پکار کر فریاد کی۔

”کے اٹھ دیا اسے اللہ کے مددگار دیا کافروں کا سردار امیہ امیہ کی طرف ہے۔ اگر یہ بچ گیا تو کھجور میں

نہیں بہا۔“

میتھ کا قتل..... عہد الرحمن کہتے ہیں کہ یہ سن کر اٹھ دیا دھڑپڑے اور انہوں نے ہمیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر اس شخص کو بالائی نے قتل کر دیا (حضرت عہد الرحمن نے امیہ کو پھانسی کے لئے اس کے بیٹے کو آگے کر دیا لیکن ان کی قتل کرنے کے لئے وہ کشتہ ہو کر گر کر امیہ نے اس پر خوف کی وجہ سے اسکی ہینک پکڑ لی کہ اسکی پکڑ میں نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس کے بعد لوگوں نے ان دونوں پر قتل کر دیں لیکن پھر میں نے قسم کر دی۔

اقول۔ منہاج کہتے ہیں: بخاری میں حضرت عبدالرحمن ابن عوف کی روایت اس طرح ہے کہ جب جہان نے بیچ کر اخذ یوں کو بیایا تو مجھے امیر کی طرف سے خبر ہوئی اس لئے میں نے اسی کے بیچنے کو حلال کر دیا ہوں کے آگے کر دیا تاکہ وہ اس میں لگ جائیں اور امیر کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جائے۔ مسلمانوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد بحر ہندی کی طرف رخ کر کے یہاں تک کہ ہمیں کھیر ملا۔

امیر مرنے پہنچا تو اسی تھا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اس لئے میں نے اس سے کہا کہ زمین پر بیٹھا جاؤ اور اس کے بعد خود اس کے اوپر بیٹھ کر امیر اس کو بیچ کر چھاپا کہ لوگ تمہاری نہ چاہا کی تمہارے لوگوں نے میرے بیچے ہاتھ ڈال کر اس پر وار کئے اور اسے قتل کر دیا اسی بعد بعد میں ان میں سے ایک شخص کی تمکو میرے پہاڑ پر بھی گئی اور مجھ کے اوپر کا حصہ ڈھکی ہو گیا۔

حاجہ ابن عبدالبر نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ امیر ابن عوف کو قتل کرنے والے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زیدؓ اور حبیب ابن اسحاق تھے یعنی ان سب نے قتل کر اسے قتل کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ امیر کے بیچے علی کو عبداللہ بن عمرؓ اور حبیب ابن اسحاق نے قتل کیا۔ یہ حبیب ابن اسحاق آنحضرت ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے ہیں۔ انہوں نے جنت خلدیج سے نکاح کر لیا تھا بلکہ ان کے پہلے شوہر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہو گیا۔ یہی حبیب حضرت عائشہؓ کے بیچ حبیب کے ہوا تھے۔ واللہ اعلم۔

(غرض حضرت عبدالرحمن ابن عوف نے امیر کو پہانے کیلئے ہذا ہیں بھی پھینک دی تھیں جو ان کو میدان جنگ سے حاصل ہوئی تھیں اور اس وقت ہاتھ میں نہ رہے تھے جب امیر ان کو مارا تھا اسی لئے حضرت عبدالرحمنؓ نہایت تھے کہ خدا تعالیٰ پر رحم فرمائے میری ذمہ داری بھی نہیں۔ قیدی بھی کئے اور قتل بھی کیا۔

حضرت عبدالرحمنؓ اس واقعہ کو ایک دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ غزوہ بدر میں مجھے اور زیدؓ نے حاصل ہو گئے اور میں مجھے امیر ملا اور یہ کہ میرا اور میرے بیچے کا ہاتھ بڑا ہو گیا اور میرا تم پر ان زیدؓ سے زیادہ حق ہے۔ میں نے زیدؓ میں ایک طرف پھینک دی اور وہ لوگوں کا ہاتھ بڑا لیا پھر جب امیر کو علیؓ نے مارا تو عبدالرحمنؓ نے کہا کہ تھے کہ اللہ تعالیٰ ہال پر رحم کرے۔ میرے حصہ میں نہ زیدؓ ہی آئیں اور نہ قیدی ہی ہو۔

انکے بیان سے کی وجہ آنحضرت ﷺ کا وہ احسان تھا جس کے مطابق ہر قیدی اس شخص کا حق نہ کا جو اس کو گرفتار کرے گا جبکہ وہ بیان ہوا کہ آگے بیان آئے گا کہ اسی میدان کے مطابق اگر قیدی کا کوئی عزیز یا دوست وغیرہ ان کی جان کی قیمت یعنی فدیہ دے کر اسے چھڑا لیا جائے تو وہ فدیہ اسی شخص کو ملے گا جس کا وہ قیدی تھا۔

تقریباً بات ثانی طے ہو گئی کہ اس قول کے خلاف ہے جس میں ہے کہ قیدی کا فدیہ ہر جان کی قیمت دوسرے تمام مالی قیمت کے حکم میں ہی ہوتا ہے (ان شخص کی ملک میں ہوتا جس نے قیدی کو گرفتار کیا تھا) اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ شروع اسلام میں جان کی قیمت گرفتار کرنے والے کو ہی دینے کا حکم تھا تاکہ لوگوں کو جہاد میں حصہ لینے کی ترغیب ہو اور پھر جب اسلام نے اول میں ختم کر لیا تو ان حکم کو ختم کر دیا۔

دشمن خدا و انو قتل کا قتل..... غرض پھر میدان بدر میں ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا کسی کو تو علیؓ ابن خویلدہ کا بھی ہتھ بندہ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔

اس کو میں نے قتل کیا ہے؟

اس پر رسول اللہ ﷺ نے تعبیر کی اور فرمایا:

”اس پر وہ دیکھو گا شکر ہے۔ اس نے اس شخص کے حلق میری دعا قبول فرمائی۔“

اس کی تحصیل یہ ہے کہ جنگ شروع ہونے پر جب دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے تو قتل نے نہایت ہلکہ کواڑ سے کہا تھا۔

اسے گردہ قریش! آج کا دن عزت و سر بلندی کا دن ہے۔“

یہ سن کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا:

”مے لٹا! تو قتل ایسی خلیلہ کا انجام مجھے دکھا۔“

بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ تو قتل ایسی خلیلہ کو پہلے حضرت جد ابن مسفر نے کر دیا تھا مگر پھر حضرت علیؑ نے اس کو قتل کر دیا۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت جد ابن مسفر نے قتل کر کے لئے جا رہے تھے کہ اس کی نظر حضرت علیؑ پر پڑی، تو قتل نے جلد سے کہا:

”اے اسدی بھئی! یہ شخص کون ہے؟“ تو علیؑ کی قسم یہ میری تاک میں رہا ہے۔“

جد نے کہا کہ یہ علیؑ ہی طالب ہیں۔ اسی وقت حضرت علیؑ تو قتل کی طرف دوڑے اور اس کو قتل کر

ایو جمل کی لاش ڈھونڈنے کا حکم اور اس کی علامت۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ قتل شدہ لوگوں میں ابو جمل کو حاشیہ کیا جائے۔ ساتھ ہی آپ ﷺ نے فرمایا:

”اگر تم لوگ اس کو شافقت کر سکو۔ یعنی اگر اس کی گردن کاٹ ڈالی گئی ہو اور جسم سے ٹھنڈ چڑی ہو۔“

تو اس کی لاش کی شافقت یہ ہے کہ اس کے گھٹنے میں رزم کا ایک نشان حاشیہ کر دو، کیونکہ جب میں اور وہ دونوں فوج

معرزہ کے تھے تو ایک دن مجھ دونوں عبداللہ ابن جدعان کے یہاں رخصت میں گئے وہاں مست زیادہ بھیڑ تھی اور ہم

دونوں ہی گھٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں ابو جمل سے عمر میں بہت بڑا تھا میں نے اس کو دھکایا تو وہ گھٹنوں کے

نہیں کر اچھڑا۔ اس کے ایک گھٹنے میں جوت آئی اور اس زخم کا نشان آج تک اس کے گھٹنے پر باقی ہے۔“

نابالائی واقعہ ہے جس کو بعض روایوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ اور

ابو جمل کے درمیان زور آزمائی ہوئی تھی جس میں آپ ﷺ نے ابو جمل کو چھوڑ دیا تھا لیکن یہ روایت صحیح ہے کہ

بجی آنحضرت ﷺ اور ابو جمل میں زور آزمائی ہوئی۔

یہ شرط اسی نشان کی طرف حضرت ابن مسعود نے بھی اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ جب میں

نے ابو جمل کو قتل کر دیا یعنی ابن مسعود نے اس کو اس وقت قتل کیا جبکہ وہ زخموں سے چھوڑا تھا پھر میں نے

آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی کہ میں نے ابو جمل کو قتل کیا ہے تو اس وقت آپ ﷺ کے پاس قبیل بھی موجود تھا

جو جنگی قیدی تھا ان نے میری بات سن کر کہا کہ تو مجھ سے تو نے اس کو قتل نہیں کیا میں نے کہا:

”کوئی اے دشمن! تو خود مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا تو میں نے قتل کر دیا۔“

اس پر اس نے کہا کہ اچھا اس کی بجی ابو جمل کی کوئی علامت تھا۔ میں نے کہا:

”اے نبی! میں نے ایک ایسا کوئی شخص ہے جیسا منہ ہے جو لوٹ کے سر پہ ہوتا ہے۔“

ابو جہل کے منہ سے خود اپنے انجام کی ہولناکی اس نے کہہ کر ٹھیک لکھا ہے۔

ابو جہل نے اپنے انجام کے لئے خود ہی وہی قسمی کلمہ جب جنگ شروع ہوئی تو دونوں لشکر ٹکرائے تو اس نے کہا،

”اے اللہ! مجھ نے آج خودی دشمنوں کے سب مذاقوں کو قطع کر دیا ہے، جو سے سامنے انکی چیز لائی گئی ہے جس کو ہم نہیں جانتے اس لئے انکی چیز اس لئے کہ وہاں تک نہ رہے۔“

انہی دو جملوں نے اس میں یہ انداز بھی نقل کیا ہے کہ

”اے اللہ! تجھ سے نزدیک ہم میں جو زیادہ پہنچا وہ اور محبوب ہو۔“ (تکبیر و اہمیت میں یہ لفظ ہیں کہ

”اے اللہ! ہم میں جتنی بات اور سچائی کے لحاظ سے جو بہتر ہے اسی کی توفیق دے فرما۔“

پتا چلے جو کہ حق پر قرار حق تعالیٰ نے اس کی مدد فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی،

”وَنُظَهِرُوا لَكَ دَحَاءَهُمْ فَلَمَّ هُتَمُ فَطَمَحُ“ (سورۃ انفال، آیت ۹، سورۃ فتح ۱۵)

ترجمہ: ”اور ہم تم کو دکھانے پر توفیق فیصلہ پہنچاتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آجودہ ہو گا۔“

اقول۔ مخالف کہتے ہیں: یہ بات کہ ابو جہل نے خود ہی اپنے انجام کی دعا کی قسمی اور اپنی ہائی کا فیصلہ

پہنچا تو اس صورت میں تو واضح تھا کہ اس نے اپنی دعا میں یہ نہ کہا کہ تاکہ ہمارے سامنے انکی چیز لائی گئی ہے جس کو

ہم نہیں جانتے۔ بلکہ اس جملہ میں اس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف صاف اشارہ کیا ہے (کیونکہ اگر وہ صرف یہ

لکھا کہ ہم میں سے جو حق پر ہے اس کی مدد فرما تو یہ کتنا ٹھیک تھا کہ اس نے خود ہی اپنے انجام تک لیا تھا کیونکہ اس

کے حق پر شکست سے بظاہر ہو گیا کہ وہی باحق پر قرار لیکن اس نے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے جو دھوکہ دیا اس سے اس نے یہ ظاہر کر دیا کہ حق پر وہ خود ہے اور فیصلہ اللہ تعالیٰ پر نہیں چھوڑا۔

سہمی قسمی میں یہ ہے کہ ہم جہل نے ہمارے دل سے یہ کہا تھا کہ اے اللہ! دونوں دینوں میں جو دین

تجھ سے نزدیک زیادہ افضل اور پختہ ہو وہ اسی کی مدد اور نصرت فرما۔ اس پر حق تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو

نذرتین میں پہلی ہوئی۔ واللہ ہی نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے غریب اور

مزدور معذروں کے بارے میں فیصلہ پہنچا تھا، واللہ اعلم۔

ابو جہل تلوار کی زد میں حضرت معاذ ابن عمرو ابن جوح کہتے ہیں کہ جنگ کے دوران میں نے دیکھا کہ

ابو جہل کو موت سے لوگ اپنی حفاظت میں لئے ہوئے تھے اور اس کے چاروں طرف خیمہ ڈالے ہوئے تھے۔ وہ

لوگ نہ رہے تھے کہ ابو جہل اپنی حفاظت میں ابو جہل کے پاس تک کوئی پہنچ نہیں پائے گا۔ میں نے جب یہ سنا تو میں اس کی

طرف سے معذروں میں یہ حملہ کر کے توڑ کر ایک ہاتھ لے لیا اور اس کی جگہ پڑی سے کاٹ ڈالی۔ خدا کی قسم میں نے

جب اس کی پڑی پر ایک ذرہ اور نہ کیا تو بالکل عیسائی کا جیسے مجبور کی قسمی کہ کر کہہ دیتی ہے۔ یہاں ”ترجمہ

مذہبی کا لفظ استعمال ہوا ہے جو شک مجبور اور جائز مجبور کی جگہ اس کی قسمی کے مفاد کو کہتے ہیں۔

حضرت معاذ کی سرفروشی ... ابو جہل کے بیٹے عمرو بن اسد تک سلطان نہیں ہوئے تھے انہوں

نے یہ دیکھا تو میرے منہ سے یہ قول نکلا کہ کیا میں سے میرا بڑا کٹ گیا صرف اسی کمال کا قسم داتی رہ گیا

میں سے ہاتھ لگا ہوا تھا میں جنگ میں مصروف رہا مگر اس ہاتھ کے لٹکنے کی وجہ سے میرا عیان ہٹ رہا تھا میں

تمام بدن کو چار پاروں میں کاٹ کر ہاتھ میرے ساتھ بھول رہا تھا جب اس کی وجہ سے مجھے زیادہ تکلیف ہو گئی تو میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ کر چھوڑ دیا جس سے وہ کمال کا حسرت لیا اور میں نے اپنے ہاتھ کو اٹھا کر پیچک دیا۔ ایک روایت میں یہاں ہے کہ حضرت معاذ اس ہاتھ کو اسی طرح نکالتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے لکھتے ہوئے مصر پر اپنا تاج پہن لیا اور اسے بلند کیا اور ہاتھ وہیں چپک گیا۔

لہذا نکلتے ہی اسی ہاتھ کی طرف اپنے قصیدہ کا یہ شعر میں اٹھا دیا کہ اگر اس میں انہوں نے معاذ کے بجائے ابن عمرؓ کا ذکر کیا ہے مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہو گا کیونکہ شاید انہوں نے (ضرورت شعری کی وجہ سے) معاذؓ کو ابن عمرؓ کے ساتھ ابن عمرؓ کو صرف ابن عمرؓ لکھا ہے۔ آگے آنے والا روایت سے ابھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ لہذا نکلتے کے قصیدے میں اس خطبہ کا شعر یہ ہے

وَبَقِيَ بِهَا كَلْبُ ابْنِ عُمَرَ
وَبَقِيَ بِهَا كَلْبُ ابْنِ عُمَرَ

ترجمہ :- ابن عمرؓ کا ہاتھ اس غزوہ میں کٹ کر چھوڑ دیا گیا انہوں نے آپ ﷺ سے فریاد کی تو آپ کی رکت سے دو ہاتھ بائیں پہلے کی طرح جوں کا توں ہو گیا۔

البتہ یہاں یہ بات ضرور ہے کہ اس شعر میں بھلا یعنی اس غزوہ میں اکاشیادہ غزوہ ہند کی طرف ہے جبکہ کلب واضح ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بدر میں پیش کیا تھا۔ نیز یہ بات بھی تقریباً قائل یقین ہے کہ ایک ہی واقعہ ایک ہی شخص کے ساتھ غزوہ بدر اور غزوہ ہند دو دنوں میں پیش آیا ہو۔ سوائے اس کے کہ ایسی بات دو واقعات سے ثابت ہوتی ہو تو یہی ہاں ہے۔

ابو جہل موت کی سرحد پر..... اس کے بعد جب کہ ابو جہل غزوہ فحی مالت میں قتل کیا گیا اس سے معاذؓ ابن عمرؓ کا گزر ہوا انہوں نے اس پر رونا کیا جس سے وہ گر گیا اور وہ اس کو مردہ سمجھ کر وہیں چھوڑ گئے مگر ابو جہل میرا گھمبہ نہ گی کہ حق باقی تھی۔

بعض روایات میں یہاں ہے کہ..... معاذؓ نے اس پر رونا کیا یہاں تک کہ وہ لٹھ اٹھ گیا۔ مگر اس سے کوئی شبہ نہیں ہو چکا ہے کیونکہ مردہ پر رونا بھی ہے کہ وہ مردوں کی طرح بے حس و حرکت ہو کر گر گیا۔

چنانچہ بعض روایات میں یہ (لٹھا) ہونے کے بجائے برت کا لٹکا ہے کہ وہ مٹی پر گر گیا۔ یعنی وہ پہلو کے تل گر کر..... یعنی اگرچہ اس کی جگہ کو مٹی چنڈی سے لگی ہوئی تھی اور ایسی حالت میں آدمی مرنے پہلو کے تل نہیں کرتا۔ حضرت معاذؓ اس کے بعد آگے بڑھ گئے اور مسلسل جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ غلہ بھی شہید ہو گئے۔

ابن مسعودؓ ابو جہل کے سر پر..... حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابو جہل کو (جنگ فتم ہونے کے بعد) قتل کیا تو ایک جگہ پر سے ہونے لگا اس میں کچھ جان بقی تھی میں نے اسے پہچان لیا اور اپنا چوڑی اس کی گردن پر رکھ کر اس سے کہا۔

”اے خدا کے دشمن! کیا تجھے خدا نے سوا نہیں کر دیا؟“

ابو جہل نے کہا۔

موت کے منہ میں ابو جہل کی سرکشی..... یہیں میری کید سوائی ہوئی؟ کیا جس شخص کو تم نے قتل کیا

عرض حضرت ابن مسعودؓ کہ میں نے اس کاسر قن سے جدا کر دیا۔

ایک دوسری روایت میں ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب میں اس کے تکرار کرنے لگا تو ابو جہل کا ہونکھہ پس نہ چلا تو اس نے میرے منہ پر قھوک دیا۔ پھر وہ کہنے لگا،

”میری تکرار کے اور اس سے میری گردن ٹانگوں کے پاس سے کاٹنا تاکہ (زمین پر روکھی جائے تو) میری گردن لوٹ جائے۔“

(یعنی گردن کے نیچے جسے کیڑا میں سے کاٹنا تاکہ یہ سر لوٹ جائے اور معلوم ہو کہ ایک بڑے سردار کاسر ہے) پانچویں میں نے ایسا ہی کیا اور اسے لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو اور عرض کیا،
فرعون امت کاسر پر گاہ نبوت میں..... ”یہ سول اللہ! یہ اللہ کے دشمن ابو جہل کاسر ہے۔“

آپ ﷺ نے فرمایا،

”بہتر یہ ہے اسی ذات خداوندی کے لئے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔“

آپ ﷺ نے یہ کلمہ تین بار فرمایا۔ طبرانی نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ابن مسعودؓ سے یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا،

”ایدا افعیٰ تم نے ابو جہل کو قتل کر دیا ہے؟“

میں نے عرض کیا،

”ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔“

آنحضرت ﷺ کا مجدد و شکر..... پھر میں نے ابو جہل کاسر آنحضرت ﷺ کے سامنے رکھ دیا جس پر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس پر آنحضرت ﷺ نے شکرانے کے لئے پانچ سجدے کئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا،

”اللہ اکبر، تقریباً دھڑپ اس ذات کے لئے جس کا وہ وحی ہوا جس نے اپنے بندے کی مدد کی اور عدا نے تمام فرقوں کے لشکر کو شکست دی۔“

مگر جہاں تک روایت کا تعلق ہے کہ ابو جہل نے ابن مسعودؓ کے منہ پر قھوکا اور اس سے کہا کہ میری تکرار سے میری گردن کاٹو۔ تو یہ بات اس قول کے خلاف ہے جس میں گزرا ہے کہ ابو جہل زخمی ہونے کے بعد بے حس و حرکت ہو کر مردوں کی طرح گر پڑا تھا۔

اس سلسلے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ شاید شروع میں خود مردوں ہی کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا تھا مگر پھر بعد میں اس کو ہوش آیا تھا یہاں تک کہ اس نے نہ گورہا تھا نہ گھٹکی۔ ہر حال یہ بات آئندہ ذکر ہونے والی روایت کی روشنی میں قابل غور ہے۔

